بسم اللہ الرحمن الرحیم

[illegible]

— [illegible] —

— [illegible] —

مسمّٰی بہ

معارف القرآن

تالیف

شیخ التفسیر والحدیث حضرت مولانا الحافظ محمد ادریس صاحب کاندھلوی

رحمۃ اللہ علیہ رحمۃً واسعۃً شیخ الحدیث جامعہ اشرفیہ لاہور

جلد ششم مشتمل بر تفسیر پارہ (۲۰) (۲۱) (۲۲) (۲۳) نصف

[illegible]

شائع کردہ

مکتبۃ المعارف

— دارالعلوم الحسینیہ شہداد پور

— سندھ ، پاکستان

باجازت:- مکتبہ عثمانیہ بیت الحمد ۲۵۳ مہران بلاک علامہ اقبال ٹاؤن لاہور

اجازت نامہ

برائے اشاعت معارف القرآن
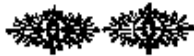
تفسیر کی کتاب معارف القرآن از مولانا محمد ادریس کاندھلوی صاحب
جو کہ دار العلوم الحسینیہ (رجسٹرڈ) شہداد پور والے حضرات نے خود دوبارہ
لکھوایا ہے اور چھپوایا ہے۔

ہماری طرف سے اجازت ہے۔ ہمیں کوئی اعتراض نہیں کہ
وہ اسکو چھپوائیں اور فروخت کریں۔

[illegible]

7/1/99

عکس اجازت نامہ از حافظ محمد سعید صدیقی صاحب
نبیرۂ مصنف معارف القرآن ۔

نام کتاب : معارف القرآن جلد ۵
نام مصنف : حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ
مکمل سیٹ :- ۸ جلد
صفحات جلد ۵ : ۵۲۹
کتابت متن قرآن کریم : خطاط القرآن حضرت سید محمد شریف علی حسینی سیالکوٹی رحمۃ اللہ علیہ
کتابت سرورق :- سید نفیس الحسن بن سید الخطاطین سید نفیس الحسینی دامت برکاتہم العالیہ لاہور
کتابت ترجمہ و تفسیر :- سید عصمت اللہ بن سید جعفر حسین الحسینی رشد گوجرانوالہ
تعداد طبع اول :- ۱۱۰۰ (گیارہ سو)
تعداد طبع دوم :- ۱۴۲۲ھ
پریس : احمد برادرز پرنٹنگ پریس کراچی
ناشر :- مکتبہ المعارف دارالعلوم حسینیہ شہداد پور سندھ پاکستان
فون ۶۲۲۷۶ - ۶۱۴۷۹ (۰۲۴۴۳)

ملنے کے پتے :

کراچی :- صدیقی ٹرسٹ، صدیقی ہاؤس، المنظر اپارٹمنٹس ۴۵۸ گارڈن ایسٹ
نزد سبیل چوک کراچی۔ پوسٹ کوڈ نمبر ۷۴۸۰۰
لاہور :- مکتبہ عثمانیہ بیت الحمد ۲۵۳ مہران بلاک علامہ اقبال ٹاؤن لاہور
شہداد پور :- مکتبہ المعارف دارالعلوم حسینیہ شہداد پور ضلع سانگھڑ سندھ پاکستان پوسٹ کوڈ ۶۸۰۳۰

اہم نوٹ ▽

ہم نے اس کتاب کی تصحیح میں حتی الوسع کوشش کی ہے پھر بھی ممکن ہے کوئی غلطی رہ گئی ہو۔ لہٰذا تمام قارئین سے التماس ہے کہ اگر کہیں غلطی پائیں تو براہ راست ہمیں اطلاع دیں تاکہ آئندہ اشاعت میں اسے درست کیا جا سکے۔ اللہ تعالیٰ اس کا اجر آپ کو عطا فرمائیں گے۔

خط و کتابت کیلئے :- مکتبہ المعارف دارالعلوم حسینیہ شہداد پور پوسٹ کوڈ ۶۸۰۳۰

بسم اللہ الرحمن الرحیم

۷

فہرست معارف القرآن جلد ششم

مشتمل بر پارہ ۲۰ ۲۱ ۲۲ ۲۳ اول نصف ۲/۱

بقیہ سورۂ نمل ، قصص ، عنکبوت ، روم ، لقمان ، سجدہ ، احزاب
سبا ، فاطر ، یٰسین ، صافات

صفحہ	مضمون	نمبر شمار
۱	آغاز پارہ ۲۰ امن خلق	

صفحہ	مضمون	نمبر شمار
۱۱۰	**آغاز پارہ ۲۱ اُتْلُ مَا اُوْحِیَ**	
۱۱۳	اثبات رسالت محمدیہ و ازالہ شکوک و شبہات منکرین نبوت	۴۹
۱۱۹	فائدہ: مختلف دلیلیں اتفاق کے لئے محبت پیدا کرتی ہے	۵۰
۱۲۰	لطائف و معارف	۵۱
۱۲۲	ترغیب ہجرت و ذکر بقائے عالم آخرت و بیان حقارت دنیا و فنا و زوال او	۵۲
۱۲۶	دار دنیا کی حقارت اور دار آخرت کی فضیلت	۵۳
۱۲۹	**تفسیر سورۂ روم**	
۱۳۰	پیشین گوئی غلبۂ روم بر ایران و بشارت فتح و نصرت و فرحت و مسرت برائے اہل ایمان	۵۴
۱۳۳	فائدہ (غلبۂ روم کی خبر بعد کو سچی آئی)	۵۵
۱۳۴	لطائف و معارف	۵۶
۱۳۵	تنبیہ	۵۷
۱۴۰	ذکر دلائل قدرت و عظمت برائے اثبات الوہیت و اثبات قیامت	۵۸
۱۴۲	ذکر مبدأ و معاد برائے تنبیہ [illegible]	۵۹
۱۴۳	فائدہ (فَهُمْ فِي رَوْضَةٍ يُحْبَرُونَ)	۶۰
ایضاً	مسئلہ	۶۱
۱۴۶	ذکر دلائل قدرت برائے اثبات قیامت	۶۲
ایضاً	دلیل اول	۶۳
۱۴۸	فائدہ (انسان کا ذرہ ذرہ قدرت کا عجیبہ)	۶۴
ایضاً	دلیل دوم	۶۵
۱۴۹	دلیل سوم	۶۶

نمبر شمار	مضمون	صفحہ

تفسیر سورۂ سبا ۳۴۴

کتابت: ح م شہزاد پوری

أَمَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ وَأَنْزَلَ لَكُمْ

بھلا کس نے بنائے آسمان اور زمین؟ اور اتار دیا تم کو

مِنَ السَّمَاءِ مَاءً ۚ فَأَنْبَتْنَا بِهِ حَدَائِقَ ذَاتَ بَهْجَةٍ ۚ

آسمان سے پانی؟ پھر اگائے ہم نے اس سے باغ رونق کے۔

مَا كَانَ لَكُمْ أَنْ تُنْبِتُوا شَجَرَهَا ۗ أَإِلٰهٌ مَعَ اللّٰهِ ۚ

تمہارا کام نہ تھا کہ اگاتے ان کے درخت۔ اب کوئی اور حاکم ہے

بَلْ هُمْ قَوْمٌ يَعْدِلُونَ ﴿٦٠﴾ أَمَّنْ جَعَلَ الْأَرْضَ

اللہ کے ساتھ؟ کوئی نہیں وہ لوگ راہ سے مڑتے ہیں۔ بھلا کس نے بنایا زمین کو

قَرَارًا وَجَعَلَ خِلَالَهَا أَنْهَارًا وَجَعَلَ لَهَا رَوَاسِيَ وَ

ٹھہراؤ اور بنائیں اس کے بیچ ندیاں اور رکھے اس میں بوجھ اور

جَعَلَ بَيْنَ الْبَحْرَيْنِ حَاجِزًا ۗ أَإِلٰهٌ مَعَ اللّٰهِ ۚ

رکھا دو دریا میں اوٹ۔ اب کوئی حاکم ہے اللہ کے ساتھ؟

بَلْ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ﴿٦١﴾ أَمَّنْ يُجِيبُ الْمُضْطَرَّ

کوئی نہیں ان بہتوں کو سمجھ نہیں۔ بھلا کون پہنچتا ہے بے کس کی

إِذَا دَعَاهُ وَيَكْشِفُ السُّوءَ وَيَجْعَلُكُمْ خُلَفَاءَ

پکار کو جب اس کو پکارتا ہے اور اٹھا دیتا ہے برائی۔ اور کرتا ہے تم کو نائب

الْأَرْضِ ۗ أَإِلٰهٌ مَعَ اللّٰهِ ۚ قَلِيلًا مَا تَذَكَّرُونَ ﴿٦٢﴾

زمین پر۔ اب کوئی حاکم ہے اللہ کے ساتھ؟ تم بہت کم دھیان کرتے ہو۔

أَمَّنْ يَهْدِيكُمْ فِي ظُلُمَاتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَمَنْ

بھلا کون راہ بتاتا ہے تم کو اندھیروں میں جنگل کے اور دریا کے؟ اور کون

يُرْسِلُ الرِّيٰحَ بُشْرًاۢ بَيْنَ يَدَيْ رَحْمَتِهٖ ۭ ءَاِلٰهٌ مَّعَ

چلاتا ہے ہوائیں خوشخبری لانے والیاں اس کی رحمت سے پہلے؟ اب کوئی حاکم ہے

اللّٰهِ ۭ تَعٰلَى اللّٰهُ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿۶۳﴾ اَمَّنْ يَّبْدَؤُا

اللہ کے ساتھ؟ اللہ بہت اوپر ہے اس سے جس کو شریک بتاتے ہیں۔ بھلا کون سرے سے

الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ وَمَنْ يَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَاۗءِ

بناتا ہے؟ پھر اس کو دہرائے گا؟ اور کون روزی دیتا ہے تم کو آسمان سے

وَالْاَرْضِ ۭ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ۭ قُلْ هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ

اور زمین سے؟ اب کوئی حاکم ہے اللہ کے ساتھ؟ تو کہہ لاؤ اپنی سند

اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۶۴﴾ قُلْ لَّا يَعْلَمُ مَنْ فِي

اگر تم سچے ہو۔ تو کہہ خبر نہیں رکھتا جو کوئی ہے

السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَيْبَ اِلَّا اللّٰهُ ۭ وَمَا يَشْعُرُوْنَ

آسمان اور زمین میں چھپی چیز کی مگر اللہ، اور ان کو خبر نہیں

اَيَّانَ يُبْعَثُوْنَ ﴿۶۵﴾ بَلِ ادّٰرَكَ عِلْمُهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ ۣ

کب جلائے جائیں گے! بلکہ ہار گئی ان کی دریافت آخرت میں

بَلْ هُمْ فِيْ شَكٍّ مِّنْهَا ڣ بَلْ هُمْ مِّنْهَا عَمُوْنَ ﴿۶۶﴾

بلکہ ان کو دھوکا ہے اس میں۔ بلکہ وہ اس سے اندھے ہیں۔

ذکر انواع و اقسام دلائل توحید مع توبیخ و تہدید

قال اللہ تعالیٰ اَمَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ .. الیٰ .. بَلْ هُمْ مِّنْهَا عَمُوْنَ ۝

(ربط) گزشتہ آیات میں مشرکین اور منکرین نبوت کے انجام بد کا ذکر فرمایا جو خدا کی قدرت الٰہیہ کے تجلی

قُلْ سِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَانْظُرُوا كَيْفَ كَانَ

تو کہہ پھرو ملک میں تو دیکھو کیسا ہوا انجام

عَاقِبَةُ الْمُجْرِمِينَ ﴿٦٩﴾ وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ وَلَا

گناہگاروں کا۔ اور غم نہ کھا ان پر اور تو

تَكُنْ فِي ضَيْقٍ مِمَّا يَمْكُرُونَ ﴿٧٠﴾ وَيَقُولُونَ مَتَىٰ

مت خفا ہو ان کے داؤ سے۔ اور کہتے ہیں کب ہے

هَٰذَا الْوَعْدُ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ ﴿٧١﴾ قُلْ عَسَىٰ

یہ وعدہ اگر تم سچے ہو۔ تو کہہ شاید تمہاری

أَنْ يَكُونَ رَدِفَ لَكُمْ بَعْضُ الَّذِي تَسْتَعْجِلُونَ ﴿٧٢﴾

پیٹھ پر پہنچی ہو بعضی چیز جس کی شتابی کرتے ہو۔

وَإِنَّ رَبَّكَ لَذُو فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَهُمْ

اور تیرا رب تو فضل رکھتا ہے لوگوں پر پر ان میں بہت

لَا يَشْكُرُونَ ﴿٧٣﴾ وَإِنَّ رَبَّكَ لَيَعْلَمُ مَا تُكِنُّ

شکر نہیں کرتے۔ اور تیرا رب جانتا ہے جو چھپ

صُدُورُهُمْ وَمَا يُعْلِنُونَ ﴿٧٤﴾ وَمَا مِنْ غَائِبَةٍ

رہا ہے ان کے سینوں میں۔ اور جو کچھ ظاہر کرتے ہیں اور کوئی چیز نہیں جو غائب ہو

فِي السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ إِلَّا فِي

آسمان و زمین میں مگر موجود ہے

كِتَابٍ مُبِينٍ ﴿٧٥﴾

کھلی کتاب میں۔

اثبات قیامت

قال اللہ تعالیٰ و قال الذین کفروا ... ءاذا کنا ترابا ... الیٰ ... کتب حفیظ

[illegible]

إِلَّا مَن يُؤْمِنُ بِآيَاتِنَا فَهُم مُّسْلِمُونَ ﴿٨١﴾

اس کو، جو یقین رکھتا ہو ہماری باتوں پر، سو وہ حکم بردار ہیں۔

اثبات رسالت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم

قال اللہ تعالیٰ إِنَّ هَٰذَا الْقُرْآنَ يَقُصُّ عَلَىٰ بَنِي إِسْرَائِيلَ ... الی ... فَهُم مُّسْلِمُونَ۔

(ربط) گزشتہ آیات میں مبداء اور معاد کے بیان کے بعد رسالت محمدیہ کا اثبات فرماتے ہیں جس کی سب سے بڑی دلیل یہ قرآن حکیم ہے یعنی یہ قرآن حکیم اور حاکم بن کر آیا ہے جو اہل کتاب کے اختلافات کا فیصلہ کرتا ہے اور ان کے شکوک و شبہات کا ازالہ کرتا ہے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارہ میں جو اہل کتاب کا اختلاف ہے اس کا فیصلہ کرتا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام خدا تعالیٰ کے برگزیدہ بندے اور رسول برحق تھے خدا اور خدا کے بیٹے نہ تھے جیسا کہ نصاریٰ کہتے ہیں اور نہ معاذ اللہ ساحر اور کاذب اور ولد الحرام تھے جیسا کہ یہود بے بہبود کہتے ہیں۔

نیز حضرت مریم صدیقہ کے بارہ میں یہود و نصاریٰ کا جو اختلاف تھا قرآن کریم نے اس کا بھی فیصلہ کر دیا اور تفہیم کمال حضرت مریم کی عصمت اور نزاہت کو تفصیل کے ساتھ بیان کر دیا۔ اور حضرت سلیمان پر جو سحر کا اتہام تھا قرآن نے اس کا بھی ازالہ کر دیا اور ابراہیم اور حضرت یوسف و یعقوب کے اختلاف کا بھی فیصلہ کر دیا۔

علامہ آلوسی فرماتے ہیں کہ گزشتہ آیات میں دلائل الوہیت کو بیان کیا۔ اب اس کے بعد صدق رسالت اور دلائل نبوت کو بیان فرماتے ہیں۔ یا یہ کہ یہ قرآن ایک معجزہ ہے جو خاتم النبیین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کیا گیا ہے اس کے منجانب اللہ ہونے کی ایک دلیل یہ ہے کہ یہ قرآن بنی اسرائیل پر اکثر وہ باتیں کھولتا ہے جن میں وہ اختلاف کرتے ہیں۔ بنی اسرائیل میں کئی فرقے ہو گئے تھے ہر فرقہ کا دین دوسرے فرقہ کے دین سے مختلف تھا مثلاً توحید اور تثلیث میں اور حضرت عیسیٰ اور حضرت عزیر کی الوہیت اور ابنیت میں اور جنت و جہنم کے جسمانی اور روحانی ہونے میں ان کا اختلاف تھا۔ قرآن نے حق اور باطل کو واضح کر دیا اور بتلا دیا کہ یہ بات حق اور صحیح ہے اور ایک دلیل یہ ہے کہ یہ قرآن ہدایت ہے جس سے حق کا راستہ معلوم ہوتا ہے اور ایمان والوں کے لیے سراسر رحمت اور موجب خیر و برکت ہے کہ اس پر ایمان لا کر عذاب سے نجات ملتی ہے اے نبی آپ ان مکذبین کی مخالفت اور عداوت سے رنجیدہ نہ ہوں۔ تحقیق تیرا پروردگار ان کے درمیان اپنے حکم سے فیصلہ کرے گا اور وہی ہے زبردست اور جاننے والا۔ اس کے فیصلہ کو کوئی رد نہیں کر سکتا۔ پس آپ اللہ پر بھروسہ رکھیے اور ان کی عداوت اور مخالفت کی پرواہ نہ کیجئے بے شک آپ صریح اور واضح حق پر ہیں اور یہ صریح باطل پر ہیں۔ پس آپ ان کی مخالفت اور عداوت کی پرواہ نہ کیجئے اللہ آپ کا مددگار ہے اور ان کی ہدایت اور اصلاح کی امید دل سے نکال دیجئے۔ یہ لوگ مردہ دل ہیں۔ اس لیے کہ آپ مُردوں کو نہیں سنا سکتے مطلب کو پہنچا دینا آپ کی قدرت میں نہیں۔ یعنی اے نبی بالفرض یہ لوگ مردہ بھی نہ ہوں تو بہرے تو ضرور ہیں اور آپ بہروں کو بھی اپنی پکار نہیں سنا سکتے۔ خاص کر جبکہ وہ پیٹھ پھیر کر بھاگ گئے۔ بہرا شخص اگر سامنے

كَانُوا بِآيَاتِنَا لَا يُوقِنُونَ ﴿٨٢﴾ وَيَوْمَ نَحْشُرُ

ہماری نشانیاں یقین نہیں کرتے تھے۔ اور جس دن گھیر لاویں گے

مِن كُلِّ أُمَّةٍ فَوْجًا مِّمَّن يُكَذِّبُ بِآيَاتِنَا

ہم ہر فرقے میں سے ایک ٹول، جو جھٹلاتے تھے ہماری باتیں

فَهُمْ يُوزَعُونَ ﴿٨٣﴾ حَتَّىٰ إِذَا جَاءُوا قَالَ

پھر ان کی مثل بنے گی۔ یہاں تک کر جب آ پہنچے فرمایا

أَكَذَّبْتُم بِآيَاتِي وَلَمْ تُحِيطُوا بِهَا عِلْمًا أَمَّا

کیوں تم نے جھٹلائیں میری باتیں؟ اور تو نہ چکی تھیں تمہاری سمجھ میں!

ذَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿٨٤﴾ وَوَقَعَ الْقَوْلُ عَلَيْهِم بِمَا

کچھ کیا کرتے تھے۔ اور پڑ چکی ان پر بات اس واسطے

ظَلَمُوا فَهُمْ لَا يَنطِقُونَ ﴿٨٥﴾ أَلَمْ يَرَوْا أَنَّا جَعَلْنَا

کہ انہوں نے شرارت کی سو وہ کچھ نہیں بولتے۔ کیا نہیں دیکھتے کہ ہم نے بنائی

اللَّيْلَ لِيَسْكُنُوا فِيهِ وَالنَّهَارَ مُبْصِرًا ۚ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ

رات اس میں چین پکڑیں اور دن بنایا دیکھنے کا، البتہ اس میں

لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ ﴿٨٦﴾

نشانیاں ہیں ان لوگوں کو جو یقین کرتے ہیں۔

ذکر بعض اشراط ساعت یعنی علامات قیامت

قال اللہ تعالیٰ وَإِذَا وَقَعَ الْقَوْلُ عَلَيْهِمْ أَخْرَجْنَا لَهُمْ دَابَّةً مِّنَ الْأَرْضِ ... الی ... لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ

(ربط) گزشتہ آیات میں دلائل تامہ سے اپنے کمال قدرت اور کمال علم کو بیان کر کے امکان حشر اور امکان قیامت

اور عمل صالح نیکی کرنے کا دس گنی نیکی سے بہتر اجر ملے گا اور ایسے ہی لوگ اس دن گھبراہٹ سے مامون اور محفوظ ہوں گے اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ گزشتہ آیت میں نفخہ فزع سے جو استثناء کیا گیا تھا وہ عام مومنین صالحین کو شامل ہے جیسا کہ دوسری جگہ ہے لَا يَحْزُنُهُمُ الْفَزَعُ الْأَكْبَرُ ۔ اور عجب نہیں کہ یہ مطلب ہو کہ نفخ صور کا فزع صرف کافروں کو ہو گا، اہل ایمان اس سے محفوظ اور مامون رہیں گے اور اس روز جو لوگ بدی یعنی کفر اور شرک کر کے آویں گے تو وہ منہ کے بل آگ میں ڈال دیئے جائیں گے اور ان سے کہا جائے گا کہ تم کو یہی سزا دی جا رہی ہے جو مثل ان اعمال کی جو تم دنیا میں کیا کرتے تھے اور اس کے بعد ان کو جہنم میں ڈال دیا جائے گا تاکہ ان کو معلوم ہو کہ اس جرم کی سزا میں ہم کو جہنم میں ڈالا جا رہا ہے۔

إِنَّمَآ أُمِرْتُ أَنْ أَعْبُدَ رَبَّ هَٰذِهِ الْبَلْدَةِ

مجھ کو یہی حکم ہے کہ بندگی کروں اس شہر کے مالک کی

الَّذِي حَرَّمَهَا وَلَهُ كُلُّ شَيْءٍ ۖ وَأُمِرْتُ أَنْ

جس نے اسکو رکھا ادب کا اور اسی کی ہے ہر چیز۔ اور حکم ہے کہ رہوں

أَكُونَ مِنَ الْمُسْلِمِينَ ﴿٩١﴾ وَأَنْ أَتْلُوَا

حکم برداروں میں۔ اور یہ کہ سنا دوں

الْقُرْآنَ ۖ فَمَنِ اهْتَدَىٰ فَإِنَّمَا يَهْتَدِي لِنَفْسِهِ ۖ

قرآن۔ پھر جو کوئی راہ پر آیا سو راہ پر آوے گا اپنے بھلے کو۔

وَمَن ضَلَّ فَقُلْ إِنَّمَآ أَنَا مِنَ الْمُنذِرِينَ ﴿٩٢﴾

اور جو کوئی بہکا رہا تو کہہ دے میں تو یہی ہوں ڈر سنانے والا۔

وَقُلِ الْحَمْدُ لِلَّهِ سَيُرِيكُمْ آيَاتِهِ فَتَعْرِفُونَهَا ۚ

اور کہہ تعریف ہے سب اللہ کو آگے دکھاوے گا تم کو اپنے نمونے تو ان کو پہچان لو گے

وَمَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُونَ ﴿٩٣﴾

اور تیرا رب بے خبر نہیں ان کاموں سے جو کرتے ہو۔

هَامٰنَ وَجُنُوْدَهُمَا مِنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَحْذَرُوْنَ ۝

ہامان کو اور انکے لشکروں کو ان کے ہاتھ سے جس چیز کا خطرہ رکھتے تھے۔

وَاَوْحَيْنَآ اِلٰٓى اُمِّ مُوْسٰٓى اَنْ اَرْضِعِيْهِ ۚ فَاِذَا خِفْتِ

اور ہم نے حکم بھیجا موسیٰ کی ماں کو کہ اسکو دودھ پلا۔ پھر جب تجھ کو ڈر

عَلَيْهِ فَاَلْقِيْهِ فِى الْيَمِّ وَلَا تَخَافِيْ وَلَا تَحْزَنِيْ ۚ

ہو اسکا تو ڈال دے اسکو پانی میں اور نہ خطرہ کر اور نہ غم کھا۔

اِنَّا رَاۗدُّوْهُ اِلَيْكِ وَجَاعِلُوْهُ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ۝

ہم پھر پہنچا دیں گے اسکو تیری طرف۔ اور کریں گے اسکو رسولوں سے۔

فَالْتَقَطَهٗٓ اٰلُ فِرْعَوْنَ لِيَكُوْنَ لَهُمْ عَدُوًّا وَّ

پھر اٹھا لیا اسکو فرعون کے گھر والوں نے کہ ہو انکا دشمن اور

حَزَنًا ۭ اِنَّ فِرْعَوْنَ وَهَامٰنَ وَجُنُوْدَهُمَا كَانُوْا

گڑھانیوالا۔ بیشک فرعون اور ہامان اور ان کے لشکر تھے چوکنے

خٰطِـِٕيْنَ ۝ وَقَالَتِ امْرَاَتُ فِرْعَوْنَ قُرَّتُ عَيْنٍ

والے تھے۔ اور بولی فرعون کی عورت آنکھوں کی ٹھنڈک ہے

لِّيْ وَلَكَ ۭ لَا تَقْتُلُوْهُ ڰ عَسٰٓى اَنْ يَّنْفَعَنَآ اَوْ

مجھ کو اور تجھ کو۔ اسکو نہ مارو۔ شاید ہمارے کام آوے یا ہم

نَتَّخِذَهٗ وَلَدًا وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ۝ وَاَصْبَحَ فُؤَادُ

اس کو کر لیں بیٹا اور ان کو خبر نہیں۔ اور صبح کو موسیٰ

اُمِّ مُوْسٰى فٰرِغًا ۭ اِنْ كَادَتْ لَتُبْدِيْ بِهٖ لَوْلَآ

کی ماں کے دل میں قرار نہ رہا۔ نزدیک تھی کہ ظاہر کر دے بیقراری کو، اگر نہ

اَنْ رَّبَطْنَا عَلٰى قَلْبِهَا لِتَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿١٠﴾

ہم نے گرہ کر دی ہوتی اسکے دل پر، اس واسطے کہ رہے ایمان والوں میں۔

وَقَالَتْ لِاُخْتِهٖ قُصِّيْهِ فَبَصُرَتْ بِهٖ عَنْ جُنُبٍ

اور کہہ دیا اسکی بہن کو، اسکے پیچھے چلی جا پھر دیکھتی رہی اسکو اجنبی ہو کر

وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿١١﴾ وَحَرَّمْنَا عَلَيْهِ الْمَرَاضِعَ

اور انکو خبر نہ ہوئی۔ اور روک رکھی تھیں ہم نے اس سے دائیاں

مِنْ قَبْلُ فَقَالَتْ هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰٓى اَهْلِ بَيْتٍ

پہلے سے، پھر بولی میں بتاؤں تم کو ایک گھر والے

يَّكْفُلُوْنَهٗ لَكُمْ وَهُمْ لَهٗ نٰصِحُوْنَ ﴿١٢﴾ فَرَدَدْنٰهُ

وہ اسکو پال دیں تم کو اور وہ اسکے بھلا چاہنے والے ہیں۔ پھر پہنچا دیا اس کو

اِلٰٓى اُمِّهٖ كَيْ تَقَرَّ عَيْنُهَا وَلَا تَحْزَنَ وَلِتَعْلَمَ اَنَّ

اسکی ماں کی طرف کہ ٹھنڈی رہے اسکی آنکھ اور غم نہ کھاوے اور جانے کہ

وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿١٣﴾

وعدہ اللہ کا ٹھیک ہے پر بہت لوگ نہیں جانتے۔

تفصیل قصۂ موسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام با فرعون

قال اللہ تعالیٰ اِنَّ فِرْعَوْنَ عَلَا فِي الْاَرْضِ ... الیٰ ... وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ۔

(ربط) گزشتہ آیت میں موسیٰ علیہ السلام کے قصہ کا اجمال کے ساتھ تذکرہ فرمایا اب آئندہ رکوعات میں اس کی تفصیل فرماتے ہیں اور یہ قصہ اگرچہ سورۂ شعراء اور سورۂ نمل میں بھی گزر چکا ہے لیکن جس قدر تفصیل یہاں بیان کی گئی ہے وہ گزشتہ سورتوں میں نہیں گویا کہ سورۂ شعراء اور سورۂ نمل میں جو اجمال اور اختصار تھا اس سورت میں اسکی شرح اور تفصیل

اور اگر خبر نہ تھی کہ آنکھ وہ جیل گری ہونے والا ہے اور از ہر یہ قصہ ہوا کہ موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کا دل صبر سے خالی ہو گیا اور قریب تھا کہ بے قراری کی وجہ سے بچہ کا حال ظاہر کر دیں اور بے تابی کی وجہ سے راز فاش کر دیں اگر ہم نے انکے دل کو صبر کی رسی سے نہ باندھ دیا ہوتا تو راز کے فاش ہونے میں کچھ دیر نہ رہی تھی اور ہم نے اس کے دل پر صبر اور ہمت کی گرہ اس لیے لگائی کہ وہ یقین کرنے والوں میں سے ہو جائے کہ اللہ نے جو وعدہ کیا ہے وہ ضرور پورا ہو کر رہے گا اور اس کو وعدہ الٰہی کا عین الیقین حاصل ہو جائے۔

فرعون کے محل سرائے میں جب یہ واقعہ پیش آیا تو تمام شہر میں اسکی شہرت ہو گئی کہ صندوق میں سے ایک لڑکا برآمد ہوا ہے اور موسیٰ علیہ السلام کی والدہ جن کا نام یوحانذ تھا انہوں نے موسیٰ علیہ السلام کی بہن یعنی اپنی بیٹی سے کہا جسکا نام مریم یا کلثوم تھا۔ کہ جا اپنے بھائی کو تلاش کر اور اسکی کھوج لگا دریا کے کنارے کنارے بھائی کے ساتھ ساتھ چلی جا اور دیکھ کہ کیا پیش آتا ہے چنانچہ وہ الگ کھڑی ہوئیں اور دور سے دیکھتی چلیں اور فرعون کے دروازہ تک پہنچیں۔ پس اس نے بچہ کو دور سے دیکھا کہ وہ زندہ اور صحیح سالم ہے دور سے دیکھنے کا مطلب یہ ہے کہ بچہ کو اس طرح سے دیکھا کہ گویا اسکو کچھ غرض نہیں اور وہ لوگ جانتے نہ تھے کہ یہ دیکھنے والی اسکی بہن ہے اور کس تاک میں ہے غرض یہ کہ موسیٰ علیہ السلام اس طرح فرعون کے گھر میں پہنچے اور قتل سے بچ گئے اور ملکہ آسیہ نے پیار سے اسکو گود میں اٹھا لیا اور ان کے لیے دایاؤں کی تلاش شروع ہوئی۔ اور جب دائیں انکے واسطے آئیں تو ہم نے اپنی قدرت کاملہ اور حکمت بالغہ سے دایاؤں کا دودھ ان پر حرام کر دیا یعنی دودھ پینے سے روک دیا کہ موسیٰ علیہ السلام کسی دایا کا دودھ نہ پی سکیں۔ یہ دیکھ کر ملکہ آسیہ اور سارے گھر والے پریشان ہو گئے اور شہر میں دایاؤں کی تلاش شروع ہوئی۔ جو عورت بھی آتی تو موسیٰ علیہ السلام اس کا دودھ قبول نہ کرتے تکوینی اور تقدیری طور پر سب دایاؤں کا دودھ ان پر حرام ہو چکا تھا۔ موسیٰ علیہ السلام کی بہن دور سے کھڑی یہ ماجرا دیکھتی رہیں کچھ دیر کے بعد بولیں کیا میں تم کو ایسے گھر والوں کا پتہ نہ دوں جو تمہارے لیے اسکی پرورش کی کفالت کریں یعنی اسکی رضاعت اور تربیت کے ضامن ہوں اور اس کے خیر خواہ بھی ہوں یعنی اس پر شفیق اور مہربان بھی ہوں۔ یہاں خود اسکی جستجو تھی فوراً جا کر موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کو بلا لائیں۔ موسیٰ علیہ السلام نے انکی گود میں پہنچتے ہی دودھ پینا شروع کر دیا۔ فرعون یا ملکہ آسیہ نے پوچھا کہ تو کون عورت ہے کہ اس بچہ نے سوائے تیرے پستان کے کسی کو منہ نہ لگایا۔ فرعون کے گھر والوں کو شبہ ہوا کہ یہ عورت کہیں اسکی ماں نہ ہو۔ عورت نے جواب دیا کہ میں ایک پاکیزہ عورت ہوں مجھ میں سے ایک خوشبو آتی ہے اور دودھ نہایت لطیف اور شیریں ہے جو بچہ بھی میرے پاس آتا ہے وہ میرا دودھ بہت خوشی سے پی لیتا ہے پس وہ لوگ بہت خوش ہوئے اور ان سے یہ درخواست کی کہ یہیں رہا کریں موسیٰ علیہ السلام کی والدہ نے عذر کر دیا کہ میرا گھر ہے اور میرا شوہر ہے اور بچے ہیں اس لیے میں دن رات یہاں نہیں رہ سکتی لیکن اگر آپ پسند کریں تو اپنے گھر رکھ کر اسکو دودھ پلا سکتی ہوں۔ فرعون کے گھر والوں نے اسکو منظور کر لیا اور ایک دینار یومیہ اجرت مقرر ہو گئی۔ اور بچہ کو لیکر گھر واپس آ گئیں۔ (تفسیر ابن کثیر صفحہ ۳۸۱ ج ۳)

حق تعالیٰ فرماتے ہیں پس اس طرح ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو انکی ماں کی طرف واپس کر دیا تاکہ انکی آنکھ ٹھنڈی ہو اور بیٹے کی جدائی کا غم نہ رہے اور تاکہ جان لے کہ اللہ کا وعدہ حق ہے اللہ نے جو بچہ کی واپسی کا وعدہ کیا تھا وہ پورا ہو گیا۔ و لیکن بہت سے لوگ نہیں جانتے کہ اللہ کا وعدہ کس طرح پورا ہوتا ہے حق تعالیٰ نے اپنا وعدہ پورا فرما دیا اور دین و دنیا میں دو اختیار

سے انکی والدہ کو بچہ مار ڈالنے سے بچا لیا اور اُن کو فکرِ معاش سے بے فکر کر دیا۔ گھر بیٹھے مال و زر بھی پہنچ رہا ہے اور وہ وقت الٰہی حکمت کا فرعون کے گھر سے بھی پہنچ رہا ہے علاوہ اپنے دوستوں کو اپنے دشمنوں سے یہ فائدہ پہنچا رہا ہے۔

وَلَمَّا بَلَغَ اَشُدَّهٗ وَاسْتَوٰٓى اٰتَيْنٰهُ حُكْمًا وَّعِلْمًا ۭ

اور جب پہنچا اپنے زور پر اور سنبھلا۔ دیا ہم نے اس کو حکم اور سمجھ

وَكَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ⑭ وَدَخَلَ الْمَدِيْنَةَ

اور اس طرح ہم بدلا دیتے ہیں نیکی والوں کو۔ اور آیا شہر کے اندر

عَلٰي حِيْنِ غَفْلَةٍ مِّنْ اَهْلِهَا فَوَجَدَ فِيْهَا رَجُلَيْنِ

جس وقت بے خبر ہوئے تھے۔ وہاں کے لوگ، پھر پائے اس میں دو مرد

يَقْتَتِلٰنِ ڭ هٰذَا مِنْ شِيْعَتِهٖ وَهٰذَا مِنْ عَدُوِّهٖ ۚ

لڑتے۔ یہ اسکے رفیقوں میں اور یہ اسکے دشمنوں میں۔ پھر

فَاسْتَغَاثَهُ الَّذِيْ مِنْ شِيْعَتِهٖ عَلَي الَّذِيْ مِنْ

فریاد کی اس سے اس نے جو تھا اسکے رفیقوں میں اس پر جو تھا اسکے دشمنوں

عَدُوِّهٖ ۙ فَوَكَزَهٗ مُوْسٰى فَقَضٰى عَلَيْهِ ڭ قَالَ هٰذَا

میں، پھر مکا مارا اسکو موسیٰ نے پھر اسکو تمام کیا۔ بولا یہ ہوا

مِنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ ۭ اِنَّهٗ عَدُوٌّ مُّضِلٌّ مُّبِيْنٌ ⑮

شیطان کے کام سے۔ بیشک وہ دشمن ہے بہکانے والا صریح۔

قَالَ رَبِّ اِنِّىْ ظَلَمْتُ نَفْسِيْ فَاغْفِرْ لِيْ فَغَفَرَ

بولا اے رب! میں نے برا کیا اپنی جان کا، سو بخش مجھ کو، پھر اس کو

لَهٗ ۭ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ⑯ قَالَ رَبِّ بِمَآ

بخش دیا۔ بیشک وہی ہے بخشنے والا مہربان۔ بولا اے رب! جیسا تو نے

أَنْعَمْتَ عَلَيَّ فَلَنْ أَكُونَ ظَهِيرًا لِّلْمُجْرِمِينَ ﴿١٧﴾ فَأَصْبَحَ

فضل کیا تو نے مجھ پر۔ پھر میں کبھی نہ ہونگا مددگار گناہگاروں کا۔ پھر صبح

فِي الْمَدِينَةِ خَائِفًا يَتَرَقَّبُ فَإِذَا الَّذِي اسْتَنصَرَهُ

کو اٹھا اس شہر میں ڈرتا راہ دیکھتا تبھی جس نے کل مدد مانگی تھی اُس

بِالْأَمْسِ يَسْتَصْرِخُهُ ۚ قَالَ لَهُ مُوسَىٰ إِنَّكَ

سے فریاد کرتا ہے اسکو۔ کہا موسیٰ نے بے شک تو

لَغَوِيٌّ مُّبِينٌ ﴿١٨﴾ فَلَمَّا أَنْ أَرَادَ أَن يَبْطِشَ

بے راہ ہے صریح۔ پھر جب چاہا کہ ہاتھ ڈالے اُس پر

بِالَّذِي هُوَ عَدُوٌّ لَّهُمَا قَالَ يَا مُوسَىٰ أَتُرِيدُ أَن

جو دشمن تھا ان دونوں کا۔ بول اٹھا اے موسیٰ کیا چاہتا ہے کہ

تَقْتُلَنِي كَمَا قَتَلْتَ نَفْسًا بِالْأَمْسِ ۖ إِن تُرِيدُ إِلَّا

خون کرے میرا؟ جیسے خون کر چکا ہے ایک جی کا کل کو۔ تو یہی چاہتا ہے کہ

أَن تَكُونَ جَبَّارًا فِي الْأَرْضِ وَمَا تُرِيدُ أَن

زبردستی کرتا پھرے ملک میں ؛ اور نہیں چاہتا ہے کہ

تَكُونَ مِنَ الْمُصْلِحِينَ ﴿١٩﴾ وَجَاءَ رَجُلٌ مِّنْ

ہووے صلح کرادینے والا۔ اور آیا شہر کے پرلے سرے سے

أَقْصَى الْمَدِينَةِ يَسْعَىٰ قَالَ يَا مُوسَىٰ إِنَّ الْمَلَأَ

ایک مرد دوڑتا۔ کہا اے موسیٰ دربار والے

يَأْتَمِرُونَ بِكَ لِيَقْتُلُوكَ فَاخْرُجْ إِنِّي لَكَ مِنَ

مشورہ کرتے ہیں تجھ پر، کہ تجھ کو مار ڈالیں سو نکل جا ، میں تیرا بھلا چاہنے

النّٰصِحِيْنَ ﴿۲۰﴾ فَخَرَجَ مِنْهَا خَآئِفًا يَّتَرَقَّبُ ۫ قَالَ رَبِّ

والا ہوں۔ پھر نکلا وہاں سے ڈرتا راہ دیکھتا۔ بولا اے رب

نَجِّنِيْ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۲۱﴾

خلاص کر مجھ کو اس قوم بے انصاف سے۔

موسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام کے زمانۂ شباب کا واقعہ

قال اللہ تعالیٰ وَلَمَّا بَلَغَ اَشُدَّهٗ وَاسْتَوٰٓى ۔۔۔ الیٰ ۔۔۔ رَبِّ نَجِّنِيْ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ۔

(ربط) گزشتہ آیات میں موسیٰ علیہ السلام کی ولادت اور انکی بحفاظت اور دشمن کے گھر میں انکی تربیت کا ذکر تھا اب آگے زمانۂ شباب کا کچھ حال بیان کرتے ہیں اور جب موسیٰ علیہ السلام پرورش پا کر اپنی پوری جوانی اور کمال قوت کو پہنچے اور قوت عقلیہ کے اعتبار سے بھی کمال اور اعتدال کو پہنچ گئے تو ہم نے انکو خاص حکمت اور خاص علم و فہم عطا کیا اور آئندہ چل کر ان کے لیے نبوت و رسالت کو مقدر کیا اور انکو نبوت سے پہلے ہم اپنے نیکوکاروں کو ایسا ہی صلہ دیا کرتے ہیں یعنی موسیٰ علیہ السلام کی والدہ نے اللہ کے حکم کی فرمانبرداری کی اور اپنے بچے کو سمندر میں ڈال دیا اور اللہ عزوجل نے وعدہ کو دل سے سچا جانا تو بچہ واپس مل گیا اور بچہ کو علم و حکمت عطا کر دیا۔ نیکوکاروں کو ایسا ہی بدلا عطا کرتے ہیں اور اسی زمانۂ شباب کا ایک واقعہ یہ ہے کہ موسیٰ علیہ السلام شہر مصر کے اندر داخل ہوئے لوگوں کی غفلت اور بے خبری کے وقت میں شہر میں داخل ہوئے یعنی دوپہر کے وقت جو قیلولہ اور آرام کا وقت ہے یا رات کے وقت جو سونے کا وقت ہے یا مغرب و عشاء کے درمیان۔ تو شہر کے اندر دو شخصوں کو لڑتا ہوا پایا ایک تو موسیٰ علیہ السلام کے گروہ سے تھا یعنی بنی اسرائیل میں سے تھا اور دوسرا ان کے دشمنوں کے گروہ سے تھا یعنی قبطیوں میں سے تھا۔ پس اس شخص نے جو موسیٰ علیہ السلام کے گروہ سے تھا اس شخص کے مقابلہ میں فریاد کی جو ان کے دشمنوں میں سے تھا کہ مجھے اس فرعونی کے ظلم سے بچائیں اور ظالم کے مقابلہ میں مظلوم کی مدد کریں۔ غرض یہ کہ اسرائیلی نے موسیٰ علیہ السلام کو دیکھ کر مدد اور اعانت چاہی کہ اس ظالم قبطی کے پنجۂ ظلم سے مجھ کو چھڑائیں۔ موسیٰ علیہ السلام نے اس قبطی سے کہا کہ اس کو چھوڑ دو اس نے نہ مانا پس موسیٰ علیہ السلام نے ظالم کو مظلوم سے دفع کرنے کے لیے اس ظالم کو ایک گھونسا مارا پس اس کے لگتے ہی اس ظالم کا کام تمام کر دیا موسیٰ علیہ السلام کا ارادہ قبطی کے قتل کا نہ تھا صرف قبطی کے ظلم کو دفع کرنا تھا اور مظلوم کی اعانت اور امداد تمام شریعتوں میں اور تمام عقلوں میں شرعاً و عقلاً لازم ہے موسیٰ علیہ السلام نے بغرض تادیب و تنبیہ اس ظالم کے ایک گھونسا مارا۔ قضا و قدر سے اتفاق ایسا ہوا کہ اسی گھونسے میں اس کی موت تھی گھونسا لگتے ہی اس

ف قال القرطبی کان ھذا قبل النبوۃ ص ۲۵۹ ج ۱۳۔ ف تفسیر قرطبی ص ۲۶۲ ج ۱۳۔

تَذُودَانِ ۖ قَالَ مَا خَطْبُكُمَا ۖ قَالَتَا لَا نَسْقِي حَتَّىٰ

روکے کھڑیاں ۔ بولا تم کو کیا کام ہے؟ بولیاں ہم نہیں پلاتے پانی جب تک

يُصْدِرَ الرِّعَاءُ ۖ وَأَبُونَا شَيْخٌ كَبِيرٌ ﴿٢٣﴾ فَسَقَىٰ لَهُمَا

پھیر لے جاویں چرواہے اور ہمارا باپ بوڑھا ہے بڑی عمر کا۔ پھر اس نے پلا

ثُمَّ تَوَلَّىٰ إِلَى الظِّلِّ فَقَالَ رَبِّ إِنِّي لِمَا أَنزَلْتَ

دیئے انکے جانور پھر ہٹ کر آیا چھاؤں کی طرف۔ بولا اے رب! تو جو اتارے میری طرف

إِلَيَّ مِنْ خَيْرٍ فَقِيرٌ ﴿٢٤﴾ فَجَاءَتْهُ إِحْدَاهُمَا تَمْشِي

اچھی چیز میں اسکا محتاج ہوں۔ پھر آئی اس پاس ان دونوں میں سے ایک چلتی

عَلَى اسْتِحْيَاءٍ قَالَتْ إِنَّ أَبِي يَدْعُوكَ لِيَجْزِيَكَ

شرم سے۔ بولی میرا باپ تجھ کو بلاتا ہے کہ بدلے میں

أَجْرَ مَا سَقَيْتَ لَنَا ۚ فَلَمَّا جَاءَهُ وَقَصَّ عَلَيْهِ

دے حق اسکا کہ تو نے پلا دیئے ہمارے جانور۔ پھر جب پہنچا اس پاس اور بیان کیا

الْقَصَصَ قَالَ لَا تَخَفْ ۖ نَجَوْتَ مِنَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ ﴿٢٥﴾

سب احوال۔ کہا مت ڈر بچ آیا تو اس قوم بے انصاف سے۔

قَالَتْ إِحْدَاهُمَا يَا أَبَتِ اسْتَأْجِرْهُ ۖ إِنَّ خَيْرَ مَنِ

بولی ان میں سے ایک اے باپ! اسکو نوکر رکھ لے البتہ بہتر نوکر

اسْتَأْجَرْتَ الْقَوِيُّ الْأَمِينُ ﴿٢٦﴾ قَالَ إِنِّي أُرِيدُ أَنْ

جو تو رکھنا چاہے وہ ہے جو زور آور ہو امانت دار۔ کہا میں چاہتا ہوں کہ

أُنكِحَكَ إِحْدَى ابْنَتَيَّ هَاتَيْنِ عَلَىٰ أَن تَأْجُرَنِي

بیاہ دوں تجھ کو ایک بیٹی اپنی ان دونوں میں سے اس پر کہ تو میری نوکری کرے

فَلَمَّا قَضَى مُوسَى الْأَجَلَ وَسَارَ

پھر جب پوری کر چکا موسیٰ وہ مدت اور لے کر چلا اپنے

بِأَهْلِهِ آنَسَ مِنْ جَانِبِ الطُّورِ نَارًا ۚ قَالَ

گھر والوں کو دیکھی پہاڑ کی طرف سے ایک آگ ، کہا

لِأَهْلِهِ امْكُثُوا إِنِّي آنَسْتُ نَارًا لَعَلِّي آتِيكُمْ مِنْهَا

اپنے گھر والوں کو ٹھہرو! میں نے دیکھی ہے ایک آگ ، شاید لے آؤں تمہارے پاس

بِخَبَرٍ أَوْ جَذْوَةٍ مِنَ النَّارِ لَعَلَّكُمْ تَصْطَلُونَ ﴿٢٩﴾

وہاں کی کچھ خبر یا انگارہ آگ کا شاید تم تاپو ۔

فَلَمَّا أَتَاهَا نُودِيَ مِنْ شَاطِئِ الْوَادِ الْأَيْمَنِ فِي

پھر جب پہنچا اس کے پاس آواز ہوئی میدان کے داہنے کنارے سے

الْبُقْعَةِ الْمُبَارَكَةِ مِنَ الشَّجَرَةِ أَنْ يَا مُوسَى إِنِّي أَنَا

برکت والے تختہ میں اس درخت سے کہ اے موسیٰ میں ہوں میں

اللَّهُ رَبُّ الْعَالَمِينَ ﴿٣٠﴾ وَأَنْ أَلْقِ عَصَاكَ ۖ فَلَمَّا رَآهَا

اللہ جہان کا رب ۔ اور یہ کہ ڈال دے اپنی لاٹھی ۔ پھر جب دیکھا

تَهْتَزُّ كَأَنَّهَا جَانٌّ وَلَّىٰ مُدْبِرًا وَلَمْ يُعَقِّبْ ۚ

اس کو پھنپھناتے جیسے سانپ کی پھٹک ہے لوٹا پیٹھ موڑ کر اور نہ پیچھے دیکھا

يَا مُوسَىٰ أَقْبِلْ وَلَا تَخَفْ ۖ إِنَّكَ مِنَ الْآمِنِينَ ﴿٣١﴾

اے موسیٰ آگے آ اور مت ڈر تجھ کو کچھ خطرہ نہیں ۔

اسْلُكْ يَدَكَ فِي جَيْبِكَ تَخْرُجْ بَيْضَاءَ مِنْ غَيْرِ

ڈال اپنا ہاتھ اپنے گریبان میں نکل آوے سفید ہو کر بدون کسی

سُوْٓءٍ وَّاضْمُمْ اِلَيْكَ جَنَاحَكَ مِنَ الرَّهْبِ فَذٰنِكَ

برائی سے، اور ملا لے اپنی طرف اپنا بازو ڈر سے سو یہ دو

بُرْهَانٰنِ مِنْ رَّبِّكَ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ئِهٖ ۭ اِنَّهُمْ

سندیں ہیں تیرے رب کی طرف سے فرعون اور اس کے سرداروں پر، بیشک

كَانُوْا قَوْمًا فٰسِقِيْنَ ﴿۳۲﴾ قَالَ رَبِّ اِنِّيْ قَتَلْتُ مِنْهُمْ

وہ تھے لوگ بے حکم۔ بولا اے رب! میں نے خون کیا ہے ان میں

نَفْسًا فَاَخَافُ اَنْ يَّقْتُلُوْنِ ﴿۳۳﴾ وَاَخِيْ هٰرُوْنُ هُوَ

ایک جی کا، سو ڈرتا ہوں کہ مجھ کو مار ڈالیں گے۔ اور میرا بھائی ہارون، اس کی

اَفْصَحُ مِنِّيْ لِسَانًا فَاَرْسِلْهُ مَعِيَ رِدْاً يُّصَدِّقُنِيْٓ ۡ

زبان چلتی ہے مجھ سے زیادہ سو اس کو بھیج ساتھ میرے مدد کو کہ مجھ کو سچا کرے

اِنِّيْٓ اَخَافُ اَنْ يُّكَذِّبُوْنِ ﴿۳۴﴾ قَالَ سَنَشُدُّ

میں ڈرتا ہوں کہ مجھ کو جھوٹا کریں۔ فرمایا ہم زور دیں گے

عَضُدَكَ بِاَخِيْكَ وَنَجْعَلُ لَكُمَا سُلْطٰنًا فَلَا

تیرے بازو کو تیرے بھائی سے اور دیں گے تم کو غلبہ، پھر وہ نہ پہنچ سکیں گے

يَصِلُوْنَ اِلَيْكُمَا ۚۛ بِاٰيٰتِنَآ ۚۛ اَنْتُمَا وَمَنِ اتَّبَعَكُمَا

تم تک۔ ہماری نشانیوں سے۔ تم اور جو تمہارے ساتھ ہو اور ہیں

الْغٰلِبُوْنَ ﴿۳۵﴾ فَلَمَّا جَاۗءَهُمْ مُّوْسٰى بِاٰيٰتِنَا بَيِّنٰتٍ

رہو گے۔ پھر جب پہنچا ان پاس موسیٰ لے کر ہماری نشانیاں کھلی

قَالُوْا مَا هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّفْتَرًى وَّمَا سَمِعْنَا

بولے، اور کچھ نہیں یہ جادو ہے۔ جوڑ لیا، اور ہم نے سنا نہیں

بِهٰذَا فِيْٓ اٰبَاۗىِٕنَا الْاَوَّلِيْنَ ﴿۳۶﴾ وَقَالَ مُوْسٰى رَبِّيْٓ

یہ اپنے اگلے باپ دادوں میں۔ اور کہا موسیٰ نے میرا رب

اَعْلَمُ بِمَنْ جَاۗءَ بِالْهُدٰى مِنْ عِنْدِهٖ وَمَنْ

بہتر جانتا ہے جو کوئی لایا ہے سوجھ کی بات اسکے پاس سے اور جس

تَكُوْنُ لَهٗ عَاقِبَةُ الدَّارِ ۭ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۳۷﴾

کو ملے گا پچھلا گھر بے شک بھلا نہ ہوگا بے انصافوں کا۔

وَقَالَ فِرْعَوْنُ يٰٓاَيُّهَا الْمَلَاُ مَا عَلِمْتُ لَكُمْ مِّنْ

اور بولا فرعون اے دربار والو مجھ کو معلوم نہیں تمہارا کوئی حاکم

اِلٰهٍ غَيْرِيْ ۚ فَاَوْقِدْ لِيْ يٰهَامٰنُ عَلَي الطِّيْنِ

میرے سوا۔ سو آگ دے اے ہامان! میرے واسطے گارے

فَاجْعَلْ لِّيْ صَرْحًا لَّعَلِّيْٓ اَطَّلِعُ اِلٰٓى اِلٰهِ مُوْسٰي ۙ

کو، پھر بنا میرے واسطے ایک محل، شاید میں جھانک دیکھوں موسیٰ کا رب

وَاِنِّىْ لَاَظُنُّهٗ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ ﴿۳۸﴾ وَاسْتَكْبَرَ هُوَ وَ

اور میری اٹکل میں تو وہ جھوٹا ہے۔ اور بڑائی کرنے لگا وہ اور

جُنُوْدُهٗ فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ

اسکے لشکر ملک میں ناحق۔ اور سمجھے کہ وہ ہماری

اِلَيْنَا لَا يُرْجَعُوْنَ ﴿۳۹﴾ فَاَخَذْنٰهُ وَجُنُوْدَهٗ فَنَبَذْنٰهُمْ

طرف پھر نہ آویں گے۔ پھر پکڑا ہم نے اسکو اور اسکے لشکروں کو پھر

فِي الْيَمِّ ۚ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۴۰﴾ وَ

پھینک دیا ہم نے دریا میں۔ سو دیکھ آخر کیسا ہوا گناہ گاروں کا۔ اور

ماسبق کلام یہ کہ باوجود خوارق عادات ہونے کے مشرکین کے کفر و عناد اور حضرت انبیاء کرام کی تکذیب اور عداوت کا انجام عذاب اور لعنت ہے۔

وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوسَى الْكِتٰبَ مِنْ بَعْدِ

اور دی ہم نے موسیٰ کو کتاب اس سے پیچھے کہ

مَآ اَهْلَكْنَا الْقُرُوْنَ الْاُوْلٰى بَصَآئِرَ

ہلاک کر چکے ہم پہلی جماعتوں کو سجھانے والی

لِلنَّاسِ وَهُدًى وَّرَحْمَةً لَّعَلَّهُمْ

لوگوں کو اور راہ بتلانے والی اور مہر تاکہ وہ یاد

يَتَذَكَّرُوْنَ ﴿٤٣﴾ وَمَا كُنْتَ بِجَانِبِ الْغَرْبِيِّ اِذْ قَضَيْنَآ

رکھیں۔ اور تو نہ تھا غربی طرف کی جب ہم نے

اِلٰى مُوْسَى الْاَمْرَ وَمَا كُنْتَ مِنَ الشّٰهِدِيْنَ ﴿٤٤﴾ وَ

بھیجا موسیٰ کو حکم اور نہ تھا تو دیکھنے والا۔ لیکن

لٰكِنَّآ اَنْشَاْنَا قُرُوْنًا فَتَطَاوَلَ عَلَيْهِمُ الْعُمُرُ ۚ وَمَا

ہم نے پیدا کیں کتنی سنگتیں۔ پھر لمبی گزری ان پر مدت۔ اور نہ تو

كُنْتَ ثَاوِيًا فِيْٓ اَهْلِ مَدْيَنَ تَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِنَا ۙ

رہتا تھا مدین والوں میں کہ ان کو سناتا ہماری آیتیں۔

وَلٰكِنَّا كُنَّا مُرْسِلِيْنَ ﴿٤٥﴾ وَمَا كُنْتَ بِجَانِبِ الطُّوْرِ

پر ہم رہے ہیں رسول بھیجتے۔ اور تو نہ تھا طور کے کنارے

اِذْ نَادَيْنَا وَلٰكِنْ رَّحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ لِتُنْذِرَ

جب ہم نے آواز دی، لیکن یہ مہر ہے تیرے رب کی، تاکہ تو ڈر

قَوْمًا مَّآ اَتٰىهُمْ مِّنْ نَّذِيْرٍ مِّنْ قَبْلِكَ لَعَلَّهُمْ

سنا دے ایک لوگوں کو جن پاس نہیں آیا کوئی ڈر سنانے والا تجھ سے پہلے شاید وہ

يَتَذَكَّرُوْنَ ﴿۴۶﴾ وَلَوْلَآ اَنْ تُصِيْبَهُمْ مُّصِيْبَةٌۢ بِمَا

یاد رکھیں۔ اور اتنے واسطے کہ کبھی پڑے ان پر آفت اپنے انھوں

قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ فَيَقُوْلُوْا رَبَّنَا لَوْلَآ اَرْسَلْتَ اِلَيْنَا

کے بھیجے سے، تو کہنے لگیں اے رب ہمارے! کیوں نہ بھیج دیا

رَسُوْلًا فَنَتَّبِعَ اٰيٰتِكَ وَنَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۴۷﴾

ہم پاس کسی کو پیغام دیکر؟ تو ہم چلتے تیری باتوں پر اور ہوتے یقین رکھنے والے۔

فَلَمَّا جَآءَهُمُ الْحَقُّ مِنْ عِنْدِنَا قَالُوْا لَوْلَآ اُوْتِيَ

پھر جب پہنچی انکو ٹھیک بات ہمارے پاس سے، کہنے لگے کیوں نہ ملا اس

مِثْلَ مَآ اُوْتِيَ مُوْسٰى ۭ اَوَلَمْ يَكْفُرُوْا بِمَآ اُوْتِيَ مُوْسٰى

کو جیسا ملا تھا موسیٰ کو؟ کیا اب منکر نہیں ہو چکے موسیٰ سے اس

مِنْ قَبْلُ ۚ قَالُوْا سِحْرٰنِ تَظٰهَرَا ۣ وَقَالُوْٓا اِنَّا بِكُلٍّ

سے پہلے کہنے لگے دونوں جادو ہیں آپس میں موافق اور کہنے لگے ہم دونوں

كٰفِرُوْنَ ﴿۴۸﴾ قُلْ فَاْتُوْا بِكِتٰبٍ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ هُوَ

کو نہیں مانتے۔ تو کہہ اب لاؤ کوئی کتاب اللہ کے پاس کی، جو ان

اَهْدٰى مِنْهُمَآ اَتَّبِعْهُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۴۹﴾ فَاِنْ

دونوں سے بہتر سوجھاتی ہو۔ میں اس پر چلوں اگر تم سچے ہو۔ پھر اگر

لَّمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَكَ فَاعْلَمْ اَنَّمَا يَتَّبِعُوْنَ اَهْوَآءَهُمْ

نہ قبول کریں تیرا کہا تو جان لے کہ وہ چلتے ہیں نری اپنی چاؤ پر۔

وَمَنْ أَضَلُّ مِمَّنِ اتَّبَعَ هَوٰىهُ بِغَيْرِ هُدًى مِّنَ
اور اس سے بہکا کون؟ جو چلے اپنی چاؤ پر بن راہ بتائے اللہ
اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ۝۵۰
کے۔ بیشک اللہ راہ نہیں دیتا بے انصاف لوگوں کو۔

خاتمۂ قصۂ مذکورہ بر اعطاء کتاب ہدایت برائے بصیرت و عبرت

و اثبات رسالت محمدیہ مع جوابات از شبہات واہیہ

قال اللہ تعالیٰ وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ ... الی ... مِّنْ قَبْلِكَ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ

(ربط) یہاں تک موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کا قصہ ختم ہوا۔ اب اخیر میں قوم کی ہدایت کے لیے نزول توریت کا ذکر فرمایا جو اصل مقصود و مطلوب تھا۔ آئندہ آیات میں اثبات رسالت محمدیہ کا مضمون ذکر فرماتے ہیں اور اسکے ضمن میں بعض شبہات کا جواب بھی دیتے ہیں جو بعض معاندین نے کئے تھے اور یہ بتلاتے ہیں کہ جس طرح توریت کتاب ہدایت و رحمت تھی اسی طرح یہ قرآن بھی کتاب ہدایت و رحمت ہے اور آپکی نبوت و رسالت کی دلیل اور حجت ہے جو لوگوں کی ہدایت کے لیے نازل کی گئی ہے اور اس کتاب کا گزشتہ واقعات پر مشتمل ہونا یہ آپکی نبوت کی دلیل ہے اس لیے کہ آپ نہ جانب غربی میں تھے جب اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے کلام کیا اور نہ مدین میں تھے۔ اور آپ تو اُمّی تھے اگلی کتابوں کو پڑھ نہیں سکتے تھے ان تمام واقعات کا علم آپکو بذریعۂ وحی ہوا۔

خلاصۂ کلام یہ کہ اس واقعہ اور قصہ کا نہ تو آپ نے مشاہدہ کیا ہے اور نہ کسی سے سنا ہے اور نہ کسی کتاب میں پڑھا ہے صرف ہماری وحی سے آپکو اس کا علم ہوا ہے لہٰذا یہ آپکے رسول من اللہ ہونے کی واضح دلیل ہے چنانچہ فرماتے ہیں اور البتہ تحقیق ہم نے فرعون کو کفر کا امام اور پیشوا اور دوزخ کا داعی بنایا اور دریا میں اسکو غرق کیا اور دنیا اور آخرت میں اس کو مورد لعنت بنایا اس کے بالمقابل ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو حق اور ہدایت کا پیشوا اور جنت کا داعی اور دنیا اور آخرت میں انکو مورد رحمت و کرامت بنایا اور پہلی قوموں یعنی قوم نوح اور قوم عاد اور قوم ثمود کے ہلاک کرنے کے بعد اور فرعون کے غرق کرنے کے ایک[1] سال بعد ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو توریت عطا کی جس کی آیتیں لوگوں کے لیے بصیرتیں تھیں۔ بصیرت کے معنی دل کے نور کے ہیں جس سے حق اور باطل کا فرق نظر آئے اور ہدایت اور رحمت تھیں

[1] فرعون دسویں محرم کو عاشورہ کے دن ہلاک ہوا اور توریت دسویں ذی الحجہ کو عطا ہوئی۔

شاید یہ لوگ غور کر کے نصیحت پکڑیں کہ اگر ہم نے اللہ کی ہدایتوں کو نہ مانا تو ہمارا بھی وہی حشر ہوگا جو پہلی قوموں کا ہوا اور اب عرصۂ دراز کے بعد آپ کی نبوت و رسالت کا دور آیا ہے اور آپ کے منکرین اور مکذبین فرعون اور ہامان کے نقش قدم پر جا رہے ہیں تو اپنے انجام کو سوچ لیں اور توریت کی طرح آپ کو جو کتاب ہدایت و رحمت دی گئی ہے اس سے نصیحت پکڑیں اور یہ بھی اس قرآن کے علاوہ آپ کی نبوت کی ایک دلیل یہ ہے کہ آپ اس وقت طور کے مغربی جانب موجود نہ تھے جب ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو احکام ہدایت دیئے اور انکو توریت عطا کی اور نہ آپ اس وقت کے حاضرین میں سے تھے جس سے مشاہدہ اور معائنہ کا احتمال ہو سکے یعنی آپ وہاں موجود نہ تھے جو یہ گمان کیا جا سکے کہ آپ اپنی آنکھوں کا دیکھا حال بیان کر رہے ہیں ولیکن حقیقت حال یہ ہے کہ ہم نے موسیٰ علیہ السلام کے بعد بہت سے قرن اور بہت سی نسلیں پیدا کیں پس انکی عمر دراز ہوئی اور ان امتوں پر زمانہ دراز گزر گیا اور سب باتوں کے نام و نشان مٹ گئے اور کوئی ذریعہ ان کے علم کا باقی نہ رہا تب ہم نے آپکو ہادی اور رسول بنا کر بھیجا اور بذریعہ وحی کے ان واقعات اور حالات سے آگاہ کیا تاکہ لوگ جان لیں کہ ایسی باتیں اور ایسی خبریں بغیر وحی خداوندی ممکن نہیں اور آپ موسیٰ علیہ السلام کی طرح اہل مدین میں اقامت پذیر نہ تھے کہ انکو ہماری آیتیں پڑھ کر سناتے ہوں جیسے آج مکہ والوں کو ہماری آیتوں کو پڑھ کر سنا رہے ہو ولیکن ہم ہی آپ کو پیغمبر بنا کر بھیجنے والے اور بذریعہ وحی کے ان واقعات سے آپکو خبر دینے والے ہیں۔

(یا یہ معنی ہیں) کہ تو اہل مدین میں اقامت پذیر نہ تھا کہ یہ آیات تو نے ان سے پڑھ کر سیکھی ہوں۔ بلکہ اللہ تعالیٰ نے بذریعہ وحی و رسالت تجھ کو ان واقعات سے آگاہ کیا۔

اور بعض علماء یہ کہتے ہیں کہ تتلوا علیہم میں علیہم کی ضمیر اہل مکہ کی طرف راجع ہے اور مطلب یہ ہے کہ تو مدین کے باشندوں میں سے نہیں جس نے ان واقعات کا معائنہ اور مشاہدہ کیا ہو اور اہل مکہ کو انکی خبر دے رہا ہو بلکہ ہماری وحی سے تجھ کو ان باتوں کا علم ہوا ہو تو اہل مکہ کو ان سے خبر دے رہا ہے۔

اور اسی طرح آپ کوہ طور کی جانب غربی موجود نہ تھے جبکہ ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو آواز دی اور ان سے کلام کیا یٰمُوْسٰۤی اِنِّیْۤ اَنَا اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ۔ جو انکو نبوت عطا ہونے کا وقت ہے ولیکن تیرے پروردگار کی رحمت اور مہربانی سے تجھ کو ان چیزوں کا علم عطا ہوا تاکہ تو ان آیات کے ذریعہ اس گروہ کو ڈراوے جن کے پاس آپ سے پہلے کوئی من جانب اللہ ڈرانے والا نہیں آیا شاید وہ نصیحت پکڑیں کیونکہ آپکی بعثت سے ان پر حجت پوری ہوگی خلاصۂ کلام یہ کہ یہ واقعات آپ لوگوں کو سنا رہے ہیں حالانکہ آپ نہ انکے ساتھ رہے ہیں اور نہ یہ واقعات آپ کو پڑھ کر سنائے گئے ہیں تو پھر ان امور کی اطلاع آپ کو کیسے ہوئی جواب یہ ہے کہ محض ہماری رحمت سے ہوئی ہم نے آپ کو رسول بنا کر بھیجا اور بذریعہ وحی آپ کو ان سے مطلع کیا پس ایک امی شخص کا بغیر دیکھے اور بغیر سنے اور بغیر پڑھے اس طرح واقعات کو صحیح صحیح بتلانا اس کی نبوت کی دلیل ہے۔ اللہ کی حجت ان پر پوری ہو گئی اب اپنے انجام کو سوچ لیں۔

اتمام حجت و قطع معذرت

وَلَوْلَآ اَنْ تُصِیْبَهُمْ مُّصِیْبَةٌ ... الٰی ... اِنَّ اللّٰهَ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ

حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں کہ مکہ کے کافر حضرت موسیٰ کے معجزات سن کر کہنے لگے کہ اگر ویسا معجزہ اس نبی کے پاس ہوتا تو ہم اسکو مان لیتے تب یہود سے پوچھا اور توریت کی باتیں سنیں تو اس نبی کے موافق اور اپنی مرضی کے خلاف سنیں مثلاً بت پرستی کفر ہے اور آخرت کا حساب حق ہے اور جو جانور بغیر اللہ کے نام پر ذبح ہو وہ مردار ہے اور عرب میں ایک نبی آخر الزمان آئیں گے جن کی یہ نشانیاں ہوں گی وغیرہ وغیرہ۔ تو جو ش میں آ کر کہنے لگے کہ دونوں یعنی توریت اور قرآن دونوں ہی جادو ہیں اور موسیٰ اور محمد علیہما السلام دونوں ہی جادوگر ہیں۔ (العیاذ باللہ) ایک دوسرے کی تصدیق کرتے ہیں یعنی ہم ایک دوسرے کے دین کی تائید کرتے ہیں اور یہ کہنے لگے کہ ہم ان دونوں میں سے کسی کو بھی نہیں مانتے۔ نہ موسیٰ کو اور نہ محمد کو اور نہ توریت کو اور نہ قرآن کو۔ کفار عرب کسی نبوت و رسالت کے قائل نہ تھے۔ اے نبی آپ ان کے جواب میں کہہ دیجئے کہ اگر یہ دونوں کتابیں تمہارے نزدیک جادو ہیں تو تم ان کے علاوہ کوئی کتاب اللہ کے پاس سے لے آؤ جو ہدایت میں ان دونوں سے بڑھ کر ہو تاکہ میں اس پر چلوں اور اس کی پیروی کروں اگر تم اپنے دعوے میں سچے ہو میں تمہاری طرح معاند نہیں۔ اشارہ اس طرف ہے کہ یہ لوگ قرآن کا مثل لانے سے عاجز ہیں پھر اس پر ایمان کیوں نہیں لاتے پس اگر یہ لوگ آپ کی بات کو نہ مانیں اور نہ ایسی کوئی کتاب لا سکیں اور نہ توریت اور قرآن کو مانیں تو یقین کر لیجئے کہ یہ لوگ محض ضد اور عناد میں مبتلا ہیں اور کچھ نہیں کہ اپنی نفسانی خواہشوں پر چل رہے ہیں۔ جو واضح ہے کہ وہ کسی دلیل کو نہیں مانتا اور اس سے زیادہ کون گمراہ ہے جو اللہ کی ہدایت کو چھوڑ کر اپنے نفس کی خواہش پر چلے۔ بیشک اللہ ایسے ظالموں کو ہدایت نہیں دیتا جو شخص بغیر دلیل کے نفس کی خواہشوں پر چلے وہ کیسے راہ یاب ہو سکتا ہے چنانچہ آئندہ آیت میں فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے جس کی ہدایت کا ارادہ نہیں فرمایا اس کے دل میں طرح طرح کے وسوسے اور قسم قسم کے خیالات آتے ہیں اور حق پر نہ چلنے کے لیے طرح طرح کے حیلے اور بہانے تراشتا ہے۔

وَلَقَدْ وَصَّلْنَا لَهُمُ الْقَوْلَ لَعَلَّهُمْ
اور ہم نے لگاتار بھیجے ہیں ان کو بات شاید وہ

يَتَذَكَّرُونَ ﴿۵۱﴾ الَّذِينَ آتَيْنَاهُمُ الْكِتَابَ
دھیان میں لاویں - جن کو ہم نے دی ہے کتاب

مِنْ قَبْلِهِ هُمْ بِهِ يُؤْمِنُونَ ﴿۵۲﴾ وَ
اس سے پہلے وہ اس کو یقین کرتے ہیں - اور

إِذَا يُتْلَىٰ عَلَيْهِمْ قَالُوا آمَنَّا بِهِ إِنَّهُ الْحَقُّ مِنْ
جب ان کو سنائیے کہیں ہم یقین لائے اس پر یہی ہے ٹھیک

رَبِّنَآ اِنَّا كُنَّا مِنْ قَبْلِهٖ مُسْلِمِيْنَ ﴿۵۳﴾ اُولٰٓئِكَ يُؤْتَوْنَ

ہمارے رب کا بھیجا ہم ہیں اس سے پہلے حکم بردار۔ وہ لوگ پاویں گے

اَجْرَهُمْ مَّرَّتَيْنِ بِمَا صَبَرُوْا وَيَدْرَءُوْنَ بِالْحَسَنَةِ

اپنا حق دوہرا اس پر کہ ٹھہرے رہے اور بھلائی دیتے ہیں

السَّيِّئَةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ﴿۵۴﴾ وَاِذَا سَمِعُوا

برائی کے جواب میں اور ہمارا دیا کچھ خرچ کرتے ہیں۔ اور جب سنیں نکمی

اللَّغْوَ اَعْرَضُوْا عَنْهُ وَقَالُوْا لَنَآ اَعْمَالُنَا وَلَكُمْ

باتیں، اس سے کنارہ پکڑیں اور کہیں ہم کو ہمارے کام اور تم کو

اَعْمَالُكُمْ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ لَا نَبْتَغِي الْجٰهِلِيْنَ ﴿۵۵﴾ اِنَّكَ

تمہارے کام۔ سلامت رہو۔ ہم کو نہیں چاہئیں بے سمجھ۔ تو راہ

لَا تَهْدِيْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ

پر نہیں لاتا جس کو چاہے، پر اللہ راہ پر لاوے جس

يَّشَآءُ وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ ﴿۵۶﴾ وَقَالُوْٓا اِنْ نَّتَّبِعِ

کو چاہے۔ اور وہی خوب جانتا ہے جو راہ پر آویں گے۔ اور کہنے لگے اگر ہم

الْهُدٰى مَعَكَ نُتَخَطَّفْ مِنْ اَرْضِنَا اَوَلَمْ نُمَكِّنْ

راہ پکڑیں تیرے ساتھ، اچک جاویں اپنے ملک سے، کیا ہم نے جگہ نہیں

لَّهُمْ حَرَمًا اٰمِنًا يُّجْبٰٓى اِلَيْهِ ثَمَرٰتُ كُلِّ شَيْءٍ رِّزْقًا

دی انکو ادب کے مکان میں پناہ کی کھچے آتے ہیں اس طرف میوے ہر چیز کی روزی

مِّنْ لَّدُنَّا وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۵۷﴾ وَكَمْ

ہماری طرف سے، پر بہت ان میں سمجھ نہیں رکھتے۔ اور کتنی

اَهْلَكْنَا مِنْ قَرْيَةٍۭ بَطِرَتْ مَعِيْشَتَهَا ۚ فَتِلْكَ

کھپا دیں ہم نے بستیاں، جو اترا چلی تھیں اپنی گزران میں، اب یہ

مَسٰكِنُهُمْ لَمْ تُسْكَنْ مِّنْۢ بَعْدِهِمْ اِلَّا قَلِيْلًا ۭ وَكُنَّا

ہیں ان کے گھر، بسے نہیں ان کے پیچھے مگر تھوڑے دنوں، اور ہم

نَحْنُ الْوٰرِثِيْنَ ﴿۵۸﴾ وَمَا كَانَ رَبُّكَ مُهْلِكَ الْقُرٰى

ہیں آخر سب لینے والے۔ اور تیرا رب نہیں کھپانے والا بستیوں کو۔

حَتّٰى يَبْعَثَ فِيْٓ اُمِّهَا رَسُوْلًا يَّتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِنَا ۚ

جب تک نہ بھیج لے ان کی بڑی بستی میں کسی کو پیغام دیکر جو سنائے ان کو ہماری

وَمَا كُنَّا مُهْلِكِي الْقُرٰٓى اِلَّا وَاَهْلُهَا ظٰلِمُوْنَ ﴿۵۹﴾ وَ

باتیں۔ اور ہم نہیں کھپانے والے بستیوں کو۔ مگر جب کہ وہاں کے لوگ گنہگار ہوں۔ اور

مَآ اُوْتِيْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَمَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا

جو تم کو ملی ہے کوئی چیز، سو برتنا ہے دنیا کے جیتے، اور

وَزِيْنَتُهَا ۚ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى ۭ اَفَلَا

یہاں کی رونق۔ اور جو اللہ کے پاس ہے سو بہتر ہے اور رہنے والا۔ کیا تم

تَعْقِلُوْنَ ﴿۶۰﴾

کو بوجھ نہیں؟

بیان حکمت در تکریر موعظت و مدح مومنین اہل کتاب و پیران حق و صواب

قال اللہ تعالیٰ وَلَقَدْ وَصَّلْنَا لَهُمُ الْقَوْلَ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ... الیٰ ... اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ۔

(ربط) گزشتہ آیات میں اس بات کا ذکر تھا کہ اللہ نے رسول بھیج کر اور کتاب ہدایت نازل کر کے لوگوں پر حجت

پوری کر دی اب اس آیت میں یہ بتلاتے ہیں کہ ہم نے حق اور ہدایت کو خوب واضح کر دیا اور مفصل اور مکرر اور مکرر بیان کر کے بھی لوگوں پر حجت پوری کر دی ہے اور قرآن کریم کو ہم نے تھوڑا تھوڑا نازل کیا ہے تاکہ لوگوں کو سمجھنے کا موقع ملے اور یاد رکھنے میں سہولت ہو اگر سارے قرآن کو یکبارگی نازل کر دیتے تو تدبر کا فائدہ حاصل نہ ہوتا نیز گزشتہ آیات میں ان ظالموں اور نفس پرستوں کی مذمت فرمائی کہ جو ہدایت خداوندی کے مقابلہ میں نفسانی خواہشوں کو مقدم رکھتے ہیں اب ان آیات میں گزشتہ کے مقابل انصاف پسند اور حق پسند اہل کتاب کی مدح فرماتے ہیں کہ جنہوں نے حق اور ہدایت کے سامنے سر تسلیم خم کر دیا جیسا کہ سعید بن جبیرؓ سے مروی ہے کہ ستر علماء نصاریٰ جن کو نجاشی شاہ حبشہ نے آپ کی خدمت میں بھیجا تو آپ نے ان پر سورۂ یٰسین پڑھی تو وہ لوگ سنتے جاتے تھے اور روتے جاتے تھے اور وہ لوگ مسلمان ہو گئے ان کے بارہ میں یہ آیت نازل ہوئی یعنی الَّذِينَ آتَيْنَاهُمُ الْكِتَابَ مِن قَبْلِهِ هُم بِهِ يُؤْمِنُونَ .. الی قولہ تعالیٰ۔ سَلَامٌ عَلَيْكُمْ لَا نَبْتَغِي الْجَاهِلِينَ۔ (دیکھو تفسیر ابن کثیر ص ۳۹۴ ج ۳)

چنانچہ فرماتے ہیں اور البتہ تحقیق ہم نے ان کے لیے وقتاً فوقتاً حسب ضرورت و مصلحت ہدایت کی بات کو پے در پے اور بار بار اور لگاتار بیان کیا ایک آیت کے بعد دوسری آیت اور ایک صورت کے بعد دوسری صورت اور ایک نصیحت کے بعد دوسری نصیحت۔ حتی کہ ان پر حجت پوری کر دی تاکہ وہ نصیحت پکڑیں اور ہدایت کی بات کو مانیں۔

(یا یہ معنی ہیں) کہ ہم نے ان کے لیے انواع و اقسام کی ہدایت کی باتیں بیان کر دیں جن سے ہر گمراہی کا ازالہ اور ہر گمراہ فرقہ کا رد ہو گیا تاکہ وہ ہدایت کو قبول کریں اور گمراہی سے باز آجائیں یعنی لفظ وَصَّلْنَا وصال بمعنی انواع و اقسام سے مشتق ہے۔

(یا یہ معنی ہیں) کہ ہم نے حق بات کو نہایت واضح اور مفصل کر دیا کہ جس میں شک اور شبہ کی کوئی گنجائش نہیں رہی۔

(یا یہ معنی ہیں) کہ ہم نے قرآن میں جگہ جگہ اور بار بار ان امتوں کا ذکر کیا ہے کہ جو رسولوں کی نافرمانی کی وجہ سے ہلاک ہوئیں تاکہ ان کا حال سن کر ان سے عبرت پکڑیں۔

اس آیت میں مشرکین کے اس اعتراض کا جواب بھی ہو گیا۔ جو یہ کہتے تھے کہ اگر قرآن مجید کلام الٰہی اور منزل من اللہ ہے تو توریت کی طرح دفعتہ کیوں نازل نہیں ہوا۔ جواب یہ ہوا کہ ہم نے قرآن کو تھوڑا تھوڑا کر کے بتدریج اس لیے نازل کیا کہ لوگ اس کو اچھی طرح سمجھ جائیں اور یاد رکھنے میں ان کو سہولت ہو اور اس تدریجی نزول سے وقتاً فوقتاً ان پر ایک نئی حکمت اور نئی موعظت منکشف ہوتی رہے اور گزشتہ امتوں کی ہلاکت کا حال سن کر عبرت پکڑیں کہ مبادا جو عذاب اگلوں پر نازل ہوا ہے وہ ہم پر بھی نازل نہ ہو جائے اس لیے ہم نے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے حالات اور کفار کی ہلاکت اور تباہی کے واقعات کو بار بار و مکرر ——— بیان کیا تاکہ حق اور حقیقت کو خوب سمجھ جائیں اور بار بار سن کر قہر الٰہی سے ڈر جائیں اور نصیحت پکڑیں اور ایک فائدہ یہ ہے کہ بار بار کی تنبیہ اور تذکیر سے حجت پوری ہو جاتی ہے اور کسی قسم کے عذر کی گنجائش باقی نہیں رہتی اور کیا یہ مشرکین عرب اس بات پر نظر نہیں کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت انبیاء سابقین کی بشارت اور علماء اہل کتاب کی تصدیق اور اعتراف سے بھی ظاہر ہو چکی ہے۔

چنانچہ فرماتے ہیں جن لوگوں کو ہم نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے یا نزول قرآن سے پہلے کتاب توریت اور

اور تیسری صفت انکی یہ ہے کہ ہم نے جو انکو رزق دیا ہے اس میں سے میری راہ میں خرچ کرتے ہیں اور چوتھی صفت
انکی یہ ہے کہ وہ جب کافروں اور منافقوں سے کوئی لغو اور بیہودہ بات سنتے ہیں یعنی انکی طعن وتشنیع کو سنتے ہیں تو اس
سے اعراض کرتے ہیں یعنی اس سے الجھتے نہیں بلکہ کنارہ کشی کرتے ہیں اور سلامت روی کے طور پر یہ کہہ دیتے ہیں ہمارے
لیے ہمارے اعمال ہیں اور تمہارے لیے تمہارے اعمال ہیں۔ ہر ایک کا عمل اسکے سامنے آجائیگا بس تم پر ہمارا سلام ہے
ہم جاہلوں سے واسطہ رکھنا نہیں چاہتے۔ اس جگہ سلام سے سلام تحیت مراد نہیں بلکہ سلام متارکت اور سلام اعراض
ومفارقت مراد ہے کہ تم ہماری طرف سے امن اور سلامتی میں ہو اور ہم تمہاری طرف سے امن اور سلامتی میں ہیں۔ یعنی ہم تم
سے لڑنا نہیں چاہتے اور تمہارے لغو کا لغو سے مقابلہ نہیں کرتے جاہلوں سے مناظرہ بے سود ہے خاص کر جو جہل مرکب
اور جہالت عناد میں مبتلا ہو اسکی ہدایت اور اصلاح تو نہایت دشوار ہے جس کی دلیل یہ ہے کہ تحقیق اے نبی باوجود اس کے
کہ اللہ نے آپ کو ہادی عالم اور رحمت مجسم بنا کر بھیجا ہے مگر ہدایت اور توفیق آپکے قبضۂ قدرت میں نہیں کہ جس کو چاہیں
ہدایت دیدیں ولیکن اللہ ہی اس بات پر قادر ہے کہ وہ جس کو چاہے راہ دکھا دے اور راہ پر چلا دے اور منزل مقصود
پر پہنچا دے اور وہی خوب جانتا ہے راہ پانے والوں کو۔ اللہ ہی کو معلوم کہ کون ہدایت پائے گا۔ غیب کی کنجیاں
اسی کے ہاتھ میں ہیں اور تمام خزانے اسی کے دست قدرت میں ہیں۔ زجاج کہتے ہیں کہ یہ آیت باجماع مفسرین ابوطالب
کے حق میں نازل ہوئی حضرت شاہ عبدالقادرؒ لکھتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچا ابوطالب کے لیے
بڑی کوشش کی کہ مرتے وقت ایک مرتبہ کلمہ پڑھے مگر اس نے قبول نہ کیا اس پر یہ آیت اتری۔ (موضح القرآن) نبی کے اختیار
میں صرف اتنا ہے کہ یہ بتلا دے کہ حق کی راہ یہ ہے باقی حق کا دل میں اتار دینا یہ اللہ کا کام ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم ہدایت پر مامور تھے مگر ہدایت دینے پر قادر نہ تھے۔

ابراہیمؑ آزر کو ہدایت نہ دے سکے اور نوحؑ اپنے بیٹے کو ہدایت نہ دے سکے۔ اور لوطؑ اپنی بیوی کو ہدایت نہ دے
سکے مطلب یہ ہے کہ ہدایت دعوت اور ہدایت بیان تو آپ کی قدرت میں ہے۔ مگر ہدایت توفیق آپ کی قدرت
میں نہیں دیکھو تفسیر کبیر صفحہ ۲۸۵ ج ۶۔

خلاصۂ کلام یہ کہ اس آیت کے نازل کرنے سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تسلی مقصود ہے کہ آپ رنجیدہ اور غمگین
نہ ہوں ہدایت اللہ ہی کے اختیار میں ہے اور اسی کو معلوم ہے کہ کس میں ہدایت قبول کرنے کی صلاحیت اور استعداد ہے
اور کس میں نہیں۔ إِنَّكَ لَا تَهْدِي مَنْ أَحْبَبْتَ۔ میں قدرت اور اختیار کی نفی کی گئی کہ ہدایت کسی کے قدرت
اور اختیار میں نہیں اور وَهُوَ أَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِينَ۔ میں علم کی نفی کی گئی کہ کسی کو اسکا علم بھی نہیں کہ کون راہ پائیگا

۱؎ قال الامام الرازی۔ قال اللہ تعالیٰ إِنَّكَ لَا تَهْدِي مَنْ أَحْبَبْتَ وقال تعالیٰ فی آیۃ اخریٰ وانک
لتہدی الی صراط مستقیم ولا تنافی بینہما فان الذی اثبتہ واضافہ الیہ الدعوۃ والبیان
والذی نفی عنہ ہدایۃ التوفیق وشرح الصدر وھو نور یقذف فی القلب فیحیا بہ القلب کما قال تعالیٰ
اومن کان میتا فاحییناہ وجعلنا لہ نورا یمشی بہ فی الناس۔ (تفسیر کبیر ص ۲۸۵ ج ۶)

اتمام حجت وقطع معذرت

یعنی قبول ہدایت کے بارہ میں کافروں کے ایک حیلہ اور بہانہ کا ذکر اور اس کا جواب

قال اللہ تعالیٰ وَقَالُوٓا اِنْ نَّتَّبِعِ الْهُدٰى مَعَكَ نُتَخَطَّفْ مِنْ اَرْضِنَا ۔۔۔ الیٰ ۔۔۔ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ۔

ربط: گذشتہ آیات میں یہ بتلایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم من جانب اللہ ہادی برحق ہیں۔ حق کا راستہ بتلانے والے ہیں مگر کسی کے دل میں حق کو اتار دینا یہ اللہ ہی کا کام ہے نبی کا کام ہدایت اور رہنمائی اور حق کی دعوت ہے اور بندوں کا کام اللہ کی راہ پر چلنا اور نبی کی ہدایت اور دعوت کو قبول کرنا ہے اب آئندہ آیات میں کافروں کے ایک حیلہ اور بہانہ کا ذکر کرکے اس کا جواب دیتے ہیں جو پیش فرماتے ہیں اور یہ جاہل ہدایت کے نہ قبول کرنے کے عذر میں یہ کہتے ہیں کہ اگر ہم آپ کے ساتھ ہو کر ہدایت کی پیروی کریں اور تمام عرب کی مخالفت کریں تو ہم کو اندیشہ ہے کہ ہم اپنی زمین سے ایک دم اچک لیے جائیں اور اپنے گھروں سے نکال دیئے جائیں۔ حارث بن عثمان بن نوفل بن عبد مناف ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور عرض کیا کہ ہم جانتے ہیں کہ آپ جو کچھ کہتے ہیں وہ حق ہے اور وہ دنیاوی زندگی میں ہماری دولت کا سبب ہے اور مرنے کے بعد ہماری سعادت کا ذریعہ ہے مگر ہم کو ڈر یہ ہے کہ آپ کی متابعت سے تمام قبائل عرب ہمارے دشمن ہو جائیں گے اور ہم کو ہمارے گھروں سے نکال دیں گے اور ہم میں ان کے مقابلہ کی قوت نہیں۔ اس پر یہ آیتیں نازل ہوئیں جن میں ان کے اس شبہ کے تین جواب دیئے گئے۔

جواب اوّل

اَوَلَمْ نُمَكِّنْ لَّهُمْ حَرَمًا اٰمِنًا يُّجْبٰٓى اِلَيْهِ ثَمَرٰتُ كُلِّ شَيْءٍ رِّزْقًا مِّنْ لَّدُنَّا وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ

کیا یہ لوگ یہ نہیں جانتے کہ ہم نے ان کو حرم میں آباد کیا ہے جو امن وامان کی جگہ ہے جہاں کوئی قتل کا نام بھی نہیں لیتا اور ان کو ایسی جگہ بسایا ہے جہاں ہر قسم کے پھل اور سامان رزق ہماری طرف سے کھنچا چلا آتا ہے لیکن اکثر لوگ نہیں سمجھتے کہ جس خدا نے تم کو اپنے حرم میں بسایا ہے جہاں کے بسنے والوں کو کوئی نہیں چھیڑتا اور باوجودیکہ یہ حرم خشک پہاڑوں کے درمیان واقع ہے تو جب کفر اور شرک اور بت پرستی کی حالت میں خدا کے حرم میں امن سے بیٹھے ہو تو کیا خدا پرستی اور حق اور ہدایت کے اتباع سے اس نعمت وکرامت سے محروم ہو جاؤ گے حاصل جواب یہ ہے کہ جب ہم نے ان کو کفر اور شرک کی حالت میں اپنے حرم محترم میں پناہ دی اور امن وامان دیا اور رزق دیا اور مقام محفوظ میں ان کو بسایا تو اگر اسلام لے آئیں اور خدا پرست بن جائیں تو خدا کی رحمت سے پہلے سے زیادہ مامون اور محفوظ ہو جائیں گے اور پہلے سے زیادہ رزق پاویں گے۔

أَغْوَيْنَا ۚ أَغْوَيْنٰهُمْ كَمَا غَوَيْنَا ۚ تَبَرَّأْنَآ إِلَيْكَ ۖ مَا

کو ہم نے بہکایا۔ انکو بہکایا جیسے ہم آپ بہکے۔ ہم منکر ہوتے تیرے آگے وہ

كَانُوٓا إِيَّانَا يَعْبُدُونَ ﴿٦٣﴾ وَقِيلَ ادْعُوا شُرَكَآءَكُمْ

ہم کو نہ پوجتے تھے۔ اور کہیں گے ، پکارو اپنے شریکوں کو،

فَدَعَوْهُمْ فَلَمْ يَسْتَجِيبُوا لَهُمْ وَرَأَوُا الْعَذَابَ ۚ لَوْ

پھر پکاریں گے ، تو وہ جواب نہ دیں گے انکو ، اور دیکھیں گے عذاب ۔ کسی طرح

أَنَّهُمْ كَانُوا يَهْتَدُونَ ﴿٦٤﴾ وَيَوْمَ يُنَادِيهِمْ فَيَقُولُ مَا

وہ راہ پاتے ہوتے۔ اور جس دن انکو پکارے گا ، تو کہے گا ، کیا

ذَآ أَجَبْتُمُ الْمُرْسَلِينَ ﴿٦٥﴾ فَعَمِيَتْ عَلَيْهِمُ الْأَنۢبَآءُ يَوْمَئِذٍ

جواب کیا تم نے پیغام پہنچانے والوں کو۔ پھر بند ہو گئیں ان پر باتیں اس دن سو

فَهُمْ لَا يَتَسَآءَلُونَ ﴿٦٦﴾ فَأَمَّا مَنْ تَابَ وَءَامَنَ وَعَمِلَ

آپس میں بھی نہیں پوچھتے۔ سو جس نے توبہ کی ہے اور یقین لایا اور کی

صَٰلِحًا فَعَسَىٰٓ أَنْ يَكُونَ مِنَ الْمُفْلِحِينَ ﴿٦٧﴾ وَرَبُّكَ

بھلائی ، سو امید ہے کہ ہووے چھوٹنے والوں میں۔ اور تیرا رب

يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ وَيَخْتَارُ ۗ مَا كَانَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ ۚ

پیدا کرتا ہے جو چاہے اور پسند کرے۔ ان کے ہاتھ نہیں پسند۔

سُبْحَٰنَ اللَّهِ وَتَعَٰلَىٰ عَمَّا يُشْرِكُونَ ﴿٦٨﴾ وَرَبُّكَ يَعْلَمُ

اللہ نرالا ہے اور بہت اوپر ہے اس سے کہ شریک بتلاتے ہیں۔ اور تیرا رب جانتا ہے

مَا تُكِنُّ صُدُورُهُمْ وَمَا يُعْلِنُونَ ﴿٦٩﴾ وَهُوَ اللَّهُ لَآ

جو چھپ رہا ہے انکے سینوں میں۔ اور جو جتاتے ہیں۔ اور وہی اللہ ہے

لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۭ لَهُ الْحَمْدُ فِي الْاُوْلٰى وَالْاٰخِرَةِ ۡ وَلَهُ

کسی کی بندگی نہیں اس کے سوا۔ اسی کی تعریف ہے پہلے میں اور پچھلے میں۔ اور اسی

الْحُكْمُ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ۝۷۰

کے ہاتھ حکم ہے اور اسی پاس پھیرے جاؤ گے۔

ظہور ثمرات ایمان و ہدایت و نتائج کفر و ضلالت در روز قیامت

قال اللہ تعالیٰ اَفَمَنْ وَّعَدْنٰهُ وَعْدًا حَسَنًا ... الیٰ ... وَلَهُ الْحُكْمُ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ۔

(ربط) گزشتہ آیات میں ایمان و ہدایت کی ترغیب اور کفر و ضلالت سے ترہیب کا ذکر تھا۔ اب آئندہ آیات میں یہ بتلاتے ہیں کہ ایمان اور ہدایت کے ثمرات اور کفر و ضلالت کے نتائج کا ظہور قیامت کے دن ہوگا۔ اول، اَفَمَنْ وَّعَدْنٰهُ وَعْدًا حَسَنًا کی آیت میں اجمالی طور پر اہل دنیا اور اہل آخرت کے تفاوت کو بیان کیا بعد ازاں اس تفاوت کی تفصیل فرمائی کہ قیامت کے دن اہل ہدایت کو ان کے وعدوں کی چیزیں عطا ہوں گی اور اہل ضلالت سے قیامت کے دن بطور زجر و توبیخ تین سوال ہوں گے۔

(پہلا سوال) اَيْنَ شُرَكَآءِيَ الَّذِيْنَ كُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ۔ یعنی بتلاؤ کہ وہ کہاں ہیں جن کو تم نے میرا شریک سمجھ رکھا تھا۔ یعنی کہاں ہیں وہ لوگ جنہوں نے تم کو گمراہ کیا۔

(دوسرا سوال) وَقِيْلَ ادْعُوْا شُرَكَآءَكُمْ فَدَعَوْهُمْ فَلَمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَهُمْ۔ یعنی تم اپنے ان شرکاء کو بلاؤ جن کو تم اپنا معین اور مددگار سمجھتے تھے تاکہ وہ تمہاری فریاد رسی کریں۔

(تیسرا سوال) مَاذَآ اَجَبْتُمُ الْمُرْسَلِيْنَ۔ انبیاء کرام کی اطاعت اور متابعت کے متعلق ہوگا

چنانچہ فرماتے ہیں کیا اے بے عقلو جو تم کفر و ضلالت کو ایمان اور ہدایت پر اور دنیا کو آخرت پر فضیلت دیتے ہو یہ نہیں سمجھتے کہ یہ دونوں ہرگز برابر نہیں سو جس سے ہم نے نیک وعدہ کیا جس میں نہ ضرر کا احتمال ہے اور نہ غلط بیانی کا امکان ہے سو جس مومن سے ہم نے ایمان لانے اور ہدایت قبول کر لینے پر دنیا اور آخرت کا جو وعدہ کیا ہے وہ اس کو پانے والا ہے تو کیا ایسا شخص اس شخص کے برابر ہو سکتا ہے جس کو ہم نے دنیاوی زندگی کا چند روزہ سامان دیا جو ختم ہوا اور پھر قیامت کے دن وہ ان لوگوں میں سے ہوگا جو عذاب کے لیے حاضر کیے جائیں گے۔ ذرا عقل سے کام لو اور بتاؤ کہ کیا یہ دونوں شخص برابر ہو سکتے ہیں چند روز خوب مزے اڑائے اور قانون حکومت کی کوئی پروا نہ کی بالآخر

کیا یہ لوگ اپنی خواہشوں کے بندے ہیں ہم انکے فعل کے ذمہ دار نہیں ہم تیرے سامنے ان سے بری اور بیزار ہیں یہ لوگ فی الحقیقت ہماری پرستش نہیں کرتے تھے بلکہ اپنی خواہشوں کی پرستش کرتے تھے۔ اور رؤسائے ضلال کی اس بیزاری اور بے تعلقی کے بعد ان مشرکین سے بطور تہکم اور استہزاء یہ کہا جائیگا اپنے شرکاء کو اپنی مدد کے لیے پکارو یعنی جنکو تم ہمارا شریک قرار دیتے تھے انکو بلاؤ کہ وہ تم سے عذاب کو دفع کریں سو وہ انکو پکاریں گے پس وہ جواب بھی نہ دیں گے اس کے بعد عذاب انکی آنکھوں کے سامنے پھر جائیگا اور عذاب کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں گے۔ اور اس وقت تمنا کریں گے کہ کاش ہم دنیا میں راہ یاب ہوتے اور ایمان لانے والوں اور ہدایت قبول کرنے والوں میں سے ہوتے تو یہ روز بد ہم کو نہ دیکھنا پڑتا۔

اور اس دن کو یاد کرو جس دن اللہ انہیں پکارے گا پس کہیگا بتلاؤ کہ تم نے ہمارے پیغمبروں کو کیا جواب دیا تھا۔ جب انہوں نے تم کو حق کی طرف بلایا تھا پس اس روز ان پر تمام باتیں تاریک اور مشتبہ ہو جائیں گی حیرت و دہشت کی وجہ سے ایسے بدحواس ہو جائیں گے کہ ایک دوسرے سے پوچھ بھی نہ سکیں گے کہ کیا جواب دیں یعنی دنیا میں انبیاء کی نورانی حجتوں کے مقابلہ میں اپنی ظلمانی اور شیطانی اور نفسانی حجتیں بیان کیا کرتے تھے سو آج کے روز اس حالت میں ان پر حجتیں تاریک ہو جائیں گی پس باہم ایک دوسرے سے کچھ سوال بھی نہ کر سکیں گے جو یہاں اندھا تھا وہاں بھی اندھا ہو جائیگا یہ تو ان گمراہوں کا حال ہے جو گمراہی میں حق سے اندھے بنے رہے یہاں تک کہ مر گئے۔ ہاں مگر وہ جس نے کفر اور شرک سے توبہ کی اور خدا اور رسول پر ایمان لایا اور رسول کی ہدایت کے مطابق نیک کام کیا پس امید ہے کہ وہ فلاح پانے والوں سے ہو اور اس دن کی بازپرس اور ذلت سے نجات پا جائے بغیر دین اسلام قبول کئے فلاح اور کامیابی ممکن نہیں۔

عزل بے رضائے عدوِ نفس ٭ رہ رستگاری ہمیں است وبس

اور تیرا پروردگار جس چیز کو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے اور جس چیز کو چاہتا ہے پسند کرتا ہے اور برگزیدہ بناتا ہے اور ان لوگوں کو کوئی اختیار نہیں۔ خلق اور اختیار سب اللہ کے لیے مخصوص ہے کسی کے لیے اس میں شرکت اور مزاحمت ممکن نہیں۔ اللہ تعالیٰ پاک اور منزہ اور برتر ہے ہر اس چیز سے جس کو مشرکین خدا کے ساتھ شریک ٹھہراتے ہیں یہ تو خدا تعالیٰ کی قدرت اور اختیار کا حال ہے اور تیرے پروردگار کے علم کی شان یہ ہے کہ وہ ان کے سینوں کی پوشیدہ باتوں کو جانتا ہے اور جو کچھ وہ ظاہر کرتے ہیں اسکو بھی خوب جانتا ہے اور وہی اللہ اور خدائے برحق ہے جو عبادت کا مستحق ہے اسکے سوا کوئی معبود نہیں جو لائق عبادت ہو اسی کے لیے حمد و ثنا ہے دنیا اور آخرت میں۔ اس لیے کہ دنیوی اور اخروی نعمتوں کا وہی مالک ہے وہی منعم حقیقی اور محسن حقیقی ہے اور دوسری وجہ یہ ہے کہ اسی کے لیے حکم قضاء اور فرمانروائی ہے حکومت اور قدرت اور اختیار سب اسی کے لیے ہے حاکم حقیقی وہی ہے اور تیسری وجہ یہ ہے کہ تم اس جہان میں چند روز ہو۔ پھر قیامت کے دن اسی کی طرف لوٹا دیئے جاؤ گے اور اپنی آنکھوں سے دیکھ لوگے کہ اسی کا حکم نافذ ہوگا اور کسی کو کوئی اختیار نہ ہوگا۔ پس اپنے معبود برحق کی عبادت کرو تاکہ اس دن کی ذلت سے نجات پاؤ۔

قُلْ أَرَءَيْتُمْ إِنْ جَعَلَ ٱللَّهُ عَلَيْكُمُ ٱلَّيْلَ

تو کہہ، دیکھو تو اگر اللہ رکھ دے تم پر رات ہمیشہ کو

سَرْمَدًا إِلَىٰ يَوْمِ ٱلْقِيَٰمَةِ مَنْ إِلَٰهٌ غَيْرُ

قیامت کے دن تک، کون حاکم ہے اللہ

ٱللَّهِ يَأْتِيكُم بِضِيَآءٍ ۖ أَفَلَا تَسْمَعُونَ ﴿۷۱﴾

کے سوا کہ لاوے تم کو کہیں روشنی، پھر کیا تم سنتے نہیں؟

قُلْ أَرَءَيْتُمْ إِن جَعَلَ ٱللَّهُ عَلَيْكُمُ ٱلنَّهَارَ سَرْمَدًا

تو کہہ، دیکھو تو، اگر رکھ دے اللہ تم پر دن ہمیشہ کو

إِلَىٰ يَوْمِ ٱلْقِيَٰمَةِ مَنْ إِلَٰهٌ غَيْرُ ٱللَّهِ يَأْتِيكُم

قیامت کے دن تک، کون حاکم ہے اللہ کے سوا؟ کہ لاوے تم

بِلَيْلٍ تَسْكُنُونَ فِيهِ ۖ أَفَلَا تُبْصِرُونَ ﴿۷۲﴾ وَمِن رَّحْمَتِهِۦ

کو رات جس میں چین پکڑو، کیا تم نہیں دیکھتے؟ اور اپنی مہر سے

جَعَلَ لَكُمُ ٱلَّيْلَ وَٱلنَّهَارَ لِتَسْكُنُوا۟ فِيهِ وَلِتَبْتَغُوا۟

بنایا تم کو رات اور دن کہ اس میں چین بھی پکڑو اور تلاش بھی

مِن فَضْلِهِۦ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ﴿۷۳﴾ وَيَوْمَ

کرو کچھ اس کا فضل اور شاید تم شکر کرو۔ اور جس دن ان

يُنَادِيهِمْ فَيَقُولُ أَيْنَ شُرَكَآءِىَ ٱلَّذِينَ كُنتُمْ

کو پکارے گا تو کہے گا کہاں ہیں میرے شریک؟ جن کا تم دعویٰ کرتے

تَزْعُمُونَ ﴿۷۴﴾ وَنَزَعْنَا مِن كُلِّ أُمَّةٍ شَهِيدًا

تھے۔ اور جدا کریں گے ہم ہر فرقہ میں سے ایک احوال

فَقُلْنَا هَاتُوا بُرْهَانَكُمْ فَعَلِمُوا أَنَّ الْحَقَّ لِلَّهِ وَ

بتانے والا، پھر کہیں گے لاؤ اپنی سند، تب جان جائیں گے کہ سچ بات ہے اللہ کی

ضَلَّ عَنْهُم مَّا كَانُوا يَفْتَرُونَ ﴿۷۵﴾

اور کھوئی گئیں ان سے جو باتیں جوڑتے تھے۔

تذکیر نعم مشتمل بر بیان دلائل توحید

قال اللہ تعالیٰ: قُلْ أَرَأَيْتُمْ إِنْ جَعَلَ اللَّهُ عَلَيْكُمُ اللَّيْلَ سَرْمَدًا ... الی ... وَضَلَّ عَنْهُم مَّا كَانُوا يَفْتَرُونَ۔

(ربط) گزشتہ آیت یعنی وَلَهُ الْحَمْدُ فِي الْأُولَىٰ وَالْآخِرَةِ میں اجمالاً اپنا مستحق حمد وثنا ہونا بیان کیا کہ اللہ ہی دنیوی اور اخروی نعمتوں کا مالک ہے اس لیے وہی مستحق حمد وثنا ہے اب آئندہ آیات میں اپنی چند نعمتوں کا ذکر فرماتے ہیں۔ جن میں سے ہر ایک اس کے کمال قدرت کی بھی دلیل ہے وہ یہ کہ اللہ نے تمہارے لیے لیل ونہار کو مسخر کیا جن کے بغیر تمہارے نظام حیات کا قیام اور دوام ناممکن ہے اور یہ دن رات اس کی کمال قدرت واختیار کی دلیل ہیں جس کا مَا كَانَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ میں ذکر تھا۔ دن کی روشنی اور رات کی تاریکی کسی کی قدرت اور اختیار میں نہیں اور جس کو قدرت اور اختیار نہ ہو وہ لائق عبادت نہیں۔ چنانچہ فرماتے ہیں اے نبی آپ ان لوگوں سے یہ کہیے۔ ذرا بتلاؤ تو سہی اگر اللہ تعالیٰ تم پر رات کو روز قیامت تک دائم اور مستمر[1] کر دے کہ رات ہی رات رہے اور آفتاب زمین کے نیچے ہی رہے اور طلوع نہ کرے تو اللہ کے سوا کون معبود ہے جو تمہارے لیے روشنی لے آئے یعنی روز روشن لے آئے جس میں تم طلب معاش کر سکو کیا تم ہماری اس روشن دلیل کو عقل کے کان سے سنتے نہیں اور اے نبی آپ ان سے یہ بھی کہیے کہ بھلا بتلاؤ کہ اگر اللہ تعالیٰ اس کے برعکس دن کو روز قیامت تک ہمیشہ رہنے والا بنا دے کہ آفتاب اپنی جگہ قائم رہے اور غروب ہی نہ ہو تو اللہ کے سوا کون معبود ہے جو تمہارے لیے رات کو لے آئے جس میں تم آرام کر سکو اور دن کے کاموں کی تھکن سے راحت حاصل کر سکو۔ کیا تم خدا کے ان آثار قدرت اور آثار رحمت کو اپنی چشم بصر اور چشم بصیرت سے نہیں دیکھتے یعنی کیا تم کو یہ روشن دلیلیں دکھلائی نہیں دیتیں اور اللہ تعالیٰ ہی نے اپنی رحمت سے تمہارے لیے رات کو اور دن کو بنایا تاکہ رات میں تم آرام کرو اور دن میں اس کی روزی تلاش کرو اور تاکہ تم اللہ کی ان نعمتوں یعنی رات اور دن کا شکر کرو۔ رات اور دن یہ دو نعمتیں ہیں جو یکے بعد دیگرے تم کو پہنچتی رہتی ہیں دن کسب معاش کے لیے ہے اور رات راحت اور آرام کے لیے ہے غور تو کرو کہ کتنی بڑی نعمتیں ہیں اور کیسی زبردست قدرت کی نشانیاں ہیں۔ انسان کو کام کی بھی ضرورت

ف۱ دائم اور مستمر لفظ سرمد کا ترجمہ ہے جو سرد سے ماخوذ ہے جس کے معنی متابعت اور اطراد کے ہیں۔

ہے اور کام کے بعد آرام کی بھی ضرورت ہے۔ تمہارے فرضی خداؤں میں یہ قدرت نہیں کہ وہ دن اور رات میں ذرہ برابر تغیر و تبدل کر سکیں۔ پس معلوم ہوا کہ وہی خدا برحق مستحق حمد و ثنا ہے جیسا کہ گزشتہ آیت میں بیان فرمایا۔ وَهُوَ اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ لَهُ الْحَمْدُ فِي الْاُوْلٰى وَالْاٰخِرَةِ۔

ان آیات میں توحید کا اثبات اور شرک کا ابطال فرمایا اور شرک کی قباحت اور شناعت کو بیان کیا اب آئندہ آیت میں مشرکین کی توبیخ کا ذکر ہے اور اے نبی ان بت پرستوں کو وہ دن یاد دلاؤ جس دن اللہ تعالیٰ انکو بطور قہر و غضب کی زبان سے آواز دے گا۔ پس کہے گا۔ بتلاؤ کہاں ہیں میرے شریک جنکو تم میرا شریک گمان کرتے تھے اور ہم امت میں سے ہم ایک گواہ جدا کریں گے یعنی انکے پیغمبر کو سامنے لائیں گے جو ان کے قول اور فعل پر گواہی دے پھر ہم ان مشرکین سے اور کفر کرنے والی امتوں سے کہیں گے کہ تم اپنی دلیل لاؤ کہ کس دلیل سے تم نے میرے شرکاء ٹھہرائے اور کس بنا پر تم نے میرے پیغمبروں کی تکذیب کی۔

پس اس وقت جان لیں گے کہ حق یا عبادت یا توحید اللہ عزوجل ہی کے لیے ہے اور شرک بالکل غلط اور باطل ہے اور دنیا میں جو جھوٹی باتیں بناتے تھے اور خدا پر افترا کرتے تھے وہ اس دن ان سے سب غائب اور گم ہو جائے گا اور واضح ہو جائیگا کہ خدا تعالیٰ ایک ہے کوئی اسکا شریک نہیں

إِنَّ قَارُونَ كَانَ مِنْ قَوْمِ مُوسٰى فَبَغٰى

قارون جو تھا۔ سو تھا موسیٰ کی قوم سے۔ پھر شرارت

عَلَيْهِمْ ۖ وَاٰتَيْنٰهُ مِنَ الْكُنُوْزِ مَآ اِنَّ

کرنے لگا ان پر۔ اور ہم نے دیئے تھے اسکو خزانے اتنے کہ اس

مَفَاتِحَهٗ لَتَنُوْٓاُ بِالْعُصْبَةِ اُولِي الْقُوَّةِ ۖ

کی کنجیوں سے تھکتے کئی مرد زور آور۔ جب

اِذْ قَالَ لَهٗ قَوْمُهٗ لَا تَفْرَحْ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ

کہا اس کو اس کی قوم نے۔ اترا مت۔ اللہ کو نہیں

الْفَرِحِيْنَ ﴿٧٦﴾ وَابْتَغِ فِيْمَآ اٰتٰىكَ اللّٰهُ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ

بھاتے اترانے والے۔ اور جو تجھ کو اللہ نے دیا۔ اس سے پیدا کر پچھلا گھر

وَلَا تَنْسَ نَصِيْبَكَ مِنَ الدُّنْيَا وَ اَحْسِنْ كَمَآ
اور نہ بھول اپنا حصہ دنیا سے، اور بھلائی کر جیسے
اَحْسَنَ اللّٰهُ اِلَيْكَ وَلَا تَبْغِ الْفَسَادَ فِى الْاَرْضِ ؕ
اللہ نے بھلائی کی تجھ سے۔ اور نہ چاہ خرابی ڈالنی ملک میں۔
اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِيْنَ ﴿۷۷﴾ قَالَ اِنَّمَآ اُوْتِيْتُهٗ
اللہ کو بھاتے نہیں خرابی ڈالنے والے۔ بولا یہ تو مجھ کو ملا ہے
عَلٰى عِلْمٍ عِنْدِىْ ؕ اَوَلَمْ يَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ قَدْ
ایک ہنر سے۔ جو میرے پاس ہے۔ کیا نہ جانا اس نے کہ اللہ کھپا چکا
اَهْلَكَ مِنْ قَبْلِهٖ مِنَ الْقُرُوْنِ مَنْ هُوَ اَشَدُّ
اس سے پہلے کتنی سنگتیں، جو اس سے زیادہ
مِنْهُ قُوَّةً وَّ اَكْثَرُ جَمْعًا ؕ وَلَا يُسْـَٔلُ عَنْ
رکھتے تھے زور، اور زیادہ مال کی جمع۔ اور پوچھے نہ جائیں
ذُنُوْبِهِمُ الْمُجْرِمُوْنَ ﴿۷۸﴾ فَخَرَجَ عَلٰى قَوْمِهٖ فِىْ
گناہ گاروں سے ان کے گناہ۔ پھر نکلا اپنی قوم کے سامنے اپنی
زِيْنَتِهٖ ؕ قَالَ الَّذِيْنَ يُرِيْدُوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا يٰلَيْتَ
تیاری سے۔ کہنے لگے جو طالب تھے دنیا کی زندگی کے۔ اے کسی
لَنَا مِثْلَ مَآ اُوْتِىَ قَارُوْنُ ۙ اِنَّهٗ لَذُوْ حَظٍّ
طرح ہم کو ملے، جیسا کچھ ملا ہے قارون کو۔ بیشک اس کی بڑی
عَظِيْمٍ ﴿۷۹﴾ وَقَالَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ وَيْلَكُمْ
قسمت ہے۔ اور بولے جن کو ملی تھی بوجھ، اے خرابی

ثَوَابُ اللّٰهِ خَيْرٌ لِّمَنْ اٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ۚ وَ

تمہاری: اللہ کا دیا ثواب بہتر ہے، انکو جو یقین لائے اور کیا بھلا کام۔ اور

لَا يُلَقّٰىهَآ اِلَّا الصّٰبِرُوْنَ ﴿۸۰﴾ فَخَسَفْنَا بِهٖ وَبِدَارِهِ

یہ بات انہیں کے دل میں پڑتی ہے جو سہنے والے ہیں۔ پھر دھنسا دیا ہم نے اسکو اور اسکے گھر

الْاَرْضَ ۗ فَمَا كَانَ لَهٗ مِنْ فِئَةٍ يَّنْصُرُوْنَهٗ مِنْ

کو زمین میں۔ پھر نہ ہوئی اسکی کوئی جماعت، جو مدد کرتی اسکی اللہ

دُوْنِ اللّٰهِ ۖ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُنْتَصِرِيْنَ ﴿۸۱﴾ وَاَصْبَحَ

کے سوا۔ اور نہ وہ مدد لا سکا۔ اور فجر کو

الَّذِيْنَ تَمَنَّوْا مَكَانَهٗ بِالْاَمْسِ يَقُوْلُوْنَ وَيْكَاَنَّ

لگے کہنے جو کل شام چاہتے تھے۔ اسکا سا درجہ، ارے یہ تو خرابی!

اللّٰهَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ وَ

اللہ کھولتا ہے روزی جس کو چاہے اپنے بندوں میں اور

يَقْدِرُ ۚ لَوْلَآ اَنْ مَّنَّ اللّٰهُ عَلَيْنَا لَخَسَفَ بِنَا ؕ

روکتا ہے۔ اگر نہ احسان کرتا ہم پر اللہ، تو ہم کو دھنسا دیتا۔

وَيْكَاَنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الْكٰفِرُوْنَ ﴿۸۲﴾

ارے خرابی یہ تو بھلا نہیں پاتے منکر۔

ذکر قصۂ قارون برائے عبرت مغروران مال و دولت

قال اللہ تعالیٰ اِنَّ قَارُوْنَ كَانَ مِنْ قَوْمِ مُوْسٰى ۔۔۔ الیٰ ۔۔۔ وَيْكَاَنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الْكٰفِرُوْنَ ۔

(ربط) شروع سورت میں اللہ تعالیٰ نے فرعون کے تکبر اور فساد کا ذکر کیا۔ اِنَّ فِرْعَوْنَ عَلَا فِي —

تِلْكَ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِيْنَ لَا

وہ گھر پچھلا ہے ہم دیں گے وہ ان کو جو نہیں

يُرِيْدُوْنَ عُلُوًّا فِي الْاَرْضِ وَلَا فَسَادًا ؕ

چاہتے چڑھنا ملک میں ۔ اور نہ بگاڑ ڈالنا ۔

وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ ﴿۸۳﴾ مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ

اور آخر بھلا ہے ڈر والوں کا ۔ جو کوئی لایا بھلائی اس کو

فَلَهٗ خَيْرٌ مِّنْهَا ۚ وَمَنْ جَآءَ بِالسَّيِّئَةِ فَلَا يُجْزَى

ملنا ہے اس سے بہتر ، اور جو کوئی لایا برائی سو

الَّذِيْنَ عَمِلُوا السَّيِّاٰتِ اِلَّا مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۸۴﴾

برائیاں کرنے والے وہی سزا پاویں گے جو کرتے تھے ۔

بیان مستحقین نعمائے دارِ آخرت

قَالَ اللهُ تَعَالٰی تِلْكَ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ ... الٰی ... اِلَّا مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۔

(ربط) گزشتہ آیات میں قارون کا قصہ ذکر کیا جس کے ضمن میں اہل علم کی یہ نصیحت ذکر کی ۔ وَقَالَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ وَيْلَكُمْ ثَوَابُ اللهِ خَيْرٌ لِّمَنْ اٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ۔ یعنی آخرت کی نعمتیں دنیا کی نعمتوں سے کہیں بہتر ہیں اب ان آیات میں یہ بتلاتے ہیں کہ دار آخرت کی لازوال نعمتوں کے مستحق کون لوگ ہیں اور دار آخرت کی نعمتوں کے حصول کا دار و مدار کس چیز پر ہے سو بتلایا کہ دار آخرت کی نعمتوں کے وہ لوگ مستحق ہیں کہ جو دنیا میں علو اور رفعت کا اور کسی قسم کے فساد کا ارادہ نہیں رکھتے یعنی متواضع اور متقی اور پرہیزگار ہیں اور اعمال صالحہ بجا لانے والے ہیں۔ پھر وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ سے یہ بتلایا کہ آخری انجام پرہیزگاروں کا ہے اور حسن عاقبت کا دار و مدار تقویٰ اور عمل صالح پر ہے اور تقویٰ میں ترک تکبر اور ترک فساد فی الارض سب داخل ہے اور بتلا دیا کہ تمام خرابیوں کی جڑ تکبر اور فساد فی الارض اور غفلت عن الآخرت ہے ۔

چنانچہ فرماتے ہیں وہ دار آخرت جو تمہاری نظر سے پوشیدہ ہے وہ گھر ہم ان لوگوں کو دیں گے جو زمین میں علو اور

مگر مقصود دار آخرت کو جاننا اور یقین رکھنا کہ دار دنیا کی دار آخرت کے مقابلہ میں بیت عنکبوت سے زیادہ حقیقت نہیں۔

آیاتہا ۶۹ ‏ (۲۹) سُوْرَةُ الْعَنْكَبُوْتِ مَكِّيَّةٌ (۸۵) ‏ رکوعاتہا ۷

سورۂ عنکبوت مکہ میں نازل ہوئی اور اس کی انہتر آیتیں اور سات رکوع ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بیحد مہربان نہایت رحم والا ہے۔

الٓمّٓ ﴿١﴾ أَحَسِبَ النَّاسُ أَنْ يُّتْرَكُوْٓا أَنْ يَّقُوْلُوْٓا

کیا یہ سمجھتے ہیں لوگ کہ چھوٹ جاویں گے اتنا کہہ کر

اٰمَنَّا وَهُمْ لَا يُفْتَنُوْنَ ﴿٢﴾ وَلَقَدْ فَتَنَّا الَّذِيْنَ

کہ ہم یقین لائے اور ان کو جانچ نہ لیں گے۔ اور ہم نے جانچا ہے ان کو

مِنْ قَبْلِهِمْ فَلَيَعْلَمَنَّ اللّٰهُ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا وَ

جو ان سے پہلے تھے۔ سو البتہ معلوم کریگا اللہ جو لوگ سچے ہیں اور

لَيَعْلَمَنَّ الْكٰذِبِيْنَ ﴿٣﴾ أَمْ حَسِبَ الَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ

البتہ معلوم کریگا جھوٹے۔ کیا یہ سمجھتے ہیں جو لوگ کرتے ہیں

السَّيِّاٰتِ أَنْ يَّسْبِقُوْنَا ۭ سَآءَ مَا يَحْكُمُوْنَ ﴿٤﴾

برائیاں کہ ہم سے بچ جاویں۔ بری بات چکاتے ہیں۔

مَنْ كَانَ يَرْجُوْا لِقَآءَ اللّٰهِ فَإِنَّ أَجَلَ اللّٰهِ

جو کوئی توقع رکھتا ہے اللہ کی ملاقات کی، سو اللہ کا وعدہ آتا

لَاٰتٍ ۭ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿٥﴾ وَمَنْ جَاهَدَ

ہے۔ اور وہ ہے سنتا جانتا۔ اور جو کوئی محنت

فَإِنَّمَا يُجَاهِدُ لِنَفْسِهِ ۚ إِنَّ اللَّهَ لَغَنِيٌّ عَنِ

اور جو کوئی محنت اٹھاتا ہے سو اٹھاتا ہے اپنے ہی واسطے۔ اللہ کو پرواہ نہیں جہان والوں

الْعَالَمِينَ ﴿٦﴾ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ

کی ۔ اور جو لوگ یقین لائے اور کئے بھلے کام

لَنُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ سَيِّئَاتِهِمْ وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ أَحْسَنَ

ہم اتار دیں گے ان سے برائیاں انکی۔ اور بدلہ دیں گے ان کو بہتر

الَّذِي كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿٧﴾ وَوَصَّيْنَا الْإِنسَانَ بِوَالِدَيْهِ

سے بہتر کاموں کا۔ اور ہم نے تاکید کر دی انسان کو اپنے ماں باپ

حُسْنًا ۖ وَإِن جَاهَدَاكَ لِتُشْرِكَ بِي مَا لَيْسَ لَكَ

سے بھلے رہنا۔ اور اگر وہ تجھ سے زور کریں کہ تو شریک کرے میرا جس کی تجھ کو خبر

بِهِ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا ۚ إِلَيَّ مَرْجِعُكُمْ فَأُنَبِّئُكُم

نہیں تو ان کا کہنا نہ مان۔ مجھی تک پھر آنا ہے تم کو سو میں جتا دوں گا

بِمَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿٨﴾ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا

جو کچھ تم کرتے تھے۔ اور جو لوگ یقین لائے اور بھلے

الصَّالِحَاتِ لَنُدْخِلَنَّهُمْ فِي الصَّالِحِينَ ﴿٩﴾ وَمِنَ

کام کئے، ہم انکو داخل کریں گے نیک لوگوں میں۔ اور ایک

النَّاسِ مَن يَقُولُ آمَنَّا بِاللَّهِ فَإِذَا أُوذِيَ فِي

لوگ ہیں جو کہتے ہیں ہم یقین لائے اللہ پر۔ پھر جب اسکو ایذا پہنچے

اللَّهِ جَعَلَ فِتْنَةَ النَّاسِ كَعَذَابِ اللَّهِ ۖ وَلَئِن

اللہ کے واسطے ٹھیرادے لوگوں کا ستانا برابر اللہ کی مار کے۔ اور اگر آ

جَآءَ نَصْرٌ مِّنْ رَّبِّكَ لَيَقُوْلُنَّ اِنَّا كُنَّا مَعَكُمْ ؕ

پہنچے مدد تیرے رب کی طرف سے تو کہیں، ہم تو تمہارے ساتھ تھے۔

اَوَلَيْسَ اللّٰهُ بِاَعْلَمَ بِمَا فِيْ صُدُوْرِ الْعٰلَمِيْنَ ۝۱۰

کیا یوں نہیں ہے کہ اللہ خوب خبردار ہے جو کچھ جیوں میں ہے جہان والوں کے۔

وَلَيَعْلَمَنَّ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَيَعْلَمَنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ ۝۱۱

اور البتہ معلوم کریگا اللہ جو لوگ یقین لائے ہیں اور البتہ معلوم کریگا جو لوگ دغا باز ہیں۔

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّبِعُوْا

اور کہنے لگے منکر ایمان والوں کو، تم چلو ہماری

سَبِيْلَنَا وَلْنَحْمِلْ خَطٰيٰكُمْ ؕ وَمَا هُمْ بِحٰمِلِيْنَ

راہ، اور ہم اٹھا لیں گے تمہارے گناہ، اور وہ کچھ نہ اٹھاویں گے

مِنْ خَطٰيٰهُمْ مِّنْ شَيْءٍ ؕ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ۝۱۲

ان کے گناہ، وہ جھوٹے ہیں۔

وَلَيَحْمِلُنَّ اَثْقَالَهُمْ وَاَثْقَالًا مَّعَ اَثْقَالِهِمْ ؗ وَ

اور البتہ اٹھاویں گے اپنے بوجھ اور کتنے بوجھ ساتھ اپنے

لَيُسْـَٔلُنَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عَمَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ۝۱۳

بوجھ کے اور البتہ ان سے پوچھ ہوگی قیامت کے دن، جو باتیں جھوٹ بناتے تھے۔

تنبیہ اہل ایمان برحکمت شدائد و آفات امتحان کہ آں تمیز مخلص

ومنافق است و تشجیع اہل ہدایت بر صبر و استقامت و تشنیع اہل ضلالت و غوایت

قال اللہ تعالیٰ الۤمّۤ ۝ اَحَسِبَ النَّاسُ اَنْ يُّتْرَكُوْۤا اَنْ يَّقُوْلُوْۤا اٰمَنَّا ... الیٰ ... لَيُسْـَٔلُنَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عَمَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ

ہوتا ہوگا تو اس شخص کو دشمنوں کی ایذاء اور مصائب سے متاثر اور پریشان نہ ہونا چاہئے بلکہ اسکو آخرت کی فکر کرنا چاہئے جس دن اسکی امید پوری ہو جائے گی یعنی یہ کہ اللہ کا مقرر کیا ہوا وقت ضرور آنے والا ہے جس میں اسکی امید پوری ہو جائے گی اور دنیاوی رنج و غم جن کی تکالیف اٹھانے کا صلہ اسکو مل جائیگا اور اس کے سامنے تمام غم دور ہو جائیں گے کما قال اللہ تعالیٰ وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي أَذْهَبَ عَنَّا الْحَزَنَ ۔ اور اللہ ہی سب کچھ سننے والا اور جاننے والا ہے اس سے بندوں کا کوئی قول اور فعل مخفی نہیں ۔

فائدہ جاننا چاہئے کہ رجاء کا لفظ دو معنی میں استعمال ہوتا ہے ایک امید اور دوسرے خوف ۔ تو پہلی تفسیر میں امید یا خوف کا لفظ استعمال کیا گیا ۔ اور فَإِنَّ أَجَلَ اللَّهِ لَآتٍ ۔ اگرچہ بظاہر جزا معلوم ہوتی ہے لیکن درحقیقت جزاء محذوف کی علت ہے اور اصل کلام اس طرح ہے ۔ مَنْ كَانَ يَرْجُوا لِقَاءَ اللَّهِ فَلْيَسْتَعِدَّ لَهُ وَلْيَسْتَعِدَّ ۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ جس کو خدا سے ملنے کا اشتیاق ہو اسکو آخرت کی تیاری کرنا چاہئے اور اسی طرح جس کو خدا کا خوف ہو اسکو بھی تیاری لازم ہے امید ہو یا خوف ہر ایک کا مقتضیٰ یہ ہے کہ آخرت کی تیاری کی جائے اور اسکا طریقہ یہ ہے کہ یہ سوچا کرے کہ خدا سے ملنے کا وقت ضرور آنے والا ہے اور جنت اور جہنم کے احوال کو دل سے سوچا کرے تا کہ طاعت میں رغبت اور معصیت سے نفرت پیدا ہو گی اور جوں جوں آخرت اور نعمائے آخرت کی رغبت بڑھے گی اسی قدر طاعت میں سستی اور غفلت کا علاج ہو جائے گا اسی وجہ سے حق تعالیٰ شانہ نے حضور کی دو شانیں بیان فرمائی ہیں ۔ مُبَشِّرًا وَنَذِيرًا ۔ بشارت دینے والے اور ڈرانے والے بعض بندوں میں رغبت اور خوف پیدا کرنے والے خوف سے معصیت کا تقاضا دور ہو گا اور بشارت و رغبت سے طاعات میں سستی اور کاہلی دور ہو گی [illegible]

[illegible] از سلسلہ تبلیغ ۔

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے ابتلاء اور تکلیف شرعی کی حکمت بیان کی اب آئندہ آیات میں یہ بتلاتے ہیں کہ اس ابتلاء اور تکلیف سے خدا کو خود کوئی فائدہ نہیں وہ تو اس سے غنی ہے فائدہ خود بندوں کا ہے ۔ چنانچہ فرماتے ہیں اور جو شخص اللہ کے کام میں محنت اور مشقت اٹھاتا ہے تو وہ اپنے ہی نفع کے لیے مشقت اور محنت اٹھاتا ہے ورنہ حق تعالیٰ تو تمام جہانوں سے بے نیاز ہے وہ کسی مخلوق کی طاعت کا محتاج نہیں بندوں کو جو اعمال صالحہ کا حکم دیا ہے وہ انہیں کے نفع کے لیے دیا ہے اور جو لوگ ایمان لائے ہیں اور نیک کام کیے ہیں ہم انکی برائیوں کو دور کر دیں گے ایمان اور عمل صالح سے پچھلے گناہوں کا اثر ختم ہو جاتا ہے اور البتہ تحقیق ہم ان کے اعمال کی بہترین جزاء عطا کریں گے جو ان کے عمل سے کہیں زیادہ بہتر ہوگی ایک کے بدلے میں دس سے لیکر سات سو تک دیں گے ۔ اس لیے اہل ایمان کو چاہیے کہ کافروں کی ایذاء و مصائب سے گھبرا کر ایمان اور دین اسلام پر قائم اور مستقیم رہیں اور حق کی خاطر ان کے دلوں میں کفر اور شرک پر ہرگز کبھی نہ جھکیں ۔ چنانچہ آئندہ آیت میں اس بارہ میں ہدایت فرماتے ہیں کہ والدین کے ساتھ سلوک اور احسان ضروری ہے اگرچہ وہ کافر ہوں مگر کفر اور معصیت میں انکی اطاعت جائز نہیں بے شک دنیا میں ماں باپ سے زیادہ حق کسی کا حق نہیں مگر اللہ کا حق ان سے بھی زیادہ ہے ماں باپ کی خاطر خدا کو نہ چھوڑے ۔

سعد بن ابی وقاصؓ کے اسلام پر انکی والدہ کا مقاطعہ ٔ جوعی

(یعنی بھوک ہڑتال)

سعد بن ابی وقاصؓ جب اسلام لے آئے تو انکی والدہ جو مشرکہ تھیں انکو اس کی خبر پہنچی کہ ان کا بیٹا صابی ہو گیا ہے تو انہوں نے قسم کھائی کہ مجھ پر کھانا اور پینا اور سایہ کے نیچے بیٹھنا حرام ہے جب تک سعد محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا انکار نہ کرے اور اس کے دین سے علیحدہ اور بیزار نہ ہو جائے اسی طرح سے انکی ماں پر تین دن گزر گئے تب حضرت سعدؓ نے ماں سے کہا کہ اماں اگر تم سو جان بھی رکھتی ہو اور ایک ایک کر کے نکل جائے تو بھی دین اسلام کو نہیں چھوڑوں گا۔ سعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور حال بیان کیا اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور ہم نے انسان کو حکم دیا ہے والدین کے ساتھ نیک سلوک اور احسان کرنے کا تاکیدی حکم دیا ہے اگرچہ والدین کافر و مشرک ہوں جب تک کہ والدین کفر و شرک اور اللہ کی معصیت کا حکم نہ دیں تو ان کے حق سے جو تم پر ہے کسی کا حق نہیں اور اللہ کے حکم کے مقابلہ میں کسی کی اطاعت نہیں۔ ہم نے تم کو حکم دیا ہے کہ والدین کے ساتھ نیکی کرو اور اگر والدین تجھ پر زور دیں کہ تو میرے ساتھ ایسی چیز کو شریک ٹھہرا جس کی تیرے پاس کوئی خبر اور دلیل نہیں تو ان کا کہنا نہ ماننا خالق کے مقابلہ میں مخلوق کی فرمانبرداری درست نہیں خوب سمجھ لو کہ تم سب کو بالآخر میری طرف لوٹ کر آنا ہے پس جزاء دینے کے وقت تم کو آگاہ کر دوں گا جو تم دنیا میں کیا کرتے تھے اور ہر ایک کو اسکے مناسب اعمال کی جزا دوں گا خویش و اقارب کی پاسداری کا خیال نہ کرو ہمارے سامنے کی عظمت اور پیشی کو پیش نظر رکھو۔ بالآخر تم کو جانا ہے یہاں پاس داری نہیں ہے اور جانے کے بعد پیشی ہونا ہے اور یہ نہ سمجھنا کہ اس وقت ہم تم سے دور اور غائب ہیں اور تمہارے خویش و اقارب تمہارے سامنے حاضر ہیں اور انکو خوش کر جاؤ اس قانون اور ضابطہ کو یاد رکھو کہ جو لوگ ایمان لائے اور نیک کام کیے اور اللہ کے مقابلہ میں کسی کی اطاعت نہیں کی اور مرتے دم تک اسی پر قائم رہے تو ہم انکو ضرور بالضرور صالحین کے زمرہ میں داخل اور شامل کریں گے ایمان اور عمل صالح کی برکت سے انکے گناہ معاف ہو جائیں گے اور انکے ساتھ صالحین جیسا معاملہ ہو گا اور بعضے لوگ جو منافق اور ضعیف الایمان ہیں اور زبان سے دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم اللہ پر ایمان رکھتے ہیں پس انکا حال یہ ہے کہ جب انکو ایمان اور اسلام قبول کرنے کی وجہ سے ذرا بھی تکلیف پہنچتی ہے تو لوگوں کی ایذا کو اللہ کے عذاب کی مانند سمجھتا ہے اور اسی قدر سے ڈر کر جو درحقیقت کچھ بھی نہیں ہوتا ایمان سے منہ موڑنے لگتا ہے اور لوگوں کی معمولی تکلیف کو اللہ کے عذاب کے برابر سمجھنے لگتا ہے منافق کا عجیب حال ہے زبان سے تو اسلام کا دم بھرتا ہے مگر دل اسکا ہر وقت مال و منال کی فکر میں رہتا ہے جدھر کوئی فائدہ نظر آتا ہے ادھر جھک جاتا ہے اور عجب لطف یہ ہے کہ اگر کسی وقت مسلمانوں کو پروردگار کی طرف سے جہاد میں فتح و نصرت اور غنیمت آ جائے تو یہ منافق لوگ اس وقت مسلمانوں سے یہ کہتے ہیں کہ تحقیق ہم تمہارے ساتھ ہیں اور اگرچہ ہم بھی مسلمان بھائی ہیں ہم کو بھی مال غنیمت میں شریک کرو۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ کیا اللہ تعالیٰ خوب نہیں جانتا جو جہان والوں کے سینوں میں ہے اخلاص اور نفاق چھپا

وَاِبْرٰهِيْمَ اِذْ قَالَ لِقَوْمِهِ اعْبُدُوا اللّٰهَ

اور ابراہیم کو جب کہا اپنی قوم کو کہ بندگی کرو اللہ کی

وَاتَّقُوْهُ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ

اور اسکا ڈر رکھو یہ بہتر ہے تمہارے لئے اگر تم سمجھ

تَعْلَمُوْنَ ﴿۱۶﴾ اِنَّمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ

رکھتے ہو۔ تم جو پوجتے ہو اللہ کے سوا یہ تو

اَوْثَانًا وَّتَخْلُقُوْنَ اِفْكًا ۭ اِنَّ الَّذِيْنَ تَعْبُدُوْنَ

بتوں کے تھان اور بناتے ہو جھوٹی باتیں۔ بیشک جن کو پوجتے ہو

مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَا يَمْلِكُوْنَ لَكُمْ رِزْقًا فَابْتَغُوْا

اللہ کے سوا وہ مالک نہیں تمہاری روزی کے سو تم ڈھونڈو

عِنْدَ اللّٰهِ الرِّزْقَ وَاعْبُدُوْهُ وَاشْكُرُوْا لَهٗ ۭ

اللہ کے ہاں روزی۔ اور اسکی بندگی کرو اور اس کا حق مانو

اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۱۷﴾ وَاِنْ تُكَذِّبُوْا فَقَدْ كَذَّبَ

اسی کی طرف پھر جاؤ گے۔ اور اگر تم جھٹلاؤ گے تو جھٹلا چکے

اُمَمٌ مِّنْ قَبْلِكُمْ ۭ وَمَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلٰغُ

ہیں بہت فرقے تم سے پہلے اور رسول کا ذمہ یہی ہے پہنچا دینا

الْمُبِيْنُ ﴿۱۸﴾ اَوَلَمْ يَرَوْا كَيْفَ يُبْدِئُ اللّٰهُ الْخَلْقَ

کھول کر۔ کیا دیکھتے نہیں کیونکر شروع کرتا ہے اللہ پیدائش کو

ثُمَّ يُعِيْدُهٗ ۭ اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ ﴿۱۹﴾ قُلْ

پھر اسکو دہرائے گا یہ اللہ پر آسان ہے۔ تو کہہ

سِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَيْفَ بَدَاَ الْخَلْقَ ثُمَّ

ملک میں پھر دیکھو کیونکر شروع کی ہے پیدائش پھر

اللّٰهُ يُنْشِئُ النَّشْاَةَ الْاٰخِرَةَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ

اللہ اٹھاوے گا پچھلا اٹھان ۔ بیشک اللہ ہر چیز

شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۲۰﴾ يُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ وَيَرْحَمُ مَنْ

کر سکتا ہے ۔ دکھ دے گا جس کو چاہے اور رحم کرے گا جس

يَّشَآءُ ۚ وَاِلَيْهِ تُقْلَبُوْنَ ﴿۲۱﴾ وَمَآ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ

پر چاہے ۔ اور اسی کی طرف پھر جاؤگے اور تم تھکانے والے نہیں

فِي الْاَرْضِ وَلَا فِي السَّمَآءِ ۫ وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ

زمین میں اور نہ آسمان میں اور کوئی نہیں تمہارا اللہ سے

اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ ﴿۲۲﴾ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ

ورے حمایتی اور نہ مددگار ۔ اور جو لوگ منکر ہوئے اللہ

اللّٰهِ وَلِقَآئِهٖۤ اُولٰٓئِكَ يَئِسُوْا مِنْ رَّحْمَتِيْ وَاُولٰٓئِكَ

کی باتوں سے اور اسکے ملنے سے وہ ناامید ہوئے میری مہر سے اور ان کو

لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۲۳﴾ فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهٖۤ اِلَّآ

دکھ کی مار ہے ۔ پھر کچھ جواب نہ تھا اس کی قوم کا مگر

اَنْ قَالُوا اقْتُلُوْهُ اَوْ حَرِّقُوْهُ فَاَنْجٰىهُ اللّٰهُ مِنَ

یہی کہ بولے اسکو مار ڈالو یا جلا دو پھر اسکو بچا دیا اللہ نے

النَّارِ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿۲۴﴾ وَ

آگ سے ۔ اس میں بڑے پتے ہیں ان لوگوں کو جو یقین لاتے ہیں ۔ اور

قَالَ اِنَّمَا اتَّخَذْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْثَانًا مَّوَدَّةَ

بولا: جو ٹھہرائے ہیں تم نے اللہ کے سوا بتوں کے تھان، سو دوستی کر کر

بَيْنِكُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ ثُمَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ

آپس میں دنیا کی زندگی میں۔ پھر دن قیامت کے منکر

يَكْفُرُ بَعْضُكُمْ بِبَعْضٍ وَّيَلْعَنُ بَعْضُكُمْ بَعْضًا ز

ہو جاؤ گے ایک سے ایک اور پھٹکارو گے ایک کو ایک۔

وَّمَاْوٰىكُمُ النَّارُ وَمَا لَكُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ﴿۲۵﴾

اور ٹھکانا تمہارا آگ ہے، اور کوئی نہیں تمہارا مددگار۔

فَاٰمَنَ لَهٗ لُوْطٌ ۘ وَقَالَ اِنِّيْ مُهَاجِرٌ اِلٰى رَبِّيْ

پھر مان لیا اس کو لوط نے۔ اور وہ بولا میں تو وطن چھوڑتا ہوں اپنے رب کی طرف

اِنَّهٗ هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۲۶﴾ وَوَهَبْنَا لَهٗ اِسْحٰقَ

بیشک وہی ہے زبردست حکمت والا۔ اور دیا ہم نے اس کو اسحٰق

وَيَعْقُوْبَ وَجَعَلْنَا فِيْ ذُرِّيَّتِهِ النُّبُوَّةَ وَ

اور یعقوب اور رکھی اس کی اولاد میں پیغمبری اور

الْكِتٰبَ وَاٰتَيْنٰهُ اَجْرَهٗ فِي

کتاب اور دیا ہم نے اسکو اس کا نیگ

الدُّنْيَا ۚ وَاِنَّهٗ فِي الْاٰخِرَةِ

دنیا میں۔ اور وہ آخرت میں

لَمِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۲۷﴾

نیکوں سے ہے۔

اس کے احاطہ سے نہیں نکل سکتی اور تمہارے لیے اللہ کے سوا کوئی حمایتی ہے اور نہ کوئی مددگار ہے اور جو لوگ اللہ کی آیتوں کے اور قیامت کے دن کی پیشی سے منکر ہوئے۔ ایسے ہی لوگ ہیں جو میری رحمت سے ناامید ہوئے اور ایسے ہی لوگوں کے واسطے دردناک عذاب ہے۔

یہاں تک ابراہیم علیہ السلام کی اپنی قوم کو نصیحت کا ذکر تھا جس میں انہوں نے دین کے تین اصول، توحید اور رسالت اور قیامت کو دلائل اور براہین سے واضح کر دیا اور ان پر حجت تام کر دی اب آگے انکی قوم کا جواب ذکر کرتے ہیں۔

قوم جب ابراہیم علیہ السلام کی ان معقول باتوں اور دلائل اور براہین کا جواب نہ دے سکی تو قوت اور طاقت کے استعمال پر اتر آئی کہ اس شخص کو قتل کر دیا جائے یا آگ میں جلا دیا جائے تاکہ قصہ ہی تمام ہو چنانچہ آئندہ آیات میں اسی کا ذکر ہے۔

قوم کا جواب

پس جب ابراہیم علیہ السلام قوم کو نصیحت کر چکے سو قوم ابراہیم کا اس کے سوا کوئی جواب نہ تھا کہ یہ کہنے لگے کہ ابراہیم کو قتل کر دو یا اس کو آگ میں جلا دو اور دیکھو کہ اس کا معبود ہم کو جلانے سے کیسے عاجز کرتا ہے مقصد یہ تھا کہ اگر قتل کر ڈالو تو ہمیشہ کے لیے اس شخص سے بے فکری ہو جائے اور اگر آگ میں ڈالو تو ممکن ہے کہ آگ سے ڈر کر اپنی بات سے رجوع کر لے۔

غرض یہ کہ ابراہیم علیہ السلام کی نصیحت و موعظت کا اثر اس بدبخت قوم پر یہ ہوا کہ قتل کرنے اور جلانے کے مشورے کرنے لگے آخری مشورہ یہ ٹھہرا کہ انکو جلا دیا جائے۔ بڑی عظیم آگ تیار کی اور منجنیق کے ذریعہ ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں پھینکا پس اللہ تعالیٰ نے ابراہیم کو آگ سے نجات دی اور آگ کے ضرر سے انکو محفوظ کر دیا کہ وہ آگ ان کے حق میں برد و سلام اور باغ و بہار ہو گئی۔ بے شک اس واقعہ میں خدا کی قدرت کی بڑی نشانیاں ہیں ان لوگوں کے لیے جو خدا کی قدرت پر یقین رکھتے ہیں کہ اللہ نے اپنی قدرت سے آگ کو بجھایا اور انکو برد و سلام اور گلزار اور باغ و بہار بنایا۔ معلوم ہوا کہ آگ بذات خود کسی کو جلانے والی نہیں جب تک خدا کا حکم نہ ہو جائے آگ میں حرارت اور پانی میں برودت کا جو اثر نظر آتا ہے وہ آگ اور پانی کی ذات اور طبیعت کا ذاتی اقتضا نہیں بلکہ وہ خدا کی قدرت اور مشیت کا کرشمہ ہے جو قوم اپنی ذات سے اور اپنی طبیعت سے حقیقت واحدہ اور ماہیت بسیطہ تھا مگر [illegible] جب [illegible]

۱؎ حافظ ابن کثیرؒ نے اپنی تفسیر میں اسی کو اختیار کیا کہ یہ تمام کلام از اول تا آخر حضرت ابراہیم علیہ السلام کا کلام ہے کما قال ابن کثیر والظاهر من السياق ان كل هذا من كلام ابراهيم الخليل عليه الصلاة والسلام يحتج عليهم لاثبات المعاد لقوله بعد هذا كله فما كان جواب قومه الا۔ والله اعلم تفسير ابن كثير ص ۴۲۰ ج ۳۔

نَادِيكُمُ الْمُنكَرَ ۖ فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهِ إِلَّا أَن

مجلس میں برا کام۔ پھر کچھ جواب نہ تھا اس کی قوم کا مگر

قَالُوا ائْتِنَا بِعَذَابِ اللَّهِ إِن كُنتَ مِنَ الصَّادِقِينَ ﴿٢٩﴾

یہی کہ بولے لے آ ہم پر آفت اللہ کی، اگر تو ہے سچا۔

قَالَ رَبِّ انصُرْنِي عَلَى الْقَوْمِ الْمُفْسِدِينَ ﴿٣٠﴾ وَ

بولا۔ اے رب! میری مدد کر ان شریر لوگوں پر۔ اور

لَمَّا جَاءَتْ رُسُلُنَا إِبْرَاهِيمَ بِالْبُشْرَىٰ قَالُوا

جب پہنچے ہمارے بھیجے ابراہیم پاس خوشخبری لیکر، بولے

إِنَّا مُهْلِكُو أَهْلِ هَٰذِهِ الْقَرْيَةِ ۖ إِنَّ أَهْلَهَا

ہم کو کھپانا ہے یہ بستی۔ بیشک اس کے لوگ

كَانُوا ظَالِمِينَ ﴿٣١﴾ قَالَ إِنَّ فِيهَا لُوطًا ۚ قَالُوا

ہو رہے ہیں گناہ گار۔ بولا اس میں لوط ہے۔ وہ بولے

نَحْنُ أَعْلَمُ بِمَن فِيهَا ۖ لَنُنَجِّيَنَّهُ وَأَهْلَهُ إِلَّا

ہم کو خوب معلوم ہے جو کوئی اس میں ہے ہم بچا لیں گے اس کو اور اس کے گھر والوں کو، مگر

امْرَأَتَهُ كَانَتْ مِنَ الْغَابِرِينَ ﴿٣٢﴾ وَلَمَّا أَن جَاءَتْ

اس کی عورت رہ جانے والوں میں۔ اور جب کہ پہنچے ہمارے

رُسُلُنَا لُوطًا سِيءَ بِهِمْ وَضَاقَ بِهِمْ ذَرْعًا وَ

بھیجے لوط پاس، ناخوش ہوا ان کو دیکھ کر اور تنگ ہوا دل سے اور وہ بولے

قَالُوا لَا تَخَفْ وَلَا تَحْزَنْ ۖ إِنَّا مُنَجُّوكَ وَأَهْلَكَ

مت ڈر اور نہ غم کھا۔ ہم بچا دیں گے تجھ کو اور تیرے گھر کو

إِلَّا امْرَأَتَكَ كَانَتْ مِنَ الْغٰبِرِيْنَ ﴿۳۳﴾ إِنَّا مُنْزِلُوْنَ

مگر عورت تیری وہ تھی رہنے والوں میں۔ ہم کو اتارنی ہے

عَلٰٓى أَهْلِ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ رِجْزًا مِّنَ السَّمَآءِ بِمَا

اس بستی والوں پر ایک آفت آسمان سے۔ اس پر

كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ ﴿۳۴﴾ وَلَقَدْ تَّرَكْنَا مِنْهَآ اٰيَةًۢ بَيِّنَةً

کہ یہ بے حکم ہو رہے تھے۔ اور چھوڑ رکھا ہم نے اس کا نشان نظر آتا

لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ﴿۳۵﴾

بوجھنے لوگوں کو۔

قصۂ سوم لوط علیہ السلام با قوم او

قال اللہ تعالیٰ وَلُوْطًا اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖٓ ... الی ... وَلَقَدْ تَّرَكْنَا مِنْهَآ اٰيَةًۢ بَيِّنَةً لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ

یہ تیسرا قصہ لوط علیہ السلام کے ابتلا کا ہے۔ جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے حقیقی بھتیجے تھے اور اپنے چچا کے ساتھ بابل سے ہجرت کر کے آئے تھے اللہ تعالیٰ نے دونوں کو علیحدہ علیحدہ مقامات پر مبعوث فرمایا تاکہ دونوں علاقے کے لوگ ہدایت پا سکیں حضرت ابراہیم تو ہجرت کر کے شام چلے آئے اور لوط علیہ السلام حضرت ابراہیم کی زندگی ہی میں شہر سدوم اور اس کے اطراف و جوانب کی طرف نبی بنا کر بھیجے گئے یہاں کے لوگ اول درجہ کے بدمعاش اور اوباش اور رہزن اور قزاق اور بے حیا اور مسخرے اور مرد باز اور [illegible] تھے۔ حضرت لوط علیہ السلام نے ان کو بہتیرا سمجھایا مگر انہوں نے ایک نہ سنی۔ بالآخر عذاب الٰہی سے ہلاک ہوئے۔ دیکھو تفسیر ابن کثیر ص ۴۰۴ ج ۳۔

اور ہم نے لوط علیہ السلام کو اپنی قوم کا امتحان لینے کے لیے اہل سدوم کی طرف نبی بنا کر بھیجا جبکہ انہوں نے اپنی قوم سے کہا کہ بے شک تم ایسی بے حیائی (اغلام بازی) کے مرتکب ہو کہ تم سے پہلے جہان والوں میں سے کسی نے یہ کام نہیں کیا۔ کیا تم بقصد شہوت مردوں کے پاس آتے ہو اور ان سے مباشرت کرتے ہو اور اس کے علاوہ تم رہزنی بھی کرتے ہو۔ رہزنی اور قتل سے جان و مال لوٹتے ہو اور لواطت سے نسل قطع کرتے ہو اور پھر اس پر بھی بس نہیں بلکہ اپنی مجلس میں بھی تم ناپسندیدہ اور نازیبا امور کا ارتکاب کرتے ہو جو اہل عقل کے نزدیک ناپسندیدہ ہیں جیسے گوز مارنا اور فحش باتیں کرنا اور قہقہے لگانا اور شراب پینا اور طنبورے بجانا اور راہ چلنے والوں کو کنکریاں مارنا وغیرہ وغیرہ۔ قرطبی

أَعْمَالَهُمْ فَصَدَّهُمْ عَنِ السَّبِيلِ وَكَانُوا

ان کے کاموں پر، پھر روک دیا ان کو راہ سے۔ اور تھے

مُسْتَبْصِرِينَ ﴿۳۸﴾ وَقَارُونَ وَفِرْعَوْنَ وَهَامَانَ

ہوشیار۔ اور قارون اور فرعون اور ہامان کو۔

وَلَقَدْ جَاءَهُمْ مُوسَىٰ بِالْبَيِّنَاتِ فَاسْتَكْبَرُوا

اور ان پاس پہنچا موسیٰ کھلے نشان لے کر، پھر بڑائی

فِي الْأَرْضِ وَمَا كَانُوا سَابِقِينَ ﴿۳۹﴾ فَكُلًّا

کرنے لگے ملک میں۔ اور نہ تھے بچ جانے والے۔ پھر سب

أَخَذْنَا بِذَنْبِهِ ۖ فَمِنْهُمْ مَنْ أَرْسَلْنَا عَلَيْهِ

کو پکڑا ہم نے اپنے اپنے گناہ پر۔ پھر کوئی تھا کہ اس پر بھیجا پتھراؤ

حَاصِبًا ۚ وَمِنْهُمْ مَنْ أَخَذَتْهُ الصَّيْحَةُ ۚ وَمِنْهُمْ

باؤ سے۔ اور کوئی تھا کہ اس کو پکڑا چنگھاڑ نے۔ اور کوئی تھا

مَنْ خَسَفْنَا بِهِ الْأَرْضَ ۚ وَمِنْهُمْ مَنْ أَغْرَقْنَا ۚ

کہ اس کو دھنسایا ہم نے زمین میں۔ اور کوئی تھا کہ اس کو ڈبا دیا

وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيَظْلِمَهُمْ وَلَٰكِنْ كَانُوا أَنْفُسَهُمْ

اور اللہ ایسا نہ تھا کہ ان پر ظلم کرے، پر تھے وہ اپنا آپ

يَظْلِمُونَ ﴿۴۰﴾

برا کرتے۔

کرتے تھے اور کفر و معصیت کر کے خود ہی اپنے آپ کو تیر عذاب کا نشانہ بنا رہے تھے۔

رباعی

اے کہ حکم شرع را واپس بیکنی ۔ رد و باطل میر بانی جو میکنی
چوں تو بد کاری بدی با اہل حق ۔ پس بریں ہا عمل با خود میکنی

مَثَلُ الَّذِينَ اتَّخَذُوا مِن دُونِ اللَّهِ
کہاوت اُن کی جنہوں نے پکڑے اللہ کو چھوڑ کر

أَوْلِيَاءَ كَمَثَلِ الْعَنكَبُوتِ اتَّخَذَتْ بَيْتًا ۖ وَ
اور حمایتی ، کہاوت مکڑی کی ۔ بنا لیا اس نے ایک گھر ۔ اور

إِنَّ أَوْهَنَ الْبُيُوتِ لَبَيْتُ الْعَنكَبُوتِ ۖ لَوْ كَانُوا
سب گھروں میں بودا ، سو مکڑی کا گھر ۔ اگر ان

يَعْلَمُونَ ﴿٤١﴾ إِنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ مَا يَدْعُونَ مِن
کو سمجھ ہوتی ، اللہ جانتا ہے جس کو پکارتے ہیں اس

دُونِهِ مِن شَيْءٍ ۚ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ﴿٤٢﴾ وَ
کے سوا کوئی چیز ہو ۔ اور وہ زبردست ہے حکمتوں والا ۔ اور

تِلْكَ الْأَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ ۖ وَمَا يَعْقِلُهَا
یہ کہاوتیں بٹھاتے ہیں ہم لوگوں کے واسطے ، اور ان کو بوجھتے وہی

إِلَّا الْعَالِمُونَ ﴿٤٣﴾ خَلَقَ اللَّهُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ
ہیں جنکو سمجھ ہے ۔ اللہ نے بنائے آسمان اور زمین جیسے

بِالْحَقِّ ۚ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَةً لِّلْمُؤْمِنِينَ ﴿٤٤﴾
چاہئیں ، اس میں پتہ ہے یقین لانے والوں کو ۔

ابطال شرک واثبات توحید

قال اللہ تعالیٰ مَثَلُ الَّذِينَ اتَّخَذُوا مِن دُونِ اللَّهِ أَوْلِيَاءَ ...... الی ... إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَةً لِّلْمُؤْمِنِينَ

(ربط) گزشتہ آیت میں یہ بتلایا کہ ان ظالموں نے خود ہی اپنی جانوں پر ظلم کیا اور کفر اور شرک میں مبتلا ہوتے اور مورد عذاب الٰہی بنے اب ان آیات میں انکے ظلم کی تشریح کرتے ہیں کہ ان لوگوں کی مثال جو بت پرستی کرتے ہیں مکڑی کی سی ہے جس کا گھر بہت بودا ہوتا ہے مکڑی کی طرح یہ بھی اپنے اعتقاد کو تانا بانا بنتے ہیں جو محض لغو ہے۔

(یا یوں کہو) کہ ان ظالموں نے جس دین کو اپنا قلعہ اور حصن حصین سمجھا ہوا ہے اسکی حقیقت مکڑی کے جالے سے زیادہ نہیں۔

چنانچہ فرماتے ہیں مثال ان لوگوں کی جنہوں نے اللہ کے سوا اپنے کارساز اور حاجتی ٹھہرائے ہیں۔ اور انکو اپنی مرادیں پوری کرنے والا سمجھتے ہیں مثل مکڑی کے ہے کہ جو ایک گھر بنالیتی ہے اور وہ اسکو اپنا گھر سمجھتی ہے جس کی حقیقت ایک تنا ہوا جالا ہوتی ہے اور بلاشبہ تمام گھروں میں سب سے کمزور مکڑی کا گھر ہے اسی طرح جو لوگ بتوں کو اپنی پناہ گاہ سمجھتے ہیں اور اپنا محافظ اور نگہبان جانے ہوئے ہیں یہ پناہ مکڑی کے گھر کے مشابہ ہے کہ جو ذرا ہوا لگنے سے ہوا ہو جاتے۔ اور ظاہر ہے کہ مکڑی کا گھر نہایت درجہ ضعیف ہے اور بے فائدہ اور بے کار ہے اسی طرح بت نہ انکو کوئی نفع پہنچا سکتے ہیں اور نہ کوئی پناہ اور سہارا دے سکتے ہیں مکڑی کا گھر نہ سردی سے بچا سکتا ہے اور نہ گرمی سے۔ ان بتوں کا سہارا ڈھونڈنا ایسا ہے جیسا مکڑی کے گھر کا سہارا ڈھونڈنا۔ پس جس شخص نے بتوں پر اعتقاد کیا اسکا حال اس مکڑی کے مشابہ ہے کہ جس نے اپنے تنے ہوئے جالے کے گھر پر اعتماد کیا۔

حکماء کا قول ہے کہ مکڑی کے آٹھ پاؤں اور چھ آنکھیں ہوتی ہیں اور اسکے اندر ایک زہریلا مادہ بھی ہوتا ہے اور زہر عنکبوت آدمی کو ہلاک کر ڈالتا ہے اسی طرح مشرکین ہر طرف دوڑتے ہیں اور انکی نظر [illegible] چھ طرف رہتی ہیں اور اندر شرک کا زہریلا مادہ ہوتا ہے جو انکی تباہی کا باعث بنتا ہے۔

کاش یہ کافر جانتے کہ انکا دین مکڑی کے جالے کے مشابہ ناپائیدار اور ذلیل و خوار ہے اور بے حقیقت اور بے مقدار ہے اگر مشرکین کو کچھ بھی سمجھ بوجھ ہوتی اور یہ جان لیتے کہ ان کا دین مکڑی کے گھر کی طرح بے بنیاد ہے۔ تو کبھی اس دین کو اختیار نہ کرتے۔ غرض یہ کہ کچھ نہیں جانتے بے شک اللہ خوب جانتا ہے ان چیزوں کی حقیقت کو جن کو یہ اللہ کے سوا پکارتے ہیں اور اللہ ہی غالب اور حکمت والا ہے اور کمال عزت اور کمال حکمت کے ساتھ موصوف ہے۔ عزیز اور حکیم کو چھوڑ کر ضعیف اور ناتواں کو سہارا بنانا کمال ابلہی ہے۔

اور یہ مثالیں ہم ان لوگوں کو سمجھانے کے لیے بیان کرتے ہیں اور نہیں سمجھتے ان مثالوں کو مگر علم والے اور سمجھ والے ان بت پرستوں کو چاہیے کہ ایک طرف تو اپنے بتوں کی کمزوری بلکہ مجبوری اور لاچاری پر نظر کریں اور دوسری طرف اللہ کی قدرت اور قوت پر نظر کریں کہ اللہ نے آسمان اور زمین بنائے نہایت حکمت کے ساتھ جو اسکی کمال قدرت

اُتْلُ مَآ اُوْحِيَ اِلَيْكَ مِنَ الْكِتٰبِ وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ ؕ اِنَّ

تو پڑھ جو اتری تیری طرف کتاب اور کھڑی رکھ نماز بیشک

الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ ؕ وَلَذِكْرُ اللّٰهِ

نماز روکتی ہے بے حیائی سے اور بری بات سے اور اللہ کی یاد ہے

اَكْبَرُ ؕ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تَصْنَعُوْنَ ۝ وَلَا تُجَادِلُوْٓا اَهْلَ

سب سے بڑی اور اللہ کو خبر ہے جو کرتے ہو اور جھگڑا نہ کرو کتاب والوں

الْكِتٰبِ اِلَّا بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ ۖ اِلَّا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا

سے مگر اس طرح پر جو بہتر ہو مگر جو ان میں بے انصاف

مِنْهُمْ وَقُوْلُوْٓا اٰمَنَّا بِالَّذِيْٓ اُنْزِلَ اِلَيْنَا وَاُنْزِلَ اِلَيْكُمْ

ہیں اور یوں کہو کہ ہم مانتے ہیں جو اترا ہم کو اور اترا تم کو

وَاِلٰهُنَا وَاِلٰهُكُمْ وَاحِدٌ وَّنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ ۝ وَ

اور بندگی ہماری اور تمہاری ایک ہی کو ہے اور ہم اسی کے حکم پر ہیں اور

كَذٰلِكَ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ ؕ فَالَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ

ایسے ہی ہم نے اتاری تجھ پر کتاب سو جن کو ہم نے کتاب دی ہے

يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ ۚ وَمِنْ هٰٓؤُلَآءِ مَنْ يُّؤْمِنُ بِهٖ ؕ وَمَا

وہ اس کو مانتے ہیں اور ان مکہ والوں میں بھی بعضے ہیں کہ اس کو مانتے ہیں اور

يَجْحَدُ بِاٰيٰتِنَآ اِلَّا الْكٰفِرُوْنَ ۝ وَمَا كُنْتَ تَتْلُوْا مِنْ

منکر وہی ہیں ہماری باتوں سے جو کافر ہیں اور تو پڑھتا نہ تھا اس سے

قَبْلِهٖ مِنْ كِتٰبٍ وَّلَا تَخُطُّهٗ بِيَمِيْنِكَ اِذًا لَّارْتَابَ

پہلے کوئی کتاب اور نہ لکھتا تھا اپنے داہنے ہاتھ سے تب تو البتہ شبہ میں پڑتے یہ جھوٹے

الْمُبْطِلُونَ ﴿٤٨﴾ بَلْ هُوَ آيَاتٌ بَيِّنَاتٌ فِي صُدُورِ الَّذِينَ

یہ جھوٹے — بلکہ یہ قرآن آیتیں ہیں صاف سینے میں اُن کے جن

أُوتُوا الْعِلْمَ ۚ وَمَا يَجْحَدُ بِآيَاتِنَا إِلَّا الظَّالِمُونَ ﴿٤٩﴾ وَ

کو ملی ہے سمجھ — اور منکر نہیں ہماری باتوں سے مگر وہی جو بے انصاف ہیں — اور

قَالُوا لَوْلَا أُنْزِلَ عَلَيْهِ آيَاتٌ مِنْ رَبِّهِ ۖ قُلْ إِنَّمَا

کہتے ہیں کیوں نہ اتریں اس پر کچھ نشانیاں اس کے رب سے — تو کہہ نشانیاں تو

الْآيَاتُ عِنْدَ اللَّهِ ۖ وَإِنَّمَا أَنَا نَذِيرٌ مُبِينٌ ﴿٥٠﴾ أَوَلَمْ

ہیں اختیار میں اللہ کے — اور میں تو بس سنا دینے والا ہوں کھول کر — کیا ان کو

يَكْفِهِمْ أَنَّا أَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ يُتْلَىٰ عَلَيْهِمْ ۚ إِنَّ

بس نہیں کہ ہم نے تجھ پر اتاری کتاب کہ اُن پر پڑھی جاتی ہے بیشک

فِي ذَٰلِكَ لَرَحْمَةً وَذِكْرَىٰ لِقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ ﴿٥١﴾ قُلْ

اس میں رحمت ہے اور سمجھانا اُن لوگوں کو جو مانتے ہیں — تو کہہ

كَفَىٰ بِاللَّهِ بَيْنِي وَبَيْنَكُمْ شَهِيدًا ۖ يَعْلَمُ مَا فِي

بس ہے اللہ میرے تمہارے بیچ گواہ — جانتا ہے جو کچھ ہے

السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ۗ وَالَّذِينَ آمَنُوا بِالْبَاطِلِ وَكَفَرُوا

آسمان اور زمین میں — اور جو لوگ یقین لاتے ہیں جھوٹ پر اور منکر ہوئے

بِاللَّهِ أُولَٰئِكَ هُمُ الْخَاسِرُونَ ﴿٥٢﴾ وَيَسْتَعْجِلُونَكَ بِالْعَذَابِ ۚ

اللہ سے وہی ہیں ٹوٹے میں پڑنے والے — اور جلدی مانگتے ہیں تجھ سے آفت

وَلَوْلَا أَجَلٌ مُسَمًّى لَجَاءَهُمُ الْعَذَابُ وَلَيَأْتِيَنَّهُمْ

اور اگر نہ ہوتا ایک وعدہ ٹھہرا ہوا تو آپہنچتی اُن پر آفت — اور آوے گی اُن پر

اور آپ ان منکرین اور معترضین سے اعراض فرمائیے اور اللہ کی طرف متوجہ ہو جائیے اور نماز کو قائم کیجئے جو افضل ترین عبادت ہے اور تمام عبادات قربیہ اور ذکریہ کا لب لباب ہے وہ حمد ہے اور تسبیح اور تحمید اور تلاوت قرآن اور آداب عبودیت قیام اور رکوع اور سجود پر مشتمل ہے ابتداء نماز میں بندہ خشوع و خضوع سے خدا کے سامنے دست بستہ کھڑا ہوتا ہے اور اخیر نماز میں دوزانو خدا کے سامنے بیٹھتا اور مانگتا ہے اور علاوہ ازیں نماز جیسی عظیم عبادت بشرطیکہ وہ اپنے شرائط و آداب کے ساتھ ادا کی جائے اور صحیح وہ صحیح نماز ہو تو ایسی نماز بلا شبہ بے حیائی سے اور ہر ناپسندیدہ فعل سے روکتی اور باز رکھتی ہے کہ جو شخص نماز پر مداومت کرے گا تو ایک نہ ایک دن نماز اس کو کھینچ کر ترک معاصی و جنایات کی طرف لے جائے گی جتنا نماز سے قریب ہوتا جائے گا اتنا ہی فحشاء اور منکر سے بعید ہوتا جائے گا کیونکہ نماز مقام مناجات ہے اور محل ادب ہے اور از اول تا آخر اللہ کی عظمت اور محبت اور عبودیت کے اقرار اور اعتراف پر مشتمل ہے لہٰذا ایسے اقرار و اعتراف کے بعد فحشاء اور منکر کا ارتکاب اپنے سابق اقرار و اعتراف کی تکذیب کے مترادف ہے اور علاوہ ازیں نماز کی حقیقت اور صورت از اول تا آخر ذکر الٰہی ہے۔

اور اللہ کا ذکر اور اس کی یاد سب سے بڑی ہے۔ جو کہ قلب کی ظلمتوں کو دور کرنے میں اور نجاستوں کے ازالہ کے لیے اس سے بڑھ کر اور کوئی دوا نہیں اور ذکر الٰہی نماز کا رکن اعظم ہے قال تعالیٰ قَدْ أَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهٖ فَصَلّٰى بلکہ تمام اعمال صالحہ کی روح ہے اب آگے طاعت کی ترغیب اور معصیت سے ترہیب کے لیے ارشاد فرماتے ہیں اور اللہ خوب جانتا ہے جو تم کرتے ہو جیسا کرو گے اس کے مطابق جزا دیگا۔

تنبیہ: اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ کی تفسیر میں جو تقریر کی گئی اس سے وہ شبہ دور ہو گیا کہ جو لوگ کیا کرتے ہیں کہ بہت سے لوگ باوجود نماز کے پابند ہیں مگر پھر بھی برے کاموں کے مرتکب ہیں۔

جواب کا حاصل یہ ہے کہ آیت میں نماز کی خاصیت بیان کی ہے جیسے اطباء بیان کرتے ہیں کہ فلاں دوا کی خاصیت یہ ہے کہ اس سے بخار رک جاتا ہے تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اگر وہ دوا اپنے تمام اور پورے اجزاء پر مشتمل ہو تو اس دوا کا استعمال بخار کے روکنے میں مؤثر ہوتا ہے بشرطیکہ ایک خاص مدت تک اس دوا کا استعمال جاری رکھا جائے اور اس کے ساتھ کوئی ایسی چیز استعمال نہ کی جائے جس کی خاصیت اس دوا کی خاصیت کے منافی ہو اور یہ مطلب نہیں ہوتا کہ ایک خوراک پیتے ہی سے بخار رک جائے گا۔

تمام عقلاء کا اتفاق ہے کہ دوا کی تاثیر جب ہوتی ہے کہ جب نسخہ کے تمام اجزاء اصلی ہوں نقلی نہ ہوں اور ایک خاص مقدار کے ساتھ خاص مدت تک پابندی کے ساتھ نسخہ کا استعمال کیا جائے تب دوا کا اثر ظاہر ہو گا اور اس کے ساتھ یہ بھی التزام رکھا جائے کہ کوئی چیز ایسی استعمال نہ کی جائے کہ جس کی خاصیت دوا کی خاصیت کے منافی ہو۔

اسی طرح سمجھو کہ طبیب روحانی نے تمہاری روحانی بیماریوں کے لئے نماز کا نسخہ تجویز کیا ہے اسکو پورے اجزاء اور صحیح اجزاء یعنی خشوع اور خضوع اور آداب عبودیت کے ساتھ ایک مدت تک استعمال کرو اور جو چیزیں روح کے لئے سم قاتل کا حکم رکھتی ہیں ان سے پرہیز رکھو اور نماز میں فقط ظاہری صورت قیام اور رکوع اور سجود کر لینا نماز کی حقیقت نہیں بلکہ نماز کی ظاہری صورت ہے اور ظاہر ہے کہ دوا کا نام اور اسکی محض ظاہری صورت بیماری کو دور نہیں کر سکتی اور نماز کی روح اللہ کا ذکر اور اسکی یاد ہے جب تک نماز میں اللہ کا جلال اور اسکی عظمت مستحضر نہ ہو وہ نماز بے جان ہے اسی لئے امام رازی قدس اللہ سرہٗ فرماتے ہیں کہ اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ میں صلوٰۃ سے مطلق نماز مراد نہیں بلکہ وہ نماز مراد ہے کہ جو شرعاً صحیح ہو اور عند اللہ قابل قبول ہو اور نماز کے لئے شرط ہے کہ کپڑے پاک صاف ہوں کما قال تعالیٰ وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ اسی طرح ضروری ہے کہ نماز کی باطن یعنی باطنی لباس تقوی بھی طاہر و مطہر اور نظیف ہو اور اس پر فحشاء و منکر کی نجاست اور گندگی لگی ہوئی نہ ہو اور جب اللہ اکبر کہہ کر نماز کے لئے کھڑا ہو تو دل سے یہ سمجھتا ہو کہ میں دربار خداوندی میں احکم الحاکمین کے سامنے کھڑا ہوں معاذ اللہ میں بھنگی نہیں ہوں کہ جو بیت الخلاء کی نجاستوں کو اپنی بالٹی میں جمع کرتا ہے پس جو شخص نماز کی حقیقت کو اور اپنے مقام کو سمجھ لے گا تو وہ نماز سے فارغ ہونے کے بعد فحشاء و منکر کی جانب جانے سے ایسی ہی نفرت کرے گا جیسا کہ ایک عاقل شہنشاہ کے دربار سے نکلنے کے بعد بیت الخلاء اور کوڑے کے دیکھنے سے بھی نفرت کرتا ہے غرض یہ کہ اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ میں صلوٰۃ سے مطلق صلوٰۃ مراد نہیں بلکہ وہ نماز مراد ہے کہ شرعاً صحیح ہو اور آداب عبودیت اور شروط ظاہری اور باطنی کی جامع ہو ایسی نماز کا اثر یہ ہے کہ فی الحال یا فی المآل جلد یا بدیر فحشاء اور منکر سے ضرور روک دے گی حق جل شانہ نے اس آیت میں تین باتوں کا ذکر فرمایا ایک تلاوت کتاب کا اور ایک اقامت صلوٰۃ کا ۔ سوم ذکر اللہ کا اور ذکر اللہ کے متعلق ارشاد فرمایا کہ ذکر الٰہی سب سے بڑھ کر ہے جس سے اللہ کی کمال عظمت اور کمال محبت کی طرف اشارہ ہے کما قال تعالیٰ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَذِكْرِكُمْ اٰبَآءَكُمْ اَوْ اَشَدَّ ذِكْرًا یعنی جس طرح عظمت اور محبت کے ساتھ تم اپنے آباء و اجداد کا ذکر کرتے ہو اسی طرح عظمت اور محبت کے ساتھ اللہ کا ذکر کیا کرو بلکہ اس سے بڑھ کر۔

(دیکھو تفسیر کبیر امام الرازی صفحہ [illegible] ج ۶)

حدیث میں ہے کہ ایک شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا یا رسول اللہ فلاں شخص رات میں نماز پڑھتا ہے اور دن میں چوری کرتا ہے اور برے کام کرتا ہے آپ نے فرمایا عنقریب نماز اسکو اس چیز سے روک دے گی جو تو کہتا ہے چنانچہ کچھ دن نہ گزرے تھے کہ اس شخص نے توبہ کی اور اس کا حال درست ہو گیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا میں نے تم سے کہا نہ تھا۔

(دیکھو تفسیر قرطبی صفحہ [illegible] ج ۱۳)

مطلب یہ تھا کہ یہ ضرور نہیں کہ دوا پیتے ہی شفا ہو جائے بعض مرتبہ کچھ عرصہ بعد بیماری کا ازالہ ہوتا ہے مگر شرط یہ ہے کہ دوا کا استعمال نہ چھوٹے اگرچہ بد پرہیزی بھی کرتا رہے۔

فائدہ جاننا چاہئے کہ ہر عمل کی ایک خاص خاصیت ہوتی ہے قرآن کریم اللہ کا کلام ہے جو دل کو منور کرتا ہے اور دل سے جہالت کی ظلمت کو دور کرتا ہے اور نماز دل میں اللہ کی محبت اور عظمت پیدا کرتی ہے اور معصیت سے متنفر اور بیزار کرتی ہے جس کا ثمرہ قرب الٰہی ہے اور ذکر الٰہی دل سے اللہ کی غفلت کو دور کرتا ہے اور دل کی اصل بیماری خدا تعالیٰ سے غفلت ہے۔

و بالجملہ گزشتہ آیات میں اہل شرک سے مجادلہ کا ذکر تھا اب آئندہ آیات میں اہل کتاب سے مجادلہ کا ذکر فرماتے ہیں اور اصول کتابی مجادلہ اہل کتاب بیان فرماتے ہیں جو اصل اور بنیاد تو رکھتے ہیں اور آسمانی کتاب اور پیغمبر برحق کے قائل ہیں بخلاف مشرکین اور مجوس کے کہ وہ اصل ہی سے باطل محض ہیں۔

اور اے مسلمانو اگر اہل کتاب تمہاری کتاب کے منزل من اللہ ہونے کا انکار کریں تو اہل کتاب کے ساتھ مجادلہ اور مباحثہ نہ کرو مگر طریق احسن یعنی اس طریقہ کے ساتھ کہ جو بہتر ہو دلائل اور براہین سے ان پر حق واضح کرو کیونکہ اہل کتاب فی الحال اگرچہ گمراہ ہیں مگر ایک اصل تو رکھتے ہیں آسمانی کتاب اور نبی برحق کے قائل ہیں بخلاف مشرکین اور مجوس کے کہ انکی اصل بنیاد ہی غلط ہے وہ قابل مجادلہ اور مباحثہ نہیں لہٰذا اہل کتاب سے مجادلہ میں نرمی برتو اور اگر خشونت اور سختی کریں تو تم ان کے ساتھ نرمی کرو اور اگر وہ بد مزاجی کریں تو احسن کے مقابلہ میں خوش خلقی کرو مطلب یہ ہے کہ گفتگو میں اہل کتاب کے ساتھ مشرکین کا سا معاملہ نہ کرو اسلئے کہ مشرکین کا دین اصل سے ہی غلط ہے اور اہل کتاب کا دین اصل میں سچا تھا جس میں بگڑا ہے نیز اہل کتاب اہل علم ہیں کسی درجہ میں توحید کا اقرار کرتے ہیں اور انبیاء کی نبوت کے قائل ہیں مگر ان میں سے جو ضدی اور بے انصاف ہیں اور کھلے طور پر عناد پر اتر آئے ہوئے ہیں اگر ان کے ساتھ سختی کا برتاؤ کرو اور ترکی بترکی ان کو جواب دو تو ایسا کر سکتے ہو اور وہ طریقہ احسن یہ ہے کہ مثلاً تم ان سے یہ کہو کہ ہم اس کتاب پر ایمان لاتے کہ جو من جانب اللہ ہماری طرف اتاری گئی اور ہم ان کتابوں پر بھی ایمان رکھتے ہیں جو من جانب اللہ تم پر نازل کی گئیں کیونکہ مدار ایمان کا منزل من اللہ ہونا ہے پس جس طرح اللہ کی طرف سے توریت اور انجیل اور دیگر کتب سماویہ حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ اور دیگر انبیاء سابقین پر لوگوں کی ہدایت کے لیے اتریں اسی طرح سیدنا و مولانا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر من جانب اللہ یہ قرآن نازل ہوا جو کتاب حضرت موسیٰ و حضرت عیسیٰ پر اللہ کی طرف سے نازل ہوئی وہ حرف بحرف حق تھی ان سب پر ہمارا ایمان ہے مگر وہ آسمانی کتابیں اب اپنی اصلی صورت اور حقیقت پر باقی نہیں رہیں بکثرت ان میں تغیر و تبدیل واقع ہوا اور بہت سی جھوٹی باتیں ان میں خلط ملط ہو گئیں جن کے معلوم ہونے کی اب کوئی صورت نہیں پس ہم موجودہ توریت و انجیل کی نہ تصدیق کر سکتے ہیں اور

مگر یہ کہتے ہیں اور ہم صرف اسی توریت و انجیل پر ایمان لاتے ہیں جو حضرت موسیٰؑ اور حضرت عیسیٰؑ پر نازل ہوئی تھیں ۔

پس جس دلیل سے تم توریت اور انجیل کو منزل من اللہ مانتے ہو اسی دلیل سے قرآن بھی منزل من اللہ ہے لہٰذا تم کو قرآن پر بھی ایمان لانا چاہئے اور اے مسلمانو جس وقت تمہارا اہل کتاب سے ... یہ بھی کہو کہ ہمارے اور تمہارے درمیان توحید الٰہی مسلّم ہے اور تم تسلیم کرتے ہو کہ ہمارا معبود اور تمہارا معبود ایک ہے سو جب توحید ہمارے اور تمہارے درمیان مسلّم ہے تو پھر تم حضرت مسیحؑ اور حضرت عزیرؑ کو کیوں خدا اور خدا کا بیٹا قرار دیتے ہو اور ہم تو اسی ایک خدائے برحق کے سامنے سر تسلیم خم کئے ہوئے ہیں جس کی وحدت تم کو بھی تسلیم ہے لہٰذا تم کو چاہئے کہ ایک ہی خدا کے سامنے سر تسلیم خم کرو اور اپنی مسلّمہ بات سے انحراف نہ کرو اور ساتھ ہی جس طرح ہم نے آپ سے پہلے رسولوں پر کتابیں نازل کیں اسی طرح ہم نے آپ پر یہ کتاب (قرآن) اتاری جو تمام کتب سماویہ کا خلاصہ اور لب لباب اور تمام علوم ہدایت کا عطر ہے پس اس کتاب پر ایمان لانا درحقیقت تمام کتب الٰہیہ پر ایمان لانا ہے اور اس کا انکار درپردہ تمام کتب الٰہیہ کا انکار ہے پس جن لوگوں کو ہم نے توریت اور انجیل دی اور انہوں نے اس کتاب کو ٹھیک سمجھا اور ضد اور عناد نہیں وہ آپ والی کتاب پر بھی ایمان لاتے ہیں کیونکہ انہوں نے جان لیا کہ قرآن کریم علوم ہدایت میں توریت و انجیل سے بہت بڑھ کر ہے کیا وجہ ہے کہ ایسی لاجواب کتاب پر ایمان نہ لایا جائے ۔

پس علماء اہل کتاب میں سے عبداللہ بن سلامؓ اور سلمان فارسیؓ جیسے تو فوراً اس قرآن پر ایمان لے آئے اور ان اہل عرب میں سے بھی بعضے ایسے ہیں جو اس کو مانتے ہیں اور ہماری اس کتاب کی آیتوں کا انکار نہیں کرتے مگر یہی لوگ کہ جو بڑے سخت کافر ہیں اور ہٹ دھرمی پر اترے ہوئے ہیں محض ہٹ دھرمی کی بنا پر انکار کرتے ہیں کیونکہ ہٹ دھرمی کی بنا پر ہو اور اس کتاب کے کتاب الٰہی ہونے کی عقلی دلیل یہ ہے کہ اے نبی آپ نزول قرآن سے پہلے نہ کوئی کتاب پڑھتے تھے اور نہ کوئی کتاب اپنے داہنے ہاتھ سے لکھتے تھے یعنی نہ آپ لکھنا جانتے تھے اور نہ پڑھنا جانتے تھے اگر ایسا ہوتا تو ایسی صورت میں یہ باطل پرست شک میں پڑ جاتے اور یہ کہتے کہ یہ تو لکھے پڑھے ہیں آسمانی کتابوں کو دیکھ کر یہ مضامین بیان کئے ہیں اور جب سب کو معلوم ہے کہ نہ وہ پڑھے ہوئے ہیں تو اب ایسے کہنے کی بھی گنجائش نہ رہی بجز اس کے کہ یہ کتاب وحی الٰہی اور منزل من السماء ہے کسی بندہ کی بنائی ہوئی اور لکھی ہوئی نہیں ۔

غرض یہ کہ اس قرآن کے بارہ میں کسی شک اور شبہ کی گنجائش نہیں بلکہ یہ قرآن تو کتاب الٰہی کی روشن نشانیاں ہیں جو اہل علم کے سینوں میں محفوظ ہیں بالفرض اگر دنیا کے تمام قرآن گم ہو جائیں تو سر بسر حافظوں کے سینوں سے دوبارہ لکھا جا سکتا ہے اسی وجہ سے اس امت کے اوصاف میں یہ آیا ہے صدورھم اناجیلھم یعنی ان کے سینے ان کی انجیلیں ہوں گے یعنی نبی آخر الزمان ﷺ پر جو کتاب نازل ہوگی وہ اس امت کے سینوں میں محفوظ ہوگی اور ہر حافظ کا سینہ اس کی انجیل ہوگا جس طرح زمین کے

ہر شہر میں اس کے سینے شمار حافظ موجود ہیں اور پورا قرآن لفظ بلفظ ان کے سینوں میں محفوظ ہے اور تورات و انجیل کی تو کسی ایک باب کا بھی آج تک روئے زمین پر کوئی پکا حافظ بھی نہیں ہوا بجز وہ موسیٰ سے اب تک قرآن کے الفاظ اور معانی حفاظ اور قراء و علماء کے سینوں میں محفوظ چلے آ رہے ہیں جو چیز کاغذ میں لکھی ہوئی ہو تو اس میں یہ احتمال ہے کہ پانی سے اس کے حروف دھل جائیں یا پھٹ جائیں یا آگ سے جل جائیں لیکن جو چیز ہزاروں اور لاکھوں سینوں میں محفوظ ہو اس کے ضائع ہونے کا کوئی امکان نہیں علماء اہل کتاب میں کچھ ہمت ہے تو روئے زمین پر تورات و انجیل کا ایک ہی پکا حافظ دنیا کے سامنے پیش کر دیں قرآن تو حافظوں کے سینوں میں محفوظ ہے یہود اور نصاریٰ بتائیں کہ تورات و انجیل کس کے سینہ میں محفوظ ہے بالفرض والتقدیر اگر معاذ اللہ دشمن سے تورات کے تمام نسخے اور قرآن مجید کے تمام نسخے گم ہو جائیں تو مسلمان تو اپنا قرآن حافظوں کے سینوں سے دوبارہ کتابت کر کے شائع کر دیں گے اور یہود اور نصاریٰ کس سینہ سے تورات اور انجیل لکھوا کر شائع کریں گے۔

یہ قرآن بارگاہ الٰہی سے نازل ہوا ہے معاذ اللہ محض بشر کا بنایا ہوا نہیں اور ہماری نازل کردہ آیتوں کا نہیں انکار کرتے مگر وہی لوگ جو حد سے بڑھے نا انصاف اور بہت ہٹ دھرم ہیں یہاں تک اہل کتاب کے ساتھ بطریق احسن مجادلہ تھا اور ان کے ظلم اور عناد کے دلائل میں سے ایک دلیل یہ ہے کہ یہ ظالم ہٹ دھرمی سے یہ کہتے ہیں کہ اگر آپ پیغمبر ہیں تو ان کے پروردگار کی طرف سے وہ نشان کیوں نہیں آتا جیسے کہ جو پہلے پیغمبروں پر آئے جیسے موسیٰ علیہ السلام کو عصا اور ید بیضاء کا نشان دیا گیا اور عیسیٰ علیہ السلام کو احیاء موتیٰ اور ابراء اکمہ و ابرص کا معجزہ دیا گیا آپ ان کے جواب میں کہہ دیجئے کہ نشانیاں تو اللہ کے اختیار میں ہیں جس نے اپنی حکمت سے ان کو انبیاء میں تقسیم کیا جیسے رزق کو اپنی حکمت سے بندوں میں تقسیم کیا کسی کو ایک خاص نشان دیا جو دوسرے نبی کو نہیں دیا اور نہ یہ باطل پرست یہ کہتے کہ ایک ہی کرشمہ جو بطور میراث مسلسل چلا آ رہا ہے اللہ تعالیٰ نے ہمیں بہت سے معجزات مجھ کو عطا کیے جو انبیاء سابقین کو عطا نہیں ہوئے مثلاً شق قمر اور تسلیم شجر و حجر وغیرہ وغیرہ جن کی تفصیل کتب حدیث میں مذکور ہے علاوہ ازیں اس کے آپ ان معاندین سے یہ کہہ دیجئے کہ معجزات اور نشانات میرے قبضہ قدرت میں نہیں وہ سب کے سب اللہ کے اختیار میں ہیں اور میں تو صرف عذاب الٰہی سے ڈرانے والا اور حق کو ظاہر کرنے والا ہوں اللہ تعالیٰ نے ہر نبی کی صداقت کے لیے نشان دکھلائے ہیں اور میری صداقت کے لیے بھی بہت سے نشان دکھلائے ہیں اور کیا منکرین کے لیے یہ نشان کافی نہیں کہ ہم نے آپ پر کتاب مستطاب نازل کی جو رات دن ان کے سامنے پڑھی جاتی ہے جس کا اعجاز روز روشن کی طرح واضح ہے عرب اور عجم اس کی ایک آیت کا مثل لانے سے عاجز ہے اور یہ نشان تو قیامت تک باقی رہے گا آپ کی نبوت کی یہ نشانی تو دائمی ہے کیا یہ نشان ان کے لیے کافی نہیں اس سے بڑھ کر اور کیا نشان ہو گا۔

بے شک اس کتاب معجز میں رحمت ہے اور نصیحت ہے ان لوگوں کے لئے جو کتاب پر ایمان لاتے ہیں جو اس کا اتباع کرتے ہیں وہ اللہ کی رحمتوں اور نعمتوں سے بہرہ ور ہوں گے اور یہ کتاب سراپا نصیحت ہے بری باتوں سے منع کرتی ہے اور اگر کسی بدبخت کو یہ کتاب ہدایت سراپا نصیحت کافی نہ ہو تو پھر اس کے لئے کوئی معجزہ کافی نہیں ہو سکتا اور اے نبی اگر یہ منکرین بغیر ثبوت اس کتاب معجز کو بھی آپ کی رسالت کے ثابت کرنے کے لئے کافی نہ سمجھیں تو ان سے کہہ دیجئے کہ میرے اور تمہارے درمیان میری رسالت کا گواہ ہونے کے لئے بس اللہ کافی ہے وہ خوب جانتا ہے ہر اس چیز کو جو آسمانوں میں اور زمین میں ہے جس ذات نے مجھ کو رسول بنا کر بھیجا ہے کیا اس پر میری رسالت پوشیدہ نہیں اس نے میری رسالت پر معجزہ و دلائل قائم کئے وہ سب من جانب اللہ میری نبوت کے گواہ ہیں اور وہ خوب جانتا ہے کہ تم حق بات کا انکار کرتے ہو اور باطل کا اقرار کرتے ہو اور جو لوگ باطل پر ایمان لاتے اور اللہ کے منکر ہو گئے ایسے ہی لوگ خسارہ میں پڑنے والے ہیں کہ انہوں نے حق کے بدلہ میں باطل کو اختیار کیا اور ان کی بے باکی کا یہ عالم ہے کہ جب نبی ﷺ انکو اللہ کے عذاب سے ڈراتے ہیں تو یہ لوگ بطور تکذیب و استہزاء آپ سے جلدی عذاب کا مطالبہ کرتے ہیں کہ جس عذاب سے آپ ہم کو ڈراتے ہیں وہ ابھی سے آ جائے تو دیکھیں وہ کیسا عذاب ہے اور کہتے ہیں اَللّٰهُمَّ اِنْ كَانَ هٰذَا هُوَ الْحَقَّ مِنْ عِنْدِكَ فَاَمْطِرْ عَلَيْنَا حِجَارَةً مِّنَ السَّمَآءِ اَوِ ائْتِنَا بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ یعنی یہ کہتے ہیں کہ اے اللہ اگر یہ دین اور یہ قرآن تیری طرف سے ہے اور حق ہے تو ہم پر آسمان سے پتھر برسا یا اور کوئی دردناک عذاب نازل فرما اس طرح اللہ کے عذاب کا استہزاء اور تمسخر یہ بھی انکے خسران کی دلیل ہے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اور اگر نہ ہوتی عذاب کی میعاد مقرر تو ابھی ان کو عذاب آ پہنچتا لیکن حق تعالیٰ کے یہاں ہر چیز کا ایک وقت معین ہے وہ جب وقت آ جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے وقت موعود تک مہلت دیتا ہے اور عجب نہیں کہ وہ عذاب ان پر اچانک آ جائے گا اور انکو اس کی آمد کی خبر بھی نہ ہوگی اور یہ بیوقوف لوگ بطور حماقت اپنی جہالت اور حماقت سے آپ سے جلدی عذاب کا مطالبہ کرتے ہیں کہ اگر آپ حق پر ہیں تو ہمیں منکرین پر فوراً عذاب لے آئیے اور اس میں شک نہیں کہ دوزخ کافروں کو اپنے احاطہ اور گھیرے میں لئے ہوئے ہے دنیا میں کفر کے اسباب انکو ہر طرف سے گھیرے ہوئے ہیں اور آخرت میں تو اس کا مشاہدہ ہو جائے گا کہ کافروں کو عذاب کس طرح اپنے گھیرے میں لیتا ہے جس دن وہ عذاب ان کے سروں کے اوپر سے بھی انکو گھیرے گا اور پیروں کے نیچے سے بھی گھیرے گا جو لوگ ملائکہ اور کواکب وغیرہ کی پرستش کرتے تھے ان پر اوپر سے عذاب آئے گا اور جو لوگ شجر و حجر کی پرستش کرتے تھے اور سفلی خواہشوں میں گرفتار رہتے ان پر نیچے سے عذاب آئے گا اور اللہ تعالیٰ خود یا فرشتہ کے ذریعہ ان منکرین سے کہے گا چکھو مزہ اس چیز کا جو تم دنیا میں کیا کرتے تھے دنیا میں تم نے جو کفر کیا تھا اب تک تم نے اس کا مزہ نہ چکھا تھا اب چکھو کہ کفر ایسا ہوتا ہے اور یہ اسی کا عذاب ہے جس کو دنیا میں

(۲) نیز اس معلم کو کیا دلیل پیش آیا جس سے ساری عمر اس نے اپنی تعلیم کو مخفی رکھا اور کسی شخص پر یہ ظاہر ہونے نہیں دیا کہ محمد مجھ سے تعلیم پاتے ہیں اور میرے شاگرد ہیں خصوصاً جبکہ یہ فخر کرتے تھے کہ تمام عرب دانوں نے مجھ سے علم حاصل کیا ہے اس معلم نے کبھی اس پر فخر نہ کیا کہ محمد صاحب میرے شاگرد ہیں اور کیا اس فاضل معلم کا کوئی اور شاگرد نہ تھا کہ جو برسر مجلس آپ سے یہ کہتا کہ آپ جو یہ کہتے ہیں کہ مجھ پر یہ وحی نازل ہوتی ہے غلط ہے یہ سب باتیں آپ فلاں شخص سے سیکھ کر آتے ہیں۔

(۳) پھر یہ کہ وہ معلم اگر مشرکین میں سے تھا تو اس نے آپ کو توحید کے علوم اور اس کے دلائل کی اور شرک کے ابطال اور اس کے دلائل کی اور مشرکین کی تحمیق اور تجہیل کی تعلیم کیسے دی جس سے سارا قرآن بھرا پڑا ہے اور اگر وہ معلم یہودی تھا تو اس نے حضرت مسیح کی نبوت اور تقدیس کی اور ان کی والدہ ماجدہ مریم صدیقہ کی برأت اور نزاہت اور طہارت کی کیسے تعلیم دی اور علماء یہود کو توریت کی تحریف پر کیسے ملامت کی اور ان کی غلط بیانیوں پر کیسے ٹوکا اور اگر وہ معلم نصرانی تھا تو اس نے تثلیث اور حضرت مسیح بن مریم کی الوہیت کے ابطال کی کیسے تعلیم دی اور حضرت مسیح کے قتل اور صلب کی نفی اور ان کے رفع الی السماء کی تعلیم کیسے دی۔

خلاصۂ کلام یہ کہ کسی بھی حیثیت سے نبی امی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا امی ہونا روز روشن کی طرح ایسا واضح ہے کہ جس میں ذرہ برابر شک و تردد کی بھی گنجائش نہیں۔

يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّ اَرْضِيْ وَاسِعَةٌ
اے بندو میرے جو یقین لائے ہو میری زمین کشادہ ہے

فَاِيَّايَ فَاعْبُدُوْنِ ۝۵۶ كُلُّ نَفْسٍ ذَاۗىِٕقَةُ
سو مجھی کو بندگی کرو ہر جی ہے چکھنے والا

الْمَوْتِ ۣ ثُمَّ اِلَيْنَا تُرْجَعُوْنَ ۝۵۷ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا
موت پھر ہماری طرف پھر آؤ گے اور جو لوگ یقین

وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَنُبَوِّئَنَّهُمْ مِّنَ الْجَنَّةِ غُرَفًا
لائے اور کیے بھلے کام ان کو ہم جگہ دیں گے جنت میں جھروکے

تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا ۚ نِعْمَ أَجْرُ

نیچے ان کے نہریں سدا رہیں ان میں خوب ثواب ملا

الْعَامِلِينَ ﴿٥٨﴾ الَّذِينَ صَبَرُوا وَعَلَىٰ رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ ﴿٥٩﴾

کام والوں کو جو ٹھہرے رہے اور اپنے رب پر بھروسہ رکھا

وَكَأَيِّن مِّن دَابَّةٍ لَّا تَحْمِلُ رِزْقَهَا ۖ اللَّهُ يَرْزُقُهَا

اور کتنے جانور ہیں جو اُٹھا نہیں رکھتے اپنی روزی اللہ روزی دیتا ہے ان کو

وَإِيَّاكُمْ ۚ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ﴿٦٠﴾ وَلَئِن سَأَلْتَهُم

اور تم کو اور وہی ہے سنتا جانتا اور جو تو لوگوں سے پوچھے

مَّنْ خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ

کس نے بنائے آسمان اور زمین اور کام لگائے سورج

وَالْقَمَرَ لَيَقُولُنَّ اللَّهُ ۖ فَأَنَّىٰ يُؤْفَكُونَ ﴿٦١﴾ اللَّهُ

اور چاند تو کہیں اللہ نے پھر کہاں سے اُلٹے جاتے ہیں اللہ

يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَن يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ وَيَقْدِرُ لَهُ ۚ

پھیلاتا ہے روزی جس کے واسطے چاہے اپنے بندوں میں اور ماپ کر دیتا ہے

إِنَّ اللَّهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ﴿٦٢﴾ وَلَئِن سَأَلْتَهُم مَّن

جس کو چاہے بیشک اللہ ہر چیز سے خبردار ہے اور جو تو پوچھے ان سے کس نے

نَّزَّلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَأَحْيَا بِهِ الْأَرْضَ مِن

اتارا آسمان سے پانی پھر زندہ کر دیا اس سے زمین کو اس کے

بَعْدِ مَوْتِهَا لَيَقُولُنَّ اللَّهُ ۚ قُلِ الْحَمْدُ لِلَّهِ ۚ بَلْ

مرے پیچھے تو کہیں اللہ نے تو کہہ سب خوبی اللہ کو ہے پر بہت

أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُونَ ﴿٦٣﴾ وَمَا هَٰذِهِ الْحَيَوٰةُ الدُّنْيَا

لوگ نہیں بوجھتے — اور یہ دنیا کا جینا تو بس ہے جی بہلانا

إِلَّا لَهْوٌ وَلَعِبٌ ۚ وَإِنَّ الدَّارَ الْآخِرَةَ لَهِيَ الْحَيَوَانُ

اور کھیلنا اور پچھلا گھر جو ہے سو وہی ہے جینا

لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ ﴿٦٤﴾ فَإِذَا رَكِبُوا فِي الْفُلْكِ دَعَوُا اللَّهَ

اگر ان کو سمجھ ہوتی — پھر جب سوار ہوئے کشتی میں پکارنے لگے

مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ فَلَمَّا نَجَّاهُمْ إِلَى الْبَرِّ إِذَا هُمْ

اللہ کو نرے اسی پر رکھ کر نیت پھر جب بچا لایا ان کو زمین کی طرف اسی وقت لگے

يُشْرِكُونَ ﴿٦٥﴾ لِيَكْفُرُوا بِمَا آتَيْنَاهُمْ ۚ وَلِيَتَمَتَّعُوا ۚ فَسَوْفَ

شریک بتانے — تاکہ مکرتے رہیں ہمارے دیئے ہوئے سے اور برتتے رہیں سو اب آگے

يَعْلَمُونَ ﴿٦٦﴾ أَوَلَمْ يَرَوْا أَنَّا جَعَلْنَا حَرَمًا آمِنًا وَيُتَخَطَّفُ

جان لیں گے — کیا نہیں دیکھتے کہ ہم نے رکھ دی ہے پناہ کی جگہ امن کی اور لوگ اچکے

النَّاسُ مِنْ حَوْلِهِمْ ۚ أَفَبِالْبَاطِلِ يُؤْمِنُونَ وَبِنِعْمَةِ

جاتے ہیں ان کے آس پاس سے کیا جھوٹ پر یقین رکھتے ہیں اور اللہ کا احسان

اللَّهِ يَكْفُرُونَ ﴿٦٧﴾ وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرَىٰ عَلَى

نہیں مانتے — اور اس سے بے انصاف کون جو باندھے اللہ

اللَّهِ كَذِبًا أَوْ كَذَّبَ بِالْحَقِّ لَمَّا جَاءَهُ ۚ أَلَيْسَ فِي جَهَنَّمَ

پر جھوٹ یا جھٹلا دے سچی بات کو جب اس تک پہنچے کیا دوزخ

مَثْوًى لِلْكَافِرِينَ ﴿٦٨﴾ وَالَّذِينَ جَاهَدُوا فِينَا

میں بسنے کو جگہ نہیں منکروں کی — اور جنہوں نے محنت کی ہمارے واسطے ہم

فرق ہے لہو اس شغل کو کہتے ہیں جس سے دل بہل جائے اور لعب کھیل تماشہ کو کہتے ہیں جو تھوڑی دیر رہ کر ختم ہو جائے مگر اس پر کوئی معتد بہ ثمرہ مرتب نہیں ہوتا۔ یہی حال دنیاوی زندگی کا ہے مقصود یہ ہے کہ دنیا کی حقیقت صرف اتنی ہے جو اس قابل نہیں کہ اس سے دل لگایا جائے اور تحقیق دار آخرت والی حقیقی زندگی ہے جو ہر قسم کے تکدر سے پاک اور منزہ ہے اور ہمیشہ رہنے کی جگہ ہے جہاں موت نہیں یعنی جس جگہ ہر وقت کھیل کا طبل بجتا رہتا ہو وہ جگہ جی لگانے کے قابل نہیں کاش کہ لوگ دنیا اور آخرت کے فرق کو سمجھتے تو دنیا میں اس قدر محو نہ ہوتے اور سمجھ لیتے کہ قابل توجہ اور التفات دار آخرت ہے لہٰذا اگر کچھ عقل ہے تو اصل فکر آخرت کی کرو اور دنیا کو اس کا وسیلہ اور ذریعہ بناؤ۔ یہی بدمست ایمان مجبوراً دنیا جب کبھی دریا کا سفر کرتے ہیں اور کشتی میں سوار ہوتے ہیں اور انکو غرق ہونے کا ڈر ہوتا ہے تو اس وقت اس دنیا کے لہو و لعب کو بھول جاتے ہیں اور اپنے معبودوں کو بھی بھول جاتے ہیں اور اللہ کو پکارتے ہیں درانحالیکہ خالص اللہ کی عبادت کی نیت کرنے والے ہوتے ہیں اور اپنے معبودوں کو بھول جاتے ہیں اور خوف اور اضطراب کو دفع کرنے کے لیے اللہ کو پکارتے ہیں اور اسکی پناہ ڈھونڈتے ہیں جب اللہ کا نبی توحید کی طرف بلاتا ہے تو صاف انکار کر دیتے ہیں اور جب سر پر مصیبت آپڑتی ہے تو توحید اور اخلاص کے نعرے لگانے لگتے ہیں پھر جب خدا انکو اس مصیبت سے نجات دیتا ہے اور سلامتی کے ساتھ دریا سے خشکی کی طرف پہنچا دیتا ہے تو کشتی سے اترنے کی جب عادت پھر شرک کرنے لگتے ہیں جب آفت سر پہ آپڑی تو اللہ کو پکارنے لگے پھر جب وہ آفت سر سے ٹل گئی تو پھر دین کفر اور شرک اور بتوں کو پکارنا شروع کر دیا گویا کہ کفر و شرک سے انکی غرض یہ ہوئی کہ ہماری دی ہوئی نعمتوں کی ناشکری کرتے رہیں اور دنیا کے مزے اڑاتے رہیں تھوڑی بہتر ہے چند روز دل کے ارمان نکال لیں سو عنقریب جان لیں گے کہ ناشکری کا کیا انجام ہوتا ہے

اب آگے ایک آیت میں انکے نامعقول حیلہ اور بہانہ کا جواب دیتے ہیں وہ یہ کہتے تھے اِنْ نَّتَّبِعِ الْهُدٰى مَعَكَ نُتَخَطَّفْ مِنْ اَرْضِنَا یعنی اگر ہم آپ پر ایمان لے آئیں اور آپ کی ہدایت کا اتباع کریں تو لوگ ہم کو اچک لیں اور مار ڈالیں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اس بہانہ کی لغویت مشاہدہ سے ثابت ہے کیا ان کافروں نے یہ نہیں دیکھا کہ ہم نے حرم کو ان کے لیے مقام امن بنایا اور انکے ارد گرد کے لوگ اچک لیے جاتے ہیں یعنی لوٹ لیے جاتے ہیں اور مار دیے جاتے ہیں اور حرم

ف اشارہ اس طرف ہے کہ لِيَكْفُرُوْا میں لام، لام عاقبت ہے اس لیے کہ کفار کا یہ قصد نہ تھا بلکہ ان کے فعل کا نتیجہ تھا جیسا کہ فَيَكُوْنَ لَهُمْ عَدُوًّا وَّحَزَنًا میں لام، لام عاقبت ہے اور مطلب یہ ہے کہ اگرچہ انہوں نے کفران نعمت کا قصد نہیں کیا تھا مگر نجات کی نعمت کا انجام یہ ہوا کہ بجائے شکر کے کفر اور شرک کرنے لگے۔ عفا اللہ عنہ۔

سہیل

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

سُوۡرَةُ الرُّوۡم

امام قرطبی فرماتے ہیں کہ یہ تمام سورت باتفاق مکی ہے اس میں ساٹھ آیتیں اور چھ رکوع ہیں۔

ربط: گزشتہ سورت کے آخر میں آپ کی نبوت کی دلیل کا ذکر تھا اب اس سورت کے شروع میں بھی آپ کی نبوت کی ایک اور دلیل کا ذکر ہے وہ یہ کہ آپ نے جنگ روم کی پیشین گوئی فرمائی اور پھر وہ اسی طرح ظہور میں آئی جس طرح آپ نے خبر دی تھی۔

نیز گزشتہ سورت کے آخر میں دنیا کا لہو و لعب ہونا بیان کیا تھا اب اس سورت کے شروع میں بتلاتے ہیں کہ معاملات دنیا ہیچ ہیں حق تعالیٰ جب چاہتا ہے کسی کو غلبہ دیتا ہے اور پھر اسی غالب کو مغلوب کر دیتا ہے اور معلوم ہوا کہ دنیوی غلبہ حقانیت کی دلیل نہیں پھر جب کہ دنیا کی عزت اور ذلت سب خدا تعالیٰ کے اختیار میں ہے تو یہ نادان کیوں جلدی عذاب کا مطالبہ کرتے ہیں اور مسلمانوں کی اس وقتی فقیری اور درویشی کو دیکھ کر مسلمانوں کو کیوں حقیر سمجھ رہے ہیں یہ اسلام اس وقت ابتداء کی منزل سے گزر رہا ہے عنقریب یہ متکبرین دیکھ لیں گے کہ یہی درویشان اسلام قیصر و کسریٰ کے خزانوں کو مسجد نبوی کے صحن میں بیٹھ کر تقسیم کریں گے۔

نیز گزشتہ سورت میں ہجرت کی ترغیب اور ہجرت کے مصائب پر صبر کی تلقین تھی کہ رب عزت پر صبر کریں اب اس سورت میں اسکی دلیل بیان کرتے ہیں کہ تغیرات عالم اور سلطنتوں کے انقلابات سب خدا کے ہاتھ میں ہیں۔

مِّنْۢ بَعْدِ غَلَبِهِمْ سَيَغْلِبُوْنَ ﴿٣﴾ فِيْ بِضْعِ سِنِيْنَ ۭ

اس دبنے پیچھے اب غالب ہوں گے کئی برس میں

لِلّٰهِ الْاَمْرُ مِنْ قَبْلُ وَمِنْۢ بَعْدُ ۭ وَيَوْمَىِٕذٍ يَّفْرَحُ

اللہ کے ہاتھ ہے کام پہلے اور پیچھے اور اس دن خوش ہوں گے

الْمُؤْمِنُوْنَ ﴿٤﴾ بِنَصْرِ اللّٰهِ ۭ يَنْصُرُ مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَهُوَ

مسلمان اللہ کی مدد سے مدد کرتا ہے جس کی چاہے اور وہی

الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ﴿٥﴾ وَعْدَ اللّٰهِ ۭ لَا يُخْلِفُ اللّٰهُ وَعْدَهٗ

ہے زبردست رحم والا اللہ کا وعدہ ہوا خلاف نہ کرے گا اللہ اپنا وعدہ

وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿٦﴾ يَعْلَمُوْنَ ظَاهِرًا

لیکن بہت لوگ نہیں جانتے جانتے ہیں اوپر اوپر

مِّنَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ښ وَهُمْ عَنِ الْاٰخِرَةِ هُمْ

دنیا کے جینے کو اور وہ لوگ آخرت سے خبر

غٰفِلُوْنَ ﴿٧﴾

نہیں رکھتے

پیشین گوئی غلبۂ روم بر ایران و بشارت فتح و نصرت

و فرحت و مسرت برائے اہل ایمان

قال اللہ تعالیٰ الۗمّۗ غُلِبَتِ الرُّوْمُ ۔۔۔ الیٰ ۔۔۔ وَهُمْ عَنِ الْاٰخِرَةِ هُمْ غٰفِلُوْنَ

شان نزول | ہجرت سے قبل جب حضور پرنور مکہ مکرمہ میں تھے تو فارس اور روم میں جنگ ہوئی اور اہل فارس بمقابلہ اہل روم غالب آ گئے مشرکین مکہ اس بات کو یہ

رکھتے تھے کہ فارس روم پر غالب ہوں کیونکہ اہل فارس اہل مکہ کی طرح مشرک تھے اہل مکہ بت پرست تھے اور
اہل فارس آتش پرست تھے اور مسلمان اس بات کو پسند کرتے تھے کہ اہل روم فارس پر غالب ہوں اس لیے کہ
اہل روم نصرانی تھے انبیاءؑ کے ماننے والے اور دین اسلام کے قریب تھے تو جب کسریٰ کی فتح ہوئی تو قریش کو بہت
خوشی ہوئی اور مسلمانوں سے یہ کہنا شروع کیا کہ تم بھی اہل کتاب ہونے کے مدعی ہو اور رومی بھی اہل کتاب
ہیں اور اہل فارس ہمارے نزدیک مشرک ہیں اور ہم بھی مشرک ہیں اور ہم دونوں آپس میں اس سے یہ
فال نکالتے ہیں کہ جس طرح آج ہمارے بھائی تمہارے بھائیوں پر غالب آ گئے اسی طرح ہم بھی ایک دن تم
پر غالب آئیں گے حق تعالیٰ نے کفار قریش کا منہ بند کرنے کے لیے اس سورت کی شروع کی آیتیں
نازل فرمائیں اور دو پیشین گوئیاں فرمائیں پہلی پیشین گوئی تو فارس اور روم کی سلطنتوں کے متعلق فرمائی کہ
رومی اگرچہ مغلوب ہو گئے مگر چند سالوں میں یعنی نو سال کے اندر اندر رومی فارسیوں پر غالب
آ جائیں گے اس پیشین گوئی سے مسلمانوں کو ایک قسم کی ڈھارس بندھ گئی اور یہ پیشین گوئی کوئی معمولی پیشین گوئی
نہ تھی اس کا تعلق دنیا کی سب سے بڑی دو سلطنتوں سے تھا پھر یہ کہ یہ پیشین گوئی ظاہری حالات کے بھی
خلاف تھی جو کسی کی عقل میں نہیں آ سکتی تھی اس لیے کہ روم کی سلطنت فارس کی سلطنت کے مقابلہ
میں چھوٹی تھی اور جدید اور متوسط بھی تھی اور فارس کی سلطنت بہت بڑی تھی اور بہت قدیم تھی
ہزار ہا سال سے ایک ہی خاندان میں چلی آ رہی تھی فرمانروا معزز تھے اور فوج اور لشکر کی کوئی انتہا نہ تھی
لہٰذا ایسی عظیم الشان سلطنت کے متعلق یہ پیشین گوئی کرنا کہ ایک چھوٹی اور شکست خوردہ سلطنت سے
یہ عظیم الشان سلطنت مغلوب ہو جائے گی کوئی معمولی پیشین گوئی نہیں بلکہ بہت بڑی پیشین گوئی
ہے پھر پیشین گوئی بھی ایسی کہ جو بالکل واضح اور صاف ہے جس میں کسی قسم کا احتمال اور ابہام نہیں نجومیوں
کی پیشین گوئی کی طرح گول مول نہیں پھر سَيَغْلِبُوْنَ پر سین داخل کر کے اسکے قرب کو بتلا دیا کہ عنقریب
رومی غالب آ جائیں گے پھر فِيْ بِضْعِ سِنِيْنَ کہہ کر یہ واضح کر دیا کہ نو سال کے اندر اندر ایسا ہو جائے گا دوسری
پیشین گوئی حق تعالیٰ نے مسلمانوں کے متعلق فرمائی کہ چند سال میں مسلمان مظفر و منصور ہوں گے اور کافروں
پر غالب آ جائیں گے اس طرح مسلمانوں کو فتح اور نصرت نصیب ہونے کی بشارت دے دی۔

پھر صاف طور پر یہ فرما دیا وَعْدَ اللّٰهِ لَا يُخْلِفُ اللّٰهُ وَعْدَهٗ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ
لَا يَعْلَمُوْنَ یعنی اللہ تعالیٰ وعدہ کر چکا ہے کہ چند روز میں مسلمانوں کو دونوں قوموں پر غالب
کر دے گا لیکن اکثر لوگ ظاہری اسباب کے سوا کچھ نہیں جانتے یہ پیشین گوئی پہلی پیشین گوئی سے
بڑھ کر ہے اس لیے کہ اس وقت مسلمانوں کی حالت اس درجہ کمزور اور پست تھی کہ کوئی عقل مند
ان کے لیے معمولی ریاست کا بھی تصور نہیں کر سکتا تھا روم کی سلطنت اگرچہ فارس کی سلطنت کے
اعتبار سے چھوٹی تھی مگر فی نفسہ تو ایک سلطنت تو تھی بخلاف مسلمانوں کے کہ وہ اس وقت اس درجہ
کمزور تھے کہ عقل انکے لیے کسی معمولی عزت و وجاہت کا بھی تصور نہیں کر سکتی تھی ایسی قوم کے لیے

پیشین گوئی کرنا کہ وہ قیصر و کسریٰ جیسی سلطنتوں کی اینٹ سے اینٹ بجا دے گی یہ تو خدائے توانا اور قادر مطلق ہی کا کام ہے اور ایسی محیر العقول پیشین گوئی خدا ہی کا کلام ہو سکتی ہے۔

چنانچہ خدائے علیم و حکیم اور قدیر و خبیر کی یہ پیشین گوئی حرف بحرف پوری ہوئی اور دنیا نے اس کی صداقت کا نظارہ اپنی آنکھوں سے کر لیا اس سے بڑھ کر قرآن مجید کے من جانب اللہ ہونے کی اور کیا دلیل ہو سکتی ہے اس سے تو قطعی فیصلہ ہو گیا کہ یہ کسی بشر کا کلام نہیں عالم الغیب ہی اس کی خبر دے سکتا ہے۔

حق جل شانہ نے مشرکین مکہ کی فال کا اور ان کے استدلال سراپا قیاس و خیال کا کوئی جواب نہیں دیا بلکہ اس کے برعکس وہ پیشین گوئی فرما دی جس کا یہ تھا کہ کسی قوم کے دوسری قوم پر غالب آجانے سے عقلاً یہ ضروری نہیں کہ اس قوم کی نظیر بھی دوسری قوم کی نظیر پر غالب آجائے اور پھر ان دو پیشین گوئیوں کے ساتھ ایک بشارت اور خبر مسرت بھی سنا دی کہ جس دن تم اہل فتح اور غلبہ کی خوشی اور مسرت میں مشغول ہو گے اسی دن تم کو یہ خوشی کی خبر بھی پہنچے گی کہ روم فارس پر غالب آ گئے اور یہ دونوں مسرتیں تم کو ایک ہی دن میں حاصل ہوں گی چنانچہ مسلمان بدر کے میدان میں مشرکین کو ہرا کر فتح اور نصرت کی خوشیاں منا رہے تھے اسی دن یہ خبر سن کر اور زیادہ مسرور ہوئے کہ رومی اہل فارس پر غالب آ گئے چنانچہ فرماتے ہیں۔ وَيَوْمَئِذٍ يَفْرَحُ الْمُؤْمِنُونَ بِنَصْرِ اللّٰهِ یعنی ایک ہی دن میں دو مسرتیں حاصل ہوں گی ایک خوشی غلبہ روم کی فارس پر اور دوسری خوشی غلبہ اہل اسلام کی کفار مکہ پر اور مسلمانوں کو جو خوشی حاصل ہوگی وہ حقیقی خوشی ہوگی بخلاف کفار مکہ کے کہ وہ اس وقت جو کچھ خوشی منا رہے ہیں وہ سب خیالی ہے اور انجام اس کا ذلت اور ندامت ہے اور ان نادانوں کو انجام کی خبر نہیں چنانچہ يَعْلَمُونَ ظَاهِرًا مِّنَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَهُمْ عَنِ الْاٰخِرَةِ هُمْ غٰفِلُوْنَ میں اسی طرف اشارہ فرمایا جس کا یہ مطلب ہے کہ یہ لوگ دنیا کی ظاہری آرائش اور زیبائش اور آسائش کو دیکھ کر مفتون ہو گئے در اصل حقیقت کا ان کو علم نہیں۔

خلاصہ کلام یہ کہ یہ پیشین گوئی حضور پر نور کا معجزہ تھی اور معجزہ کا فائدہ یہ ہے کہ معجزہ اس بات کی علامت ہے کہ اس شخص کا تعلق عالم غیب اور علام الغیوب سے ہے جس کے لیے یہ معجزات ظاہر کیے جا رہے ہیں اب اس تمہید کے بعد آیات کی تفسیر پڑھیے اور دیکھیے الٓمّٓ اس کے معنی اللہ کو معلوم ہیں اے رسول آج عرب کی قریبی سرزمین میں ایک موقع پر جو اس مقام اذرعات اور بصریٰ کے بیچ روم فارس کے مقابلہ میں مغلوب ہو گئے اور اہل فارس ان پر غالب آ گئے جس سے مشرکین کو خوشی ہو گئی ہے لیکن انکو اس فال سے خوش نہ ہونا چاہیے اہل روم کی یہ مغلوبیت عارضی ہے اور وہ رومی اپنے اس مغلوب ہونے کے بعد عنقریب چند سال کے اندر یعنی تین سال سے لے کر نو سال کے اندر اندر ضرور غالب آجائیں گے اور اس طرح مغلوب ہو کر دوبارہ شکست کے بعد پھر غالب آجانا مشرکین

لوگ صرف دنیوی زندگی کی کچھ ظاہری سطح اور ظاہری زیبائش اور رونق کو کچھ جانتے ہیں مگر دنیا کی حقیقت اور اس کے باطن کو کچھ نہیں جانتے اور یہ لوگ آخرت سے تو بالکل ہی بے خبر اور بے فکر ہیں دنیا ان کے قریب ہے اور ان کی نظروں کے سامنے ہے اس لیے اس کے ظاہر سے کچھ واقف ہو گئے اور آخرت تو دور ہے اور ان کی نظروں سے اوجھل ہے اس میں تو کبھی غور و فکر بھی نہیں کرتے اس لیے آئندہ آیت اَوَلَمْ يَتَفَكَّرُوا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ میں تفکر کی ترغیب دیتے ہیں کہ غیر اور کچھ نہیں تو اپنے اندر ہی غور کر لو تاکہ تم پر خدا کی قدرت واضح ہو۔

لطائف و معارف

(۱) اس آیت یعنی الٓمّٓ غُلِبَتِ الرُّوْمُ فِيْٓ اَدْنَى الْاَرْضِ وَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ غَلَبِهِمْ سَيَغْلِبُوْنَ میں دو قراءتیں ہیں مشہور قراءت میں غُلِبَتْ بصیغہ مجہول اور سَيَغْلِبُوْنَ بصیغہ معروف ہے اور یہی جمہور کی قراءت ہے اور گذشتہ تمام تفسیر اسی مشہور قراءت کی بنا پر تھی۔

اور ایک قراءت شاذہ میں غَلَبَتْ بصیغہ معروف اور سَيُغْلَبُوْنَ بصیغہ مجہول وارد ہوا ہے اور یہ قراءت پہلی قراءت کے بالکل برعکس ہے اس لیے کہ مشہور قراءت میں رومیوں کے مغلوب ہونے کا ذکر ہے اور دوسری قراءت میں رومیوں کے غالب ہونے کا ذکر ہے بظاہر دونوں قراءتیں ایک دوسرے کا بالکل عکس ہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ دونوں قراءتوں میں اختلاف اور تفاوت ضرور ہے لیکن منافی اور تضاد نہیں ہر قراءت میں ایک نئی بشارت کا ذکر ہے جو اپنے اپنے وقت میں ظاہر ہوئی اور پوری ہوئی۔

مشہور قراءت (یعنی غُلِبَتْ بصیغہ مجہول اور سَيَغْلِبُوْنَ بصیغہ معروف) پر آیت کا مطلب یہ ہے کہ رومی قریب کی زمین میں اگرچہ فی الحال مغلوب ہو گئے ہیں مگر چند سال بعد دوبارہ پھر غالب آئیں گے اور اس روز مسلمان اللہ کی مدد سے خوش ہوں گے اور ہماری گذشتہ تفسیر بھی قراءت مشہورہ و متواترہ کی بنا پر تھی۔

اور دوسری قراءت شاذہ (جس میں غَلَبَتْ بصیغہ معروف اور سَيُغْلَبُوْنَ بصیغہ مجہول پڑھا گیا ہے) کی بنا پر آیت کا مطلب یہ ہوگا کہ رومی غالب آ گئے مگر اس غالب آنے کے بعد رومی عنقریب مغلوب ہو جائیں گے۔

پہلی قراءت میں رومیوں کے مغلوب ہونے کے بعد ان کے غالب ہونے کی خبر کا ذکر ہے اور دوسری قراءت میں رومیوں کے غالب ہونے کے بعد ان کے مغلوب ہونے کی خبر دی گئی ہے رومیوں کی یہ دوسری مغلوبی مسلمانوں کے ہاتھ سے ہوگی جیسا کہ تفسیر ابی سعود میں ہے

اور تفسیر بیضاوی اور حاشیہ شہاب خفاجی علی تفسیر البیضاوی میں مذکور ہے۔

تو یہ جاننا چاہئے کہ ان دونوں قرأتوں کے معنی اگرچہ مختلف ہیں لیکن ان دونوں معنی میں تناقض و تضاد نہیں، اس لئے کہ ہر قرأت میں ایک نئی چیز کی خبر دی گئی ہے اور واقعہ اس میں کوئی حرج نہیں کہ ایک فریق ایک زمانہ میں مغلوب ہو اور دوسرے زمانہ میں غالب۔ تو مشہور قرأت میں تو یہ خبر دی گئی ہے کہ رومی یعنی اہل کتاب اگرچہ ایرانیوں کے ہاتھ سے مغلوب ہو گئے ہیں مگر عنقریب چند سال کے اندر اہل کتاب ایرانیوں پر غالب آئیں گے اس خبر کا ظہور جس طرح ہوا ہے اس کی تفصیل گذر چکی گذشتہ تمام تفسیر اسی مشہور قرأت کی بنا پر تھی یعنی جب کہ غُلِبَتْ بصیغہ مجہول اور سَيَغْلِبُوْنَ بصیغہ معروف پڑھا جاوے اور دوسری قرأت میں یعنی جب کہ غَلَبَتْ بصیغہ معروف اور سَيُغْلَبُوْنَ بصیغہ مجہول پڑھا جاوے تو آیت کا مطلب یہ ہوگا کہ رومی غالب آئے مگر یہ غالب آنے کے بعد وہ مسلمانوں کے ہاتھ سے مغلوب ہو جائیں گے یعنی مسلمان ان پر غالب ہو جائیں گے اس قرأت میں مسلمانوں کا وعدہ یہ نتیجہ ہونے کا ذکر ہے کہ مسلمان عنقریب سلطنت روم کو فتح کر لیں گے اور ان پر غلبہ پائیں گے یہ دوسری بشارت ہے جس کا اس قرأت میں ذکر ہے وہ یہ بشارت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سعادت میں واقع اور ظاہر نہیں ہوئی بلکہ شیخین یعنی صدیق اکبرؓ اور فاروق اعظمؓ کے زمانہ سعادت میں واقع اور ظاہر ہوئی اور اللہ تعالیٰ کا یہ وعدہ خلیفۂ دوم یعنی فاروق اعظمؓ کے ہاتھ پر پورا ہوا مشہور قرأت میں جس پیشین گوئی کا ذکر تھا وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سعادت میں پوری ہوئی اور قرأت شاذہ میں جس پیشین گوئی کا ذکر ہے وہ فاروق اعظمؓ کے زمانہ خلافت میں پوری ہوئی۔

بہرحال آیت میں دو قرأتیں ہیں اور ہر قرأت میں نئی بشارت کا ذکر ہے پہلی بشارت یعنی رومیوں کا اہل فارس پر غلبہ یہ بشارت بدر کے دن پوری ہوئی اور دوسری بشارت یعنی رومیوں کا مسلمانوں کے ہاتھوں مغلوب ہونا یہ بشارت فاروق اعظمؓ کے زمانہ خلافت میں پوری ہوئی تاکہ مسلمان رومیوں اور فارسیوں پر یک وقت غالب آئے اور اللہ کی یہ خبر اپنے اپنے وقت پر ظاہر ہوئی غرض یہ کہ چند روز بعد دونوں پیشین گوئیاں پوری ہوئیں اور یہ دونوں پیشین گوئیاں آپ کی نبوت کی دلیل تھیں کہ مسلمان بے سروسامان تھے مگر قیصر و کسریٰ جیسی سلطنتوں کی اینٹ سے اینٹ بجا دی۔

تنبیہ — ان دو مختلف قرأتوں میں یہ تطبیق و توفیق جو ہم نے ہدیۂ ناظرین کی ہے وہ سب حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی قدس اللہ سرہٗ کے کلام کی تشریح ہے جو حضرت شاہ صاحبؒ نے ازالۃ الخفاء میں ذکر کی ہے۔

خلاصۂ کلام یہ کہ آیت میں دو قرأتیں ہیں اور ہر قرأت میں ایک نئی پیشین گوئی کا ذکر ہے اور یہ ہر

؎ یہاں سے یہاں تک تمام کلام حضرت شاہ ولی اللہ قدس سرہٗ کی ازالۃ الخفاء سے ماخوذ ہے۔

أَوَلَمْ يَتَفَكَّرُوا فِي أَنفُسِهِم ۗ مَّا خَلَقَ

کیا دھیان نہیں کرتے اپنے جی میں ؟ اللہ نے جو بنائے

اللَّهُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا إِلَّا بِالْحَقِّ وَ

آسمان و زمین اور جو ان کے بیچ ہے سو ٹھیک سادھ کر اور

أَجَلٍ مُّسَمًّى ۗ وَإِنَّ كَثِيرًا مِّنَ النَّاسِ بِلِقَاءِ رَبِّهِمْ

ٹھہرے وعدہ پر اور بہت لوگ اپنے رب کا ملنا نہیں

لَكَافِرُونَ ﴿٨﴾ أَوَلَمْ يَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَيَنظُرُوا

مانتے کیا پھرے نہیں ملک میں جو دیکھیں

كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ ۚ كَانُوا أَشَدَّ

آخر کیسا ہوا ان سے اگلوں کا ان سے زیادہ تھے

مِنْهُمْ قُوَّةً وَأَثَارُوا الْأَرْضَ وَعَمَرُوهَا أَكْثَرَ مِمَّا

زور میں اور زمین اٹھائی اور بسائی ان کے بسنے سے زیادہ

عَمَرُوهَا وَجَاءَتْهُمْ رُسُلُهُم بِالْبَيِّنَاتِ ۖ فَمَا كَانَ

اور پہنچے ان پاس رسول ان کے لے کر کھلے حکم اور اللہ نہ تھا

اللَّهُ لِيَظْلِمَهُمْ وَلَٰكِن كَانُوا أَنفُسَهُمْ يَظْلِمُونَ ﴿٩﴾ ثُمَّ

ان پر ظلم کرنے والا لیکن وہ اپنا آپ برا کرتے تھے پھر

كَانَ عَاقِبَةَ الَّذِينَ أَسَاءُوا السُّوأَىٰ أَن كَذَّبُوا

ہوا آخر برا کرنے والوں کا برا اس پر کہ جھٹلائیں

بِآيَاتِ اللَّهِ وَكَانُوا بِهَا يَسْتَهْزِئُونَ ﴿١٠﴾ اللَّهُ يَبْدَأُ

باتیں اللہ کی اور ان پر ٹھٹھے کرتے تھے اللہ بناتا ہے

ٱلْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيدُهُۥ ثُمَّ إِلَيْهِ تُرْجَعُونَ ﴿١١﴾ وَيَوْمَ

پہلی بار پھر اس کو دہرائے گا پھر اسی کی طرف پھر جاؤ گے اور جس دن

تَقُومُ ٱلسَّاعَةُ يُبْلِسُ ٱلْمُجْرِمُونَ ﴿١٢﴾ وَلَمْ يَكُن لَّهُم

اٹھے گی قیامت آس توڑ کر رہ جاویں گے گنہگار اور نہ ہوں گے ان کے

مِّن شُرَكَآئِهِمْ شُفَعَٰٓؤُا۟ وَكَانُوا۟ بِشُرَكَآئِهِمْ كَٰفِرِينَ ﴿١٣﴾

شریکوں میں سے کوئی ان کی سفارش والے اور یہ ہو جاویں گے اپنے شریکوں سے منکر

وَيَوْمَ تَقُومُ ٱلسَّاعَةُ يَوْمَئِذٍ يَتَفَرَّقُونَ ﴿١٤﴾ فَأَمَّا

اور جس دن اٹھے گی قیامت اس دن لوگ جماعت جماعت ہوں گے سو جو

ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ وَعَمِلُوا۟ ٱلصَّٰلِحَٰتِ فَهُمْ فِى رَوْضَةٍ

لوگ یقین لائے اور کیے بھلے کام سو باغ میں ہیں ان کی

يُحْبَرُونَ ﴿١٥﴾ وَأَمَّا ٱلَّذِينَ كَفَرُوا۟ وَكَذَّبُوا۟ بِـَٔايَٰتِنَا

آؤ بھگت ہوتی ہے اور جو منکر ہوئے اور جھٹلائیں ہماری باتیں

وَلِقَآئِ ٱلْءَاخِرَةِ فَأُو۟لَٰٓئِكَ فِى ٱلْعَذَابِ مُحْضَرُونَ ﴿١٦﴾

اور ملنا پچھلے گھر کو سو وہ عذاب میں پکڑے آتے ہیں

فَسُبْحَٰنَ ٱللَّهِ حِينَ تُمْسُونَ وَحِينَ تُصْبِحُونَ ﴿١٧﴾

سو پاک اللہ کی یاد ہے جب شام کرو اور جب صبح کرو

وَلَهُ ٱلْحَمْدُ فِى ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلْأَرْضِ وَعَشِيًّا وَحِينَ

اور اسی کی خوبی ہے آسمان و زمین میں اور پچھلے وقت اور جب

تُظْهِرُونَ ﴿١٨﴾ يُخْرِجُ ٱلْحَىَّ مِنَ ٱلْمَيِّتِ وَيُخْرِجُ

دوپہر ہو نکالتا ہے جیتا مردے سے اور نکالتا ہے

الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وَيُحْيِ الْأَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ۚ وَ

مردہ زندہ سے اور جلاتا ہے زمین کو اس کے مرے پیچھے اور

كَذَٰلِكَ تُخْرَجُونَ ﴿١٩﴾ وَمِنْ آيَاتِهِ أَنْ خَلَقَكُم مِّن

اسی طرح تم نکالے جاؤ گے اور اسکی نشانیوں سے ہے کہ تم کو بنایا مٹی

تُرَابٍ ثُمَّ إِذَا أَنتُم بَشَرٌ تَنتَشِرُونَ ﴿٢٠﴾ وَمِنْ آيَاتِهِ

سے پھر اب تم انسان ہو پھیل پڑے اور اسکی نشانیوں

أَنْ خَلَقَ لَكُم مِّنْ أَنفُسِكُمْ أَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوا إِلَيْهَا

سے یہ کہ بنا دیئے تم کو تمہاری قسم سے جوڑے کہ چین پکڑو ان کے پاس

وَجَعَلَ بَيْنَكُم مَّوَدَّةً وَرَحْمَةً ۚ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ

اور رکھا تمہارے بیچ پیار اور مہر اس میں بہت پتے ہیں

لِّقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ ﴿٢١﴾ وَمِنْ آيَاتِهِ خَلْقُ السَّمَاوَاتِ وَ

انکو جو دھیان کرتے ہیں اور اسکی نشانیوں سے ہے آسمان اور

الْأَرْضِ وَاخْتِلَافُ أَلْسِنَتِكُمْ وَأَلْوَانِكُمْ ۚ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ

زمین کا بنانا اور بھانت بھانت بولیاں تمہاری اور رنگ اس میں بہت پتے

لَآيَاتٍ لِّلْعَالِمِينَ ﴿٢٢﴾ وَمِنْ آيَاتِهِ مَنَامُكُم بِاللَّيْلِ وَ

ہیں بوجھنے والوں کو اور اس کی نشانیوں سے ہے تمہارا سونا رات میں اور

النَّهَارِ وَابْتِغَاؤُكُم مِّن فَضْلِهِ ۚ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ

دن میں اور تلاش کرنی اس کے فضل سے اس میں بہت پتے ہیں انکو جو

لِّقَوْمٍ يَسْمَعُونَ ﴿٢٣﴾ وَمِنْ آيَاتِهِ يُرِيكُمُ الْبَرْقَ خَوْفًا

سنتے ہیں اور اس کی نشانیوں سے ہے یہ کہ دکھاتا ہے تم کو بجلی ڈر

وَطَمَعًا وَّيُنَزِّلُ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَيُحْيٖ بِهِ الْاَرْضَ

اور امید اور اتارتا ہے آسمان سے پانی پھر جلاتا ہے اس سے زمین

بَعْدَ مَوْتِهَا ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ﴿۲۴﴾

کو مرنے پیچھے اس میں بہت پتے ہیں ان کو جو بوجھتے ہیں

وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ تَقُوْمَ السَّمَآءُ وَالْاَرْضُ بِاَمْرِهٖ ۭ ثُمَّ

اور اس کی نشانیوں سے ہے یہ کہ کھڑا ہے آسمان و زمین اس کے حکم سے پھر

اِذَا دَعَاكُمْ دَعْوَةً ڰ مِّنَ الْاَرْضِ ڰ اِذَآ اَنْتُمْ تَخْرُجُوْنَ ﴿۲۵﴾

جب پکارے گا تم کو ایک بار زمین میں سے تبھی تم نکل پڑو گے

وَلَهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ كُلٌّ لَّهٗ قٰنِتُوْنَ ﴿۲۶﴾

اور اسی کے ہیں جو کوئی ہیں آسمان اور زمین میں سب اسکے حکم کے تابع ہیں

وَهُوَ الَّذِيْ يَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ وَهُوَ اَهْوَنُ

اور وہی ہے جو پہلی بار بناتا ہے اور پھر اسکو دہرا دیگا اور وہ آسان ہے

عَلَيْهِ ۭ وَلَهُ الْمَثَلُ الْاَعْلٰى فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ

اس پر اور اس کی کہاوت سب سے اوپر آسمان و زمین میں

وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۲۷﴾

اور وہ ہے زبردست حکمتوں والا

ذکر دلائل قدرت و عظمت برائے اثبات الوہیت و اثبات قیامت

قال اللہ تعالیٰ اَوَلَمْ يَتَفَكَّرُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ ... الیٰ ... وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ

ربط: گذشتہ آیات میں ان لوگوں کا ذکر تھا کہ دنیا کی ظاہری معاش اور آرائش پر فریفتہ ہیں اور آخرت

کو ان سے زیادہ جوتا یعنی ان سے زیادہ کھیتی باڑی کی اور ہل چلا کے اور زراعت کو ترقی دی وہ لوگ زور میں بھی ان سے کہیں بڑھ چڑھ کر تھے اور ان لوگوں نے ان سے زیادہ زمین کو آباد کیا جتنا کہ ان لوگوں نے آباد کیا ہے یعنی ان موجودہ کافروں سے زیادہ گزشتہ کافروں نے دنیا کی آرائش اور زیبائش میں اور زندگی اور تعمیر کی ترقی میں ان موجودہ کافروں سے زیادہ کوشش اور محنت کی اور انہی لوگوں کے پاس ان کے رسول معجزات لے کر آئے اور ان کو آخرت کی دعوت دی مگر وہ لوگ دنیا کی ظاہری آرائش و زیبائش پر ایسے فریفتہ ہوئے کہ دعوت کے منکر اور اہل ایمان کے دشمن ہو گئے پس آخر عذاب الٰہی سے تباہ اور برباد ہوئے یعنی ہلاک کرنے میں اللہ تعالیٰ ان پر ظلم کرنے والا نہ تھا لیکن یہی لوگ اپنی جانوں پر ظلم کرنے والے تھے کہ خدا کے رسولوں کا مقابلہ کیا اور اس پر قائم رہے اور اس جرم کی پاداش میں ہلاک ہوئے پھر ان بدکاروں کا انجام بھی بہت ہی برا ہوا برائی کا انجام بھی برا ہی ہوتا ہے اور وجہ اس کی یہ ہوئی کہ انہوں نے اللہ کی آیتوں کو جھٹلایا اور ان کی ہنسی اڑاتے تھے استہزاء اور تمسخر کا درجہ تکذیب اور انکار سے بڑھ کر ہے اور یہ استہزاء ان کی عادت بن گئی تھی۔

ذکر مبدأ و معاد برائے تہدید اہل عناد

اب آئندہ آیات میں غافلوں از آخرت اور منکرین قیامت کی تہدید کے لئے مبدأ و معاد کا ذکر فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ ہی مخلوق کو ابتداءً پیدا فرماتا ہے پھر مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کرے گا پھر تم سب حساب و کتاب کے لیے اسی کی جانب لوٹائے جاؤ گے تاکہ اس روز اپنے برے انجام کا اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کر لو اور تم کو معلوم ہو جائے کہ تمہارے تمام اعمال محفوظ تھے اور جس دن قیامت قائم ہوگی اس روز یہ تمام مجرم مایوس اور حیرت زدہ ہو جائیں گے اس لیے کہ جرم ثابت ہو جائے گا اور انکار کی مجال نہ ہوگی اور حجت منقطع ہو جائے گی اور ان کے خود ساختہ شریکوں میں سے جن کو انہوں نے خدا کا شریک ٹھہرا رکھا تھا ان میں سے کوئی ان کی شفاعت کرنے والا نہ ہوگا یہ کافر دنیا میں یہ کہا کرتے تھے کہ یہ شرکاء ہماری شفاعت کریں گے۔ اس دن ظاہر ہو جائے گا کہ جن کو یہ شرکاء سمجھا تھا وہ بے بس محض ہیں الوہیت کا ان میں نام و نشان بھی نہیں اور بلکہ اس وقت یہ مشرکین خود اپنے شرکاء کے منکر ہو جائیں گے اور ان سے بیزاری اور علیحدگی ظاہر کریں گے کما قال تعالیٰ [illegible] اور جس دن قیامت قائم ہوگی اس روز متفرق ہو جائیں گے ہر فریق دوسرے فریق سے جدا ہو جائے گا ایک گروہ علیین کی طرف جائے گا اور ایک گروہ اسفل السافلین کی طرف۔

یکے خنداں بعد طرب یکے نالاں بعد کرب

یکے در وصلت وصحبت یکے در فرقت و ہجراں

اہل جنت اہل جہنم سے جدا کر دیئے جائیں گے پس جو لوگ دنیا میں ایمان لائے تھے اور انہوں نے اعمال صالحہ کیے تو وہ لوگ باغ جنت میں ایسے مسرور و خوش ہوں گے کہ فرحت و سرور کا اثر ان کے چہروں سے ظاہر ہوگا اور جن لوگوں نے

اور اضافہ اور ترقی ہو جاتے تو ایسا سماع بلاشبہ حرام ہے خاص کر جب کہ گانے والی کوئی خوبصورت عورت ہو یا کوئی حسین لڑکا ہو اور طبلہ اور سارنگی بھی ہو اور مے پرستی اور مٹھائی کی ٹوکریاں بھی ہوں اور طبلہ بجانے والی چھوکریاں بھی ہوں تو اس کے حرام ہونے میں کیا شبہ ہو سکتا ہے۔

خلاصۂ کلام یہ کہ قیامت کے دن ہر فریق کو دوسرے فریق سے ممتاز اور جدا کر دیا جائے گا دنیا میں اہل سعادت اور اہل شقاوت مخلوط تھے دنیا میں فریقین کا امتیاز ایمان اور کفر تھا مگر ظاہری طور پر مجتمع تھے آخرت میں بھی اول سب مجتمع ہوں گے پھر سب کو الگ الگ کر دیا جائے گا اہل سعادت منزل سعادت میں چلے جائیں گے اور اہل شقاوت منزل شقاوت میں چلے جاویں گے اور اہل سعادت کی صفت ایمان اور عمل صالح ہے اور مجملہ اعمال صالحہ کے محبوب ترین عمل اللہ کے نزدیک تسبیح و تحمید ہے اس لیے جنت میں اہل سعادت کو تسبیح و تحمید کا گیت سنایا جائے گا اس لیے اب آئندہ آیت میں اللہ تعالیٰ کی تسبیح و تحمید کو بیان کرتے ہیں جب تم کو اللہ تعالیٰ کی کمال قدرت اور مبداء و معاد کا علم ہو گیا تو تم تحت ایمان کے شکر میں اللہ کی تسبیح و تحمید میں لگے رہو یعنی اسکی تنزیہ و تقدیس بیان کرتے رہو کہ وہ خداوند قدوس جس نے آسمان و زمین کو پیدا کیا اور جس نے ہم کو ایمان اور عمل صالح کی توفیق عطا کی وہ تمام عیبوں سے پاک اور منزہ ہے غرض یہ کہ تم ہر وقت اللہ کی تسبیح و تحمید میں لگے رہو خاص کر شام کے وقت میں اور صبح کے وقت میں یہ دونوں وقت اللہ کے خاص انوار و تجلیات کے ہیں اور اللہ ہی کے لیے حمد و ثنا ہے آسمانوں میں اور زمین میں اور اخیر دن میں اور جس وقت کہ تم (دیکھو) دوپہر کے وقت میں داخل ہوتے جو ان اوقات میں خدا کا ذکر اور اسکی تسبیح و تحمید عذاب دوزخ سے رہائی کا ذریعہ ہے۔

مطلب یہ ہے کہ جب تم کو آسمان اور زمین کی پیدائش سے اللہ کی قدرت اور عظمت کا علم ہو گیا تو پھر صبح و شام اسکی تسبیح و تحمید اور تقدیس و تمجید میں لگے رہو ظاہری اسباب بر بھروسہ مت کرو حق صورت تو یہ ہے کہ بندہ کسی وقت بھی اللہ کی تسبیح و تحمید سے غافل نہ ہو لیکن صبح و شام اور دوپہر اور سہ پہر کے وقت خاص طور پر تسبیح و تحمید کا اہتمام ضروری ہے کہ ان اوقات میں خاص طور پر اللہ کی قدرت اور عظمت کے آثار خوب ظاہر ہوتے ہیں اس لیے ان اوقات میں خاص طور پر تسبیح کیا کرو نیز ان اوقات میں اللہ کی نعمتوں کا بھی خاص طور پر ظہور ہوتا ہے اس لیے ان اوقات میں بھی تسبیح و تحمید مناسب ہوئی پس اگر تم ان اوقات میں تسبیح و تحمید کرتے رہے تو تمہارا حشر اہل سعادت کے زمرہ میں ہوگا اور جنت کے باغوں میں تم کو حبور اور سرور نصیب ہوگا۔

جمہور علماء اسلام کے نزدیک یہ آیتیں مکہ میں نازل ہوئیں جب کہ پانچ نمازیں فرض نہ ہوئی تھیں اس لیے ان آیات میں مطلق تسبیح و تحمید مراد ہے کہ ان اوقات مذکورہ میں خاص طور پر اللہ کی تسبیح و تحمید کا اہتمام کریں اس وقت تک چونکہ پانچ نمازیں فرض نہ ہوئی تھیں اس لیے اوقات مذکورہ میں اللہ کی تسبیح و تحمید کا ہی حکم تھا جس کی کوئی تعداد معین نہ تھی اور بعض علماء اس طرف گئے ہیں کہ ان اوقات مذکورہ سے نماز پنجگانہ مراد ہیں

ذکر دلائل قدرت برائے اثبات قیامت

بہر حال اور بہر تقدیر حق تعالیٰ کی حمد و ثنا میں مشغول رہنا چاہیے اُخروی سعادت اور شقاوت کا دار و مدار اسی پر ہے اور وہ بلا شبہ اسی کا مستحق ہے اور خداوند قدوس کی قدرت کا عجیب عالم ہے وہ زندہ کو مردہ سے نکالتا ہے جیسے نطفہ سے انسان کو اور بیضہ سے چوزہ کو اور مردہ کو یعنی بے جان کو زندہ سے نکالتا ہے جیسے انسان سے نطفہ اور مرغی سے بیضہ اور حشرات الارض کا یکلخت زمین سے وجود میں آ جانا اور رہنا اور پھر ان کا مٹی میں مل جانا اور خاک ہو جانا سب کی آنکھوں کے سامنے ہے اور زمین کو اس کے مردہ یعنی خشک ہو جانے کے بعد زندہ کرتا ہے یعنی وہ نباتات سے ہری بھری ہو جاتی ہے پس قیامت میں بھی ایسا ہوگا اور قیامت کے دن اسی طرح تم زندہ کر کے زمین سے نکالے جاؤ گے انسان صبح کے وقت نیند سے بیداری کی طرف نکلتا ہے حدیث میں ہے کہ النوم اخو الموت نیند موت کا بھائی ہے اور بیداری زندگی کے مشابہ ہے تو صبح کے وقت نیند سے بیداری کی طرف نکلنا گویا کہ موت سے حیات کی طرف نکلنا ہے اور عشاء کے بعد سو جانا یہ زندگی سے مردگی کی طرف نکلنا ہے لہٰذا صبح کی بیداری اور عشاء کے بعد کی نیند یہ موت سے حیات کی طرف اور حیات سے موت کی طرف نکلنے کا نمونہ ہے جس کا انکار ناممکن ہے لہٰذا اس کے مماثل پیش آنے والے واقعہ کا کیوں انکار کرتے ہو اور اس کو کیوں محال بتاتے ہو لہٰذا اس انکار اور اصرار کو چھوڑو اور خدا کی آیات قدرت پر نظر ڈالو صبح و شام اور دوپہر اور سہ پہر کے وقت میں خاص طور پر خدا تعالیٰ کی قدرتوں کا ظہور ہوتا ہے اور ان اوقات میں خدا تعالیٰ کی نعمتوں کا بھی ظہور ہوتا ہے لہٰذا ان وقتوں میں خاص طور پر تسبیح و تحمید کا اہتمام کرو تاکہ قیامت کے دن تم کو کام آئے اس لیے اب آئندہ آیات میں دوبارہ زندگی کے اثبات کے لیے دلائل قدرت بیان کرتے ہیں اور ان سے یہ بھی ثابت ہوگا کہ تسبیح و تحمید کی وہی ذات مستحق ہے کہ جو کمال قدرت کے ساتھ موصوف ہے اسی ذیل میں اللہ تعالیٰ نے چھ دلائل بیان کیے۔

دلیل اوّل

وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ خَلَقَكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ اِذَآ اَنْتُمْ بَشَرٌ تَنْتَشِرُوْنَ

اور خدا کی قدرت کی نشانیوں میں سے ایک امر یہ ہے کہ اس نے تم کو مٹی سے پیدا کیا پھر اچانک تم

کر لی ہو کر زمین میں پھیل پڑے اور اسباب معاش کے پیدا کرنے کے لیے چلنے پھرنے لگے انسان کی جسمانی صورت اور اس کی روحانی حقیقت جس سے وہ اشیاء کا ادراک کرتا ہے حکمت کاملہ کا خزانہ ہے کہ یہ جسم خاکی کس طرح عناصر اربعہ سے مرکب ہو کر علم و حکمت کا مخزن بن گیا ظاہر ہے کہ نہ خود بخود ایسا ہو گیا اور نہ کسی مادہ اور طبیعت کا اقتضا ہے بلکہ کسی قدیر و علیم کے علم و قدرت کا کرشمہ ہے اسی طرح قیامت کے دن اجزاء منتشرہ کو جمع کر کے دوبارہ زندگی بخشی جائے گی ۔

ف ــ بنی آدم کی اصل اولی حضرت آدم علیہ السلام ہیں جو مٹی سے پیدا ہوئے اور انسان کی اصل ثانی نطفہ ہے جو غذا سے بنتا ہے اور غذا جس سبب زمین سے پیدا ہوتی ہیں اس لیے قرآن مجید میں کہیں خَلَقَكُمْ مِّنْ تُرَابٍ آیا ہے اور کہیں خَلَقَ مِنَ الْمَاءِ بَشَرًا اور مِنْ مَّاءٍ مَّهِينٍ آیا ہے سب درست ہے کسی جگہ انسان کے مادہ بعیدہ کی طرف اشارہ ہے اور کسی جگہ مادہ قریبہ کی طرف اشارہ ہے انسان کی اصل اول مٹی ہے اور اصل ثانی پانی ہے ۔

دلیل دوم

وَمِنْ آيَاتِهِ أَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ أَنفُسِكُمْ أَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوا إِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّرَحْمَةً ۚ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ

اور منجملہ اس کی آیات قدرت کے یہ ہے کہ اس نے تمہارے واسطے تمہاری ذاتوں سے یعنی تمہاری جنس سے جوڑے پیدا کیے یعنی بیبیاں تاکہ ہم جنس ہونے کی وجہ سے ان کی طرف میل کرو اور ان سے مل کر سکون حاصل کرو اور یہ چیز ظاہر ہے کہ ہم جنس ہونا میلان طبیعت اور رغبت کا سبب ہے اور خلاف جنس ہونا نفرت کا باعث ہے نظم ؎

بجنس خود کند ہر جنس آہنگ ندارد ہیچ کس از جنس خود ننگ
بجنس خویش دارد میل ہر جنس زنخنہ با زنخنہ انس با انس

اور رکھ دیا تمہارے درمیان باہمی محبت و الفت عقد تزویج ہوتے ہی آپس میں محبت اور الفت ہو جاتی ہے حالانکہ بسا اوقات پہلے سے کوئی جان پہچان تک نہیں ہوتی اور تمہارے درمیان مہربانی رکھ دی کہ ایک دوسرے پر رحم کرتا ہے بے شک ان باتوں میں یعنی انسان کے مٹی سے پیدا کرنے میں اور پھر اس کی جنس سے ایک جوڑا پیدا کرنے میں اور پھر باہم محبت اور الفت پیدا کرنے میں خدا کی قدرت کی بہت سی نشانیاں ہیں ان لوگوں کے لیے جو غور کرتے ہیں اور صنائع الٰہیہ میں غور کرتے ہیں طرفین یعنی زن و شوہر کی محبت صرف خدا کی قدرت کا کرشمہ ہے کہ دو اجنبیوں کو جوڑ کر ایک بنا دیا اسی طرح وہ اس پر بھی قادر ہے کہ قیامت کے دن پراگندہ اجزاء کو جوڑ دے ۔

دلیل سوم

وَمِنْ اٰیٰتِهٖ خَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافُ اَلْسِنَتِكُمْ وَاَلْوَانِكُمْ ۭ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّلْعٰلِمِیْنَ

اور منجملہ اس کی قدرت کی نشانیوں کے آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنا ہے کہ آسمان تو غایت درجہ بلند اور زمین غایت درجہ پست اور زمین کے قطعات باہم مختلف اور منجملہ دلائل قدرت کے تمہاری زبانوں اور رنگتوں کا مختلف ہونا ہے ہر شخص کی زبان الگ کوئی عربی کوئی فارسی اور کوئی ترکی اور کوئی ہندی وغیرہ وغیرہ اور ہر ایک کا لب و لہجہ مختلف اور کسی کا رنگ سرخ اور کسی کا سفید اور کسی کا کالا وغیرہ وغیرہ یہ کسی مادہ اور طبیعت کا اقتضاء نہیں بلکہ خداوند عالم کی کاریگری ہے بے شک اس میں یعنی زبانوں اور لہجوں اور رنگتوں کے مختلف ہونے میں اس کی قدرت و حکمت کی بہت سی نشانیاں ہیں علم والوں کے لیے اور جس کو یہ دلائل قدرت نظر نہ آئیں وہ قطعاً جاہل ہے آسمان و زمین کی عظمت پر نظر ڈالو اور بنی نوع انسان کی بولی اور ان کی صورتوں اور شکلوں کی رنگا رنگی پر نظر ڈالو کیا یہ چیزیں خدا کی بے مثال قدرت پر دلالت نہیں کرتیں جس طرح دنیا میں صفات اور علامات مختلف ہیں اسی طرح اگر آخرت میں بھی درجات مختلف ہوں تو کیا استبعاد ہے۔

دلیل چہارم

وَمِنْ اٰیٰتِهٖ مَنَامُكُمْ بِالَّیْلِ وَالنَّهَارِ وَابْتِغَاۗؤُكُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ ۭ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّسْمَعُوْنَ

اور منجملہ اس کی آیات قدرت کے تمہارا رات میں اور دن میں سونا ہے کہ سونے سے قوائے بدنیہ کو راحت اور سکون حاصل ہوتا ہے اور منجملہ دلائل قدرت کے اللہ کے فضل کو یعنی رزق کو تلاش کرنا ہے کہ اس کی تلاش میں محنت اور مشقت اٹھاتے ہو اس میں یعنی سونے میں اور طلب معاش میں بہت سی آیات قدرت ہیں ان لوگوں کے لیے جو گوش ہوش سے سنتے ہیں اور جو حقائق حق کے سامنے گونگے اور بہرے بنے ہوئے ہیں وہ کچھ نہیں سنتے۔

یہاں تک دلائل انفس کا ذکر تھا اب آگے دلائل آفاق کا ذکر ہے۔

دلیل پنجم

وَمِنْ اٰیٰتِهٖ یُرِیْكُمُ الْبَرْقَ خَوْفًا وَّطَمَعًا وَّیُنَزِّلُ مِنَ السَّمَاۗءِ مَاۗءً فَیُحْیٖ بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ۭ اِنَّ

إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يَعْقِلُونَ

اور منجملہ دلائل قدرت کے نشانیوں کے یہ ہے کہ وہ تم کو بجلی دکھاتا ہے ڈر کے لیے اور امید کے لیے بجلی کے گرنے سے تم کو جان کا ڈر ہوتا ہے اور بارش کی طمع ہوتی ہے خدا کی قدرت کو دیکھو کہ اس نے ایک چیز میں بیک وقت دو متضاد صفتوں کو جمع کر دیا برق ایک ہے کوئی اس سے ڈر رہا ہے اور کوئی اس سے امید لگا رہا ہے اور آسمان کی طرف سے یا بادل سے پانی نازل کرتا ہے پھر اسکے سبب سے زمین کو مردگی اور پژمردگی کے بعد زندہ کرتا ہے یعنی اسکو سرسبز اور شاداب کر دیتا ہے بے شک اس برق اور باران میں قدرت الٰہی کی نشانیاں ہیں ان لوگوں کے لیے جو عقل رکھتے ہیں وہ سمجھتے ہیں کہ یہ سب خدا کی قدرت کے کرشمے ہیں کسی نیچر اور طبیعت کا اثر نہیں اور اگر کسی کا گمان یہ ہے کہ یہ سب اجزاء نیچر کا اثر ہے تو بتلائے اور سمجھائے کہ کس طرح سے ہے محض زبان سے کہہ دینا کافی نہیں ابر کو دیکھو کہ آب اور ہوا کا مجموعہ ہے یا خالص پانی ہے جو آگ کا دشمن ہے خدا کی قدرت کو دیکھو کہ وہ آب خالص میں سے جو ابر پانی ہی ہے آگ نکال رہا ہے ضد میں سے ضد کا نکالنا اسکی قدرت کا کرشمہ ہے۔

دلیل ششم

وَمِنْ آيَاتِهِ أَن تَقُومَ السَّمَاءُ وَالْأَرْضُ بِأَمْرِهِ ۚ

اور منجملہ اس کی قدرت کی نشانیوں کے یہ ہے کہ آسمان بدون ستونوں کے قائم ہے اور زمین پانی پر ٹھہری ہوئی ہے اور یہ سب اللہ کے حکم سے ہے اس میں کسی اجزاء نیچر کو ذرہ برابر دخل نہیں۔

یہاں تک دلائل قدرت کا بیان ختم ہوا اگرچہ بظاہر یہ دلائل چھ ہیں لیکن درحقیقت دس سے زیادہ ہیں ایک ایک آیت میں ایک ساتھ ایک دوسری دلیل بھی مذکور ہے ان سب دلائل کا حاصل یہ ہے کہ یہ تمام نظام عالم جس کا ان آیات قدرت میں ذکر ہوا وہ سب اللہ کے ارادہ اور مشیت سے چل رہا ہے اور ایک دن یہ سلسلہ نظام درہم برہم ہو جائے گا پھر اس وقت یہ ہوگا کہ وہ جب تم کو پکار کر زمین کے اندر سے بلاوے گا تو تم سب ایک بارگی زمین سے یعنی اپنی قبروں سے نکل پڑو گے تو اس وقت دوسرا نظام شروع ہو جائے گا اور یہ بھی اسکی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہوگی۔

مطلب یہ ہے کہ یہ آیات قدرت تمہارے سمجھانے کے لیے بیان کی گئیں ورنہ بات یہ ہے کہ قیامت کے دن ایک خوفناک ندا ہوگی جس کو سنتے ہی تم فوراً کھڑے ہو جاؤ گے اور قبروں سے نکل کر سامنے حاضر ہو جاؤ گے اور کسی کو دم مارنے کی مجال نہ ہوگی اور اسی کے لیے مسخر ہے جو آسمانوں میں ہے اور زمین میں ہے وہ سب کا خالق اور مالک اور سب سے سب اس کے حکم کے تابع ہیں کسی کی مجال نہیں کہ اس

کے ٹکڑے ہو کر بکھر جائیں گے اور وہی اللہ عزوجل ہے جو مخلوق کو پہلی بار پیدا کرتا ہے پھر بارِ دگر جب پھر اس کو دوبارہ زندہ کرے گا۔ اور دوبارہ زندہ کرنا اس پر بہت آسان ہے تو پھر تم دوبارہ پیدا کرنے کے کیوں منکر ہو۔ اور اسی کے لیے شان اور صفت سب سے اعلیٰ اور برتر ہے آسمانوں اور زمین میں اور وہی غالب ہے عاجز اور مغلوب نہیں اور وہی حکیم ہے اس کا کوئی کام حکمت سے خالی نہیں جن کے دل روشن ہیں اور اہلِ وہ سمجھتے ہیں کہ کوئی چیز اس کے قبضۂ قدرت سے باہر نہیں اور اس کا کوئی کام حکمت سے خالی نہیں۔

ضَرَبَ لَكُمْ مَّثَلًا مِّنْ أَنفُسِكُمْ ۖ هَل
بتلائی تم کو ایک مثال تمہارے اندر سے تمہارے

لَّكُم مِّن مَّا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُم مِّن
جو ہاتھ کے مال ہیں ان میں کوئی

شُرَكَاءَ فِي مَا رَزَقْنَاكُمْ فَأَنتُمْ فِيهِ سَوَاءٌ تَخَافُونَهُمْ
ساجھی تمہارے ہماری دی ہوئی روزی میں کہ تم سب اس میں برابر ہو خطرہ

كَخِيفَتِكُمْ أَنفُسَكُمْ ۚ كَذَٰلِكَ نُفَصِّلُ الْآيَاتِ لِقَوْمٍ
رکھو ان کا جیسے خطرہ رکھو اپنوں کا یوں کھولتے ہیں ہم پتے ان لوگوں کو جو بوجھتے

يَعْقِلُونَ ﴿٢٨﴾ بَلِ اتَّبَعَ الَّذِينَ ظَلَمُوا أَهْوَاءَهُم بِغَيْرِ
ہیں بلکہ چلے ہیں یہ بے انصاف اپنے چاؤ پر بن سمجھے سو کون

عِلْمٍ ۖ فَمَن يَهْدِي مَنْ أَضَلَّ اللَّهُ ۖ وَمَا لَهُم مِّن
سمجھاوے جس کو اللہ نے بھٹکایا اور کوئی نہیں ان کے

نَّاصِرِينَ ﴿٢٩﴾ فَأَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّينِ حَنِيفًا ۚ فِطْرَتَ
مددگار سو تو سیدھا رکھ اپنا منہ دین پر ایک طرف کا ہو کر وہی تراش

اللَّهِ الَّتِي فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا ۚ لَا تَبْدِيلَ لِخَلْقِ اللَّهِ
اللہ کی جس پر تراشا لوگوں کو بدلنا نہیں اللہ کے بنائے کو

ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ ۙ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا

یہی ہے دین سیدھا لیکن بہت لوگ نہیں

يَعْلَمُوْنَ ﴿۳۰﴾ مُنِيْبِيْنَ اِلَيْهِ وَاتَّقُوْهُ وَاَقِيْمُوا

سمجھتے سب رجوع ہو کر اسکی طرف اور اس سے ڈرتے رہو اور قائم رکھو

الصَّلٰوةَ وَلَا تَكُوْنُوْا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۳۱﴾ مِنَ الَّذِيْنَ

نماز اور مت ہو شریک والوں میں جنہوں نے پھوٹ

فَرَّقُوْا دِيْنَهُمْ وَكَانُوْا شِيَعًا ۭ كُلُّ حِزْبٍۢ بِمَا لَدَيْهِمْ

ڈالی اپنے دین میں اور ہوگئے ان میں بہت فرقے ہر فرقہ جو اس کے پاس ہے اس

فَرِحُوْنَ ﴿۳۲﴾ وَاِذَا مَسَّ النَّاسَ ضُرٌّ دَعَوْا رَبَّهُمْ

پر فریفتہ ہے اور جب لگے لوگوں کو کچھ سختی پکاریں اپنے رب کو

مُّنِيْبِيْنَ اِلَيْهِ ثُمَّ اِذَآ اَذَاقَهُمْ مِّنْهُ رَحْمَةً اِذَا

اسکی طرف رجوع ہو کر پھر جہاں چکھائی انکو اپنی طرف سے کچھ مہر تبھی

فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ بِرَبِّهِمْ يُشْرِكُوْنَ ﴿۳۳﴾ لِيَكْفُرُوْا بِمَآ اٰتَيْنٰهُمْ ۭ

ایک فرقہ ان میں اپنے رب کا شریک لگے بتانے کہ منکر ہو جاویں ہمارے دیئے سے

فَتَمَتَّعُوْا ۣ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ﴿۳۴﴾ اَمْ اَنْزَلْنَا عَلَيْهِمْ سُلْطٰنًا

سو مزے اڑا لو اب آگے جان لوگے کیا ہم نے اُن پر اتاری ہے کوئی سند

فَهُوَ يَتَكَلَّمُ بِمَا كَانُوْا بِهٖ يُشْرِكُوْنَ ﴿۳۵﴾ وَاِذَآ اَذَقْنَا

سو وہ بولتی ہے جو یہ شریک بتاتے تھے اور جب چکھاویں ہم

النَّاسَ رَحْمَةً فَرِحُوْا بِهَا ۭ وَاِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌۢ بِمَا

لوگوں کو کچھ مہر اس پر ریجھنے لگیں اور اگر آپڑے ان پر کوئی برائی اپنے

قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ اِذَا هُمْ يَقْنَطُوْنَ ﴿۳۶﴾ اَوَلَمْ يَرَوْا

ہاتھوں نے بھیجے ہیں تبھی آس توڑ دیتے ہیں کیا نہیں دیکھ چکے

اَنَّ اللّٰهَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَقْدِرُ ۭ اِنَّ

کہ اللہ پھیلاتا ہے روزی جس پر چاہے اور ناپ کر دیتا ہے اس

فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿۳۷﴾ فَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى

میں بچے ہیں ان لوگوں کو جو یقین رکھتے ہیں سو تو دے ناتے والے کو

حَقَّهٗ وَالْمِسْكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ ۭ ذٰلِكَ خَيْرٌ

اس کا حق اور محتاج کو اور مسافر کو یہ بہتر ہے انکو

لِّلَّذِيْنَ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَ اللّٰهِ ۡ وَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿۳۸﴾

جو چاہتے ہیں اللہ کا منہ اور وہی ہیں جن کا بھلا ہے

وَمَآ اٰتَيْتُمْ مِّنْ رِّبًا لِّيَرْبُوَا۟ فِيْٓ اَمْوَالِ النَّاسِ فَلَا

اور جو دیتے ہو بیاج پر کہ بڑھتا رہے لوگوں کے مال میں سو وہ نہیں

يَرْبُوْا عِنْدَ اللّٰهِ ۚ وَمَآ اٰتَيْتُمْ مِّنْ زَكٰوةٍ تُرِيْدُوْنَ

بڑھتا اللہ کے ہاں اور جو دیتے ہو پاک دل سے چاہ کر

وَجْهَ اللّٰهِ فَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْمُضْعِفُوْنَ ﴿۳۹﴾ اَللّٰهُ الَّذِيْ

منہ اللہ کا سو وہی ہیں جن کے دونے ہوئے اللہ وہی ہے

خَلَقَكُمْ ثُمَّ رَزَقَكُمْ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ ۭ هَلْ

جس نے تم کو بنایا پھر تم کو روزی دی پھر تم کو مارتا ہے پھر تم کو جلا دے گا کوئی

مِنْ شُرَكَاۗىِٕكُمْ مَّنْ يَّفْعَلُ مِنْ ذٰلِكُمْ مِّنْ شَيْءٍ ۭ

ہے تمہارے شریکوں میں جو کر سکے ان کاموں میں ایک

اور مجازی ہے اور چند روزہ ہے جس کو خدا کی ملکیت سے کوئی نسبت نہیں یہ غلام تمہارے پیدا کردہ نہیں اور یہ مال و دولت جو ہم نے تم کو دے رکھا ہے وہ بھی تمہارا پیدا کردہ نہیں تم سب اللہ ہی کی روزی کھاتے ہو پس جب تم اپنے مجازی غلاموں کا اپنا شریک ہونا پسند نہیں کرتے تو خدا کے مخلوق کا خالق حقیقی اور مالک حقیقی کے ساتھ شریک گردانا کیسے پسند کرتے ہو اور جب تم اپنے مجازی غلاموں کی پرواہ نہیں کرتے جو تمہارے ہم جنس ہیں تو مالک حقیقی تمہاری کیا پرواہ کرے۔

اسی طرح ہم مفصل بیان کرتے ہیں دلائل قدرت و وحدت کو اس گروہ کے واسطے جو عقل سے کام لیتے ہیں مگر ظالم لوگ عقل سے کام نہیں لیتے بلکہ ان مشرکوں نے جنہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا بجائے عقل سے کام لینے کے بغیر جانے اور بغیر سمجھے اپنی خواہشوں کی پیروی کی ہے اور گمراہ ہوتے ہیں پس اس شخص کو کون ہدایت دے جس کو اللہ نے گمراہ کیا ہو اور نہ ایسوں کا کوئی مددگار ہے کہ جو عذاب دوزخ سے ان کو بچا سکے۔

دین فطرت پر قائم رہنے کی ہدایت

پس جب یہ ثابت ہو گیا کہ دین اسلام حق ہے اور عین عقل اور فطرت سلیمہ کے مطابق ہے تو اے طالب ہدایت سب ادیان باطلہ سے ہٹ کر اپنا چہرہ اور اپنا رخ سیدھا دین حق کی طرف کر لے اور ہر دین باطل سے منہ پھیر کر اور منہ موڑ کر دین اسلام کی طرف جھک جا جو دین توحید ہے اور دین فطرت ہے سب کو چھوڑ کر فطرت الٰہی کو لازم پکڑو اور اس پر قائم ہو جاؤ جس پر اللہ نے بنی آدم کو پیدا کیا ہے فطرت کے معنی خلقت کے ہیں اس جگہ فطرت سے مراد دین اسلام اور توحید ہے اور حدیث میں ہے کہ ہر بچہ فطرت پر پیدا ہوتا ہے یعنی اسلام پر پیدا ہوتا ہے اس لیے بعض علماء یہ کہتے ہیں کہ جو بچہ خواہ وہ مسلمان کا یا کافر کا نابالغی کی حالت میں مر جائے تو وہ مسلمان مرا اس پر عذاب نہ ہوگا۔

اور علماء محققین یہ کہتے ہیں کہ فطرت سے عین اسلام مراد نہیں بلکہ استعداد اور صلاحیت اور قابلیت مراد ہے اور حدیث کا مطلب یہ ہے کہ ہر بچہ فطری اور طبعی طور پر اسلام کے طریقہ پر پیدا ہوتا ہے اور اسکی فطرت میں اسلام قبول کرنے کا مادہ رکھا جاتا ہے کہ اگر اسکو مانع پیش نہ آئے تو وہ بلا تاخیر اسلام ہی کو قبول کرے لیکن ماں باپ اسکو یہودی یا نصرانی یا مجوسی بناتے ہیں یعنی جس دین پر اس کے ماں باپ ہوتے ہیں اسی پر اس مولود کو کر لیتے ہیں لیکن اس سے اسکی اصلی استعداد اور صلاحیت زائل نہیں ہو جاتی بلکہ وہ ہمیشہ اسکی طبیعت میں قائم رہتی ہے لیکن عوارض اور موانع کی وجہ سے مستور ہو جاتی ہے اور جب وہ مانع اور عارض دور ہو جاتا ہے تو وہ استعداد پھر ظاہر ہو جاتی ہے جیسا کہ آئندہ آیت یعنی لَا تَبْدِيلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ میں اسکی طرف اشارہ ہے جس کا لفظی ترجمہ یہ ہے کہ اللہ

کی بنائی فطرت اور پیدائش میں کوئی تبدیلی نہیں اس آیت کی تفسیر میں علماء کے دو قول ہیں ایک قول تو یہ ہے کہ لَا تَبْدِیْلَ لِخَلْقِ اللّٰہِ جملہ خبریہ ہے کہ انسان کی اصل فطرت اور اصل طبیعت میں قبول حق کی صلاحیت اور استعداد رکھی گئی ہے کسی میں یہ قدرت نہیں کہ اللہ کی فطرت اور خلقت میں تغیر و تبدل کر سکے یہودی اور نصرانی ہو جانے کے بعد بھی قبول حق کی استعداد اور صلاحیت باقی رہتی ہے ورنہ اگر فرض کرو کہ فرعون اور ہامان اور ابوجہل اور ابولہب میں قبول حق اور قبول اسلام کی صلاحیت اور استعداد ہی نہ ہوتی تو وہ ایمان اور اسلام کے مکلف ہی نہ ہوتے لعنت اور پتھر یا جانور کی طرح ہوتے اور اتباع شریعت کے مکلف نہ ہوتے۔

اور اس آیت یعنی لَا تَبْدِیْلَ لِخَلْقِ اللّٰہِ کی تفسیر میں دوسرا قول یہ ہے کہ یہ جملہ انشائیہ ہے یعنی لا تبدیل سے نفی کے معنی مراد نہیں بلکہ نہی کے معنی مراد ہیں اور مطلب یہ ہے کہ کفر و شرک کر کے اللہ کی فطرت کو متغیر اور متبدل نہ کرو جس فطرت پر اللہ نے تم کو پیدا کیا ہے وہ ایک تخم ہدایت ہے اس کو تم اپنے اختیار سے خراب نہ کرو اور بے توجہی سے اس کو ضائع نہ کرو یہ فطرت منجر حق جل شانہ کا خاص عطیہ ہے اس کی پوری پوری حفاظت کرو اندیشہ ہے کہ شیاطین الانس والجن اس کو خراب نہ کر دیں یہی دین جس کی طرف تم کو منہ سیدھا کرنے کا حکم دیا گیا ہے یہی سیدھا اور درست دین ہے جو عین مراد فطرت کے مطابق ہے جس میں کجی کا نام و نشان نہیں سیدھا خدا تعالیٰ تک پہنچانے والا ہے اور اس کے سوا جو اور دین ہیں وہ سب ہوا اور ہوس اور نفسانی خواہشوں کے پیدا کیے ہوئے ہیں ولیکن بہت سے لوگ جانتے اور سمجھتے نہیں یہی جہل کی وجہ سے سیدھی راہ کو چھوڑ کر ٹیڑھی راہ پر جا رہے ہیں۔

اور بعض علماء یہ کہتے ہیں کہ فِطْرَتَ اللّٰہِ الَّتِیْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَیْہَا میں فطرت سے عہد الست مراد ہے اور مطلب یہ ہے کہ ہر بچہ عہد الست اور اقرار ربوبیت پر پیدا ہوتا ہے اور یہ اقرار ربوبیت ہر شخص کی فطرت میں راسخ ہے کما قال اللہ تعالیٰ وَلَئِنْ سَاَلْتَہُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ لَیَقُوْلُنَّ اللّٰہُ لیکن شریعت میں اس ایمان فطری کا اعتبار نہیں اس لیے کہ یہ امر محض اضطراری ہے اور شریعت میں اس ایمان کا اعتبار ہے جو اختیاری ہو یعنی اپنے ارادہ اور اختیار سے حق کو قبول کرے اور احکام خداوندی کی تصدیق کرے اور اس تحقیق سے پہلے قول والوں کا بھی جواب ہو گیا کہ جو یہ کہتے ہیں کہ فطرت سے دین اسلام مراد ہے اس لیے کہ وہ ایمان فطری ہے جس میں شعور اور اختیار کو کوئی دخل نہیں اور نجات اخروی کا دار و مدار ایمان اختیاری پر ہے۔

(مختصر از حاشیہ تفسیر بیضاوی ص ج ۴)

خلاصۂ کلام یہ کہ اے لوگو فطرت اسلامی کو مضبوط پکڑو اور عہد الست اور اقرار ربوبیت پر قائم رہو اور آگاہ رہو کہ تم سب سے منہ موڑ کر بالکلیہ اور ہمہ تن اللہ کی طرف رجوع کرنے والے اور متوجہ ہونے والے ہو جاؤ تاکہ تمہاری فطرت سلیم خراب نہ ہو اور اقرار ربوبیت کے پیمانے عہد اور اقرار سے بے رخی نہ کرو

اور مجھے عذاب سے ڈرتے رہو اور اس کی نافرمانی سے بچتے رہو اور نماز کو قائم رکھو جو دین کا ستون ہے اور شرک کرنے والوں میں سے مت بنو جو ہر عمل خالص اللہ کے لیے کرو اعتقاداً اور عملاً کسی کو اس میں شریک نہ کرو کفر اور شرک سے عہد الست اور اقرار ٹوٹ جاتا ہے اور جس فطرت سلیم پر اللہ نے تم کو پیدا کیا ہے وہ خراب یا ضائع ہو جاتی ہے تو اگر عہد اور فطرت کی حفاظت مطلوب ہے تو ان باتوں کو ملحوظ رکھو۔

اخلاص عمل اور تقویٰ اور نماز

گذشتہ آیت میں وَلَا تَكُونُوا مِنَ الْمُشْرِكِينَ میں یہ ارشاد فرمایا کہ شرک کرنے والوں کی جماعت میں داخل ہونا اب آئندہ آیت میں اس جماعت کی تشریح فرماتے ہیں یعنی ان لوگوں کی جماعت میں سے جو ہو جانا کہ جنہوں نے اپنے اصلی دین کے یعنی دین فطرت کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے اور جس دین فطرت پر انکو قائم رہنے کا حکم تھا اس پر تو قائم اور متفق نہ رہے بلکہ اپنی خواہشوں اور خیالات کی بنا پر گروہ گروہ بن گئے اور شیعہ ہو گئے اور ہر گروہ اور ہر فرقہ اسی چیز پر خوش ہے جو ان کے پاس ہے یعنی اپنے خیالات پر ایسا فریفتہ اور مفتون ہے کہ اسے اپنی غلطی کے امکان کا تصور بھی نہیں اب تک یہ بتلاتے ہیں کہ لوگوں نے دنیا میں نئے نئے مذہب نکال لیے ہیں لیکن دین اسلام اور دین توحید ہی دین فطرت سلیم کے مطابق ہے جس پر اللہ نے لوگوں کو پیدا کیا ہے اور دلیل اس کی کہ توحید اسلام دین فطرت ہے یہ ہے کہ جب لوگوں کو کوئی سختی اور شدت اور مصیبت پہنچتی ہے اور ظاہری اسباب جواب دے دیتے ہیں تو اس وقت فطرت اپنی اصلی حالت پر آجاتی ہے اور فطرت کا جو ذاتی اقتضا ہے وہ ظاہر ہونے لگتا ہے یا یوں کہو کہ جب اسی شدت اور سختی میں پھنس جاتے ہیں تو بے اختیار ہو کر اپنے اصلی رب کو پکارتے ہیں جس کی ربوبیت کا عہد الست کے وقت اقرار کر چکے ہیں اور یہ اقرار ربوبیت اس درجہ طبیعت میں راسخ ہو چکا ہے کہ جب مصیبت پہنچتی ہے تو بے قرار ہو کر اسی رب کی طرف رجوع کرنے والے ہو جاتے ہیں جس کی ربوبیت کا ازل میں اقرار کر چکے ہیں اس وقت خدا کے سوا جن کو مشکل کشا سمجھے ہوئے تھے انکو بھول جاتے ہیں مصیبت کے وقت نفسانی خواہشیں دور ہو جاتی ہیں اور فطرت اپنی اصلی حالت پر لوٹ آتی ہے۔

مثل مشہور ہے کہ مصیبت کے وقت خدا یاد آتا ہے مگر پھر تو یہ بتاتے ہیں کہ انکی یہ حالت ہوتی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ انکو اپنی طرف سے کسی مہربانی کا مزہ چکھاتا ہے تو ان میں سے ایک گروہ پھر خدا کے ساتھ شرک کرنے لگتا ہے گویا کہ انکے اس طرز عمل کا حاصل یہ ہے کہ تاکہ ناشکری کریں اس نعمت کی جو ہم نے انکو عطا کی یعنی ہم نے تو ان کو اپنی رحمت سے بلا سے نجات دی مگر اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بجائے شکر اور اطاعت کے کفران نعمت اور معصیت کرنے لگے اچھا اے لوگو! چند روز مزے اڑا لو عنقریب جان لو گے کہ اس کا انجام کیا ہوتا ہے کیا ہم نے ان لوگوں پر کوئی دلیل اور برہان نازل کی ہے پس وہ دلیل بولتی ہو اس چیز کے متعلق جس کو یہ شریک کہتے ہیں یعنی وہ دلیل

ان کو شرک کی تعلیم دیتی ہو یہ تو پچھلے مشرکوں کے حال کو بیان تھا اب آیندہ آیت میں عام انسانی جبلت کو حال بیان کرتے ہیں خواہ وہ علانیہ طور پر مشرک ہوں یا نہ ہوں اسلئے کہ بعض ضعیف الایمان اور ناقص الایمان اللہ کے فضل ہونے سے خوش ہو جاتے ہیں اور اترانے لگتے ہیں اور سختی اور مصیبت کی حالت میں مایوس ہو کر بیٹھ جاتے ہیں چونکہ یہ مایوسی بھی ایک قسم کا کفر ہے اس لیے خاص مشرکین اور کافروں کے حال کے بعد عام لوگوں کا حال بیان فرمایا تاکہ اس ضمن میں اہل ایمان کو تنبیہ ہو جائے۔

چنانچہ فرماتے ہیں اور جب ہم لوگوں کو اپنی رحمت کا مزہ چکھاتے ہیں تو خوش ہو جاتے ہیں اور اگر ان کے اعمال بد کے بدلے میں جو ان کے ہاتھوں سے کیے ہیں انہیں کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو بس وہ فوراً مایوس ہو جاتے ہیں بخلاف اہل ایمان کے کہ وہ فراخی میں نہ اتراتے ہیں اور نہ تنگی میں ناامید ہوتے ہیں وہ جانتے ہیں کہ رزق کی وسعت اور تنگی سب اللہ کی تقدیر اور اسکی مشیت اور حکمت سے ہے کیا ان کافروں نے نہیں دیکھا اور نہیں جانا کہ اللہ ہی جسے چاہتا ہے اس کے رزق میں وسعت دیتا ہے اور جس پر چاہتا ہے تنگی کرتا ہے بے شک اس میں ایمان والوں کے لیے ہماری قدرت کی نشانیاں ہیں دونوں صورتیں اللہ کی حکمت اور مشیت سے ہیں رزق کی وسعت کا دار و مدار کسی کے ذاتی استحقاق پر نہیں لہذا اہل ایمان کو چاہیئے کہ تنگی میں پریشان اور ناامید نہ ہوں اور فراخی میں مغرور اور مست ہو کر خدا کو نہ بھول جائیں لہذا فطرت سلیم کا تقاضا یہ ہے کہ اللہ ہی کو رازق سمجھے اسباب ظاہری پر اعتماد نہ کرے پس مومن کو چاہیئے کہ تنگی ہو یا فراخی ہر حال میں اپنے رب سے راضی رہے اور اسکی رضا و خوشنودی کا طلبگار رہے اپنے فائدہ پر نظر نہ رکھے پس اے انسان جب تجھے یہ معلوم ہو گیا کہ اصل رزق دینے والا حق تعالیٰ ہے تو تجھ کو چاہیئے کہ خدا کے دیئے ہوئے رزق کو اس کے حکم کے مطابق خرچ کرے لہذا صاحب قرابت کو حق قرابت دے اور انکے ساتھ صلہ رحمی کر اور مسکین اور مسافر کو انکا حق دے یعنی اگر اللہ تجھ کو فراخی دے تو یہ تین کام کر شریعت نے اقرباء اور فقراء کے ساتھ جس طرح تم کو سلوک کرنے کا حکم دیا ہے اس کے مطابق ان کے ساتھ سلوک کرو یعنی شریعت کے مطابق مالی حقوق ادا کرنا بہتر ہے ان لوگوں کے لیے جو اللہ کی رضامندی اور خوشنودی کے طلبگار ہیں اور ایسے ہی لوگ فلاح پانے والے ہیں جو محض اللہ کی خوشنودی کیلئے خرچ کرتے ہیں نہ کہ نام آوری اور کسی دنیاوی غرض کے لیے اور خویش و اقارب اور فقراء و مساکین کی اعانت اور امداد محض اللہ کی رضامندی کیلئے یہی اعلیٰ ترین تمدن ہے۔

اہل زمانہ چونکہ سودی کاروبار میں مبتلا تھے اور یہ سمجھتے تھے کہ سود سے مال میں زیادتی اور ترقی ہوتی ہے اور صدقہ و خیرات سے مال میں کمی آ جاتی ہے اسلئے آئندہ آیات میں تنبیہ فرماتے ہیں کہ یہ مت سمجھنا کہ اقرباء اور فقراء کے ساتھ سلوک اور احسان کرنے سے مال میں کمی آ جائے گی سلوک اور احسان سے مال کم نہیں ہوتا بلکہ سود سے کم ہوتا ہے چنانچہ فرماتے ہیں اور جو تم سود دیتے ہو

تاکہ لوگوں کے مال میں زیادتی ہو جائے تو وہ اللہ کے نزدیک نہیں بڑھتا حرام کے ذریعہ سے جو مال آتا ہے وہ ظاہر میں بڑھتا ہے مگر حقیقت میں گھٹتا ہے جیسے رشوت سے بظاہر مال بڑھتا نظر آتا ہے مگر درحقیقت وہ مال پیشاب اور پاخانہ کا منڈھ ہی ہے نجاست کے منڈھا ہی کو ترقی سمجھنا حماقت ہے فطرت سلیمہ اس حرص اور طمع کی اجازت نہیں دیتی اور سارا قرآن اور حدیث اسی سے بھرا ہوا ہے نجاست کے کیڑے یہ سمجھتے ہیں کہ اگر سود کا کاروبار بند ہو جائے تو ہم سب پر موت آ جائے گی ایسے کا فکر نہیں کرتے ہیں اور علماء سے کہتے ہیں کہ سود کی حرمت ترقی کی راہ میں مزاحم ہے سبحان اللہ فطرت سلیمہ کے نیچے یہ ممکن نہیں کہ وہ پیشاب کو عرق گلاب کہنے لگے اور بعض علماء اس طرف گئے ہیں کہ اس آیت میں ربا سے سود بیاج مراد نہیں بلکہ ربا سے وہ ہدیہ اور ہبہ مراد ہے جو کسی کو اس نیت سے دیا جائے کہ وہ شخص اس سے بڑھ کر احسان کر دے گا تو ایسا احسان اللہ کے نزدیک موجب اجر و برکت نہیں جیسا کہ دوسری جگہ ارشاد ہے وَلَا تَمۡنُنۡ تَسۡتَكۡثِرُ یعنی ایسا مال اللہ کے نزدیک پھلتا اور پھولتا نہیں کسی شخص کو کوئی چیز اس نیت سے دینا کہ وہ مجھے اس سے زیادہ دے گا بظاہر اگرچہ یہ ربا حرام نہیں مگر نیت اور ارادہ کے اعتبار سے یہ بھی ایک قسم کا ربا ہے۔

آیت کی یہ تفسیر ابن عباس رضی اللہ عنہ سے اور امام شافعیؒ سے منقول ہے خوب سمجھ لو شریعت کی نظر میں جس طرح ظاہری ربا حرام ہے اسی طرح باطنی اور پوشیدہ ربا بھی حرام ہے فرق صرف اس قدر ہے کہ اس کی حرمت اور نجاست ظاہر ہے اور اس کی پوشیدہ ہے اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ بتلا دیا کہ سود سے مال میں ترقی اور زیادتی نہیں ہوتی اب آگے اس کے بالمقابل زکوٰۃ اور صدقات کو بیان کرتے ہیں کہ خدا کی راہ میں خدا کی خوشنودی کے لیے خرچ کرنے سے مال میں برکت اور ترقی اور زیادتی ہوتی ہے چنانچہ فرماتے ہیں اور جو تم زکوٰۃ اور خیرات دو جس سے تمہارا مقصود محض اللہ کی رضامندی اور خوشنودی ہو تو سمجھ لو کہ ایسے ہی لوگ اپنے مال کو اضعافاً مضاعفۃ زیادہ در زیادہ کرنے والے ہیں ایک سے کم از کم دس بنانے والے ہیں ترقی تو یہ ہے حدیث میں ہے کہ صدقہ اللہ کے ہاتھ میں پہنچتا ہے اور پھر اللہ اس کو بڑھاتا ہے یہاں تک کہ احد پہاڑ کے برابر ہو جاتا ہے۔

اب آگے پھر مشرکین کی تنبیہ کے لیے توحید کو بیان کرتے ہیں خدائے برحق وہ ہے جس نے تم کو پیدا کیا پھر تم کو روزی دی تاکہ تم اسی روزی سے زندہ رہ سکو پھر تم کو موت دے گا پھر قیامت کے دن تم کو زندہ کرے گا بھلا تمہارے شرکاء میں سے بھی کوئی ایسا ہے کہ جو ان کاموں میں سے کوئی کام کر سکے یا مار سکے یا جلا سکے اور ظاہر ہے کہ کوئی کچھ نہیں کر سکتا پس ثابت ہو گیا کہ وہ پاک اور برتر ہے اس چیز سے جس کو وہ اس کا شریک ٹھہراتے ہیں کوئی اس کا شریک نہیں وہ وحدہٗ لا شریک ہے۔

ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ

پھیل پڑی ہے خرابی جنگل میں اور دریا میں لوگوں کے ہاتھ کی

أَيْدِي النَّاسِ لِيُذِيقَهُمْ بَعْضَ الَّذِي

کمائی سے چکھانا چاہیے انکو کچھ مزہ ان کے

عَمِلُوا لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ ﴿۴۱﴾ قُلْ سِيرُوا فِي

کام کا کہ شاید وہ پھر آویں تو کہہ پھرو

الْأَرْضِ فَانْظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِينَ مِنْ

ملک میں تو دیکھو آخر کیسا ہوا پہلوں کا

قَبْلُ كَانَ أَكْثَرُهُمْ مُشْرِكِينَ ﴿۴۲﴾ فَأَقِمْ وَجْهَكَ

بہت ان میں تھے شریک والے سو تو سیدھا کر اپنا منہ

لِلدِّينِ الْقَيِّمِ مِنْ قَبْلِ أَنْ يَأْتِيَ يَوْمٌ لَا مَرَدَّ لَهُ

سیدھی راہ پر اس سے پہلے کہ آپہنچے ایک دن جس کو پھرنا نہیں

مِنَ اللَّهِ يَوْمَئِذٍ يَصَّدَّعُونَ ﴿۴۳﴾ مَنْ كَفَرَ فَعَلَيْهِ

اللہ کی طرف سے اس دن لوگ جدا جدا ہوں گے جو منکر ہوا سو اس پر پڑے

كُفْرُهُ وَمَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِأَنْفُسِهِمْ يَمْهَدُونَ ﴿۴۴﴾

اس کا منکر ہونا اور جو کرے بھلے کام سو اپنی راہ سنوارتے ہیں

لِيَجْزِيَ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ مِنْ فَضْلِهِ ط

کہ وہ بدلہ دے انکو جو یقین لائے اور بھلے کام کیے اپنے فضل سے

إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الْكَافِرِينَ ﴿۴۵﴾ وَمِنْ آيَاتِهِ أَنْ يُرْسِلَ

بیشک اسکو نہیں بھاتے انکار والے اور اسکی نشانیوں میں ایک یہ کہ چلاتا ہے

الرِّيَاحَ مُبَشِّرَاتٍ وَلِيُذِيقَكُمْ مِنْ رَحْمَتِهِ وَلِتَجْرِيَ

ہوائیں خوشخبری لانے والی اور تاکہ چکھاوے تم کو کچھ مزہ اپنی مہر کا اور تاکہ چلیں

الْفُلْكُ بِأَمْرِهِ وَلِتَبْتَغُوا مِنْ فَضْلِهِ وَلَعَلَّكُمْ

جہاز اس کے حکم سے اور تاکہ تلاش کرو اس کے فضل سے اور تاکہ تم

تَشْكُرُونَ ﴿٤٦﴾ وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ رُسُلًا إِلَىٰ

حق مانو اور ہم بھیج چکے ہیں تجھ سے پہلے کتنے رسول اپنی اپنی

قَوْمِهِمْ فَجَاءُوهُمْ بِالْبَيِّنَاتِ فَانْتَقَمْنَا مِنَ الَّذِينَ

قوم کی طرف پھر آئے ان پاس نشانیاں لے کر پھر بدلہ لیا ہم نے ان سے جو

أَجْرَمُوا ۖ وَكَانَ حَقًّا عَلَيْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِينَ ﴿٤٧﴾

گنہگار تھے اور حق ہے ہم پر مدد ایمان والوں کی

ذکر وبال و نحوست کفر و معصیت در دنیا

قال اللہ تعالیٰ ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ أَيْدِي النَّاسِ لِيُذِيقَهُمْ بَعْضَ الَّذِي عَمِلُوا لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ ... الیٰ ... وَكَانَ حَقًّا عَلَيْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِينَ

ربط: گزشتہ آیات میں کفر اور شرک اور معصیت پر تہدید تھی اب ان آیات میں کفر و معصیت کی نحوست کو بیان کرتے ہیں کہ یہ ایسی منحوس چیز ہے کہ بسا اوقات دنیا ہی میں بداعمالی کی وجہ سے طرح طرح کی بلائیں اور آفتیں اور مصیبتیں پیش آتی ہیں جیسے قحط اور سیلاب اور طاعون وغیرہ اور آخرت سے پہلے دنیا ہی میں ان کو کچھ مزا چکھا دیا جاتا ہے باقی پوری سزا تو آخرت میں ملے گی اور ان دنیاوی مصائب و آفات کے نازل کرنے سے مقصد یہ ہوتا ہے کہ انسان اپنی بداعمالی پر متنبہ ہو اور خدا تعالیٰ کی طرف رجوع کرے دنیا میں چل پھر کر دیکھ لے کہ دنیا کی بڑی بڑی قومیں کفر اور معصیت کے جرم میں کیسی تباہ و برباد ہوئیں کہ آج صفحۂ ہستی پر کہیں ان کا نام و نشان نظر نہیں آتا جنگ جھگڑا فساد بھی خشکی اور تری میں جنگل اور دریاؤں میں یعنی تمام دنیا میں لوگوں کے برے اعمال کی وجہ سے فساد اور تباہی ظاہر

گئے ہیں جیسے کہ پہلے زمین سے رسول کا اور اہل ایمان کا انتقام لے لیا مجرموں کو ہلاک کیا اور اہل ایمان کی مدد کی اور ہم پر اہل ایمان کی مدد کرنا حسب وعدہ لازم تھا مطلب یہ تھا کہ محمد رسول اللہؐ بھی کوئی نئے نبی بنا کر نہیں بھیجے گئے آپ سے پہلے جن لوگوں نے انبیاءؑ سے سرکشی کی ہم نے انکو سزا دی ان آیات سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دینا مقصود ہے کہ آپ انکی تکذیب اور عداوت سے رنجیدہ نہ ہوں یہ لوگ آپ کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے ہم حسب سابق آپ کی اور اہل ایمان کی مدد کریں گے اور ان مجرموں سے آپ کا انتقام لیں گے اور اہل ایمان کی نصرت منجملہ آثار رحمت کے ہے اور سب چیزیں اسی کے تحت قدرت میں ہے اس لیے آئندہ آیات میں پھر اپنے آثار قدرت اور آثار رحمت کو ذکر کرتے ہیں کہ مختلف قسم کی ہوائیں اور مختلف قسم کے بادل اور مختلف قسم کی بارشیں سب اسکی قدرت کے کرشمے ہیں

اَللّٰهُ الَّذِیْ یُرْسِلُ الرِّیٰحَ فَتُثِیْرُ سَحَابًا فَیَبْسُطُهٗ فِی

اللہ ہے جو چلاتا ہے بادیں پھر وہ ابھارتی ہیں بدلی پھر پھیلا دیتا ہے اسکو

السَّمَآءِ كَیْفَ یَشَآءُ وَ یَجْعَلُهٗ كِسَفًا فَتَرَى الْوَدْقَ

آسمان میں جس طرح چاہے اور رکھتا ہے اس کو تہ بہ تہ پھر تو دیکھے مینہ

یَخْرُجُ مِنْ خِلٰلِهٖ ۚ فَاِذَاۤ اَصَابَ بِهٖ مَنْ یَّشَآءُ مِنْ

نکلتا ہے اسکے بیچ سے پھر جب اس کو پہنچایا جس کو چاہے اپنے

عِبَادِهٖۤ اِذَا هُمْ یَسْتَبْشِرُوْنَ ﴿۴۸﴾ وَ اِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلِ

بندوں میں تبھی وہ لگے خوشیاں کرنے اور پہلے ہو رہے تھے

اَنْ یُّنَزَّلَ عَلَیْهِمْ مِّنْ قَبْلِهٖ لَمُبْلِسِیْنَ ﴿۴۹﴾ فَانْظُرْ

اس کے اترنے سے پہلے ہی ناامید سو دیکھ

اِلٰۤى اٰثٰرِ رَحْمَتِ اللّٰهِ كَیْفَ یُحْیِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ؕ

مہر کے نشان کیونکر جلاتا ہے زمین کو اسکے مرے پیچھے

اِنَّ ذٰلِكَ لَمُحْیِ الْمَوْتٰى ۚ وَ هُوَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ

بیشک وہ ہے مردے جلانے والا اور وہ ہر چیز پر

قَدِيرٌ ﴿٥٠﴾ وَلَئِنْ أَرْسَلْنَا رِيحًا فَرَأَوْهُ مُصْفَرًّا لَّظَلُّوا

سکتا ہے — اور اگر ہم بھیجیں ایک باؤ پھر دیکھیں وہ کھیتی زرد ہو گئی

مِن بَعْدِهِ يَكْفُرُونَ ﴿٥١﴾ فَإِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتَىٰ وَلَا

تو لگیں اس پیچھے ناشکری کرنے — سو تو سنا نہیں سکتا مُردوں کو — اور نہیں

تُسْمِعُ الصُّمَّ الدُّعَاءَ إِذَا وَلَّوْا مُدْبِرِينَ ﴿٥٢﴾ وَمَا أَنتَ

سنا سکتا بہروں کو پکارنا جب پھریں پیٹھ دے کر — اور نہ تو راہ

بِهَادِ الْعُمْيِ عَن ضَلَالَتِهِمْ ۖ إِن تُسْمِعُ إِلَّا مَن يُؤْمِنُ

سوجھا دے اندھوں کو ان کے بھٹکنے سے تو تو سنا دے اسکو جو یقین مانے

بِآيَاتِنَا فَهُم مُّسْلِمُونَ ﴿٥٣﴾ اللَّهُ الَّذِي خَلَقَكُم مِّن

ہماری باتوں سو وہ مسلمان ہوتے ہیں — اللہ ہے جس نے بنایا تم کو

ضَعْفٍ ثُمَّ جَعَلَ مِن بَعْدِ ضَعْفٍ قُوَّةً ثُمَّ جَعَلَ

کمزوری سے پھر دیا کمزوری کے پیچھے زور پھر دے گا

مِن بَعْدِ قُوَّةٍ ضَعْفًا وَشَيْبَةً ۚ يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ ۖ وَ

زور پیچھے کمزوری اور سفید بال — بناتا ہے جو چاہے اور

هُوَ الْعَلِيمُ الْقَدِيرُ ﴿٥٤﴾ وَيَوْمَ تَقُومُ السَّاعَةُ يُقْسِمُ

وہ ہے سب جانتا کر سکتا — اور جس دن قائم ہوگی قیامت قسمیں کھاویں گے

الْمُجْرِمُونَ مَا لَبِثُوا غَيْرَ سَاعَةٍ ۚ كَذَٰلِكَ كَانُوا

گنہگار — کہ ہم نہیں رہے ایک گھڑی سے زیادہ — اسی طرح تھے

يُؤْفَكُونَ ﴿٥٥﴾ وَقَالَ الَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ وَالْإِيمَانَ

الٹے جاتے — اور کہیں گے جن کو ملی سمجھ اور یقین

لَقَدْ لَبِثْتُمْ فِیْ کِتٰبِ اللّٰهِ اِلٰی یَوْمِ الْبَعْثِ فَهٰذَا

تمہارا ٹھہراؤ تھا اللہ کے لکھے میں جی اٹھنے کے دن تک سو یہ

یَوْمُ الْبَعْثِ وَلٰکِنَّکُمْ کُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۵۶﴾ فَیَوْمَئِذٍ

ہے جی اٹھنے کا دن پر تم نہ تھے جانتے سو اس دن

لَّا یَنْفَعُ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا مَعْذِرَتُهُمْ وَلَا هُمْ یُسْتَعْتَبُوْنَ ﴿۵۷﴾

کام نہ آوے گی ان گنہگاروں کو تقصیر بخشوانی اور نہ ان سے کوئی منانا چاہے

ذکر بعض دلائل قدرت برائے اثبات قیامت

قال اللہ تعالیٰ اَللّٰهُ الَّذِیْ یُرْسِلُ الرِّیٰحَ ۔۔۔ الیٰ ۔۔۔ وَلَا هُمْ یُسْتَعْتَبُوْنَ

ربط: گذشتہ آیات میں زیادہ تر ایسے دلائل قدرت ذکر کئے جو الوہیت اور وحدانیت کے مثبت تھے اب ایسے چند دلائل قدرت ذکر کرتے ہیں کہ جو قیامت اور فناء عالم اور بعث بعد الموت اور حیات ثانیہ کے لیے مثبت ہوں اور بعد ازاں کچھ احوال قیامت کو بیان کیا۔

چنانچہ فرماتے ہیں خداوند حق وہ ہے جو بھیجتا ہے ہوائیں پھر اٹھالاتی ہیں وہ ہوائیں ابر کو پھر پھیلا دیتا ہے اللہ اس ابر کو آسمان کی جانب میں جس طرح چاہتا ہے کہیں کم اور کہیں زیادہ اور کہیں سفید اور کہیں سیاہ پھر اسکو تہ بہ تہ کر دیتا ہے پھر تو دیکھتا ہے کہ بارش اس ابر کے درمیان سے نکلتی ہے اور جہاں جتنی بارش چاہتا ہے اتنی ہی بارش ہوتی ہے پھر جب خدا اس بارش کو اپنے بندوں میں سے جس کو پہنچاتا ہے تو ناگاہ وہ خوش ہو جاتے ہیں اور انکو قحط کے دور ہونے کی امید ہو جاتی ہے اور تحقیق وہ اس بارش کے نازل ہونے سے پہلے ناامید تھے یعنی بارش کے نازل ہونے سے ان کی ناامیدی امید میں بدل گئی بارانِ رحمت کے نزول کا اصل سبب تو حق تعالیٰ کا ارادہ اور مشیت ہے اور فلاسفہ جو یہ کہتے ہیں کہ سمندر سے بخارات بذریعہ ہوا بلند ہو کر کچھ سبب بن کر برستے ہیں اگر یہ امر کسی دلیل قطعی سے ثابت بھی ہو جائے تو یہ محض ایک ظاہری سبب ہے اور ظنی ہے قطعی نہیں یہ سب چیزیں اللہ کے فعل کے ظہور کے اسباب ہیں بالذات موثر نہیں ان میں سے بندہ کے اختیار میں کوئی چیز نہیں لہٰذا چاہیے کہ خدا کی قدرت کاملہ پر نظر رکھیں اور اسی پر اعتماد کریں بندوں کا کبھی خوش ہونا اور کبھی رنجیدہ ہونا اس بات کی علامت ہے کہ ان کی نظر اسباب ظاہری پر ہے اللہ کی قدرت

کا مدار ہو نظر نہیں اور اسکی رحمت پر اعتماد نہیں ۔

حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ جمعہ پڑھ رہے تھے کہ ایک اعرابی کھڑا ہوا اور عرض کیا یا رسول اللہ قحط کی وجہ سے اہل و عیال بھوکے ہیں آپ دعا فرمادیں کہ اللہ تعالیٰ ہم پر باران رحمت نازل فرمادے آپ نے اسی وقت ہاتھ اٹھا کر دعا مانگی حضرت انس کہتے ہیں کہ اس وقت ہوسکتا آفتاب کی تمازت سے آسمان میں ابر کا نام و نشان نہ تھا ادھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاتھ اٹھا کر بارش کی دعا فرمائی کہ یکایک کوہ سلع کی طرف سے ابر کا ایک ٹکڑا نمودار ہوا اور پھیل کر آسمان کو محیط ہوگیا اور بارش شروع ہوگئی ۔ اور نماز سے فارغ ہو کر اس بارش میں ہم اپنے گھروں کو واپس ہوئے اسی طرح وہ پانی آٹھ روز تک مسلسل برستا رہا یہاں تک کہ دوسرے جمعہ میں وہی شخص یا کوئی دوسرا شخص اثناء خطبہ کھڑا ہوا جس نے پہلے جمعہ کو بارش کی التجا کی تھی اس نے یا کسی اور شخص نے عرض کیا، یا رسول اللہ کثرت بارش سے راستے بند ہو گئے اور مکانات منہدم ہوگئے آپ نے پھر ہاتھ اٹھا کر دعا کی اللھم حوالینا ولا علینا اے اللہ پہاڑوں و دیگر پہاڑوں اور ٹیلوں پر بارش ہو اور ہم پر نہ ہو اسی وقت بادل کھل گیا اور بارش بند ہوگئی ۔

معلوم ہوا کہ یہ اسباب ظاہرہ جن کے تلازم میں ہیں اگر ثابت ہو جائیں تو کوئی مستقل اور قطعی چیز نہیں اصل سبب اللہ کی قدرت اور اس کا ارادہ و مشیت ہے ۔

پس اے مخاطب تو اللہ تعالیٰ کے آثار رحمت کی طرف نظر کر اور دیکھ کر وہ خدا کس طرح زمین کو مردگی اور افسردگی کے بعد زندہ کر دیتا ہے تحقیق جو ذات پاک زمین کو مردگی کے بعد زندہ کرتی ہے وہی ذات قیامت کے دن مردوں کو زندہ کرے گی اور وہ تو ہر چیز پر قادر ہے اسکی قدرت تمام مخلوقات کے ساتھ یکساں ہے اور بارش کا برسنا اور سبزہ کا اگنا اس کی طبیعت کا ذاتی اقتضا نہیں بلکہ ہماری مشیت کے تابع ہے اس لئے کہ اگر ہم ایسی ہوا بھیجیں جو کھیتوں کو ہلاک کرنے والی ہو تو یہ اپنے کھیتوں کو زرد دیکھیں کہ وہ کھیتی خشک ہو جاتی اور اس سے فائدہ نہ اٹھا سکیں تو اس کے بعد وہ ناشکری کرنے والے ہو جائیں اور گلہ یا آپس میں منہ سے بکنے لگیں غرض یہ کہ اللہ کی قدرت طرح طرح کے رنگ دکھاتی ہے کبھی مبشرات کے رنگ میں اور کبھی آفات کے رنگ میں پس اے نبی جس شخص نے ان واضح آیات قدرت اور صریح آثار رحمت کو دیکھ کر اور مردہ زمین کے زندہ ہونے کا انکار کیا تو ایسا شخص خود مردہ ہے آپ اس کے انکار سے رنجیدہ و غمگین نہ ہوجیے تحقیق آپ مُردوں کو نہیں سنا سکتے اور نہ بہروں کو اپنی آواز اور پکار سنا سکتے ہیں خاص کر جب وہ پیٹھ پھیر کر چل دیں بہرا اول تو کسی کی پکار نہیں سن سکتا اور اس پر مزید یہ کہ وہ پیٹھ پھیر کر بھاگے تو ایسی حالت میں اس کا سننا اور بھی ناممکن ہو جاتا ہے اس لئے کہ اگر بہرے کا منہ پکارنے والے کی طرف ہو تو ممکن ہے کہ لب و دہان کی یا سر کی حرکت سے یا ہاتھ کے اشارہ سے کچھ

سمجھ لے لیکن جب بہرے نے بات کرنے والے کی طرف پشت کر دی تو اس سے بھی محروم ہو گیا اسے بس آپ میں یہ قدرت نہیں کہ آپ ان اندھوں کو راہ دکھا سکیں اور ان کی گمراہی سے ان کو ہٹا سکیں بس اگر ایسے مُردے اور اندھے اور بہرے ان آیات قدرت پر ایمان نہ لائیں تو کوئی تعجب کی بات نہیں آپ ان ہی لوگوں کو سنا سکتے ہیں جو ہماری نشانیوں پر یقین رکھتے ہیں اور پھر وہ ہمارے مطیع اور فرمانبردار ہیں یعنی جن لوگوں کے دل زندہ ہیں وہ ہماری باتوں کو سنتے اور مانتے ہیں ۔

ف اس آیت میں ۔ الموتیٰ سے کفار مراد ہیں مُردہ دل ہونے کی وجہ سے ان پر موتیٰ کا اطلاق کر دیا گیا یعنی جن کے دل مُردہ ہو چکے ہیں ان پر کلام ہدایت کچھ اثر نہیں کرتا باقی سماع موتیٰ کی تحقیق سورۂ نمل کے آخری رکوع میں گذر چکی ہے مسئلہ سماع موتیٰ احادیث کثیرہ سے ثابت ہے ۔

ف ظاہر اسباب میں مُردہ کا سنانا محال ہے اور بہرے اور اندھے کا سنانا کسی درجہ میں ممکن ہے اشارہ اس طرف ہے کہ بعض کافر تو بالکل مُردہ ہو چکے ہیں اور بعض بمنزلہ اندھے اور بہرے کے ہیں اگر توجہ کریں تو ممکن ہے کہ راہ راست پر آجائیں یہ لوگ اگر اپنے جسمانی اور بدنی تغیرات اور انقلابات میں غور کریں تو اعادت کے بھی قائل ہو جائیں اور حشر و نشر کے بھی قائل ہو جائیں آئندہ آیت میں بھی یہی مضمون ہے خداوند مطلق اور معبود برحق وہ ہے جس نے تم کو ناتوانی اور کمزوری سے پیدا کیا نطفہ سے کہ بچپن تک زیادہ کمزوری ہے پھر کمزوری کے بعد اس نے تم کو قوت دی یعنی جوانی دی پھر قوت اور توانائی کے بعد تم کو کمزوری اور بڑھاپا دیا جس طرح چاہتا ہے پیدا کرتا ہے کبھی کمزوری اور کبھی توانائی کبھی تندرستی اور کبھی بیماری اسی طرح قوت اور ضعف کے بیابانوں میں تمہیں پھیاں دے رہا ہے اور وہ علم والا اور قدرت والا ہے ضعف اور قوت کی پھیاں دے کر تمہیں اپنی قدرت اور تمہاری لاچارگی کا تماشا دکھا رہا ہے اور علیم و قدیر وہ ہے کہ جو صفتوں اور کیفیتوں کے بدلنے پر قادر ہو یہ مشرکین اور منکرین قیامت اگر اپنے جسمانی تغیرات میں ذرا غور کریں تو اعادت کے بھی قائل ہو جائیں اور قیامت کے بھی قائل ہو جائیں ۔

یہ تو کافروں کی دنیاوی حماقت اور جہالت کا بیان تھا کہ دنیا میں کفر اور شرک کیا اور انبیاء کی دعوت کو رد کیا اب آئندہ آیت میں اخروی جہالت اور حماقت کو بیان کرتے ہیں اور جس دن قیامت قائم ہوگی تو مجرمین قسم کھائیں گے کہ وہ دنیا میں یا عالم برزخ میں ایک گھڑی سے زیادہ نہیں ٹھہرے اسی طرح دنیا میں جھوٹ بولا کرتے تھے یعنی جیسے اس وقت جھوٹ بولے اسی طرح کہ اس سے پہلے دنیا میں جھوٹ بولا کرتے تھے عالم آخرت میں پہنچنے کے بعد دنیا یا برزخ کا رہنا ایسا معلوم ہوگا کہ گویا کہ دنیا میں ایک ساعت رہے آخرت کی صعوبات اور آفات دیکھنے

کے بعد دنیا خوب دیکھ بھال ہو جائیگی اور جن کو علم اور ایمان دیا گیا وہ ان مجرمین سے کہیں گے کہ تم جھوٹ بولتے ہو۔

البتہ تحقیق تم دنیا میں اللہ کے لکھنے کے مطابق قیامت تک ٹھہرے ہو سو یہی وہ جی اٹھنے کا دن ہے جس کا پہلے تم انکار کیا کرتے تھے لیکن اب اس کا انکار ناممکن ہے اس لیے کہ وہ دن سب تمہارے سامنے آگیا اور مشاہدہ کے بعد انکار محال ہے لیکن تم تو پہلے ہی جاہل نادان تھے جس وجہ سے قیامت کی تکذیب کیا کرتے تھے اور کہا کرتے تھے کہ قیامت کب آئے گی۔

پس اس دن ان ظالموں کو ان کی معذرت یعنی عذر خواہی کوئی نفع نہ دے گی تاکہ عذر کر کے کوئی عذر ان کو فائدہ نہ دے گا اور نہ ان کو خدا کی رضا جوئی کا کوئی موقع دیا جائے گا بلکہ صرف جزاء اور سزا کا دن ہوگا اس دن نہ کسی کا کوئی عذر مقبول ہوگا اور نہ توبہ وغیرہ کے ذریعہ خدا تعالیٰ کو راضی کرنے کا موقع ملے گا وہ اگر توبہ کریں اور آئندہ کے لیے ایمان اور طاعت کا وعدہ کریں اور یہ درخواست کریں کہ ہم کو دنیا میں لوٹا دیا جائے تو یہ درخواست قبول نہ ہوگی

کما قال تعالیٰ وَاِنْ يَّسْتَعْتِبُوْا فَمَا هُمْ مِّنَ الْمُعْتَبِيْنَ

وَلَقَدْ ضَرَبْنَا لِلنَّاسِ فِيْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ

اور ہم نے بٹھلائی ہے آدمیوں کو اس قرآن میں ہر طرح کی کہاوت

وَلَئِنْ جِئْتَهُمْ بِاٰيَةٍ لَّيَقُوْلَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ اَنْتُمْ

اور جو تو لادے ان پاس کوئی آیت تو ضرور کہیں وہ منکر تم جھوٹ

اِلَّا مُبْطِلُوْنَ ﴿۵۸﴾ كَذٰلِكَ يَطْبَعُ اللّٰهُ عَلٰي قُلُوْبِ الَّذِيْنَ

بناتے ہو یوں مہر کرتا ہے اللہ ان کے دلوں پر جو

لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۵۹﴾ فَاصْبِرْ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّلَا

سمجھ نہیں رکھتے سو تو ٹھہرا رہ بے شک اللہ کا وعدہ ٹھیک ہے اور

يَسْتَخِفَّنَّكَ الَّذِيْنَ لَا يُوْقِنُوْنَ ﴿۶۰﴾

اکھاڑ نہ دیں تجھ کو جو یقین نہیں لاتے

ع ۶

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

تفسیر سورۂ لقمان

سورۂ لقمان مکی ہے اس میں چونتیس آیتیں اور چار رکوع ہیں چونکہ اس سورت میں تفصیل کے ساتھ لقمان حکیم کا قصہ مذکور ہے اس لیے یہ سورت لقمان کے نام سے موسوم ہوئی جمہور علماء اسلام اور سلف صالحین کا متفق قول یہ ہے کہ لقمان حکیم اور دانا تھے مگر نبی نہ تھے عکرمہ سے نقل کیا جاتا ہے کہ وہ نبی تھے مگر سنداً اس کی ضعیف ہے سوڈان کے رہنے والے تھے تجارت ان کا پیشہ تھا بعض کہتے ہیں کہ وہ خیاط (درزی) تھے اور بعض کہتے ہیں کہ وہ بکریاں چرایا کرتے تھے واللہ اعلم بعض کہتے ہیں کہ وہ ایوب علیہ السلام کے بھانجے تھے اور بعض کہتے ہیں کہ وہ ان کے خالہ زاد بھائی تھے ایوب علیہ السلام سے علم حاصل کیا طویل عمر پائی یہاں تک کہ داؤد علیہ السلام کا زمانہ پایا داؤد علیہ السلام کی بعثت سے پہلے بنی اسرائیل کے قاضی اور مفتی تھے جب داؤد علیہ السلام مبعوث ہوئے تو فتویٰ دینا چھوڑ دیا اور فرمایا کہ نبی کا وجود ہی کافی ہے۔

ربط (۱) گزشتہ سورت کے اخیر میں لفظ وَلَقَدْ ضَرَبْنَا لِلنَّاسِ فِي هٰذَا الْقُرْاٰنِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ میں قرآن کے اعجاز اور حقانیت کی طرف اشارہ تھا اب اس سورت کے شروع میں پھر قرآن کی حقانیت کو بیان کرتے ہیں کہ یہ کتاب رحمت ہے اور کتاب ہدایت اور کتاب حکمت ہے اس کو قبول کرنا اور اس پر ایمان لانا باعث سعادت ہے اور اس کتاب حکمت کو چھوڑ کر لہو الحدیث یعنی گانے بجانے اور ناولوں اور افسانوں اور کہانیوں کی طرف مائل ہونا شقاوت کی علامت ہے اس سلسلہ میں اللہ تعالیٰ نے سفہاء اور اشقیاء کا حال بیان کیا کہ جو لوگ قرآن کو چھوڑ کر گانے بجانے کی طرف مائل ہیں اور دین کی باتوں کا مذاق اڑاتے ہیں یہ لوگ بدنصیب ہیں محروم رہا اور پھر ان کے مقابلہ میں عقلاء اور سعداء کا حال بیان کیا جو آخرت پر یقین رکھتے ہیں۔

ربط (۲) حق جل شانہ نے اس سورت میں لقمان حکیم کی حکیمانہ اور عاقلانہ نصائح کا ذکر فرمایا جو توحید کی دعوت اور شرک کی مذمت پر اور مکارم اخلاق اور محاسن اعمال کی ترغیب پر اور اخلاق ذمیمہ اور افعال قبیحہ سے ترہیب پر مشتمل ہیں جن سے یہ جتلانا مقصود ہے کہ توحید اور مکارم اخلاق تمام حکماء اور عقلاء کے نزدیک مستحسن ہیں اور یہ تمام امور فطری ہیں عقل سلیم اور فطرت سلیم ان کو قبول کرتی ہے اور شرک عقلاً قبیح ہے اور خلاف فطرت ہے اور گزشتہ سورت میں فَأَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّيْنِ حَنِيْفًا میں جس دین قیم پر قائم رہنے کا حکم دیا گیا تھا وہ یہی دین توحید ہے جس کی لقمان حکیم نے اپنے

بیٹے کو وصیت کی لوگوں کو چاہیے کہ ان نصیحتوں کو حرز جان بنائیں

ربط (۳) نیز گزشتہ سورت میں مبدا اور معاد کا ذکر تھا اس سورت میں مبدا اور معاد کا اور دونوں قدرت کا ذکر ہے۔

ربط (۴) نیز گزشتہ سورت کے ختم میں ان لوگوں کی مذمت تھی کہ جو اللہ کے وعدہ پر بھروسہ نہیں کرتے بلکہ اسباب ظاہری پر بھروسہ کرتے ہیں اور اس سورت کے شروع میں ان لوگوں کی مدح ہے جو آخرت پر اور اللہ کے وعدوں پر یقین رکھتے ہیں۔

ربط (۵) نیز گزشتہ سورت کے اخیر میں قیامت کا ذکر تھا اور اس سورت کے اخیر میں یہ بتایا کہ قیامت کا علم سوائے خدا کے کسی کو نہیں۔

خلاصہ کلام یہ کہ اس سورت کی شروع آیات میں اللہ تعالیٰ نے سعداء اور اشقیاء کے مراتب اور مقامات کا فرق بیان کیا اور چونکہ یہ سورت مکی تھی اس لیے نزول آیات کے وقت دونوں فریق موجود تھے لہٰذا سعداء کا مصداق اولین صحابہ اور تابعین ہوں گے اور اشقیاء سے مراد کفار ہوں گے زمانہ نزول القرآن۔

آیاتہا ۳۴ (۳۱) سورۃ لقمٰن مکیۃ (۵۷) رکوعاتہا ۴

سورۂ لقمان مکی ہے اس میں چونتیس آیتیں اور چار رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان ہے نہایت رحم والا

الٓمّٓ ۞ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْحَكِيْمِ ۞ هُدًى وَّرَحْمَةً

یہ آیتیں ہیں پکی کتاب کی — سوجھ ہے اور مہر نیکی

لِّلْمُحْسِنِيْنَ ۞ الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ

والوں کو — جو کہ قائم رکھتے ہیں نماز — اور دیتے ہیں

الزَّكٰوةَ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ ۞ اُولٰٓئِكَ عَلٰى

زکوٰۃ — اور وہ ہیں جو آخرت کو وہ یقین کرتے ہیں — وہ لوگ ہیں سوجھ پر

هُدًى مِّنْ رَّبِّهِمْ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۞ وَمِنَ

اپنے رب کی طرف سے — اور وہی ہیں جن کا بھلا ہے — اور ایک

النَّاسِ مَنْ يَّشْتَرِيْ لَهْوَ الْحَدِيْثِ لِيُضِلَّ عَنْ
لوگ ہیں کہ خریدار ہیں کھیل کی باتوں کے تا بچلا دیں اللہ
سَبِيْلِ اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۖ وَّيَتَّخِذَهَا هُزُوًا ۭ اُولٰۗىِٕكَ
کی راہ سے بن سمجھے اور ٹھہراویں اسکو ہنسی وہ جو ہیں
لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ۝ وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِ اٰيٰتُنَا وَلّٰى
انکو ذلت کی مار ہے اور جب سنئیے اسکو ہماری باتیں پیٹھ دے
مُسْتَكْبِرًا كَاَنْ لَّمْ يَسْمَعْهَا كَاَنَّ فِيْٓ اُذُنَيْهِ وَقْرًا ۚ
جاوے غرور سے گویا ان کو سنا ہی نہیں گویا اس کے دو کان بہرے ہیں
فَبَشِّرْهُ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ۝ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا
سو خوشخبری دے اس کو دکھ والی مار کی جو لوگ یقین لائے اور کیے
الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ جَنّٰتُ النَّعِيْمِ ۝ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۭ وَعْدَ
بھلے کام ان کو ہیں نعمت کے باغ رہا کریں ان میں وعدہ
اللّٰهِ حَقًّا ۭ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ
ہو چکا اللہ کا سچا اور وہ زبردست ہے حکمتوں والا بنائے آسمان
بِغَيْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا وَاَلْقٰى فِي الْاَرْضِ رَوَاسِيَ
بن کھمبے اسے دیکھتے ہو اور ڈالے زمین پر بوجھ
اَنْ تَمِيْدَ بِكُمْ وَبَثَّ فِيْهَا مِنْ كُلِّ دَاۗبَّةٍ ۭ وَاَنْزَلْنَا
کہ تم کو لے کر جھک نہ پڑے اور بکھیرے اس میں سب طرح کے جانور اور اتارا ہم نے
مِنَ السَّمَاۗءِ مَاۗءً فَاَنْۢبَتْنَا فِيْهَا مِنْ كُلِّ زَوْجٍ كَرِيْمٍ ۝
آسمان سے پانی پھر اگائے زمین میں ہر قسم کے جوڑے خاصے

پ۲۱

هٰذَا خَلْقُ اللّٰهِ فَاَرُوْنِيْ مَاذَا خَلَقَ الَّذِيْنَ مِنْ

یہ کچھ بنایا ہے اللہ کا اب دکھاؤ مجھ کو کیا بنایا ہے اوروں نے جو

دُوْنِهٖ ؕ بَلِ الظّٰلِمُوْنَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۱۱﴾

اسکے سوا ہیں کوئی نہیں پر بے انصاف صریح بھٹکتے ہیں

آغاز سورت بمدح کتاب ہدایت و حکمت

و بیان حال و مآل سعداء مفلحین و اشقیاء خاسرین

قال اللہ تعالیٰ الٓمّٓ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْحَكِيْمِ ... الیٰ ... بَلِ الظّٰلِمُوْنَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ

ربط: یہ سورت سورۂ لقمان کے نام سے موسوم ہے جس میں لقمان حکیمؒ کے کلمات حکمت اور مواعظ مکارم اخلاق اور محاسن اعمال کا ذکر ہے اس لیے سورت کا آغاز قرآن کریم کی مدح اور توصیف سے کیا گیا کہ یہ قرآن اللہ کی نازل کردہ کتاب حکمت و ہدایت ہے جس سے بڑھ کر کوئی کتاب نہیں گزشتہ سورت کے اخیر میں قرآن کریم کے اعجاز اور اس کے کلام حق کا ذکر تھا اور یہ بتلایا تھا کہ جاہل اور بے علم لوگ اس کو قبول نہیں کرتے اس سورت کے شروع میں اہل قرآن کی مدح اور توصیف ذکر فرمائی اور اس کے بعد سعداء مفلحین اور اشقیاء خاسرین کا حال اور مآل اور ان کے مراتب اور مقامات کو بیان کیا تاکہ دونوں فریق میں کمال تباین ظاہر ہوجائے جیسا کہ گزشتہ سورت کی آیت وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ يَوْمَئِذٍ يَّتَفَرَّقُوْنَ میں ذکر تھا کہ قیامت کے دن نیک و بد ہر قسم کے لوگ الگ الگ کردیے جائیں گے۔

اور چونکہ سورۂ لقمان مکیہ ہے لہٰذا ان سعداء مفلحین کا مصداق مہاجرین اولین ہوں گے[1] چنانچہ فرماتے ہیں الٓمّٓ اس کے معنی اللہ تعالیٰ ہی کو معلوم ہیں یہ سورت آیتیں ہیں حکمت والی کتاب کی درآنحالیکہ وہ مشتمل ہدایت اور عظیم رحمت ہیں نیکوکاروں کے لیے جو خدا کی اس طرح عبادت کرتے ہیں گویا کہ وہ اپنے پروردگار کو دیکھ رہے ہیں جو نماز کو ٹھیک ٹھیک ادا کرتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور وہ لوگ آخرت کا علم یقین رکھتے ہیں آخرت ہر وقت ان کے پیش نظر رہتی ہے اور وہ دنیا کو سرائے فانی سمجھتے ہیں ہدایت اور صلاح اور فلاح کی اصل جڑ آخرت کا یقین ہے وہ سب نیک ہیں ایسے ہی بندے اپنے رب کی طرف سے عظیم ہدایت پر ہیں اور ایسے ہی بندے فلاح پانے والے ہیں یعنی رضاء الٰہی کو

[1] یہ نکتہ ازالۃ الخفاء مصنفہ شاہ ولی اللہؒ سے لیا گیا ہے۔

اور عکرمہؒ اور سعید بن جبیرؒ اور مجاہدؒ اور مکحولؒ اور عمرو بن شعیبؒ اور علی بن بذیمہؒ اور حسن بصریؒ (علماء تابعین) سے یہی منقول ہے کہ یہ آیت غنا مزامیر کے بارہ میں نازل ہوئی۔

دیکھو تفسیر ابن کثیر ص ۴۴۲ ج ۳

اور جو غنا کہ خوش الحانی اور تحسین نغمات کے ساتھ بر عایت قواعد موسیقی ہو وہ بالاتفاق حرام ہے غرض یہ کہ اس آیت میں لہو الحدیث سے کھیل تماشے کہانیاں اور گانے بجانے کا سامان مراد ہے جیسے باجا اور بانسری اور موسیقی اور ستار اور سارنگی اور خرافات اور عشقیہ قصے اور ناول اور افسانہ جات اور گانے بجانے والی لڑکیاں یہ سب چیزیں لہو الحدیث کے عموم میں داخل ہیں اور یہ سب چیزیں باجماع صحابہ و تابعین و باتفاق ائمہ مجتہدین حرام ہیں جن کے حرام ہونے میں ذرہ برابر شبہ نہیں اور گانا بجانا تو تمام شریعتوں اور دینوں میں حرام رہا ہے یہ نفسانی اور شہوانی چیزیں کسی دین میں کبھی بھی جائز نہیں ہوئیں اور غنا اور مزامیر کی حرمت میں بے شمار احادیث آئی ہیں جن کو علامہ ابن حجر مکی نے کتاب الزواجر میں ذکر کیا ہے۔

جاننا چاہئے کہ اس قسم کے مجلات اور خرافات اور ناولوں اور افسانوں کا پڑھنا بلاشبہ حرام ہے اور جب کہ ان سے مقصود استماع حق اور سماعت قرآن سے روکنا ہو تو وہ بلاشبہ کفر ہے دشمنان حق کا طریقہ یہی رہا ہے کہ استماع حق سے باز رکھنے کے لیے کوئی نہ کوئی مستقل مشغلہ کھڑا کرتے ہیں اور حق کا مذاق اڑاتے ہیں اور جب انکو حق بات سننے کی کوشش کی جاتی ہے تو ناک بھوں چڑھاتے ہیں۔ گویا کہ انہوں نے کچھ سنا ہی نہیں اور تکبر و ناز سے گردن ہلاتے ہوئے چلے جاتے ہیں ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے اس قسم کے لوگوں کا حال بیان کیا اور وعید اور عذاب کی بشارت دی ہے۔

اہل ایمان اور عاشقان قرآن کیلئے بشارت

اب آئندہ آیات میں اہل ایمان کا حال اور مآل کا ذکر کرتے ہیں کہ اہل ایمان کا حال ان کے برعکس ہے کہ وہ لوگ جب آیات قرآنی کو سنتے ہیں تو گردن جھکا دیتے ہیں اور ہمہ تن گوش بن جاتے ہیں ان کا انجام وہ ہے جس کو آئندہ آیت میں بیان کرتے ہیں بالیقین جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام کیے ان کے لیے نعمتوں کے باغ ہیں جن میں وہ ہمیشہ رہیں گے اللہ عزوجل نے ان سے پکا وعدہ کیا ہے جو پورا ہو کر رہے گا اور وہ خدا تعالیٰ عزت والا اور حکمت والا ہے اور اگر تم اس کی شان عزت و حکمت کو پہچاننا چاہتے ہو تو اس کے عجائب قدرت میں غور کرو تحقیق اسی نے آسمانوں کو بلا ستونوں کے پیدا کیا جیسا کہ تم دیکھتے ہو کہ آسمان بلا عمود کے [illegible] اس کی کمال عظمت کی دلیل ہے کہ اس نے اتنا عظیم اور طویل و عریض جسم بغیر عمود کے پیدا کر دیا اور

لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا وَصَاحِبْهُمَا فِي

جس کو تو نہیں جانتا تو ان کا کہا مت مان اور ساتھ دے ان کا

الدُّنْيَا مَعْرُوفًا ۖ وَاتَّبِعْ سَبِيلَ مَنْ أَنَابَ إِلَيَّ ۚ ثُمَّ

دنیا میں دستور سے اور راہ چل اس کی جو رجوع ہوا میری طرف پھر

إِلَيَّ مَرْجِعُكُمْ فَأُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿١٥﴾ يَا بُنَيَّ

میری طرف ہے تم کو پھر آنا پھر میں جتا دوں گا تم کو جو کچھ تم کرتے تھے اے بیٹے

إِنَّهَا إِنْ تَكُ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِنْ خَرْدَلٍ فَتَكُنْ فِي

اگر کوئی چیز ہو برابر رائی کے دانے کے پھر وہ ہو کسی پتھر میں یا

صَخْرَةٍ أَوْ فِي السَّمَاوَاتِ أَوْ فِي الْأَرْضِ يَأْتِ بِهَا اللَّهُ ۚ

آسمانوں میں یا زمین میں لا حاضر کرے اس کو اللہ

إِنَّ اللَّهَ لَطِيفٌ خَبِيرٌ ﴿١٦﴾ يَا بُنَيَّ أَقِمِ الصَّلَاةَ وَأْمُرْ

بےشک اللہ جانتا ہے چھپی ہوئی چیزوں کو خبردار اے بیٹے قائم رکھ نماز اور سکھلا

بِالْمَعْرُوفِ وَانْهَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَاصْبِرْ عَلَىٰ مَا أَصَابَكَ ۖ

بھلی بات اور منع کر برائی سے اور سہار جو تجھ پر پڑے

إِنَّ ذَٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْأُمُورِ ﴿١٧﴾ وَلَا تُصَعِّرْ خَدَّكَ

بےشک یہ ہیں ہمت کے کام اور اپنے گال مت پھلا

لِلنَّاسِ وَلَا تَمْشِ فِي الْأَرْضِ مَرَحًا ۖ إِنَّ اللَّهَ لَا

لوگوں کی طرف اور مت چل زمین پر اتراتا بے شک اللہ کو نہیں

يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُورٍ ﴿١٨﴾ وَاقْصِدْ فِي مَشْيِكَ وَ

بھاتا کوئی اتراتا بڑائیاں کرنے والا اور چل بیچ کی چال اور

وَاغْضُضْ مِنْ صَوْتِكَ ۭ اِنَّ اَنْكَرَ الْاَصْوَاتِ لَصَوْتُ الْحَمِيْرِ ۝۱۹

نیچی کر اپنی آواز بے شک بری سے بری آواز گدھوں کی آواز ہے

ذکر نصائح لقمان علیہ السلام سراپا حکمت و عرفان

قال اللہ تعالیٰ ولقد آتینا لقمٰن الحکمۃ ... الیٰ ... ان انکر الاصوات لصوت الحمیر

ربط: گزشتہ آیات میں مشرکین کے فساد اعتقاد کو بیان کیا اور بتلایا کہ جہالت اور عناد کی وجہ سے شرک میں مبتلا ہیں اور یہ کتاب حکمت وہدایت لوگوں کو جہالت سے نکالنے کے لیے نازل ہوئی ہے جس کا حق یہ تھا کہ اس نعمت کا شکر ادا کرتے مگر کفر اور کفران میں مبتلا ہو گئے اب آئندہ آیات میں لقمان حکیم کے کلمات حکمت وموعظت کو ذکر کرتے ہیں کہ لقمان حکیم نے کس طرح اپنے بیٹے کو توحید اور اطاعت اور شکر اور مکارم اخلاق اور محاسن اعمال کی وصیت اور نصیحت کی اور یہی امور اصول حکمت ہیں اور مدار سعادت وفلاح ہیں اور بلاشبہ یہ وصیتیں اور نصیحتیں لوح قلب پر کندہ کرنے کے قابل ہیں۔

چنانچہ فرماتے ہیں اور البتہ تحقیق ہم نے اپنے بندہ لقمان کو علم وحکمت یعنی دانائی عطا کی جو تمام نعمتوں کا سرچشمہ ہے اور یہ نعمت ہمارا عطیہ ہے لہٰذا لوگوں کو چاہیے کہ لقمان حکیم کی حکمتوں اور نصیحتوں کو یاد رکھیں اور ان پر عمل کریں وہ حکمتیں ہماری الہام کردہ ہیں۔

حکمت کی تفسیر میں بہت سے قول ہیں، حکمت اس علم صحیح اور فہم صحیح کا نام ہے جس کے ساتھ عمل صالح مقرون ہو اس مجموعہ کا نام حکمت ہے ورنہ علم خواہ کتنا ہی وسیع کیوں نہ ہو لیکن اگر عمل صحیح اسکے ساتھ نہ ہو تو وہ حکمت کا مصداق نہیں ہو سکتا اسی لیے اللہ تعالیٰ حکمت کی شان میں فرماتا ہے ومن یؤت الحکمۃ فقد اوتی خیرا کثیرا یعنی حکمت بڑی خیر کثیر ہے علم بے عمل ہیچ ہے حکمت کا جزء اول علم صحیح اور فہم صحیح ہے اور جزء ثانی عمل صحیح ہے اور یہ حکمت کی باتیں لقمان کو عطا کی گئیں وہ بطور الہام کے عطا کی گئیں لقمان نبی نہ تھے حکیم تھے اور فہم من اللہ تھے۔

غرض یہ کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہم نے اپنی رحمت اور عنایت سے لقمان کو علم اور حکمت کی نعمت عطا کی اور اس کو حکم دیا کہ اسے لقمان اللہ کا شکر کر کہ جس نے تجھ کو علم وحکمت اور فہم وفراست جیسی عظیم نعمت عطا کی اس لیے مقتضائے حکمت یہ ہے کہ محسن اور منعم کا شکر ادا کیا جائے

تمہاری خدمت گذاری اور بیماری میں مشقتیں اٹھاتی رہی طرح طرح کے دکھ اور درد اٹھائے وہ بیان سے باہر ہیں غرض یہ کہ حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ماں نے ضعف کی حالت میں اسکی پرورش میں بڑی مشقت اٹھائی کیا بیٹے ہم نے اپنے حقوق کے ساتھ والدین کے حقوق ادا کرنے کا حکم دیا اور یہ وصیت کی کہ اے انسان اول میرا شکر کر کیونکہ میں نے تجھ کو پیدا کیا اور پھر اپنے والدین کا شکر گذار بن جو تیرے پیدا ہونے کا ظاہری سبب بنے حقیقی مربی تو میں ہوں اور والدین کی تربیت میری تربیت کا نمونہ ہے ان کے سامنے اُف بھی نہ کرنا یہ چند روزہ زندگی ہے پھر میری ہی طرف لوٹ کر آنا ہے اس دن شکر اور ترک کی جزا دوں گا یعنی اے بیٹے اصل وجود کا موجد اور حقیقی مربی میں ہوں اور ماں باپ محض تیرے وجود مجازی کے سبب ہیں بقدر نعمت ہر ایک کا شکر تجھ پر واجب ہے لہذا جو حکم ہم نے والدین کے ساتھ احسان کرنے کا اور ان کی خدمت اور اطاعت کا اور انکے حق تربیت کے شکر کا تجھ کو تاکیدی حکم دیا ہے لیکن اگر تیرے والدین کوشش کر کے تجھے اس بات پر آمادہ کریں کہ تو میرے ساتھ ایسی چیز کو شریک ٹھہرائے جس کی صحت اور حقیقت کا تجھے کچھ علم نہ ہو اور نہ تیرے پاس کوئی دلیل ہے تو ایسی صورت میں ماں باپ کی فرمانبرداری نہ کرنا خالق کے مقابلہ میں مخلوق کی اطاعت جائز نہیں حقیقت کے مقابلہ میں مجاز کو ترجیح نہیں ہو سکتی اور البتہ دنیاوی زندگی میں والدین کے ساتھ اچھا برتاؤ کرو یعنی کہ اگر والدین کافر ہوں تو کھانے پینے کی ضرورت سے انکی خبر گیری کرو اور انکو کوئی جسمانی تکلیف نہ پہنچاؤ غرض یہ کہ دنیاوی زندگی میں انکی خدمت اور راحت رسانی میں کمی نہ کرو بہر حال دنیا میں والدین کے ساتھ ادب اور مروت کا برتاؤ ضروری ہے اور دین کے بارہ میں اس شخص کی راہ پر چلو جو رجوع کرنے والا ہے میری جانب جھکا ہوا ہے یعنی دین کے بارہ میں علماء صالحین اور ابرار دین کی تقلید کرو جو خدا کے سامنے سرافگندہ ہیں ماں باپ کی تقلید اور اطاعت نہ کرو خدا تک پہنچنے کا سیدھا راستہ اَلَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ یعنی اہل انعام کی پیروی ہے والدین تیرے جسم کے مربی ہیں اور اہل دین تیری عقل کے مربی ہیں لہذا جو شخص منیبین کے پیچھے چلے گا وہ ہی انشاء اللہ تعالیٰ خدا تک پہنچ جائے گا پھر اس دنیوی زندگی گذارنے کے بعد تم سب کو میری ہی طرف لوٹنا ہے پس اس وقت میں تم کو آگاہ کردوں گا کہ تم کیا عمل کرتے تھے پس جنہوں نے میرے حکم کی فرمانبرداری کی اور میرے حکم کے مقابلہ میں والدین کی اطاعت نہیں کی انکو جزاء جمیل عطا کروں گا اور والدین کے ساتھ سلوک اور احسان کا بھی بدلہ دوں گا یہ آیت حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کے بارہ میں نازل ہوئی جیسا کہ سورۂ عنکبوت میں گذرا۔

فائدہ

والدین کے ساتھ احسان کرنے میں والدین کیلئے دعاء مغفرت کرنا بھی جائز ہے۔

حکمت

آیت اَنِ اشْکُرْ لِیْ وَلِوَالِدَیْکَ میں اللہ تعالیٰ نے والدین کے شکر کو اپنے شکر کے ساتھ ملا کر ذکر فرمایا کیونکہ والدین انسان کے وجود مجازی کے اصل ہیں جیسا کہ وجود حقیقی کی اصل اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم ہے حقیقی شکر اللہ کے لیے ہے اور مجازی شکر غیر اللہ کے لئے ہے۔

لَهُمْ فِيهَا زَفِيرٌ وَّشَهِيقٌ آیا ہے اور زفیر اور شہیق لغت میں گدھے کی باریک آواز اور بلند آواز کو کہتے ہیں اسی وجہ سے شاہ ولی اللہؒ نے لَهُمْ فِيهَا زَفِيرٌ وَّشَهِيقٌ کا ترجمہ یہ کیا ہے ۔

وایشاں را آں جا نالہ خرے و بانگ خرے باشد

یہاں تک لقمانؑ کا کلام حکمت التیام ختم ہوا اب آئندہ آیات میں حسب سابق پھر اپنی عظمت وجلال اور جود ونوال کا ذکر کر کے شکر اور توحید کی طرف متوجہ کرتے ہیں چنانچہ اسکے بعد کی آیتوں میں أَلَمْ تَرَوْا أَنَّ اللَّهَ سَخَّرَ لَكُم مَّا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ وَأَسْبَغَ عَلَيْكُمْ نِعَمَهُ ظَاهِرَةً وَبَاطِنَةً میں اپنی قدرت کی نشانیوں کو اور اپنی ظاہری اور باطنی نعمتوں کو ذکر کرتے ہیں تاکہ بندے اپنے منعم حقیقی کو پہچانیں اور اس کا شکر کریں اور تمام حکمتوں کا سر اللہ تعالیٰ کی معرفت ہے امام غزالیؒ فرماتے ہیں جس نے سب چیزوں کو پہچان لیا مگر خدا کو نہ پہچانا تو وہ حکیم کہلانے کا مستحق نہیں ۔

لطائف ومعارف

حق جل شانہ نے قرآن کریم میں جن وصایا لقمان کا ذکر کیا ہے ان کا ثبوت تو قرآن سے قطعی ویقینی ہے اور ان کے علاوہ دیگر کلمات حکمت ونصیحت لقمانؑ سے روایت کیے گئے ہیں اگرچہ ان کا ثبوت قرآن کی طرح قطعی تو نہیں مگر ان میں سے بعض چیزیں احادیث میں مذکور ہیں اور بعض بزرگوں کے کلام میں مذکور ہیں اس لیے بطور نمونہ کچھ ہدیۂ ناظرین کرتے ہیں حق جل شانہ نے وصایائے لقمان میں ایک وصیت یہ ذکر فرمائی ہے وَاتَّبِعْ سَبِيلَ مَنْ أَنَابَ إِلَيَّ جس کا مقتضا یہ ہے کہ حکماء صالحین کی طرف سے اگر کوئی کلمۂ حکمت ونصیحت سنے تو اس کی پیروی کرنی چاہیے ناقص پر کامل اور غافل پر عاقل کی تقلید عقلاً وشرعاً واجب ہے ۔

(۱) عبد اللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لقمان حکیم یہ کہا کرتا تھا کہ جس نے اللہ تعالیٰ کے پاس کوئی چیز ودیعت رکھی اللہ تعالیٰ اس کی حفاظت کرتا ہے (رواہ احمد) لہٰذا مسلمان کو چاہیے کہ اپنا ایمان اور اسلام اللہ کے پاس ودیعت رکھ دے تاکہ وہ شیطان کی دستبرد سے محفوظ ہو جائے ۔

(۲) قاسم بن مخیمرہؒ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لقمان نے اپنے بیٹے کو ایک نصیحت یہ کی کہ اے بیٹے تقنع سے بچنا تقنع کے معنی سر کے اوپر اس طرح چادر لپیٹنا کہ گھونگھٹ کی طرح ہو جائے اس لیے کہ تقنع سے رات میں خوف کیا جانے کا ذریعہ ہے اور دن میں مذمت کا ذریعہ ہے کہ لوگ اس ہیئت کو برا سمجھیں گے اور برا کہیں گے ۔

اخرجہ ابن ابی حاتم ورجالہ ثقات ولکنہ مرسل ۔

(۱۳) عون بن عبداللہؒ سے روایت ہے کہ لقمانؑ نے اپنے بیٹے کو نصیحت کی کہ جب تو کسی مجلس میں جائے تو ان پر اسلام کا تیر چلا یعنی ان پر سلام کر پھر ایک گوشہ میں خاموش بیٹھ جا اور ان کو دیکھتا رہ جب وہ بولیں اور اگر ذکر الٰہی کی باتیں شروع کریں تو تو بھی ان میں حصہ لے اور اگر ادھر ادھر کی باتیں کریں تو وہاں سے منتقل ہو کر کہیں اور چلا جا (ابن ابی حاتم) یہ تمام روایتیں تفسیر ابن کثیرؒ سے لی گئی ہیں۔

امام خلیل بن احمدؒ کی دعا

امام موصوف یہ دعا مانگا کرتے تھے اللھم اجعلنی عندک من ارفع خلقک واجعلنی فی نفسی من اوضع خلقک وعند الناس من اوسط خلقک (تفسیر ابن کثیر ص ...)

(ترجمہ) اے اللہ مجھ کو اپنے نزدیک بلند ترین مخلوق میں سے بنا اور میرے نفس میں مجھ کو کمترین مخلوق میں سے بنا کہ میں اپنے دل میں اپنے آپ کو حقیقتاً سب سے حقیر اور کمتر جانوں اور تاکہ لوگوں کے سامنے اپنے آپ کو بڑا اور باتمیز کیوں؟ اور اے اللہ مجھ کو لوگوں کے نزدیک متوسط درجہ کی مخلوق میں سے بنا دیجئے۔

خطیب شربینیؒ نے اپنی تفسیر سراج منیر میں مختصر طریق پر بلا سند کے ان نصائح کو ذکر کیا ہے کہ جو لقمان حکیم کی طرف منسوب ہیں چونکہ یہ نصائح گنجینۂ حکمت اور گنجینۂ معرفت ہیں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ خطیب شربینی کی طرح ہم بھی ان نصائح کا ترجمہ اپنی تفسیر میں ذکر کریں۔

(۱) اے پسر اللہ کے تقویٰ کو اپنی تجارت بنا بغیر سرمایۂ مال کے تجھ کو نفع حاصل ہوگا۔

(۲) اے پسر جنازوں پر حاضر ہوا کر اور شادیوں کی محفل میں مت جایا کر کیونکہ جنازے تجھ کو آخرت یاد دلائیں گے اور شادیوں کی محفلیں تجھ کو دنیا یاد دلائیں گی اور دنیا کی یاد ... ہوتی ہے۔

(۳) اے پسر پیٹ بھر کر کھانا کتے کے سامنے ڈال دینا زیادہ کھانے سے بہتر ہے۔

(۴) اے پسر مرغ کو دیکھ کہ صبح کو تجھ کو اذان دیتا ہے اور تو بستر پر سویا پڑا ہوتا ہے لہٰذا مرغ سے زیادہ عاجز نہ بن۔

(۵) اے پسر توبہ میں تاخیر نہ کر کیونکہ موت اچانک آتی ہے تیرے کہے نہیں آتی۔

(۶) اے پسر تو مرد جاہل سے دوستی کرنے کی طرف راغب نہ ہو دیکھنے والا یہ سمجھے گا کہ تو بھی اس کے عمل اور طریقہ سے راضی ہے تو تیری وجہ سے لوگ دھوکہ میں پڑیں گے۔

(۷) اے پسر اللہ سے ڈرتا رہ اور لوگوں کے تقویٰ کو ملحوظ رکھ مگر اس طرح سے کہ لوگوں پر تیرا تقویٰ ظاہر نہ ہو اور لوگ یہ سمجھیں کہ یہ شخص اللہ سے ڈرتا ہے لہٰذا اس کا اکرام کریں درحالیکہ اندر سے تیرا دل بدکار ہو۔

(۸) اے پسر خاموشی کو لازم پکڑ خاموشی پر کبھی تجھ کو ندامت نہ ہوگی کیونکہ اگر تیرا کلام چاندی کا ہے تو تیری خاموشی کا سونا ہے

عَذَابِ السَّعِيرِ ﴿٢١﴾ وَمَن يُسْلِمْ وَجْهَهُ إِلَى اللَّهِ وَ

کی طرف آگ کے عذاب ... اور جو کوئی تابع کرے اپنا منہ اللہ کی طرف اور

هُوَ مُحْسِنٌ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقَىٰ ۗ وَإِلَى اللَّهِ

وہ ہو نیکی پر سو اس نے پکڑ لیا حلقہ مضبوط اور اللہ کی

عَاقِبَةُ الْأُمُورِ ﴿٢٢﴾ وَمَن كَفَرَ فَلَا يَحْزُنكَ كُفْرُهُ ۚ إِلَيْنَا

طرف ہے آخر ہر کام کا اور جو کوئی منکر ہوا تو تو غم نہ کھا اسکے انکار سے ہماری طرف

مَرْجِعُهُمْ فَنُنَبِّئُهُم بِمَا عَمِلُوا ۚ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ بِذَاتِ

پھر آنا ہے انکو پھر ہم جتا دیں گے انکو جو انہوں نے کیا ہے مقرر اللہ جانتا ہے جو بات ہے

الصُّدُورِ ﴿٢٣﴾ نُمَتِّعُهُمْ قَلِيلًا ثُمَّ نَضْطَرُّهُمْ إِلَىٰ عَذَابٍ

جیوں میں کام چلا دیں گے ہم انکا تھوڑے دنوں پھر پکڑ بلا دیں گے انکو گاڑھی

غَلِيظٍ ﴿٢٤﴾ وَلَئِن سَأَلْتَهُم مَّنْ خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ

مار میں اور جو تو ان سے پوچھے کس نے بنائے آسمان و زمین

لَيَقُولُنَّ اللَّهُ ۚ قُلِ الْحَمْدُ لِلَّهِ ۚ بَلْ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ﴿٢٥﴾

تو کہیں اللہ نے تو کہہ سب خوبی اللہ کو ہے پر وہ بہت لوگ سمجھ نہیں رکھتے

لِلَّهِ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ۚ إِنَّ اللَّهَ هُوَ الْغَنِيُّ

اللہ کا ہے جو کچھ ہے آسمان و زمین میں بے شک اللہ ہی ہے بے پرواہ سب

الْحَمِيدُ ﴿٢٦﴾ وَلَوْ أَنَّمَا فِي الْأَرْضِ مِن شَجَرَةٍ أَقْلَامٌ وَ

خوبیوں سراہا اور اگر جتنے درخت ہیں زمین میں قلم ہوں اور

الْبَحْرُ يَمُدُّهُ مِن بَعْدِهِ سَبْعَةُ أَبْحُرٍ مَّا نَفِدَتْ كَلِمَاتُ

سمندر ہو اسکی سیاہی اس کے پیچھے سات سمندر نہ ختم ہوں باتیں

اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۝ مَا خَلْقُكُمْ وَلَا بَعْثُكُمْ

اللہ کی بیشک اللہ زبردست ہے حکمتوں والا تم سب کا بنانا اور مرنے کے بعد جلانا

اِلَّا كَنَفْسٍ وَّاحِدَةٍ ۭ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌۢ بَصِيْرٌ ۝ اَلَمْ تَرَ

ایسا ہی ہے جیسا ایک جی کا بیشک اللہ سب کچھ سنتا دیکھتا ہے تو نے نہیں دیکھا

اَنَّ اللّٰهَ يُوْلِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَيُوْلِجُ النَّهَارَ فِي

کہ اللہ بٹھا دیتا ہے رات کو دن میں اور بٹھاتا ہے دن کو

الَّيْلِ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ۡ كُلٌّ يَّجْرِيْٓ اِلٰٓى اَجَلٍ

رات میں اور کام میں لگا دیئے ہیں سورج اور چاند ہر ایک چلتا ہے ایک ٹھہرے ہوئے

مُّسَمًّى وَّاَنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ۝ ذٰلِكَ بِاَنَّ

وعدہ تک اور یہ کہ اللہ خبر رکھتا ہے جو کرتے ہو یہ اس واسطے کہ

اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ وَاَنَّ مَا يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهِ

اللہ وہی ہے ٹھیک اور جو کچھ پکارتے ہیں اس کے سوائے

الْبَاطِلُ ۙ وَاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيْرُ ۝ اَلَمْ تَرَ

وہی ہے جھوٹ اور اللہ وہی ہے سب سے اوپر بڑا تو نے نہ دیکھا

اَنَّ الْفُلْكَ تَجْرِيْ فِي الْبَحْرِ بِنِعْمَتِ اللّٰهِ لِيُرِيَكُمْ

کہ جہاز چلتے ہیں سمندر میں اللہ کی نعمت لے کر کہ دکھاوے تم کو

مِّنْ اٰيٰتِهٖ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ ۝

کچھ اپنی قدرتیں البتہ اس میں پتے ہیں ہر ٹھہرنے والے حق ماننے والے کو

وَاِذَا غَشِيَهُمْ مَّوْجٌ كَالظُّلَلِ دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ

اور جب سر پر آئے ان کے لہر جیسے بادل پکارنے لگیں اللہ کو نرا اسی کی کر کر

لَهُ الدِّيْنَ ۚ فَلَمَّا نَجّٰىهُمْ اِلَى الْبَرِّ فَمِنْهُمْ مُّقْتَصِدٌ ۭ

اسی کو بندگی پھر جب بچا دیا ان کو جنگل کی طرف تو کوئی ہوتا ہے ان میں

وَمَا يَجْحَدُ بِاٰيٰتِنَآ اِلَّا كُلُّ خَتَّارٍ كَفُوْرٍ ﴿۳۲﴾

بیچ کی چال پر اور منکر ہوتے ہیں ہماری قدرتوں سے جو قول کے جھوٹے ہیں حق نہ ماننے والے

تہدید مجادلین بر انکار توحید

مع مشاہدۂ آثار قدرت وانواع واقسام نعمت

قال اللہ تعالیٰ اَلَمْ تَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ سَخَّرَ لَكُمْ ... الیٰ ... اِلَّا كُلُّ خَتَّارٍ كَفُوْرٍ ۔

ربط: امام رازی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ابتداء سورت میں توحید کا اثبات اور شرک کا رد تھا اور دلائل توحید کے ذکر فَاَرُوْنِيْ مَاذَا خَلَقَ الَّذِيْنَ مِنْ دُوْنِهٖ ۭ بَلِ الظّٰلِمُوْنَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ: میں مشرکین کی توبیخ اور سرزنش تھی اور بعد ازاں وصایائے لقمان کو ذکر کیا جن میں سب سے اہم اور مقدم توحید کی وصیت تھی: اس لیے اب ان آیات میں پھر توحید کا مضمون ذکر کرتے ہیں اور منکرین توحید پر تہدید فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت اور عظمت کے آثار تمہارے سامنے ہیں لہٰذا تم کو خدا سے ڈرنا چاہیے اپنے نفس کو حکم دیا اور دن رات تم اللہ تعالیٰ کی ظاہری اور باطنی نعمتوں میں غوطہ کھا رہے ہو پھر بھی اپنے خالق کو نہیں پہچانتے اور اپنے منعم اور محسن کے شکر گزار نہیں بنتے کہ ان نعمتوں کا پیدا کرنے والا اور دینے والا کون ہے ذرا سوچو تو سہی اپنے خالق اور مربی کی معرفت اپنے منعم اور محسن کا شکر گزار ہونا یہی عین عقل اور عین حکمت اور عین فطرت ہے یہ باتیں عقل سے سمجھ میں آسکتی ہیں ان کا جاننا نبوت اور بعثت پر موقوف نہیں توحید باری اور شکر خداوندی کو عقل سلیم اور فطرت سلیمہ قبول کرتی ہے اور شرک اور ناشکری عقلاً قبیح ہے اور خلاف فطرت ہے انبیاء کرام تم کو انہی عقل وحکمت اور امور فطرت کی دعوت دیتے ہیں پھر اعراض کی کیا وجہ۔

امام رازیؒ فرماتے ہیں کہ اشارہ اس طرف ہے کہ الوہیت اور وحدانیت کی معرفت نبوت اور بعثت پر موقوف نہیں انسان اگر ذرا غور کرے اور عقل سے کام لے تو اپنے خالق اور منعم کو پہچان سکتا ہے دیکھو تفسیر کبیر ص ۱۶۳ ج ۶ وحاشیہ شیخ زادہ علی تفسیر البیضاوی ص ۳۱ ج ۴ ۔

نعمت کو دیکھ کر فقط نعمت میں مشغول نہ ہو جاتے بلکہ منعم جس کی طرف سے یہ نعمت آئی ہے اس کی

معرفت الٰہی اور اس کی اطاعت کی فکر کرے اور ہر وقت اپنے منعم سے ڈرتا رہے کہ ہمارا منعم میری نافرمانی سے ناراض ہو کر اپنی نعمتیں واپس نہ لے لے حکمت اور عقل کا تقاضا یہ ہے کہ اپنے منعم اور محسن سے غافل نہ ہو جہالت اور بے فائدہ غرور تعجب کہ عقل کی خاصیت ہے انسان کو چاہئے کہ عقل سے کام لے چنانچہ فرماتے ہیں کیا تم لوگوں نے دیکھا نہیں کہ اللہ نے تمہارے لئے مسخر کر دیا ان چیزوں کو جو آسمانوں میں ہیں جیسے چاند اور سورج اور ستارے اور بادل کہ ان سے نفع اٹھاتے ہو اور مسخر کر دیا تمہارے لئے ان چیزوں کو جو زمین میں ہیں جیسے حیوانات اور نباتات اور جمادات اور پوری کر دیں تم پر اپنی نعمتیں ظاہری اور باطنی ظاہری نعمت صورت ظاہرہ کی درستی کا سبب ہے اور باطنی نعمت سیرت کی درستی کا سبب ہے ظاہری نعمتوں سے وہ نعمتیں مراد ہیں کہ جو حواس ظاہری سے محسوس اور مدرک ہیں جیسے کھانا اور پینا اور پہننا اور باطنی نعمتوں سے وہ نعمتیں مراد ہیں جو عقل سے دریافت ہوں جیسے ایمان اور علم دین اس طرح ظاہری اور باطنی اور ایمان اور دین کی نعمتیں تم پر پوری کر دیں اور باوجود اس کے بعض لوگ ایسے ہیں کہ حق تعالیٰ کی شان توحید میں جھگڑتے ہیں بغیر علم کے اور بغیر ہدایت کے اور بغیر روشن کتاب کے علم سے مراد دلیل عقلی ہے اور ہدیٰ سے دلیل کشفی اور الہامی مراد ہے جو کسی ہادی یا نبی یا ولی کے ذریعہ سے بذریعہ وحی اور الہام معلوم ہوتی ہو اور کتاب منیر سے کتاب آسمانی مراد ہے مطلب یہ ہے کہ اس بارہ میں ان لوگوں کے پاس نہ کوئی دلیل عقلی ہے اور نہ دلیل نقلی ہے محض آباء و اجداد کی تقلید کی بنا پر شرک جیسے صریح مسئلہ میں جھگڑتے ہیں جب ان کے پاس کسی قسم کا علم نہیں تو اہل علم سے مجادلہ کیوں کرتے ہیں اور مطلب یہ ہے کہ جب ان سے کہا جاتا ہے کہ اس چیز کی پیروی کرو جو اللہ نے اتاری ہے اور اس پر ایمان لاؤ جو عین عقل اور فطرت کے مطابق ہے تو جواب میں یہ کہتے ہیں کہ ہم تو اسی روش پر چلیں گے جس پر ہم نے اپنے آباء و اجداد کو چلتے پایا ہے حق تعالیٰ فرماتا ہے اگرچہ شیطان ان کو دوزخ کے عذاب کی طرف بلاتا ہو تب بھی یہ لوگ انہی کی پیروی کئے جائیں گے اور جہاں جا کر وہ گرے ہیں گے وہیں یہ بھی گر پڑیں گے مطلب یہ ہے کہ ان کے آباء و اجداد کا راستہ درحقیقت شیطان کا راستہ ہے شیطان ان پر غالب تھا اس نے ان کو مشرک اور گمراہ بنایا اور جس گمراہی کی ان کو دعوت دی جس کا انجام عذاب دوزخ ہے پس یہ لوگ درحقیقت اس شیطان کی پیروی کر رہے ہیں کہ جس نے ان کے آباء و اجداد کو دوزخ کے عذاب کی طرف دعوت دی تھی۔

مسئلہ اللہ تعالیٰ کی نازل فرمودہ کتاب کا اتباع بلاشبہ فرض ہے لیکن اس کے اتباع کی دو صورتیں ہیں ایک بالذات اور ایک بالغیر جو شخص خود عالم اور قادر ہو اور قواعد عربیت اور قواعد شریعت سے واقف ہو وہ بذات خود کتاب الٰہی کا اتباع کرے اور جو شخص خود عالم نہ ہو اور نہ وہ عربی زبان جانتا ہو تو وہ اہل علم سے پوچھ کر حکم خداوندی کا اتباع کرے لقولہ تعالیٰ فَاسْئَلُوْا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ اور یہ اتباع درحقیقت اس عالم کا اتباع نہیں بلکہ درحقیقت اللہ اور اس کے رسول کا اتباع ہے مگر عالم کے واسطہ سے ہے تو یہ بھی مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ کا اتباع ہے لیکن بالغیر ہے یعنی

خود نہیں بلکہ بواسطہ علماء شریعت کے ہے اور امام ابوحنیفہؒ اور امام شافعیؒ کی تقلید کے یہی معنی ہیں کہ اللہ اور اس کے رسول کی پیروی ان علماء ربانیین کے علم اور فہم کے مطابق کی جائے معاذ اللہ معاذ اللہ کسی حنفی و شافعی نے ابوحنیفہؒ اور شافعیؒ کو اپنا رب قرار نہیں دیا جو یہ کہا جائے کہ مقلدین اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ کے مصداق ہیں منکرین تقلید کا عجیب حال ہے کہ تقلید کے معنی تو سمجھتے نہیں اور بے سوچے سمجھے مشرکین کی آیات مقلدین پر چسپاں کرتے ہیں سب کو معلوم ہے کہ ہر شخص عربی زبان نہیں جانتا اور اگر کچھ جانتا بھی ہے تو مرتبہ اجتہاد کی اس میں صلاحیت نہیں تو پھر وہ بلاواسطہ خود کتاب و سنت کو سمجھ کر کیسے اللہ اور اس کے رسول کا اتباع کر سکتا ہے لامحالہ کسی عالم دین سے پوچھ کر عمل کرے گا اور ظاہر ہے کہ وہ عامی دین کے مسائل کو یہ نہیں بتلا سکتا کہ یہ آیت قطعی الدلالۃ ہے یا ظنی الدلالۃ ہے اور یہ حدیث صحیح ہے یا حسن ہے یا غریب ہے یا شاذ ہے یا منکر ہے لامحالہ وہ بغیر دلیل معلوم کئے ہوئے اس عالم کا اتباع کرے گا اور اسی کا نام تقلید ہے عجب نہیں کہ منکرین تقلید کی اس قسم کی بے سروپا باتیں وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُّجَادِلُ فِي اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّلَا هُدًى وَّلَا كِتٰبٍ مُّنِيْرٍ میں داخل ہوں۔

یہ تو مجادلین اور شیطان کے متبعین کا ذکر تھا اب آگے اللہ تعالیٰ کے مطیع اور فرمانبردار بندوں کا ذکر ہے اور جو شخص اپنا منہ اللہ کی طرف متوجہ کر دے اور اپنے تمام امور اللہ کے سپرد کر دے اور دین اسلام کی رسی کو مضبوط پکڑ لے در آنحالیکہ وہ مخلص ہو تو سمجھو کہ اس نے بڑا مضبوط حلقہ پکڑ لیا اور ایسا سہارا پا لیا جس کے ذریعہ وہ ہلاکت سے نجات پا جائے گا اور وہ حلقہ اور رسی نہایت مضبوط ہے جس کے ٹوٹ جانے کا امکان نہیں البتہ ہاتھ سے چھوٹ جانے کا امکان ہے برخلاف جھوٹے معبودوں کے کہ ان کا رشتہ تار عنکبوت ہے اور سب کاموں کا انجام اللہ ہی کی طرف ہے اور جو شخص کافر اور منکر ہوا اور عروۃ الوثقیٰ کو اس نے ہاتھ بھی نہ لگایا تو اے نبی اس کا انکار آپ کو رنج اور غم میں نہ ڈالے آپ اپنے کام میں لگے رہئے اور ان کو ہم پر چھوڑ دیجئے انجام ہم خود سمجھ لیں گے ہماری ہی جانب سب کو لوٹ کر آنا ہے پس ہم ان کو آگاہ کر دیں گے اس چیز سے جو انہوں نے کیا بے شک اللہ تعالیٰ سینوں کے بھیدوں کو جانتا ہے ظاہری افعال کا تو کیا ذکر اور اگر یہ لوگ اپنی اس دنیا کی عیش پر پھولے ہوئے ہیں تو یہ ان کی نادانی ہے ہم چند روز ان کو فائدہ پہنچا دیں گے پھر ان کو مجبور کر کے سخت عذاب کی طرف لے جائیں گے جس میں کبھی تخفیف نہ ہو گی بلکہ دن بدن اس میں ترقی ہوتی رہے گی اور اگر آپ ان منکرین توحید سے سوال کریں کہ بتلاؤ آسمانوں کو اور اس زمین کو کس نے پیدا کیا تو جواب میں یہی کہیں گے کہ اللہ نے پیدا کیا ہے معلوم ہوا کہ ان کا عدم علم کی بنا پر نہیں بلکہ عناد کی بنا پر ہے اس اقرار پر آپ یہ کہئے کہ الحمد للہ کہ ان پر الزام قائم ہو گیا اور خود اقرار کر لیا کہ اللہ کا کوئی شریک نہیں بلکہ ان میں سے اکثر بے علم اور بے عقل ہیں سمجھتے نہیں کہ بھلا اس اقرار کا مقتضا یہ ہے کہ ہم شرک سے باز آ جائیں اور جان لیں کہ جب وہی تمام اشیاء کا خالق ہے تو وہی عبادت کا مستحق ہے اس کے سوا کوئی کسی چیز کا مالک نہیں اللہ ہی کا ملک ہے

ہو جاتا ہے اور جاڑوں میں دن دونوں طرف سے کم ہو کر رات میں داخل ہو جاتا ہے اور ہر ایک کی ایک مدت
مقرر ہے اسی طرح سمجھو کہ اس عالم کی بھی ایک مدت مقرر ہے اور اللہ ہی نے سورج اور چاند کو مسخر کیا
کہ ہر وقت اسکے علم کے سامنے سر جھکائے ہوئے ہیں ہر ایک وقت مقرر تک یعنی قیامت تک اسی طرح
چلتا رہے گا اس دن اس کا چلنا بند ہو جائے گا کسی کی مجال نہیں کہ اس میں تغیر و تبدل کر سکے یہ سب اللہ
کی قدرت کی کارفرمائی ہے نہ بالذات ہے اور نہ آفتاب اور زمین کی گردش کا نتیجہ ہے اور بے شک جو
کچھ تم کرتے ہو اللہ تعالیٰ اس سے باخبر ہے یہ سب نظام عالم اس بات کی دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی
موجود برحق اور واجب الوجود اور موجود بالذات ہے جس کے اشارہ سے یہ سارا کارخانہ چل رہا ہے اور اسکے
سوا جس چیز کو یہ پکارتے ہیں وہ سب بے اصل اور بے حقیقت ہے کسی کا وجود بالذات اور خود بخود
نہیں اور بے شک اللہ ہی عالیشان اور سب سے بڑا ہے اس سے بڑا کوئی نہیں اے مخاطب کیا نہیں
دیکھا تو نے یا نہیں جانا تو نے کہ یہ کشتیاں دریا میں چلتی ہیں اللہ کے فضل اور احسان سے کہ نیچے پانی ہے
اور اوپر ہوا ہے یا یہ معنی ہیں کہ کشتیاں سامان نعمت کو لے کر چلتی ہیں تاکہ وہ تم کو اپنی قدرت اور نعمت
کی کچھ نشانیاں دکھلا دے کہ پانی میں اس نے یہ قوت رکھی کہ وہ بڑے بڑے جہازوں کو تنکے کی طرح اٹھائے
پھرتا ہے بے شک اس کشتی اور دریا میں اس کے کمال قدرت اور کمال حکمت اور کمال نعمت کی
نشانیاں ہیں ہر صبر کرنے والے اور شکر کرنے والے کے لیے دریا کے سفر میں محنت اور مشقت بھی ہے
اور بہت سے فوائد اور منافع بھی ہیں مومن کے لیے یہ سفر باعث صبر بھی ہے اور موجب شکر بھی ہے
اور صبر اور شکر کے جمع ہو جانے سے ایمان کامل ہو جاتا ہے اور منجملہ دلائل
قدرت کے یہ ہے کہ جب ان کشتی والوں کو دریا کی کوئی موج مثل سائبانوں کے ڈھانک لیتی ہے تو
اللہ کو پکارتے ہیں ایسی حالت میں کہ خالص اللہ ہی کی بندگی کرنے والے ہوتے ہیں یعنی ایسی حالت
میں خالص اللہ ہی کو پکارتے ہیں کہ اے اللہ ہم کو اس ہولناک موج کی غرقابی سے نجات دے اور سارا
شرک بھول جاتے ہیں جب موت سامنے آتی ہے تب توحید نظر آنے لگتی ہے پھر حق تعالیٰ ان کو غرق
سے نجات دے کر خشکی کی طرف پہنچا دیتا ہے تو بعض تو ان میں سے نہج کی راہ پر چلتے ہیں اور اکثر منکر
ہو جاتے ہیں اور نہیں منکر ہوتا ہماری آیتوں کا مگر ہر بدعہد اور ناشکرا ختار کے معنی غدار اور مکار کے
ہیں جو عہد کر کے توڑ دیتا ہے اور کفور اس کو کہتے ہیں کہ جو جان بوجھ کر ناشکری کرتا ہو مقتصد کے معنی متوسط
اور معتدل کے ہیں مطلب یہ ہے کہ جب طوفان سے نجات پا کر خشکی پر آ گئے تو جو حال خوف کے
وقت تھا وہ تو کسی کا باقی نہ رہا البتہ بعضے ایسے ہوتے ہیں کہ اگرچہ اس حالت پر نہ رہے مگر بالکل
بھول بھی نہیں جاتے ایسے کم ہیں کہ نجات پانے کے بعد انکے شر میں ذرا کمی آ جاتی ہے اور اکثر تو ایسے
ہوتے ہیں کہ دریا سے نکلتے ہی شرارتیں شروع کر دیتے ہیں۔

اور بعض علماء یہ کہتے ہیں کہ مقتصد کے معنی یہ ہیں کہ نجات پانے کے بعد سیدھی راہ پر آ جاتا ہے

تو وہ کفر اور شرک کو چھوڑ دیتا ہے لہٰذا اس حالت میں جو دعا کی تھی اور خدا سے جو توحید کا عہد کیا تھا نجات پانے کے بعد اس پر قائم رہتا ہے مگر ایسے بہت کم ہیں اور اکثر وہ ہیں جو نجات پانے کے بعد پھر مشرک اور منکر ہو جاتے ہیں۔

غرض یہ کہ مقتصد کے دو معنی ہیں ایک تو یہ کہ نجات پانے کے بعد اسکے کفر اور شرک میں کمی آ گئی اور دیگر معنی یہ ہیں کہ نجات پانے کے بعد سیدھی راہ پر تو آ گیا مگر اخلاص اور اعمال صالحہ میں کچھ کمی رہ گئی ایسا شخص مقتصد ہے اور جو شخص ایمان لانے کے بعد اعمال صالحہ میں برق رفتار ہو جاتے وہ سابق بالخیرات ہے اور جو شخص نجات پانے کے بعد حسب سابق پھر کفر و شرک پر اتر آتے وہ کھلا [illegible] ختار اور کفور ہے۔

يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمْ وَاخْشَوْا يَوْمًا

لوگو! بچتے رہو اپنے رب سے اور ڈرو اس دن سے

لَا يَجْزِي وَالِدٌ عَنْ وَلَدِهِ وَلَا مَوْلُودٌ هُوَ

کہ کام نہ آوے کوئی باپ اپنے بیٹے کے بدلے اور نہ کوئی بیٹا ہو جو

جَازٍ عَنْ وَالِدِهِ شَيْئًا ۚ إِنَّ وَعْدَ اللَّهِ حَقٌّ فَلَا

کام آوے اپنے باپ کی جگہ کچھ بے شک اللہ کا وعدہ ٹھیک ہے سو تم

تَغُرَّنَّكُمُ الْحَيَاةُ الدُّنْيَا ۖ وَلَا يَغُرَّنَّكُمْ بِاللَّهِ

کو نہ بہکاوے دنیا کا جینا اور نہ دھوکا دے تم کو اللہ کے نام سے

الْغَرُورُ ﴿٣٣﴾ إِنَّ اللَّهَ عِنْدَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ وَيُنَزِّلُ

وہ دغاباز بے شک اللہ ہی کے پاس ہے قیامت کی خبر اور اتارتا ہے

الْغَيْثَ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْأَرْحَامِ ۖ وَمَا تَدْرِي

مینہ اور جانتا ہے جو کچھ ہے ماں کے پیٹ میں اور کوئی جی نہیں جانتا

نَفْسٌ مَاذَا تَكْسِبُ غَدًا ۖ وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ بِأَيِّ

کہ کیا کرے گا کل اور کوئی جی نہیں جانتا کس

کسی کو وہم و گمان بھی نہیں ہوتا کا ہونا سمجھو کہ اللہ تعالیٰ نے جو یوم حساب کا وعدہ کیا ہے وہ بالکل حق اور صداقت ہے مگر تم کو اس کا وقت نہیں بتلایا وہ ایک امر غیب ہے جس کو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا اور کسی چیز کا وقت نہ معلوم ہونے سے اس کے وقوع کا انکار کر دینا سراسر خلاف عقل ہے دیکھئے کہ دنیا میں ہزاروں بلکہ لاکھوں واقعات ایسے ہیں کہ واقع ہو رہے ہیں مگر پہلے سے ان کا وقت معلوم نہیں معلوم ہوا کہ وقت کے معلوم نہ ہونے سے کسی چیز کے وقوع کا انکار جہالت اور حماقت ہے جیسا کہ فرماتے ہیں بے شک اللہ ہی کو قیامت کا علم ہے کہ کب قائم ہوگی قیامت قائم ہونے کا وقت نہ کسی پیغمبر کو معلوم ہے اور نہ کسی مقرب فرشتے کو البتہ قیامت کی کچھ علامتیں جو احادیث سے ثابت اور معلوم ہیں۔

اور اللہ تعالیٰ بارش نازل کرتا ہے جو لوگوں کے رزق کا سامان ہے اور جس پر لوگوں کی حیات اور بقاء موقوف ہے بارش نازل ہونے کا وقت بھی پہلے سے کسی کو معلوم نہیں ہوتا اور بادل دیکھنے کے بعد بھی یہ معلوم نہیں کہ یہ بادل کہاں برسے گا اور کتنا پانی برسائے گا اور کس طرح برسائے گا اور اس بادل میں کتنے من پانی ہے بارش تیز ہوگی یا ہلکی ہوگی اور کتنی دیر تک بارش ہوگی اور رات کو ہوگی یا دن کو ہوگی اور کس وقت پر ہوگی ٹھیک وقت کوئی بھی نہیں بتلا سکتا اور اگر کسی فلسفی صاحب کو کچھ بخارات زمین سے یا سمندر سے اٹھتے ہوئے نظر آگئے تو فلسفی صاحب کو ان بخارات کی نہ کمیت معلوم اور نہ کیفیت معلوم اور نہ وقت اور ساعت معلوم فلسفی صاحب جو کچھ فرماتے ہیں وہ سب ان کے قیاسات ہیں جن کو علم قطعی اور یقینی ہرگز نہیں کہا جا سکتا دوسروں کو تو کیا یقین آئے خود فلسفی صاحب کو بھی اپنے قیاسات پر یقین نہیں ہوتا۔

اور اللہ ہی کو معلوم ہے جو کچھ رحموں میں ہے کہ وہ نر ہے یا لڑکی ہے ناقص ہے یا پورا ہے کالا ہے یا گورا ہے نیک ہے یا بد ہے عاقل ہے یا غافل ہے آئندہ چل کر وہ وزیر ہوگا یا فقیر ہوگا بڑا ہو کر کیا کرے گا یا تندرستی اور اس کی عمر کیا ہوگی جب نطفہ رحم میں قرار پکڑتا ہے تو اللہ کو اس کے تمام احوال کا بتمام و کمال علم ہوتا ہے یہ علم سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی کو نہیں۔ انسان کو جب اپنے حمل ولادت اور مکان مخلقت کا علم نہیں تو قیامت کا علم اس کو کیسے ممکن ہے۔

اور کسی نفس کو یہ معلوم نہیں کہ وہ کل کو کیا کام کرے گا بھلائی کرے گا یا برائی اور اگر بالفرض کسی کی کوئی خاص عادت تھی تو معلوم نہیں کہ صبح کو اٹھ کر تندرست ہوگا یا بیمار ہوگا اور اگر تندرست ہوا تو معلوم نہیں کیا مزدوری کرے گا اور کس کی اور کس قسم کی نوکری یا چاکری کرے گا بندہ کو تو اپنے افعال و اعمال کا بھی علم نہیں کہ کل کو کیا کرے گا اور کون سا کام کس وقت کرے گا حالانکہ بندہ جو کچھ کرتا ہے اس میں اس کی قدرت اور اختیار کو دخل ہوتا ہے تو پھر قیامت کا علم اس کو کیسے ہو سکتا ہے جس میں اس کے علم اور قدرت کو بھی دخل نہیں۔

اور کسی نفس کو نہ اپنی صفات اور اپنی موت و حیات کا بھی علم نہیں اس لئے تو یہ بھی معلوم نہیں کہ کس زمین میں مرے گا اور کس وقت مرے گا اور کس حالت میں مرے گا بسا اوقات ایسی جگہ جا کر

معاد کی طرف اشارہ ہے اور مطلب یہ ہے کہ کل عالم کے مبدا اور معاد اور معاش کا علم کلی اور تفصیلی اور بہ وجہ محیط اور قطعی اور یقینی سوائے حق تعالیٰ کے کسی کو نہیں احوالِ غیبیہ کا علم کلی اور تفصیلی اور محیط اللہ رب العزت کے ساتھ مخصوص ہے اور اگر کسی نبی کو بذریعہ وحی کے اور کسی ولی کو بذریعہ الہام کے اور کسی مرد صالح کو بذریعہ خواب کے کسی کی موت اور حیات کا کچھ علم ہو جائے تو وہ ایک علم جزئی اور ناتمام ہے جس کو خدا تعالیٰ کے علم محیط کے ساتھ وہ نسبت بھی نہیں جو قطرہ کو دریا کے ساتھ ہو اور بعض اوقات کافروں کو بھی بذریعہ خواب یا کشف کچھ امور دکھلا دیئے جاتے ہیں جو واقع کے مطابق ہوتے ہیں جیسا کہ رجال کی حدیث میں اس قسم کے امور کا ذکر آیا ہے تو وہ بطور استدراج ہے نہ کہ بطریق کرامت ۔

حکایت

شاہ منصور خلیفہ عباسی نے ملک الموت کو خواب میں دیکھا تو پوچھا کہ میری کیا عمر کتنی ہے تو ملک الموت نے پانچ انگلیوں سے اشارہ کر دیا بادشاہ جب خواب سے بیدار ہوا تو معبرین سے اس کی تعبیر پوچھی کسی نے پانچ برس اور کسی نے پانچ مہینے اور کسی نے پانچ دن اس کی تعبیر دی امام ابو حنیفہ نے اس کی یہ تعبیر دی کہ پانچ انگلیوں کے اشارہ سے اس آیت یعنی إِنَّ اللَّهَ عِندَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ الخ کی طرف اشارہ ہے جس میں پانچ چیزوں کا ذکر ہے اور مطلب یہ ہے کہ ان پانچ چیزوں کا علم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو نہیں ۔ تفسیر مظہری ص ۲۳۳ ج ۷ ۔

الحمد للہ آج بروز شنبہ بوقت ۴ بجے دن کے بتاریخ ۱۰ رجب المرجب ۱۳۹۱ھ بمقام جامعہ اشرفیہ لاہور سورۂ لقمان کی تفسیر سے فراغت ہوئی وللہ الحمد اولاً و آخراً و ظاہراً و باطناً اے اللہ اپنی رحمت اور توفیق اور عنایت سے باقی قرآن کریم کی تفسیر بھی اس حقیر سراپا تقصیر کے ہاتھ مکمل فرما ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم وتب علینا انک انت التواب الرحیم ۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَٰنِ الرَّحِيمِ

تفسیر سورۂ سجدہ

سورۂ سجدہ مکی ہے اس میں تیس آیتیں اور تین رکوع ہیں حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سونے سے پہلے الٓمٓ تَنزِيلُ السجدۃ اور تَبَارَكَ الَّذِي بِيَدِهِ الْمُلْكُ پڑھا کرتے تھے (اخرجہ الامام احمد والترمذی والنسائی وغیرہم عن جابرؓ ۔)

ربط: گذشتہ سورت کا آغاز حقانیت قرآن سے فرمایا بعد ازاں دلائل توحید اور دلائل حشر و نشر ذکر کئے اس سورت کا آغاز بھی قرآن کی حقانیت سے فرمایا بعد ازاں دلائل توحید و دلائل حشر و نشر ذکر کئے پچھلی سورت کی طرح سعداء اور اشقیاء کا حال اور مآل ذکر کیا اور پھر حسب سابق اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ سے دوبارہ توحید کا ذکر شروع کیا اسی طرح سلسلۂ کلام اخیر سورت تک چلا گیا۔

اور یوں کہو کہ سورۂ لقمان میں آسمان و زمین کی پیدائش کا ذکر تھا۔ اس سورت میں تدبیر عالم اور انتظام خلائق کا ذکر ہے۔

آیاتہا ۳۰ ۳۲ سُوْرَةُ السَّجْدَةِ مَكِّيَّةٌ ۷۵ رکوعاتہا ۳

سورۂ سجدہ مکی ہے اس میں تیس آیتیں اور تین رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

الٓمّٓ ﴿۱﴾ تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ لَا رَيْبَ فِيْهِ مِنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۲﴾ اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ ۚ بَلْ هُوَ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَّآ اَتٰىهُمْ مِّنْ نَّذِيْرٍ مِّنْ قَبْلِكَ لَعَلَّهُمْ يَهْتَدُوْنَ ﴿۳﴾

اتارا کتاب کا ہے اس میں کچھ دھوکا نہیں جہان کے صاحب سے کیا کہتے ہیں یہ باندھ لایا؟ کوئی نہیں وہ ٹھیک ہے تیرے رب کی طرف سے کہ تو ڈر سنادے ایک لوگوں کو جن کو نہیں آیا کوئی ڈرانے والا تجھ سے پہلے شاید وہ راہ پر آئیں

آغاز سورت بحقانیت قرآن برائے اثبات رسالت محمدیہ

قال اللہ تعالیٰ الٓمّٓ تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ لَا رَيْبَ فِيْهِ مِنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ... الیٰ ... لَعَلَّهُمْ يَهْتَدُوْنَ

الۗمّۗ : اس کے معنی اللہ تعالیٰ ہی کو معلوم ہیں۔ یہ نازل کردہ کتاب ہے جس میں ذرہ برابر کوئی شک نہیں پروردگار عالم کی طرف سے ہے جس کا ظاہری اور معنوی اعجاز اس کی دلیل ہے کہ یہ کلام بشر کی طرف سے اتری ہے تو بھی کیا وہ اس کا اعتراف کرتے ہیں یا یوں کہتے ہیں کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے اس کو خود گھڑ لیا ہے اور خدا کی طرف اس کو منسوب کر دیا ہے یہ قول بالکل غلط ہے بلکہ وہ سچی کتاب ہے جو تیرے پروردگار کی طرف سے نازل ہوئی ہے تاکہ آپ اس کتاب حکمت کے ذریعہ ایسی قوم کو اللہ کے عذاب سے ڈرائیں جن کے پاس آپ سے پہلے کوئی ڈرانے والا نہیں آیا تاکہ وہ لوگ راہ راست پر آجائیں آپ سے پہلے جس قدر نبی گذرے اگرچہ وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں سے تھے مگر وہ بنی اسحاق اور بنی اسرائیل میں سے تھے جو قریش کے جد الاعمام تھے اور آپ بنی اسمٰعیل میں پیدا ہوئے آپ سے پہلے اس قوم میں کوئی نبی نہ آیا تھا اس لئے آپ کو بھیجا تاکہ اللہ کی حجت اور ہدایت ان پر پوری ہو جائے۔

اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ

اللہ ہے جس نے بنائے آسمان اور زمین

وَمَا بَيْنَهُمَا فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى

اور جو ان کے بیچ ہے چھ دن میں پھر قائم ہوا

عَلَى الْعَرْشِ ۭ مَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ مِنْ

عرش پر نہیں تمہارا کوئی اس کے سوا

وَّلِيٍّ وَّلَا شَفِيْعٍ ۭ اَفَلَا تَتَذَكَّرُوْنَ ④ يُدَبِّرُ الْاَمْرَ

حمایتی نہ سفارشی پھر کیا تم سوچ نہیں کرتے تدبیر سے اتارتا ہے کام

مِنَ السَّمَاۗءِ اِلَى الْاَرْضِ ثُمَّ يَعْرُجُ اِلَيْهِ فِيْ يَوْمٍ

آسمان سے زمین تک پھر چڑھتا ہے اس کی طرف ایک دن

كَانَ مِقْدَارُهٗٓ اَلْفَ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ ⑤ ذٰلِكَ

میں جس کا پیمانہ ہزار برس کا تمہاری گنتی میں یہ ہے

عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ۝۶ الَّذِيْٓ
جاننے والا چھپے اور کھلے کا زبردست رحم والا جس نے

اَحْسَنَ كُلَّ شَيْءٍ خَلَقَهٗ وَبَدَاَ خَلْقَ الْاِنْسَانِ
خوب بنائی جو چیز بنائی اور شروع کی انسان کی پیدائش

مِنْ طِيْنٍ ۝۷ ثُمَّ جَعَلَ نَسْلَهٗ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ مَّآءٍ
ایک گارے سے پھر بنائی اس کی اولاد نچڑے سے پانی

مَّهِيْنٍ ۝۸ ثُمَّ سَوّٰىهُ وَنَفَخَ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِهٖ وَجَعَلَ
بے قدر سے پھر اس کو برابر کیا اور پھونکی اس میں اپنی جان میں سے اور بنا دیے

لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْـِٕدَةَ ۭ قَلِيْلًا مَّا
تم کو کان اور آنکھیں اور دل تم تھوڑا

تَشْكُرُوْنَ ۝۹
شکر کرتے ہو

دلائل توحید

قال اللہ تعالیٰ اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ ... الیٰ ... قَلِيْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ

ربط: اب اثبات رسالت کے بعد دلائل توحید بیان کرتے ہیں اللہ ہی ہے وہ جس نے پیدا کیے آسمان اور زمین اور جو کچھ ان کے درمیان میں ہے دنیا کے دنوں کے اعتبار سے چھ دن کی مقدار میں پھر وہ قائم اور جلوہ فرما ہوا عرش پر جیسی اس کی شان الوہیت ہے امت محمدیہ کے تمام سلف اور خلف کا اس پر اجماع ہے کہ عرش اللہ تعالیٰ کو اپنے اوپر اٹھائے ہوئے نہیں کیونکہ اللہ رب العزت ازل سے ہے اور وہ عرش کے پیدا کرنے سے پہلے سے موجود ہے اور عرش اللہ کا مخلوق ہے عقلاً یہ محال ہے کہ کوئی عرش اور تخت اللہ کو اپنے اوپر اٹھا سکے اور تھام سکے اللہ تعالیٰ کون و مکان سے بے نیاز ہے اور بے مثل اور بے چون و چگون ہے لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ وَّهُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ جس طرح

خدا تعالیٰ کا سمیع اور بصیر ہونا اس کی شان کے لائق ہے جس شان سے بے چون و چگونی پر وہ عرش کے پیدا کرنے سے پہلے تھا اسی شان پر عرش کے پیدا کرنے کے بعد بھی ہے وہ مخلوق کے خیال سے بالا اور برتر ہے مخلوق کو خیال بھی مخلوق ہے۔

ہرچہ اندیشی پذیرائے فناست ۔۔۔ وآنکہ در اندیشہ ناید آں خداست

"عرش لغت میں سریر الملک یعنی بادشاہ کے تخت کو کہتے ہیں اور شریعت میں عرش ایک جسم نورانی ہے جو تمام عالم کو محیط ہے قرآن کریم میں سات جگہ استواء علی العرش کا ذکر آیا ہے اس پر تو اجماع ہے کہ استواء علی العرش سے ظاہری اور جسمی معنی یعنی تمکن استقرار کے معنی مراد نہیں اس لیے کہ اللہ تعالیٰ مکان اور جہت سے پاک اور منزہ ہے جیسا کہ مجسمہ اور مشبہ کہتے ہیں سلف صالحین کا مذہب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا استواء علی العرش بلاکیف اور بلامکان اور بلاجہت کے حق اور ثابت ہے اور اس پر ایمان لانا واجب ہے اور یہ اعتقاد رکھنا فرض ہے کہ وہ بے چون و چگون ہے جیسا کہ امام مالکؒ اور امام ابوحنیفہؒ کا قول سورۂ اعراف کی تفسیر میں ہم نقل کر چکے ہیں باقی تفصیل وہاں دیکھ لی جائے۔

اور بعض علماء یہ کہتے ہیں کہ عرش تدبیر الٰہی کا مظہر ہے یعنی وہ ایسا مقام ہے کہ جہاں سے تدابیر الٰہیہ اور احکام خداوندی جاری ہوتے ہیں غرض یہ کہ ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے آسمان و زمین کی پیدائش کو بیان کیا کہ عرش سے لے کر فرش تک سب اسی کی مخلوق اور مملوک ہے اور اوپر سے لے کر نیچے تک ہر کون و مکان اور ہر زمین و زمان میں اسی کا حکم جاری ہے پس اپنی قدرت کاملہ کے بیان کرنے کے بعد آئندہ آیت میں مشرکین کو تہدید فرماتے ہیں کہ جب تمہیں معلوم ہو گیا کہ خدا کی یہ شان ہے تو سمجھ لو کہ تمہارے لیے اللہ کے سوا نہ کوئی کارساز ہے اور نہ کوئی سفارشی پس کیا تم سوچتے بھی نہیں اور ان کلمات حکمت کے سننے اور دیکھنے سے اندھے اور بہرے بن گئے ہو سب کو چھوڑو اور خدائے برحق کی طرف رجوع کرو یہاں تک آسمان اور زمین کی خلقت کو بیان کیا اب آئندہ اس کی تدبیر کو بیان کرتے ہیں اللہ تعالیٰ ہی آسمان سے لے کر زمین تک تمام امور کی تدبیر کرتا ہے یعنی اپنی حکمت تقدیر کے موافق حکم قضاء جاری کرتا ہے ۔۔۔ کوئی ذرہ اس کے حکم قضاء سے باہر نہیں پھر کیا وجہ ہے کہ تم دوسروں کی عبادت کرتے ہو اور ان پر بھروسہ کرتے ہو ذرا اپنی جہالت پر غور تو کرو پھر وہ امر الٰہی جو اللہ کی طرف سے اترا تھا لوٹ کر پھر اللہ ہی کی طرف چڑھ جاتا ہے ایک ہی دن میں جس کی مقدار تمہاری شمار کے حساب سے ایک ہزار سال ہے حافظ ابن کثیرؒ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا حکم عرش سے اترتا ہے اور ساتویں زمین تک پہنچتا ہے کما قال تعالیٰ اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ وَّمِنَ الْاَرْضِ مِثْلَهُنَّ يَتَنَزَّلُ الْاَمْرُ بَيْنَهُنَّ اور پھر وہ متعلقہ کارروائی مکمل ہونے کے بعد دفتر اعمال میں درج ہونے کیلئے زمین سے آسمان دنیا پر جاتی ہے اور جو فرشتہ اس کام کے لیے متعین تھا بجا لانے کے بعد آسمان کی طرف چڑھ جاتا ہے اور اللہ کی بارگاہ میں اسکو پیش کرتا ہے اور آسمان سے

ہے کہ زمین تک کا فاصلہ آدمی کی متوسط رفتار کے لحاظ سے پانسو برس کا ہے اور آمد و رفت اور اترنے اور چڑھنے کے لحاظ سے ایک ہزار سال کی مسافت ہے جس کو آدمی ایک ہزار سال سے کم عرصہ میں قطع نہیں کر سکتا اگرچہ فرشتے اس مسافت کو چشم زدن سے بھی کم وقت میں طے کر لیتے ہیں اسلئے ایک ہزار سال حق تعالیٰ کے یہاں ایک دن قرار دیا گیا بہرحال مسافت تو یہی ہے اگرچہ فرشتے اس کو چند منٹ میں ہی طے کر لیں۔ حضرت شاہ ولی اللہ قدس سرہٗ اس آیت کے حاشیہ میں لکھتے ہیں یعنی "اگر مردمان نزول تدبیر و عروج و تصور کنند در کار از ہزار سال خیال تمام شدے این ہمہ پیش خدا تعالیٰ در یک روز تمام می شود غرض آنست کہ اوہام ایشان بقدرت الٰہی نرسند واللہ اعلم (فتح الرحمٰن)

اور بعض علماء یہ کہتے ہیں کہ اس آیت میں یوم سے یوم قیامت مراد ہے جس دن تمام امور خدا تعالیٰ کے حضور میں پیش ہوں گے کما قال تعالیٰ وَاِلَیْہِ یُرْجَعُ الْاَمْرُ کُلُّہٗ اور مطلب آیت کا یہ ہے کہ گو تم اس وقت نہ ہمارا شکر کرتے ہو اور نہ ہماری طرف رجوع کرتے ہو لیکن قیامت کے دن تم اور تمہاری ہر بات ہمارے حضور میں پیش ہونے والی ہے خوب سمجھ لو کہ عرش سے لے کر فرش تک اسکی تدبیر جاری ہے پھر ایک وقت آئے گا کہ دنیا کا یہ سارا کارخانہ ختم ہو جائے گا اور سارا معاملہ ہمارے حضور میں پیش ہوگا اور ہم ہی اس کا فیصلہ کریں گے اور وہ قیامت کا دن ہے جو ایک ہزار سال کے برابر ہے لہذا تم کو چاہئے کہ اپنی سرکشی سے باز آجاؤ اور اس دن کے پکڑنے سے ڈرو۔

ایک شبہ | اس آیت میں تو یہ آیا ہے فِیْ یَوْمٍ کَانَ مِقْدَارُہٗٓ اَلْفَ سَنَۃٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ کہ اس دن کی مقدار ایک ہزار سال کے برابر ہے اور دوسری آیت تَعْرُجُ الْمَلٰٓئِکَۃُ وَالرُّوْحُ اِلَیْہِ فِیْ یَوْمٍ کَانَ مِقْدَارُہٗ خَمْسِیْنَ اَلْفَ سَنَۃٍ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس دن کی مقدار پچاس ہزار سال ہے علماء نے اس شبہ کے کئی جواب دیئے ہیں۔

جواب | ایک جواب یہ ہے کہ روز قیامت کی مقدار دنیا کے دنوں کے اعتبار سے ایک ہزار سال کی ہوگی لیکن صعوبت اور شدت اور سختی اور مصیبت کے اعتبار سے مثل پچاس ہزار سال کے ہوگی۔

جواب دیگر | قیامت کے دن کا طول لوگوں کے اعتبار سے مختلف ہوگا کسی کے حق میں پچاس ہزار سال کے برابر ہوگا اور کسی کے حق میں ایک ہزار سال کے برابر ہوگا اور کسی کے حق میں دنیا کے دن کے برابر ہوگا اور حدیث میں ہے کہ وہ دن مومن کے حق میں فرض نماز کے وقت کے برابر ہوگا۔ کما اخرجہ ابو یعلیٰ وابن حبان والبیہقی بسند حسن عن ابی سعید رضی اللہ عنہ

تفسیر مظہری صفحہ ۲۸۳

جواب دیگر | ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ حق تعالیٰ کا ارشاد فِیْ یَوْمٍ کَانَ مِقْدَارُہٗٓ اَلْفَ سَنَۃٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ یہ دنیا میں ہے اور حق تعالیٰ کا یہ ارشاد۔ فِیْ یَوْمٍ

كَانَ مِقْدَارُهٗ خَمْسِيْنَ اَلْفَ سَنَةٍ، یہ آخرت میں ہے تفسیر مظہری ص ۳۰۳ ج ۷ -

تفسیر دیگر

اس آیت کی دو تفسیریں ہو چکی ہیں اس آیت کی ایک تیسری تفسیر یہ بھی ہے جو مجاہدؒ سے مروی ہے اور اس کو حضرت شاہ عبد القادر رحمۃ اللہ تعالیٰ نے اختیار کیا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فرشتوں کو ایک ہزار سال کیلئے دنیا کے انتظامات اور تدبیرات کی بابت احکام عطا کرتا ہے اور یہ ایک ہزار سال اللہ کے نزدیک بمنزلہ ایک دن کے ہیں جب یہ ایک ہزار سال گذر جاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے دوسرے ہزار سال کیلئے دوسرے احکام عطا کر دیئے جاتے ہیں اور اسی طرح سلسلہ جاری رہتا ہے دیکھو تفسیر روح المعانی ص ۱۲۰ ج ۲۱ و زاد المسیر لابن الجوزی ص ۳۳۲ ج ۶ اور دیکھو حاشیہ شیخ زادہ علی تفسیر البیضاوی ص ۳۳ ج ۴ و تفسیر قرطبیؒ ص ۸۸ ج ۱۴ -

حضرت شاہ عبد القادر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں بڑے بڑے کام کا حکم عرش سے مقرر ہو کر نیچے اترتا ہے سب اسباب اس کے آسمان و زمین سے جمع ہو کر بن جاتا ہے پھر ایک مدت تک جاری رہتا ہے پھر اٹھ جاتا ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے دوسرا رنگ اترتا ہے جیسے بڑے بڑے پیغمبر جن کا اثر قرنوں تک رہا یا بڑی قوم میں سرداری جو قرنوں چلی وہ ہزار برس اللہ کے یہاں ایک دن ہے (موضح القرآن)

حضرت شاہ عبد القادرؒ کے اس کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت شاہ صاحبؒ نے اس آیت کی تفسیر میں مجاہدؒ کا قول اختیار فرمایا۔

یہی ذات والا صفات جس کا حکم اور جس کی تدبیر عرش سے لے کر فرش تک جاری ہے وہی پوشیدہ اور ظاہر کا جاننے والا ہے اور غالب ہے اور مہربان جس کی پیدائش فقط آسمان و زمین تک محدود نہیں بلکہ جس نے ہر چیز کو خوب بنایا جو چیز بھی اس نے پیدا کی وہ نہایت خوب ہے اور انسان کی پیدائش کو گارے مٹی سے شروع کیا اس کی نسل کو ایک حقیر پانی کے خلاصہ سے یعنی نطفہ سے بنایا نطفہ کو سلالہ اسلئے کہا کہ وہ سارے بدن سے کھینچا جاتا ہے پھر رحم مادر میں اس کا قالب درست کیا اور اس کے اعضاء میں خاص تناسب رکھا پھر اس میں اپنی طرف سے روح پھونکی اور تمہارے فائدہ کے لیے کان اور آنکھیں اور دل بنائے تاکہ کانوں سے سن سکو اور آنکھوں سے دیکھ سکو اور دل سے

---

[1] قال القرطبي المعنى انه يقضي امر كل شيء لالف سنة في يوم واحد ثم يلقيه الى ملائكته فاذا مضت قضى لالف سنة اخرى ثم كذالك ابدا قاله مجاهدؒ (تفسير قرطبي ص ۸۸ ج ۱۴)

جسکو اللہ نے اپنی رحمت سے یہ نعمتیں تم میں جمع کر دیں افسوس کہ تم ایسی عظیم نعمتوں کی بھی بہت ہی کم قدر کرتے ہو۔ بجائے منعم حقیقی کے اینٹ اور پتھر کا نام لیتے ہو کیا یہ کان اور آنکھ اور دل کسی اینٹ اور پتھر کا عطیہ ہیں فلاسفۂ عصر کا اقرار ہے کہ اینٹ اور پتھر کے نہ کان ہیں اور نہ آنکھ ہے اور نہ دل ہے پس سوال یہ ہے کہ اس اندھے اور بہرے اور بے شعور مادہ اور ایتھر نے اس انسان کو کہاں سے کان اور آنکھ اور دل عطا کر دیئے جو خود اندھا اور بہرا ہے وہ دوسرے کو کیا دے گا۔

اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ خدا وہ ہے کہ جو کمال قدرت اور کمال حکمت کے ساتھ موصوف ہے جس نے تم کو پیدا کیا اور کان اور آنکھ اور دل جیسی نعمتیں تم کو عطا کیں مگر تم اپنی جہالت سے خدا کی نعمتوں میں غور نہیں کرتے اور خدا کو ناقص سمجھ کر مادہ اور ایتھر کا محتاج بتاتے ہو عنقریب مرنے کے بعد جان لو گے کہ حقیقت کیا ہے۔

وَقَالُوْٓا ءَاِذَا ضَلَلْنَا فِي الْاَرْضِ ءَاِنَّا

اور کہتے ہیں کیا جب ہم رل گئے زمین میں کیا ہم کو

لَفِيْ خَلْقٍ جَدِيْدٍ ۥ بَلْ هُمْ بِلِقَاۗئِ رَبِّهِمْ كٰفِرُوْنَ ⑩

نیا بننا ہے ! کوئی نہیں ! وہ اپنے رب کی ملاقات سے منکر ہیں

قُلْ يَتَوَفّٰىكُمْ مَّلَكُ الْمَوْتِ الَّذِيْ وُكِّلَ بِكُمْ ثُمَّ

تو کہہ بھر لیتا ہے تم کو فرشتہ موت کا جو تم پر تعینات ہے پھر

اِلٰى رَبِّكُمْ تُرْجَعُوْنَ ⑪ وَلَوْ تَرٰٓى اِذِ الْمُجْرِمُوْنَ

اپنے رب کی طرف پھر جاؤ گے اور کبھی تو دیکھے جس وقت منکر

نَاكِسُوْا رُءُوْسِهِمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۭ رَبَّنَآ اَبْصَرْنَا وَسَمِعْنَا

سر ڈالے ہوں گے اپنے رب کے پاس اے رب ! ہم نے دیکھ لیا اور سن لیا

فَارْجِعْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا اِنَّا مُوْقِنُوْنَ ⑫ وَلَوْ شِئْنَا

اب ہم کو پھر بھیج ہم کریں بھلا کام ہم کو یقین آیا اور اگر ہم چاہتے

لَآتَيْنَا كُلَّ نَفْسٍ هُدَاهَا وَلَٰكِنْ حَقَّ الْقَوْلُ

تو دیتے ہر جی کو سوجھ اس کی لیکن ٹھیک پڑ چکی میری کہی

مِنِّي لَأَمْلَأَنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ ﴿١٣﴾

بات کہ مجھ کو بھرنی ہے دوزخ جنوں سے اور آدمیوں سے اکٹھے

فَذُوقُوا بِمَا نَسِيتُمْ لِقَاءَ يَوْمِكُمْ هَٰذَا إِنَّا نَسِينَاكُمْ

سو اب چکھو مزہ جیسے بھلا دیا تھا اس اپنے دن کا ملنا ہم نے بھلا دیا تم کو

وَذُوقُوا عَذَابَ الْخُلْدِ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿١٤﴾ إِنَّمَا

اور چکھو مار سدا کی بدلہ اپنے کیے کا ہماری

يُؤْمِنُ بِآيَاتِنَا الَّذِينَ إِذَا ذُكِّرُوا بِهَا خَرُّوا سُجَّدًا

باتوں کو مانتے وہ ہیں کہ جب ان کو سمجھایئے ان سے گر پڑیں سجدہ کر کر

وَسَبَّحُوا بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُونَ ﴿١٥﴾ تَتَجَافَىٰ

اور پاک ذات کو یاد کریں اپنے رب کی خوبیوں سے اور وہ بڑائی نہیں کرتے الگ رہتی

جُنُوبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ يَدْعُونَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَ

ہیں ان کی کروٹیں اپنے سونے کی جگہ سے پکارتے ہیں اپنے رب کو ڈر سے اور

طَمَعًا وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنْفِقُونَ ﴿١٦﴾ فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ

لالچ سے اور ہمارا دیا کچھ خرچ کرتے ہیں سو کسی جی کو معلوم نہیں

مَا أُخْفِيَ لَهُمْ مِنْ قُرَّةِ أَعْيُنٍ جَزَاءً بِمَا كَانُوا

جو چھپا دھرا ہے ان کے واسطے جو ٹھنڈک ہے آنکھوں کی بدلہ اس کا جو کرتے

يَعْمَلُونَ ﴿١٧﴾ أَفَمَنْ كَانَ مُؤْمِنًا كَمَنْ كَانَ فَاسِقًا لَا

تھے بھلا ایک جو ہے ایمان پر برابر اس کے جو ہے بے حکم نہیں

يَسْتَوٗنَ ﴿۱۸﴾ أَمَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ

برابر ہوتے سو جو یقین لائے اور کیے کام بھلے

فَلَهُمْ جَنّٰتُ الْمَأْوٰى نُزُلًا بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿۱۹﴾ وَ

تو ان کو باغ ہیں رہنے کے مہمانی اس پر جو کرتے تھے اور

أَمَّا الَّذِينَ فَسَقُوا فَمَأْوٰىهُمُ النَّارُ كُلَّمَا أَرَادُوا أَنْ

وہ جو بے حکم ہوئے سو ان کا گھر ہے آگ جب چاہیں کہ نکل پڑیں

يَخْرُجُوا مِنْهَا أُعِيدُوا فِيهَا وَقِيلَ لَهُمْ ذُوقُوا عَذَابَ

اس میں سے الٹے جاویں پھر اس میں اور کہیے ان کو چکھو آگ کی

النَّارِ الَّذِي كُنْتُمْ بِهِ تُكَذِّبُونَ ﴿۲۰﴾ وَلَنُذِيقَنَّهُمْ مِنَ

مار جس کو تم جھٹلاتے تھے اور البتہ چکھاویں گے ہم ان کو

الْعَذَابِ الْأَدْنٰى دُونَ الْعَذَابِ الْأَكْبَرِ لَعَلَّهُمْ

تھوڑا سا عذاب ورے اس بڑے عذاب سے کہ شاید وہ پھر

يَرْجِعُونَ ﴿۲۱﴾ وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ ذُكِّرَ بِآيٰتِ رَبِّهِ ثُمَّ

آویں اور کون بے انصاف اس سے جس کو سمجھایا اس کے رب کی باتوں سے

أَعْرَضَ عَنْهَا إِنَّا مِنَ الْمُجْرِمِينَ مُنْتَقِمُونَ ﴿۲۲﴾

پھر ان سے منہ موڑ گیا مقرر ہم کو ان گنہگاروں سے بدلا لینا ہے

منکرین قیامت کا رد اور مجرمین کی ذلت اور رسوائی کا اجمالی حال

قال اللہ تعالیٰ وَقَالُوْا ءَاِذَا ضَلَلْنَا فِي الْاَرْضِ ءَاِنَّا لَفِيْ خَلْقٍ جَدِيْدٍ... الیٰ... اِنَّا مِنَ الْمُجْرِمِيْنَ مُنْتَقِمُوْنَ

ربط: گزشتہ آیات میں منکرین وحدانیت اور منکرین رسالت کا رد تھا اب ان آیات میں منکرین بعث

وجزاء وسزا کا رد ہے جو حیات بعد الممات کے منکر تھے اور دوبارہ زندہ ہونے کو محال سمجھتے تھے یا اہل شقاوت کا گروہ ہے پھر اس کے بالمقابل اہل ایمان اور اہل سعادت کا حال اور ان کا ذکر کرتے ہیں اور بتلاتے ہیں کہ مومن اور فاسق برابر نہیں ہوسکتے اَفَمَنْ كَانَ مُؤْمِنًا كَمَنْ كَانَ فَاسِقًا لَا يَسْتَوُونَ چنانچہ فرماتے ہیں اور جو لوگ قیامت کے دن قبروں سے زندہ ہوکر اٹھنے کے منکر ہیں وہ یہ کہتے ہیں کہ کیا جب ہم مرکر زمین میں مل جائیں گے اور اس میں غائب اور گم ہوجائیں گے اور ہمارے اعضاء اور زمین کے اجزاء میں کوئی تمیز نہ رہے تو کیا ہم نئی پیدائش میں ہوں گے حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ منکرین بعث کا یہ قول محض تعجب کی بنا پر نہیں بلکہ یہ لوگ از راہ عناد خدا کے سامنے پیش ہونے کے بالکل منکر ہیں آپ ان منکرین آخرت کے جواب میں کہہ دیجئے کہ تم لوگ محض اس جسم خاکی کو آدمی سمجھتے ہو کہ جب وہ مرگیا تو مٹی میں رل مل کر نیست و نابود ہوگیا بلکہ تم جسم اور روح سے بنے ہو اور دراصل حقیقت تمہاری وہ روح یعنی جان ہے اور یہ ہیکل جسمانی روح انسانی کا لباس ہے اصل انسان وہ جان ہے مرنے کے وقت موت کا فرشتہ تمہاری روح اور جان کو تمام اعضاء بدن سے پوری طرح قبض کرکے اور اس جسم خاکی سے نکال کر دوسرے عالم میں لے جاتا ہے اور یہ موت کا فرشتہ وہ ہے جو تمہاری جان نکالنے ہی کے لیے تم پر مقرر کیا گیا ہے وہ تمہاری جان نکال کر لے جاتا ہے اور جسم کو یہاں چھوڑ جاتا ہے موت سے بظاہر جسم اور روح الگ الگ ہو گئے جسم یہاں رہ گیا اور مٹی بن گیا اور روح دوسرے عالم میں چلی گئی پھر جب قیامت آئے گی تو تمہاری اسی مٹی میں پھر روح پھونک دی جائے گی اور تم دوبارہ زندہ ہوجاؤ گے اور اپنے پروردگار کی طرف لوٹا دیئے جاؤ گے اور اس کے سامنے حاضر کر دیئے جاؤ گے جس خدا نے تم کو پہلی بار مٹی سے پیدا کیا اور تم میں روح ڈالی وہی خدا پھر تمہارے خاکی اجزاء کو جمع کرکے دوبارہ ان میں روح ڈال دے گا خلاصۂ کلام یہ کہ موت سے انسان بالکل فنا اور نیست نہیں ہوجاتا بلکہ انسان کی روح کو فرشتہ لے جاتا ہے اور جسم خاکی یہاں رہ جاتا ہے اور حسب سابق مٹی بن جاتا ہے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ان خاکی اجزاء متفرقہ کو جمع کرکے پھر ان میں روح ڈال دے گا۔

اب آئندہ آیات میں کافروں کا وہ حال اور قول بیان کرتے ہیں کہ جو قیامت کے دن خدا کی طرف رجوع ہونے کے بعد ظاہر ہوگا چنانچہ فرماتے ہیں اور اے مجرمین کے دیکھنے والے اگر تو اس وقت کو دیکھے کہ یہ مجرمین حشر کے منکر اپنے پروردگار کے سامنے کمال خجالت و ندامت کے ساتھ سر جھکائے ہوئے ہوں گے تو اس وقت عجیب خوفناک کیفیت دیکھے گا جس کی شدت کا اندازہ نہیں ہوسکتا اس وقت یہ مجرمین نہایت ذلت و خواری اور نہایت شرمساری سے یہ کہیں گے اے پروردگار ہم نے دیکھ لیا کہ تیری لقاء اور جزاء حق ہے اور انکار حشر پر تیری توبیخ اور ملامت کو اپنے کانوں سے سن لیا معلوم

ف اشارہ اس طرف ہے کہ [illegible] الَّذِينَ [illegible] جیسے کفار مراد ہیں۔

ہو گیا کہ تیرے پیغمبروں نے جو کہا تھا وہ حق تھا جس اب ہماری درخواست یہ ہے کہ ہم کو دنیا میں پھر واپس بھیج دے ہم وہاں جا کر تیری ہدایت کے مطابق نیک عمل کریں گے، ہم اب خوب یقین کئے ہوئے ہیں اور اب ہمیں کوئی شبہ باقی نہیں رہا، اور دنیا میں ہم کو جو شکوک و شبہات تھے وہ سب زائل ہو گئے اللہ تعالیٰ فرمائیں گے اگر ہم اس طرح تم کو ہدایت دینا چاہتے تو پہلے ہی سے دنیا میں ہر نفس کو اصل ہدایت دے دیتے یعنی اگر ہم کو اس طرح جبراً انہیں ہدایت دینی منظور ہوتی تو ہم پہلے ہی سے یہ سب کچھ جبراً انہیں دکھلا دیتے اور سب کے سب مومن ہو جاتے پھر کوئی ان میں سے کافر نہ رہتا، لیکن ہمیں یہ منظور نہ تھا کہ مشاہدۂ حقیقت کے بعد مجبور ہو کر ہدایت کو قبول کریں بلکہ ہم نے تم کو قدرت و اختیار دیا کہ وہ اپنے اختیار سے ہدایت کو قبول کرے میری بارگاہ میں جزاء و سزا کا دارومدار اختیاری ایمان اور عمل صالح پر ہے نہ کہ اضطراری ایمان پر، نیز ہم نے علم ازلی سے جان لیا تھا کہ تم میں سے بعض لوگ اپنے اختیار سے ایمان لائیں گے اور بعض اپنے اختیار سے کفر اور انکار کریں گے، اور میری طرف سے یہ فیصلہ ہو چکا تھا کہ میں دوزخ کو کافروں سے بھروں گا خواہ وہ جنوں میں سے ہوں یا انسانوں میں سے ہوں سب سے دوزخ کو بھر دوں گا یعنی میری قضاء و قدر میں یہ طے ہو چکا ہے کہ بعضوں کو ہدایت دوں گا اور ان کو جنت میں داخل کروں گا اور بعضوں کو گمراہ کروں گا اور ان کو جہنم میں داخل کروں گا اور جنت اور جہنم دونوں سے میرا وعدہ ہے کہ میں تم کو پُر کر دوں گا میں سب کا رازق ہوں اور سب کا مالک ہوں اب بلا وجہ بھی وعدہ خلافی نہیں کر سکتا ہوں پس اے کافرو تم سب جہنم کا ایندھن ہو اس میں جاؤ اور عذاب کا مزہ چکھو بوجہ اس کے کہ تم بھولے ہوئے تھے کہ تم نے اس دن کی ملاقات کو بھلا دیا تھا جس کا ہم نے وعدہ کیا تھا بس ہم نے بھی تم کو فراموش کر دیا یعنی ہم تمہارے ساتھ وہ معاملہ کریں گے جو فراموش کے ساتھ ہوتا ہے اور چکھو دائمی عذاب کو بوجہ ان کے جو عمل تم کرتے تھے کہ بجا لاتے تھے یعنی تم نے شیطان کی پیروی اختیار کی، یہ تو ان لوگوں کا حال بیان کیا کہ جنہوں نے دنیا میں رہ کر دار آخرت کو بھلا دیا اور اپنے اصل گھر کو یاد نہ کیا اب آئندہ آیات میں ان لوگوں کا حال بیان کرتے ہیں جو دنیا میں رہ کر بھی دار آخرت کی فکر میں اور لوٹنے کی حالت میں لگے رہتے تاکہ معلوم ہو جائے کہ اہل ہدایت کا حال اہل ضلالت کے برعکس ہے کہ کفار نابکار اپنے رب سے منحرف اور برگشتہ ہیں اور اہل ایمان ہمہ وقت اپنے پروردگار کی اطاعت میں لگے ہوئے ہیں جس طرح دنیا میں فریقین کا حال مختلف ہے اسی طرح آخرت میں دونوں کا مآل مختلف ہے چنانچہ فرماتے ہیں تحقیق بس ہماری آیتوں پر وہی لوگ ایمان لاتے ہیں اور ان کو سچا سمجھتے ہیں کہ جب ان کو ہماری آیتیں یاد دلائی جاتی ہیں تو وہ سجدہ میں گر پڑتے ہیں اور اپنے رب کی حمد و تسبیح کرنے لگتے ہیں اور وہ ایمان لانے سے تکبر نہیں کرتے اور طاعت سے سرکشی نہیں کرتے اور ان کے کمال ایمان کی علامات میں ایک صفت یہ ہے کہ ان کے پہلو اپنی خوابگاہوں سے علیحدہ رہتے ہیں خواہ فرض

لِّقَآئِهٖ وَجَعَلْنٰهُ هُدًى لِّبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ﴿۲۳﴾ وَ

ملنے سے اور وہ کی ہم نے سوجھ بنی اسرائیل کو اور

جَعَلْنَا مِنْهُمْ اَئِمَّةً يَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا لَمَّا صَبَرُوْا ۣۭ وَ

کئے ہم نے اُن میں سردار جو راہ چلاتے ہمارے حکم سے جب وہ ٹھہرے رہے اور

كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يُوْقِنُوْنَ ﴿۲۴﴾ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ يَفْصِلُ بَيْنَهُمْ

رہے ہماری باتوں پر یقین کرتے تیرا رب جو ہے وہی چکاوے گا ان میں

يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْمَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ﴿۲۵﴾ اَوَلَمْ يَهْدِ

دن قیامت کے جس بات میں کہ وہ جھگڑتے رہتے تھے کیا اُن کو سوجھ

لَهُمْ كَمْ اَهْلَكْنَا مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنَ الْقُرُوْنِ يَمْشُوْنَ

نہ آئی اس سے کہ کتنی کھپا دیں ہم نے اُن سے پہلے سنگتیں۔ پھرتے ہیں ان کے

فِيْ مَسٰكِنِهِمْ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ ۭ اَفَلَا يَسْمَعُوْنَ ﴿۲۶﴾

گھروں میں اس میں بہت پتے ہیں کیا سنتے نہیں

اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّا نَسُوْقُ الْمَآءَ اِلَى الْاَرْضِ الْجُرُزِ فَنُخْرِجُ

کیا دیکھا نہیں انہوں نے کہ ہم ہانک دیتے ہیں پانی ایک زمین چٹیل کو پھر نکالتے

بِهٖ زَرْعًا تَاْكُلُ مِنْهُ اَنْعَامُهُمْ وَاَنْفُسُهُمْ ۭ اَفَلَا

ہیں اُس سے کھیتی کہ کھاتے ہیں اس میں سے ان کے چوپائے اور آپ بھی کیا

يُبْصِرُوْنَ ﴿۲۷﴾ وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْفَتْحُ اِنْ

دیکھتے نہیں! اور کہتے ہیں کب ہے یہ فیصلہ! اگر

كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۲۸﴾ قُلْ يَوْمَ الْفَتْحِ لَا يَنْفَعُ

تم سچے ہو تو کہہ دن فیصلہ کے کام نہ آوے گا

الَّذِينَ كَفَرُوا إِيمَانُهُمْ وَلَا هُمْ يُنظَرُونَ ﴿٢٩﴾

منکروں کو ان کا ایمان لانا اور نہ ان کو ڈھیل ملے گی

فَأَعْرِضْ عَنْهُمْ وَانتَظِرْ إِنَّهُم مُّنتَظِرُونَ ﴿٣٠﴾

سو تو خیال چھوڑ ان کا اور راہ دیکھ وہ بھی راہ دیکھتے ہیں

رجوع بہ مضمون رسالت محمدیہ وتہدید مکذبین ومعاندین

قال اللہ تعالیٰ وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوسَى الْكِتَابَ ... إلى ... وَانتَظِرْ إِنَّهُم مُّنتَظِرُونَ

ربط: شروع سورت میں رسالت اور توحید اور بعث بعد الموت کا ذکر تھا اب اخیر سورت میں پھر مضمون رسالت کی طرف رجوع فرماتے ہیں جس کا شروع سورت لِتُنذِرَ قَوْمًا مَّا أَتَاهُم مِّن نَّذِيرٍ مِّن قَبْلِكَ میں ذکر تھا اور آپ کی تسلی کیلئے موسیٰ علیہ السلام کی کتاب ہدایت کا ذکر کرتے ہیں کہ باوجود واضح اور روشن کتاب ہونے کے مجرمین نے کس طرح اس سے اعراض کیا اور کس کس طرح موسیٰ علیہ السلام کو ایذائیں پہنچائیں اور موسیٰ علیہ السلام نے اس پر صبر کیا آپ کا معاملہ بھی ان کے مشابہ ہے آپ صبر کیجئے اور ان کے ظلم اور اعراض سے دلگیر نہ ہوں آپ ان معاندین اور مجرمین سے اعراض کیجئے اور اللہ کی فتح کا انتظار کیجئے۔

توریت کی طرح آپ کی کتاب بھی کتاب ہدایت وحکمت ہے اور جس طرح ہم نے بنی اسرائیل میں ائمہ ہدایت بنائے اسی طرح ہم آپ کے اصحاب اور آپ کے متبعین میں ائمہ ہدیٰ اور نجوم ہدایت بنائیں گے اور ساتھ ساتھ اس پر متنبہ کر دیا کہ مقام امامت صبر اور استقامت کے ذریعہ حاصل ہوتا ہے اور یہ مقام اللہ تعالیٰ نے آپ کے اصحاب کے لئے مقدر کیا ہے اور ان تمام مضامین سے آپ کی تسلی اور آپ کے منکرین کی تہدید اور وعید مقصود ہے چنانچہ فرماتے ہیں اور تحقیق ہم نے اپنے بندہ اور رسول موسیٰ کو توریت جیسی عظیم کتاب دی جیسے آپ کو قرآن عظیم جیسی کتاب عظیم دی لہٰذا آپ اس کے ملنے میں کسی شک اور شبہ میں نہ رہئے یعنی آپ موسیٰ علیہ السلام کو کتاب ملنے کے بارہ میں کوئی شک اور تردد نہ کریں یہ معنی مجاہدؒ اور زجاجؒ سے منقول ہیں (تفسیر قرطبی)[1] یعنی موسیٰ علیہ السلام اللہ کے پیغمبر تھے

---

[1] قال القرطبی قیل فلا تکن فی شک من لقاء موسیٰ الکتاب بالقبول قالہ مجاہد والزجاج تفسیر قرطبی ص ۱۰۸ ج ۱۴

اللہ نے ان پر ایک کتاب اتاری اسی طرح تم بھی خدا کے پیغمبر ہو لہذا تم پر کتاب کا اتارا جانا کوئی امر جدید اور عجیب نہیں کما قال تعالیٰ قُلْ مَا كُنْتُ بِدْعًا مِّنَ الرُّسُلِ اس آیت میں بظاہر خطاب نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو ہے کہ آپ شک میں نہ پڑیں لیکن مقصود دوسروں کو سنانا ہے کہ وہ ان کی نبوت میں شک نہ کریں معاذ اللہ نبی کریم کو کوئی شبہ نہ تھا لوگوں کے سنانے کیلئے کہا گیا کہ شبہ مت کرو (دیکھو حاشیہ قونوی علی تفسیر البیضاوی صفحہ ج ۶)

یا مطلب یہ ہے کہ آپ نے آسمان اور زمین میں شب معراج میں موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات کی ہے اس سے آپ شک میں نہ پڑیئے وہ ایک حقیقت تھی کوئی دھوکہ اور فریب نہ تھا اشارہ اس طرف تھا کہ آپ کی امت میں بھی موسیٰ علیہ السلام کی امت کی طرح ائمہ ہدایت ہوں گے جیسے خلفاء راشدین مثل ائمہ ہدایت تھے اور صحابہ کے بعد طبقہ تابعین میں ائمہ اجتہاد اور ائمہ حدیث اور ائمہ علم کلام پیدا ہوئے۔

یا مطلب یہ ہے کہ ہم آپ سے وعدہ کرتے ہیں کہ اپنی زندگی میں موسیٰ علیہ السلام سے ضرور ملاقات کرو گے مگر سیاق آیت کے ساتھ زیادہ مربوط پہلے ہی معنی ہیں۔

اور کر دیا ہم نے اس کتاب کو جو موسیٰ علیہ السلام کو عطا کی بنی اسرائیل کے لئے ذریعہ ہدایت اسی طرح ہم نے آپ کی کتاب کو لوگوں کے لیے ذریعہ ہدایت بنایا اور پھر ہم نے بنی اسرائیل میں سے متعدد امام اور پیشوا بنائے کہ جو لوگوں کو ہمارے حکم کے مطابق ہدایت کرتے تھے جب کہ انہوں نے صبر کیا اور خدا کی راہ میں ان کو جو تکلیفیں اور مشقتیں پہنچیں ان کو برداشت کیا اور وہ ہماری آیتوں پر یقین رکھتے تھے اس آیت میں حق تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حال کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے حال سے تشبیہ دیتے ہوئے اس امر کی طرف اشارہ فرمایا کہ اے پیغمبر جس طرح ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو توریت دی اسی طرح ہم نے تم کو قرآن دیا اور امت مرحومہ کے لیے ذریعہ ہدایت ٹھہرایا اور جس طرح انکے اصحاب کو ائمہ ہدایت بنایا اسی طرح ہم نے آپ کے اصحاب کو ائمہ ہدایت بنایا جیسا کہ حدیث میں ہے اصحابی کالنجوم بایہم اقتدیتم اھتدیتم رواہ الدار قطنی وابن عبد البر من حدیث ابن عمر و ابی سعید الخدری وعبد بن حمید من حدیث انس وفی اسانیدہا مقال لکن یتقوی بعضہا ببعض کذا فی ظفر الامانی بشرح مختصر الجرجانی للشیخ عبدالحی اللکھنوی صفحہ ۱۳۱۔

ف ۔ خلفاء راشدین اور صحابہ کرام کے بعد ائمہ مجتہدین بلا شبہ يَهْدُونَ بِأَمْرِنَا کا مصداق تھے ان کا اتباع موجب رشد و ہدایت ہے اور ترک و اباء قرآن کے ماننے کے برابر ہی مہلک ہے نیز اس آیت میں اشارہ اس طرف ہے کہ امامت کے استحقاق کیلئے صبر کامل اور یقین کامل ضروری ہے بغیر اس کے پیشوائی کا مقام حاصل نہیں ہو سکتا۔

غرض یہ کہ ائمہ ہدایت لوگوں کو حق کی طرف بلائیں گے کوئی مانے گا اور کوئی نہیں مانے گا قیامت

میں

تک اختلاف کا سلسلہ جاری رہے گا البتہ یہ سب ہی قیامت کے دن انکے اختلاف کا فیصلہ کرکے حق کو باطل سے جدا کر دے گا اور ہر ایک کو انکے مناسب حال جزاء دے گا اب آگے آیت میں منکرین نبوت کی تہدید فرماتے ہیں کیا ان عذابوں کی تکذیب کرنے والوں کیلئے یہ بات واضح نہیں ہوئی کہ ہم اس سے پہلے کتنی قوموں اور امتوں کو آسمانی اور زمینی عذابوں سے ہلاک کر چکے ہیں حالانکہ یہ لوگ انکے گھروں میں چلتے پھرتے ہیں اور اثناء سفر میں ان پر سے گذرتے ہیں اور دیکھتے ہیں مگر اپنی تیرہ بختی اور شامت اعمال کی وجہ سے عبرت پذیر نہیں ہوتے بیشک اس میں ہمارے قہر و غضب کی نشانیاں موجود ہیں کہ یہ قومیں پیغمبروں کے جھٹلانے کی وجہ سے غضب الٰہی سے ایسی تباہ اور برباد ہوئیں کہ ان میں سے کسی کا نام و نشان بھی باقی نہ رہا اور یہ ان کی بلند عمارتیں ہیں جن پر انکو غرور تھا وہ ان کو چھوڑ کر چلے گئے کیا یہ لوگ انکے قصے بھی نہیں سنتے جو زبان زد خلائق ہیں اب اس کے بعد منکرین قیامت کی تہدید فرماتے ہیں کیا یہ منکرین حشر و نشر دیکھتے نہیں کہ ہم پانی یعنی بادلوں کو بنجر اور خشک زمین کی طرف ہانکتے ہیں پھر ہم اس کے ذریعہ کھیتی نکالتے ہیں جس سے ان کے چوپائے اور وہ خود کھاتے ہیں سو کیا یہ لوگ اس نشان قدرت کو نہیں دیکھتے ہیں جو خدا خشک زمین سے گھاس اگا کر ہرا بھرا کر رہا ہے وہ انسانوں کو مٹی ہو جانے کے بعد بھی دوبارہ زندہ کرنے پر قادر ہے جو وقت زراعت ہم اپنی آنکھ سے دیکھتے ہیں کہ دانہ زمین میں دفن ہو گیا مگر اسکی باطنی کیفیت نہیں جانتے کہ وہ دانہ کس طرح نظر آنے یعنی نمو کی شکل میں نمودار ہوا اور انسان خود اپنی پیدائش میں اصلی کیفیت کو نہیں جانتا کہ غذا جسم میں منتقل ہو کر کس طرح خون بنی اور کس طرح نطفہ منی پیدا ہوا اور کس طرح رحم مادر میں پہنچ کر نو ماہ میں ولادت کی منزلیں کس طرح طے ہوئیں اور پھر ولادت سے لیکر لڑکپن اور جوانی اور بڑھاپے کی منزلیں کس طرح طے ہوتی ہیں اور یہ سب باتیں نظروں کے سامنے ہیں مگر باطنی کیفیت اور اصلی حقیقت کسی فلسفی کو بھی معلوم نہیں پس اگر کسی کو دوبارہ زندہ ہونے کی کیفیت اور حقیقت معلوم نہ ہو سکے تو اس سے دوبارہ زندہ ہونے کا محال ہونا لازم نہیں آتا دنیا کی ہزاروں چیزیں محسوس ہیں مگر عقل ان کی حقیقت اور کیفیت کے ادراک سے قاصر ہے تو فقط اتنی بات سے کہ ہماری سمجھ میں نہیں آتی کسی چیز کا محال ہونا ثابت نہیں ہو سکتا۔

خلاصہ کلام یہ کہ جب احیاء موتی کے نمونے تمہاری آنکھوں کے سامنے موجود ہیں تو پھر دوبارہ زندگی کا کیوں انکار کرتے ہو۔

اب آگے منکرین کے ایک اور شبہ کا جواب دیتے ہیں اور یہ لوگ بطور استہزاء اور تمسخر مسلمانوں سے کہتے ہیں کہ یہ فتح اور فیصلہ کا دن کب آئے گا اگر تم اپنے دعوے اور وعدے میں سچے ہو کہ اللہ دین اسلام کو اور مسلمانوں کو فتح اور نصرت دے گا بتلاؤ وہ دن کب آئے گا اور بعض کہتے ہیں کہ فتح سے فیصلہ کا دن یعنی قیامت کا دن مراد ہے منکرین قیامت مسلمانوں سے کہتے کہ تم قیامت

قیامت کب آئے گی اگر تم سچے ہو تو بتلاؤ کہ قیامت کا دن کب آئے گا؟ آپ ان کے جواب میں کہہ دیجئے کہ یوم الفتح ایسا دن ہے کہ اس دن کافروں کو ایمان لانا بالکل نفع نہ دے گا کیونکہ قیامت پر جب عالم آخرت اور کفار کو توبہ کی مہلت بھی نہ ملے گی یعنی سب ان لوگوں کو گمراہ دیکھیو تمام الفتح کے سوال سے تمہاری کیا غرض ہے اگر یہ مطلب ہے کہ اس دن کے عذاب اور قہر کو دیکھ کر یہ ایمان لے آئیں گے تو یہ غلط ہے موت کو یا نزول عذاب کو دیکھ کر ایمان لانا بے سود ہے دیکھ کر تو سب ہی ایمان لے آئیں گے اور اگر اس سوال سے تمہاری غرض یہ ہے کہ آخرت کوئی چیز نہیں تو بے شک عالم آخرت اور عالم جاودانی کے سامنے تمہاری دنیاوی زندگانی پلک مارنے کے برابر بھی نہیں لیکن خوب سمجھ لو کہ وہ وقت یقیناً آکر رہے گا تمہاری ان باتوں سے اس کا آنا ٹل نہیں سکتا۔

اور اگر یوم الفتح سے فتح مکہ کا دن یا بدر کا دن مراد ہو تو پھر اَلَّذِیْنَ کَفَرُوْا سے عام کافر مراد نہ ہوں گے بلکہ وہ خاص مقتولین بدر اور مقتولین فتح مکہ مراد ہوں گے کہ جو بدر کے دن یا فتح مکہ کے دن مسلمانوں کے ہاتھ سے مارے گئے تو حالت قتل اور حالت موت میں ایمان لانا ان کو نفع نہ دے گا جیسے فرعون کو حالت غرق میں ایمان لانے سے کچھ نفع نہ ہوا۔

دیکھو حاشیہ شیخ زادہ علی تفسیر البیضاوی ص [illegible] ج ۳ و حاشیہ قونوی علی تفسیر البیضاوی ص [illegible] ج ۲۔

پس اے نبی آپ ان تمسخر کرنے والوں سے منہ پھیر لیجئے اور ان کی باتوں کا خیال نہ کیجئے اور تمہارے رب نے آپ سے جو وعدہ کیا ہے وہ حق ہے اور آپ اس وقت کے منتظر رہئے تحقیق وہ بھی اسی کے منتظر ہیں یعنی آپ قیامت کے دن کا بھی انتظار کریں جس دن سب کا فیصلہ ہو جائے گا اور فتح مکہ اور بدر کے دن کا بھی انتظار کریں وہ دن بھی عنقریب آیا چاہتا ہے اس دن یہ استہزاء کرنے والے تلوار کے گھاٹ اتار دیئے جائیں گے لہٰذا یہ بد اندیش جو آپ سے کہہ رہے ہیں آپ اس کی پروا نہ کیجئے یوم الفتح کا انتظار کیجئے اور ان کی تباہی کے منتظر رہئے جیسے یہ لوگ اپنے زعم میں آپکی تباہی کے منتظر ہیں یہ لوگ باطل کے منتظر ہیں آپ حق کا انتظار کیجئے انشاء اللہ تعالیٰ حق اپنے وقت پر ظاہر ہو جائے گا اور یہ لوگ ناحق بات کے منتظر ہیں۔

نحمدہ آج بروز چہار شنبہ بوقت چاشت بتاریخ ۱۰ شعبان المعظم ۱۳۹۲ھ سورہ سجدہ کی تفسیر سے فراغت ہوئی۔ وللہ الحمد اولاً و آخراً و ظاہراً و باطناً جس طرح تو نے اپنے فضل و کرم سے یہاں تک لکھنے کی توفیق دی اسی طرح اپنے فضل و کرم سے باقی قرآن پاک کی تفسیر لکھنے کی بھی توفیق عطا فرما اور قبول فرما اور مجھ کو اور میری اولاد کو اور احباب کو دین و دنیا میں کامیاب فرما اور ہر شر اور فتنہ سے محفوظ رکھ آمین یا رب العالمین۔ ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم وتب علینا انک انت التواب الرحیم

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

تفسیر سورۃ الاحزاب

اس سورت کا نام سُورۃ الاحزاب ہے، اَحْزَاب حِزْب کی جمع ہے جس کے معنی جماعت اور گروہ کے ہیں، چونکہ ہر طرف سے مشرکین کی مختلف جماعتیں مدینہ منورہ پر حملہ آور ہوئی تھیں اس غزوہ کو غزوۃ الاحزاب کہتے ہیں، اس وقت اللہ تعالیٰ نے آپ کی ہوا سے اور فرشتوں سے مدد کی اسی لیے یہ سورت سورت الاحزاب کے نام سے موسوم ہوئی اور اسی غزوہ کو غزوۂ خندق بھی کہتے ہیں کیونکہ صحابہ کرام نے اس وقت مدینہ کے گرد خندق کھود کر کفار کا مقابلہ کیا تھا۔

یہ سورت مدینہ میں نازل ہوئی اس میں تہتر آیتیں اور نو رکوع ہیں، حق جل شانہ نے اس سورت میں صادقین اور مخلصین کی مدح فرمائی اور منافقین کی مذمت اور شناعت بیان کی اور منافقین کی مختلف قسم کی ایذاؤں کا ذکر کر کے ان کا جواب دیا اور آپ کو تسلی دی کہ آپ مخالفین کی ایذاؤں اور دھمکیوں کی پروا نہ کریں اللہ پر بھروسہ رکھیں۔

(ربط) یہ سورت گزشتہ سورت کا تتمہ ہے گزشتہ سورت کے اخیر میں کافروں کی ایذاؤں پر صبر کا حکم دیا اور سب سے فتح کا وعدہ فرمایا کافروں اور منافقوں نے بطور طعن کہا مَتٰى هٰذَا الْفَتْحُ کہ وہ فتح کب ہوگی اللہ نے اجمالی جواب تو پہلے ہی دے دیا تھا فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ وَانْتَظِرْ اِنَّهُمْ مُّنْتَظِرُوْنَ اب اللہ تعالیٰ نے اس سورت میں غزوۂ احزاب کا ذکر فرمایا جس میں اللہ کی فتح اور نصرت کا ظہور اس طرح ہوا کہ جس میں اسباب ظاہری کو دخل نہ تھا اور نصرت خداوندی کے جو عجیب کرشمے اس غزوہ میں ظاہر ہوئے وہ سب آپ کے معجزے تھے اور آپ کی نبوت و رسالت کی دلیل تھے اور ابتداء سورت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو چند ہدایتیں اور نصیحتیں فرمائیں کہ یہ اللہ کی فتح اور نصرت کا مدار ہے کہ تقویٰ اور صبر اور توکل پر قائم رہیں سوائے خدا تعالیٰ کے کسی سے نہ ڈریں اور نہ کسی چیز کی جانب التفات کریں اور بالکلیہ اللہ کی طرف متوجہ ہو جائیں اللہ نے کسی کے دو دل نہیں بنائے کہ بیک وقت دو جانب متوجہ ہو سکے اور آغاز سورت میں ایک حکم تو یہ دیا کہ وحی الٰہی کا اتباع کریں اور ایک حکم یہ دیا کہ کافرین اور منافقین کے مشوروں اور ان کے کہنے پر نہ چلیں کافروں اور منافقوں کے کہنے پر چلنا سخت خطرناک ہے اس طرح یہ تین حکم ہو گئے۔

خلاصۂ کلام یہ کہ جس طرح گزشتہ سورت کے آغاز میں اور خاتمہ میں آپ کی نبوت و رسالت

نہیں پاتے، تو پھر اللہ کے اس فریضہ کے (یعنی رجم کے حکم) چھوڑنے سے گمراہ ہو جائیں

(رواہ البخاری ومسلم وغیرہما)

چنانچہ حضرت عمرؓ کا خوف سچا نکلا اس زمانہ میں بہت سے نام کے مسلمان رجم کے حکم کا یہ کہہ کر انکار کرتے ہیں کہ ہم آیت کو قرآن میں نہیں پاتے اس لئے ہم رجم کے حکم کو نہیں مانتے یہ سب بیان ترجمے اس قسم کے لوگ تو سرے سے مطلق زنا ہی کو حرام نہیں سمجھتے اور آیۃ اَلزَّانِيَةُ وَالزَّانِيْ فَاجْلِدُوْا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ کے قائل نہیں اس قسم کے لوگوں کا اسلام قولی ہے حقیقی نہیں برسر منبر حضرت عمرؓ کے اس ارشاد کا مطلب یہ تھا کہ آیت رجم کی تلاوت اگرچہ منسوخ ہو چکی ہے اور اسی وجہ سے وہ قرآن میں نہیں لکھی گئی مگر اس کا حکم بلاشبہ باقی ہے اور واجب العمل ہے خود حضور پر نور ﷺ نے اس پر عمل کیا اور اپنے قول اور عمل سے یہ بتلا دیا کہ یہ حکم منزل من اللہ ہے اگرچہ اس کی تلاوت منسوخ ہو چکی ہے مگر یہ حکم تاقیامت باقی ہے حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ مجھے یہ خوف نہ ہوتا کہ لوگ یہ کہیں گے کہ عمرؓ نے کتاب اللہ میں ایک آیت بڑھا دی تو میں آیت الرجم کو مصحف میں لکھوا دیتا اسی خوف کی وجہ سے حضرت عمرؓ آیت الرجم کو مصحف میں نہیں لکھوا سکے۔

حضرت عمرؓ کے اس طرح برسر منبر فرمانے سے معلوم ہوا کہ تمام صحابہ کے نزدیک یہ امر مسلّم تھا کہ آیت الرجم کی تلاوت منسوخ ہو چکی ہے اور اس کا حکم باقی ہے اور تمام صحابہ اس پر متفق تھے کہ یہ حکم منسوخ نہیں ہوا اس کی تلاوت اگرچہ منسوخ ہو چکی ہے مگر رجم کا حکم بلاشبہ باقی ہے اور قیامت تک باقی رہے گا۔

حضرت عمرؓ کو یہ ڈر تھا کہ خدانخواستہ آئندہ چل کر مسلمان بھی یہود کی طرح رجم کے حکم پر عمل کرنا نہ چھوڑ دیں توریت میں رجم کا حکم صراحۃً مذکور تھا لیکن یہود نے یہ خیال کیا کہ یہ حکم سخت ہے عوام اس کو قبول نہ کریں گے اس لیے توریت کی روایت سے یہود نے اس حکم کو بدل دیا اور بجائے رجم کے کالا منہ کرنے کی سزا جاری کر دی۔ حضرت عمرؓ نے بار بار برسر منبر اس کا اعلان کیا تاکہ عام وخواص سب پر یہ بات واضح ہو جائے کہ آیت رجم کی تلاوت اگرچہ منسوخ ہو چکی ہے مگر اس کا حکم تاحال باقی ہے وہ منسوخ نہیں ہوا وہ قیامت تک رہے گا اور تمام صحابہ کرام نے حضرت عمرؓ کے اس ارشاد اور اعلان کو دل وجان سے قبول کیا اور صحابہ کرامؓ کا اجماع باتفاق علماء حجت قطعیہ ہے اور اس کا منکر کافر ہے یا قریب بکفر ہے منکر اجماع کا حکم اصول فقہ کی کتابوں میں مذکور ہے وہاں دیکھ لیا جائے اس میں شک نہیں کہ رجم کا حکم سخت ہے لیکن زنا کا جرم اس سے کہیں زیادہ سخت ہے مدعیان تہذیب کے نزدیک رجم کا حکم تو خلاف تہذیب ہے مگر شادی شدہ کے زنا کی بربریت اور حیوانیت اور بے غیرتی اور کھلی بے حیائی ان کے نزدیک خلاف تہذیب نہیں جو شخص اپنے لیے دوسرے کی بیوی یا بیٹی سے زنا کو جائز سمجھتا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ شخص اپنی بیوی یا بیٹی سے بھی دوسرے شخص کیلئے

الْمُنٰفِقِيْنَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ۝ وَّاتَّبِعْ مَا

دغابازوں کا بے شک اللہ ہے سب جانتا حکمتوں والا اور چل اسی پر جو

يُوْحٰٓى اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ

حکم آوے تجھ کو تیرے رب سے بے شک اللہ تمہارے کام کی خبر رکھتا ہے

خَبِيْرًا ۝ وَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ۭ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا ۝

اور بھروسا رکھ اللہ پر اور اللہ بس ہے کام بنانے والا

مَا جَعَلَ اللّٰهُ لِرَجُلٍ مِّنْ قَلْبَيْنِ فِيْ جَوْفِهٖ ۚ وَمَا جَعَلَ

اللہ نے رکھے نہیں کسی مرد کے دو دل اس کے اندر اور نہیں کیا

اَزْوَاجَكُمُ الّٰٓـِٔيْ تُظٰهِرُوْنَ مِنْهُنَّ اُمَّهٰتِكُمْ ۚ وَمَا جَعَلَ

جوروؤں کو جن کو ماں کہہ بیٹھے ہو سچ مچ تمہاری مائیں اور نہیں کیا

اَدْعِيَاۗءَكُمْ اَبْنَاۗءَكُمْ ۭ ذٰلِكُمْ قَوْلُكُمْ بِاَفْوَاهِكُمْ ۭ وَاللّٰهُ

تمہارے لے پالکوں کو تمہارے بیٹے یہ تمہاری بات ہے اپنے منہ کی اور اللہ

يَقُوْلُ الْحَقَّ وَهُوَ يَهْدِي السَّبِيْلَ ۝ اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَاۗىِٕهِمْ

کہتا ہے ٹھیک بات اور وہی سمجھاتا ہے راہ پکارو لے پالکوں کو ان کے باپ

هُوَ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ ۚ فَاِنْ لَّمْ تَعْلَمُوْٓا اٰبَاۗءَهُمْ

کا کر کر یہی پورا انصاف ہے اللہ کے ہاں پھر اگر نہ جانتے ہو ان کے باپ کو تو

فَاِخْوَانُكُمْ فِي الدِّيْنِ وَمَوَالِيْكُمْ ۭ وَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ

تمہارے بھائی ہیں دین میں اور رفیق ہیں اور گناہ نہیں تم پر جس چیز

فِيْمَآ اَخْطَاْتُمْ بِهٖ ۙ وَلٰكِنْ مَّا تَعَمَّدَتْ قُلُوْبُكُمْ ۭ وَكَانَ

میں چوک جاؤ پر وہ جو دل سے ارادہ کرو اور ہے

یعنی ہم فرماتے ہیں اے نبی آپ اللہ سے ڈرتے رہیئے اور خشیت و تقویٰ پر قائم رہیئے اور جیسا اب تک تقویٰ کا مقتضیٰ یہ ہے کہ آپ کو چاہیے اسکو ادا کریں اور منافقوں کے گروہ جیسا کہ سے محفوظ رکھیئے اور کافروں اور منافقوں کا کہنا نہ مانیئے یعنی جو لوگ کفر کو ظاہر کرتے ہیں اور جو لوگ کفر کو چھپاتے ہیں یہ سب مکار ہیں آپ ان سے مشورہ نہ کیجئے اور نہ ان کی بات سنیئے یہ لوگ آپ کو نرم کرنا چاہتے ہیں اور دنیا کی باتیں کہتے ہیں مثلاً یہ کہتے ہیں کہ آپ ہمارے معبودوں کا برائی سے ذکر نہ کریں ہم آپ سے تعرض کرنا چھوڑ دیں گے یا مثلاً آپ ہماری فلاں فلاں بات مان لیں تو ہم آپ کے دین متین پر راضی ہو جائیں گے اللہ تعالیٰ نے متنبہ کیا کہ آپ ان کی چالوں میں نہ آئیے یہ اسلام کے دشمن ہیں آپ کو دھوکا دینا چاہتے ہیں اور ان کی مخالفت کی مطلق پرواہ نہ کیجئے اور اللہ کی جانب سے فتح و نصرت کا انتظار کیجئے بے شک اللہ تعالیٰ ان کی سازشوں سے خبردار ہے اور حکمت والا ہے جو کچھ ہو رہا ہے وہ سب جانتا ہے جو سراسر حکمتوں پر مبنی ہے وہ علیم و حکیم ہے اس لئے ہی سب کاموں کو تمام معلوم ہے اور اس کا کوئی کام حکمت سے خالی نہیں لہذا اطاعت اسی ذات کی کی جانے کی جو عواقب امور کو خوب جانتا ہو اور جو ذات ظاہر و باطن کی علیم و خبیر ہے اسی سے ہر وقت ڈرتے رہنا چاہیئے خدا سے ڈرنے والوں کو دشمن ضرر نہیں پہنچا سکتے لہذا تم ان کی قوت اور شوکت سے مرعوب نہ ہو اور اللہ تعالیٰ تمہارا حامی اور معین ہے لہٰذا ان کا کہنا نہ مانو بلکہ جو کچھ تیرے پروردگار کی طرف سے تیری طرف وحی کیا جاتا ہے اسی کا اتباع کرو بے شک اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال سے اور تمہاری نیتوں سے خبردار ہے تمہارا ظاہر و باطن اس سے مخفی نہیں وحی الٰہی کے اتباع میں ذرہ برابر کوتاہی نہ ہونی چاہیئے اور کسی کے خوف سے وحی الٰہی کے اتباع کو نہ چھوڑو بلکہ اللہ پر بھروسہ رکھو اور اللہ ہی کافی کارساز ہے اسی کے کہنے پر چلو اور اسی پر بھروسہ رکھو وہ تمہارے سب کام بنا دے گا دشمنان دین سے ہراساں ہونے کی ضرورت نہیں ۔

اب آئندہ آیات میں چند احکام اور ہدایات بیان کرتے ہیں اور چند باتوں کا رد کرتے ہیں جو دنیا والوں کے غلط لوگوں میں شائع تھیں مثلاً زمانہ جاہلیت میں اگر کوئی اپنی بیوی کو ماں کہہ دیتا تو وہ ساری عمر کے لئے اس پر حرام ہو جاتی اور مثلاً اگر کوئی کسی کو بیٹا کہہ کر بلاتا تو وہ اس کا بیٹا بن جاتا اللہ تعالیٰ نے بتلا دیا کہ یہ باتیں غلط اور لغو ہیں جیسا کہ اہل جاہلیت کا یہ گمان غلط ہے کہ بعض شخص کے اندر دو دل ہوتے ہیں جس طرح اہل جاہلیت کی یہ بات بالکل غلط اور لغو ہے اسی طرح جاہلیت کی پہلی دو باتیں بھی غلط اور لغو ہیں اس لیئے آئندہ احکام کے بیان سے پہلے بطور تمہید اس کو بیان کیا کہ اللہ عزوجل نے کسی مرد کے اندر دو دل نہیں بنائے کہ ایک دل سے شک میں رہے اور ایک دل سے یقین کرے اور ایک دل سے ایمان لائے اور ایک دل سے کفر کرے ایک دل سے مسلمانوں کے ساتھ رہے اور ایک دل سے کافروں کے ساتھ رہے

کسی کے سینہ کو اگر چیر کر دیکھا جائے تو ایک ہی دل نکلے گا مطلب یہ ہے کہ دل تو ایک ہی ہوتا

ہے جا ہے، اس میں کسی کی محبت بھر لو، نفرت بھر لو، منافقین کو چاہیئے کہ دو رخی اور دو رنگی چھوڑ دیں۔ منافقین
دو طرفہ باتیں کیا کرتے تھے، ان کی تنبیہ کیلئے یہ ارشاد فرمایا کہ ایک دل میں دو باتیں جمع نہیں ہو سکتیں یا یہ
مطلب ہے کہ سارے دل سے ایک اللہ ہی کا ہو رہے دوسری طرف دل نہ لگا۔ کسی شخص کے اندر دو دل
نہیں ہوتے اور اگر بالفرض کسی کے دو دل ہوں تو دل تو مدبر بدن ہوتا ہے تو بتلایا جائے کہ اگر دو دلوں
میں اختلاف ہو جائے ایک دل تو ایک تدبیر کا خواہاں ہو اور دوسرا دل دوسری تدبیر کا خواہاں ہو تو نتیجہ
کہ نظام بدن میں دونوں دلوں کی تدبیر چلے گی یا ایک دل کی تدبیر چلے گی۔ اگر دونوں کی تدبیر چلی تو نظام بدن
درہم برہم ہو جائے گا کیونکہ دلوں کی تدبیریں متضاد اور مختلف ہیں ایک دل چاہتا ہے کہ اعضاء حرکت کریں اور دوسرا دل سکون چاہتا ہے
کہ اعضاء ساکن رہیں اور اگر کسی ایک ہی دل کی تدبیر چلتی ہے تو دوسرا بیکار اور بے مصرف ہو گیا۔

یہ آیت قریش کے ایک شخص کے بارہ میں نازل ہوئی جس کو قریش ذو القلبین کہتے تھے یعنی دو دل
والا۔ اس کا زعم یہ تھا کہ اس کے دو دل ہیں ایک دل تو تمہارے ساتھ ہے اور دوسرا دوسروں کے ساتھ ہے
گویا کہ وہ اس طرح بیٹھے نفاق اور دو رخی کی تاویل کیا کرتا تھا ایسے لوگوں کے لیے یہ آیت نازل فرمائی جس
سے جاہلیت کی ایک معروف و مشہور جہالت کا رد فرمایا اور اس کے بعد جاہلیت کی اور دو رسموں کو باطل
فرمایا اور بتلایا کہ جس طرح ایک مرد کے دو دل نہیں ہو سکتے اسی طرح یہ ممکن نہیں کہ بیوی کو بیوی بھی سمجھے
اور ماں بھی سمجھے اور کسی کے بیٹے کو پالک کرنے سے پالک بیٹا بھی ہو جائے اور بیٹا بھی ہو جائے۔ انسان کا قلب یعنی اس کی
قوت ادراکیہ تو ایک ہی ہے وہ شے واحد میں دو متضاد ادراک کیسے کر سکتا ہے۔

فائدہ قلب سے مراد قوت ادراکیہ ہے محض مضغہ گوشت مراد نہیں اور اگر بالفرض شاذ و نادر کسی کے اندر بظاہر دو دل یعنی دو مضغہ لحم ہوں بھی تو وہ قرآن کے خلاف
نہیں اس لیے کہ قوت ادراکیہ یعنی نفس ناطقہ تو ایک ہی ہوگا کیونکہ قلب تو تمام قوائے ادراکیہ کا منبع ہے
اور سرچشمہ ہے اس کا متعدد ہونا ناممکن ہے اور یہی نفس ناطقہ تمام بدن انسانی کیلئے مدبر ہے۔

حکایت یہ آیت جمیل بن معمر فہری کے بارہ میں نازل ہوئی جو قریش میں بڑا ہوشیار اور
قوی الحافظہ تھا اس لیے قریش یہ کہا کرتے تھے کہ اس شخص کے دو دل
ہیں اور وہ خود بھی یہی کہتا تھا کہ میرے دو قلب ہیں اسی وجہ سے میں محمد سے زیادہ عقل رکھتا ہوں مگر
بدر کے دن جب مشرکین میں بھگدڑ پڑی تو یہ اس طرح بھاگا کہ ایک جوتی ہاتھ میں ہے اور ایک جوتی
پیر میں ہے ابو سفیان نے دیکھ کر پوچھا کہ تیرا کیا حال ہے کہ ایک جوتی ہاتھ میں ہے اور ایک جوتی پیر
میں ہے کہنے لگا کہ میں تو یہی سمجھ رہا ہوں کہ دونوں جوتیاں پاؤں میں پہنا ہوا ہوں۔ اس دن لوگوں کو معلوم
ہوا کہ اگر اس کے دو دل ہوتے تو اس طرح نہ بھولتا۔ یہ آیت اس زعم باطل کی تردید کے لیے نازل
ہوئی جس میں صراحۃً یہ بتلا دیا گیا کہ آدمی کے دو قلب یعنی دو دل نہیں ہوتے (تفسیر قرطبی ص ۱۱۶ ج ۱۴) اور اسلام
سے پہلے عرب میں یہ دستور تھا کہ جو شخص اپنی عورت کو یہ کہہ دیتا کہ تو میری ماں کے برابر ہے تو اس

کہنے سے اس عورت پر طلاق پڑ جاتی اور وہ اس پر ہمیشہ کے لئے حرام ہو جاتی گویا کہ اس لفظ کے کہنے سے وہ اس
کی حقیقی ماں بن جاتی اور ہمیشہ کے لیے حرام ہو جاتی اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ تمہارا یہ خیال اور اعتقاد جاہلانہ
ہے اسکو ترک کرو جس طرح اللہ تعالیٰ نے کسی کے سینہ میں دو دل نہیں بنائے اسی طرح اللہ تعالیٰ نے
تمہاری ان بیویوں کو جن سے تم ظہار کرتے ہو اور انکو ماں کہہ بیٹھتے ہو اللہ تعالیٰ نے انکو واقعی یعنی حقیقی
تمہاری مائیں نہیں بنا دیا ماں کی اور بیوی کی حقیقت الگ الگ ہے دونوں ایک کیسے ہو سکتی ہیں اللہ
تعالیٰ نے اس قول زور کے لیے کفارہ مقرر کیا ہے جس کو کفارہ ظہار کہتے ہیں اس کفارہ کے ادا کرنے
کے بعد بیوی حلال ہو جاتی ہے جسکی تفصیل سورۃ مجادلہ میں آئے گی غرض یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اس
آیت میں یہ بتلا دیا کہ اہل عرب کا یہ خیال غلط ہے ماں تو وہ ہے کہ جس کے پیٹ سے یہ پیدا ہوا ہو
یہ کیسے ممکن ہے کہ وہ عورتوں کے پیٹ سے پیدا ہو نیز زوجہ تو خادمہ ہوتی ہے اور ماں مخدومہ ہوتی
ہے بیوی کا حقیقۃً والدہ ہو جانا قطعاً محال ہے نیز آدمی بیوی سے محبت کرتا ہے اور ماں سے بیوی جیسی
محبت حرام ہے اور اگر کوئی ماں سے ایسی محبت جائز رکھے تو وہ پرلے درجہ کا بے غیرت اور بے حیا ہے
لہٰذا ایسی بات زبان سے کہنا جہالت اور حماقت ہے اور زمانہ جاہلیت کی ایک رسم یہ تھی کہ اگر
کسی نے کسی کو بیٹا کہہ لیا تو وہ اس کا صحیح بیٹا سمجھا جاتا تھا اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ یہ خیال اور اعتقاد
بھی غلط ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے منہ بولوں کو حقیقۃً تمہارا بیٹا نہیں بنایا انسان کا اصلی بیٹا وہ
ہے جو اس کے نطفہ سے پیدا ہوا ہو یہ کیونکر ممکن ہے کہ منہ بولا بیٹا حقیقۃً بیٹا ہو جائے عقلاً یہ بات
محال ہے کہ حقیقۃً اس کے دو باپ ہو جائیں لہٰذا تم کو چاہیئے کہ اس جہل قبیح سے احتراز کرو
یہ محض تمہارے منہ سے نکلی ہوئی باتیں ہیں جن کی نفس الامر میں کوئی حقیقت نہیں منہ سے کسی کو بیٹا کہہ
دینے سے حقیقۃً بیٹا نہیں بن جاتا ورنہ اگر منہ بولا بیٹا حقیقۃً بیٹا ہو جائے تو نسب درہم برہم ہو جائے اور حقیقی بیٹے کی میراث
میں مزاحم ہو جائے اور دیگر اقارب کا بھی شریک وراثت ہو جائے اور اس طرح کسی کو بیٹا بنانا حقیقی
اقارب پر صریح ظلم اور ستم ہے یہ سب جھوٹ اور لغو باتیں ہیں جو تمہارے منہ سے نکلی ہیں واقع
میں ان کی کوئی حقیقت نہیں حیوان کی آواز کے مشابہ ہیں اور اللہ ٹھیک بات کہتا ہے اور وہی
سیدھی راہ بتلاتا ہے جو حقیقت ہے اور واقع کے مطابق ہے اسی کی پیروی کرو تم کو چاہیئے کہ ان
لڑکوں کو انکے باپوں کی طرف نسبت کر کے پکارو یہی بات اللہ کے نزدیک پورا انصاف ہے منہ بولے
کو بیٹا کہنا اور بیوی کو ماں کہنا صریح ظلم ہے اور اگر تم ان کے باپوں کو نہ جانتے ہو کہ انکے
باپوں کا کیا نام ہے تو وہ تمہارے دینی بھائی اور دوست ہیں اس نسبت سے تم انہیں پکار سکتے ہو
یعنی انکو بھائی اور دوست کہہ کر پکار سکتے ہو وہ تمہارے دینی بھائی ہیں اور اگر تم اس حکم کے بعد
بھی اپنی قدیم عادت کی بنا پر سہو اور خطا سے کسی کو اس کے غیر باپ کی طرف نسبت
کر کے پکار دو تو تم پر کچھ گناہ نہیں جو تم نے خطا سے کہہ دیا اور بلا اختیار سبقت لسانی

روحانی اولاد ہیں جو آپس میں ایک دوسرے کے بھائی بھائی ہیں اور جس طرح نبی تمام اہل ایمان کا روحانی باپ ہے اسی طرح نبی کی ازواج مطہرات تمام مسلمانوں کی روحانی مائیں ہیں جن سے نسبی ماؤں کی طرح نکاح حرام ہے۔ جس طرح اپنی نسبی ماؤں سے نکاح حرام ہے اور ماں سے بڑھ کر ازواج مطہرات کا ادب اور احترام فرض ہے تمام حیرت و تعجب ہے کہ رافضی گروہ حضرت عائشہ صدیقہؓ اور حضرت حفصہؓ کے حق میں زبان درازی کرتا ہے بلکہ حضرت خدیجہؓ کے سوا تمام ازواج مطہرات کی شان میں گستاخانہ الفاظ زبان سے نکالتا ہے اور کس طرح سے اللہ کے نبی کو اور تمام فرزندان اسلام کو ایذا پہنچاتا ہے۔

خلاصۂ کلام یہ کہ حق جل شانہ نے ان آیات میں نبی کی جلالت شان اور اس کا واجب الاحترام ہونا بیان کیا اور بعدہ ازواج مطہرات کی کرامت و حرمت کو بیان کیا اب اس کے بعد اہل اسلام میں باہمی قرابت حسب مراتب لحاظ رکھنے کا حکم دیتے ہیں اور بتلاتے ہیں کہ میراث کا دار و مدار قرابت پر ہے چونکہ ابتداء اسلام میں ہجرت اور دینی اور بھائی چارہ کی وجہ سے میراث جاری ہوتی تھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مہاجرین اور انصار کو آپس میں بھائی بھائی بنا دیا تھا اس بنا پر ایک دوسرے کا وارث ہوتا بعد ازاں جب مہاجرین کے رشتہ دار مسلمان ہو گئے تب یہ حکم منسوخ ہو گیا اور اسلام میں داخل ہو جانے کے بعد قرابت والوں کو میراث وغیرہ کے حق سے محروم کر دیا۔ یہ حکم ہوا کہ قرابت والے یعنی قرابت والے حکم خداوندی میں میراث میں ایک دوسرے کے زیادہ حقدار ہیں بہ نسبت دوسرے مومنین اور مہاجرین کے جو قرابت نہ رکھتے ہوں مومنین سے مراد وہ ہیں ہجرت کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مہاجرین اور انصار میں بھائی چارہ کر دیا تھا جس کی وجہ سے مہاجر اور انصاری مرنے کے بعد ایک دوسرے کی میراث پاتے تھے پھر اللہ تعالیٰ نے اس حکم کو منسوخ کر دیا اور یہ حکم دے دیا کہ اب آئندہ سے میراث کا دار و مدار صرف رشتہ پر ہوگا نہ کہ اسلامی برادری پر مگر یہ کہ تم اپنی زندگی میں اپنے دوستوں کے ساتھ بطور وصیت کچھ سلوک اور احسان کرنا چاہو تو یہ جائز ہے اور تم کو اس کی اجازت ہے مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی مسلمان اپنے رشتہ داروں کے علاوہ کسی اور مسلمان مہاجر یا انصاری کے ساتھ سلوک کرنا چاہے اور اپنے مال میں سے کچھ دینا چاہے تو دے سکتا ہے جس کی حد ثلث مال (تہائی مال) تک ہے جیسا کہ دوسری جگہ منصوص ہے یہ حکم لوح محفوظ میں یا قرآن میں لکھا جا چکا ہے کہ اب میراث کا دار و مدار قرابت اور رشتہ داری پر ہے اور اسی طرح ہمیشہ یونہی رہے گا اور اب تک جو میراث کا حکم اسلام اور ہجرت اور مواخات کی بنا پر دیا گیا وہ ایک وقتی مصلحت اور ضرورت کی بنا پر تھا جو اب منسوخ ہو گیا صدقہ اور سلوک اور احسان کا حکم اب بھی باقی ہے۔

تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب مکہ مکرمہ سے ہجرت کر کے مدینہ آئے تو مسلمان بھی اپنا گھر اور کنبہ جو کافر تھے سب کو چھوڑ کر مدینہ میں آ پہنچے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مہاجرین اور انصار میں مواخات (برادری) کا رشتہ قائم کر دیا اور یہ منہ بولے بھائی ایک دوسرے کے وارث قرار دیئے گئے ایک عرصہ تک یہ دستور رہا کہ اس دینی اخوت کے دو بھائیوں میں ایک مہاجر اور ایک انصاری ہوتا

مگر ایک کا انتقال ہو جاتا تو دوسرا بھائی اس کا وارث قرار پاتا اور عصبات کو کچھ نہ ملتا بعد میں جب مہاجرین کے خویش و اقارب بھی مسلمان ہو کر مدینہ آ گئے تو اس وقت ایمانی اخوت کے ساتھ قرابت نسبی بھی مل گئی تو اس وقت یہ آیت وَأُولُو الْأَرْحَامِ بَعْضُهُمْ أَوْلَىٰ بِبَعْضٍ الخ نازل ہوئی اور حکم ہو گیا کہ اب میراث مسلمان اولوا الارحام کو یعنی ان خویش و اقارب کو ملے گی جو مسلمان ہیں اور منہ بولے بھائیوں کو میراث نہیں ملے گی اور میراث کے لیے قرابت اور رشتہ داری کو وراثت کا مدار قرار دیا گیا اور توارث بالہجرۃ اور توارث بالمواخاۃ اور بالحلف سب منسوخ ہو گیا۔ دیکھو تفسیر قرطبی ص ۱۲۳ ج ۱۴

حضرت شاہ ولی اللہ فرماتے ہیں یعنی اولوا الارحام واجب است آں توارث بہجرت و اسلام منسوخ شد و توارث بقرابت بالارحام انتہی (فتح الرحمن)

ان آیات میں اول روحانی باپ کا حق بیان کیا پھر روحانی ماؤں کا حق بیان کیا پھر ایمانی بھائیوں کا حق اور حکم بیان کیا۔

نکتہ ازواج مطہرات کا امہات المؤمنین ہونا جسم ظاہری کے اعتبار سے نہیں اس لیے کہ یہ امر ظاہر ہے کہ کل مؤمنین کی پیدائش انکے پیٹ سے نہیں ہوئی بلکہ روحانی اعتبار سے ہے اور روحانیت کا ظہور صرف مؤمنین کاملین پر ہوتا ہے عام طور پر غلبہ جسمانیت ہی کا ہوتا ہے یعنی کہ یہ دنیا عالم اجسام ہے اہل عالم دنیا کی نظر جسم ظاہری اور محسوسات ہی کو دیکھتی ہے اور حقیقت روحانیہ نظروں سے پوشیدہ ہوتی ہے اس لیے ازواج مطہرات کو سب امہات ہیں اگرچہ جسمانی والدہ نہیں لیکن احکام ظاہری کے اعتبار سے مثلاً نظر اور خلوت کے لحاظ سے بمنزلہ اجنبیہ کے ہیں اس لیے کہ اندیشہ ہے کہ جسمانیت اور محسوسات کے آثار میں مبتلا ہو کر اپنے دین و دنیا کو خراب کر بیٹھیں واللہ اعلم ذلک واللہ اعلم اسی وجہ سے شیخ ابن کثیر لکھتے ہیں کہ یہ حکم تحریم نکاح ازواج مطہرات کی لڑکیوں اور بہنوں کی طرف متعدی نہیں ہوتا یعنی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادیوں کا نکاح حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ سے ہوا۔

وَإِذْ أَخَذْنَا مِنَ النَّبِيِّينَ مِيثَاقَهُمْ وَمِنكَ

اور جب لیا ہم نے نبیوں سے ان کا اقرار اور تجھ سے

وَمِن نُّوحٍ وَإِبْرَاهِيمَ وَمُوسَىٰ وَعِيسَى ابْنِ

اور نوح سے اور ابراہیم سے اور موسیٰ سے اور عیسیٰ سے جو بیٹا

مَرْيَمَ وَأَخَذْنَا مِنْهُم مِّيثَاقًا غَلِيظًا ۝ لِّيَسْأَلَ

مریم کا اور لیا ہم نے ان سے گاڑھا قرار تا پوچھے

صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت اور عالم شہادت میں آپ کا ظہور اگرچہ سب کے بعد ہوا لیکن درجہ اور مرتبہ میں آپ سب سے مقدم ہیں اور ہم نے ان پیغمبروں سے کوئی معمولی عہد نہیں لیا بلکہ نہایت محکم اور نہایت پختہ اور مضبوط عہد لیا کہ جس میں کسی قسم کا خلل نہ آوے اور یہ مضبوط عہد اس لیے لیا تاکہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ سچوں سے یعنی پیغمبروں سے اور اہل ایمان سے جو اپنے عہد اور میثاق میں سچے رہے ان کی راستی اور سچائی کے متعلق دریافت کرے تاکہ لوگوں پر ان کا صدق ظاہر ہو اور انکے نہ ماننے والوں اور نہ تصدیق کرنے والوں پر حجت قائم ہو اور کافروں سے اور انبیاء کی تکذیب کرنے والوں سے بھی سوال کرے گا تاکہ ان کا کذب ظاہر ہو جائے۔

قیامت کے دن اللہ تعالیٰ پیغمبروں سے سوال کرے گا کہ جب تم نے قوم کو ہمارا پیغام پہنچایا تو قوم کے لوگوں نے تمہیں کیا جواب دیا ہماری دعوت اور پیغام کو قبول کیا یا رد کیا بظاہر یہ سوال پیغمبروں سے ہوگا مگر اس سے مقصود قوم کی تصدیق و تکذیب کا حال ظاہر کرنا ہوگا اور ان لوگوں کی زجر و توبیخ مقصود ہوگی جنہوں نے انبیاء کی دعوت کو قبول نہیں کیا کما قال تعالیٰ فَلَنَسْأَلَنَّ الَّذِينَ أُرْسِلَ إِلَيْهِمْ وَلَنَسْأَلَنَّ الْمُرْسَلِينَ اور يَوْمَ يَجْمَعُ اللَّهُ الرُّسُلَ فَيَقُولُ مَاذَا أُجِبْتُمْ الآیۃ غرض یہ کہ اس عہد اور میثاق سے انبیاء پر دعوت اور تبلیغ فرض ہوئی تھی اور لوگوں پر ایمان اور تصدیق اور اطاعت فرض ہو گئی تھی پس جنہوں نے انبیاء کرام کی تصدیق کی اور ان کی صداقت پر ایمان لائے یہ صادقین کا گروہ ہے ان کے لیے اللہ تعالیٰ نے نعیم مقیم تیار کی ہے اور جن لوگوں نے انبیاء کی تکذیب کی اور ان کی صداقت کے منکر ہوئے یہ کاذبین کا گروہ ہے ان کے لیے اللہ تعالیٰ نے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے اس روز صادقین کو صدق کی جزاء اور کاذبین کو کذب کی سزا مل جائے گی۔

غرض یہ کہ روز ازل میں مومنین سے انبیاء کرام کے اتباع کا عہد لیا اور انبیاء سے تبلیغ احکام کا عہد لیا اور علماء سے تبیین احکام کا عہد لیا (تفسیر عزیزی ص ۔۔۔)

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اذْكُرُوا نِعْمَةَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ

اے ایمان والو! یاد کرو احسان اللہ کا اپنے اوپر

إِذْ جَاءَتْكُمْ جُنُودٌ فَأَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيحًا وَجُنُودًا

جب آئیں تم پر فوجیں پھر ہم نے بھیجی ان پر باؤ اور وہ فوجیں

عہ اشارہ اس طرف ہے کہ وَأَعَدَّ لِلْكَافِرِينَ عَذَابًا أَلِيمًا کا جملہ محذوف پر معطوف ہے یعنی فاثاب الصادقین پر معطوف ہے جو لِيَسْأَلَ الصَّادِقِينَ سے مفہوم ہوتا ہے۔

لَّمْ تَرَوْهَا ۚ وَكَانَ اللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرًا ﴿٩﴾ إِذْ

جو تم نے نہیں دیکھیں اور ہے اللہ جو کچھ کرتے ہو دیکھتا جب

جَاءُوكُم مِّن فَوْقِكُمْ وَمِنْ أَسْفَلَ مِنكُمْ وَإِذْ زَاغَتِ

آئے تم پر اوپر کی طرف سے اور نیچے سے اور جب ڈگنے لگیں

الْأَبْصَارُ وَبَلَغَتِ الْقُلُوبُ الْحَنَاجِرَ وَتَظُنُّونَ بِاللَّهِ

آنکھیں اور پہنچے دل گلوں تک اور اٹکلنے لگے تم اللہ پر

الظُّنُونَا ﴿١٠﴾ هُنَالِكَ ابْتُلِيَ الْمُؤْمِنُونَ وَزُلْزِلُوا زِلْزَالًا

کئی کئی اٹکلیں وہاں جانچے گئے ایمان والے اور جھڑجھڑائے گئے زور

شَدِيدًا ﴿١١﴾ وَإِذْ يَقُولُ الْمُنَافِقُونَ وَالَّذِينَ فِي قُلُوبِهِم

کا جھڑجھڑانا اور جب کہنے لگے منافق اور جن کے دلوں میں

مَّرَضٌ مَّا وَعَدَنَا اللَّهُ وَرَسُولُهُ إِلَّا غُرُورًا ﴿١٢﴾ وَإِذْ

روگ ہے جو وعدہ دیا تھا ہم کو اللہ نے اور اس کے رسول نے سب فریب تھا اور جب

قَالَت طَّائِفَةٌ مِّنْهُمْ يَا أَهْلَ يَثْرِبَ لَا مُقَامَ لَكُمْ

کہنے لگے ایک لوگ ان میں اے یثرب والو! تم کو ٹھکانا نہیں

فَارْجِعُوا ۚ وَيَسْتَأْذِنُ فَرِيقٌ مِّنْهُمُ النَّبِيَّ يَقُولُونَ

سو پھر چلو اور رخصت مانگنے لگے ایک لوگ ان میں نبی سے کہنے لگے

إِنَّ بُيُوتَنَا عَوْرَةٌ ۛ وَمَا هِيَ بِعَوْرَةٍ ۖ إِن يُرِيدُونَ

ہمارے گھر کھلے پڑے ہیں اور وہ کھلے نہیں پڑے غرض اور نہیں

إِلَّا فِرَارًا ﴿١٣﴾ وَلَوْ دُخِلَتْ عَلَيْهِم مِّنْ أَقْطَارِهَا

مگر بھاگنا اور اگر شہر میں کوئی گھس آوے کناروں سے

ثُمَّ سُئِلُوا الْفِتْنَةَ لَآتَوْهَا وَمَا تَلَبَّثُوا بِهَا إِلَّا

[illegible]

يَسِيرًا ﴿١٤﴾ وَلَقَدْ كَانُوا عَاهَدُوا اللَّهَ مِن قَبْلُ لَا

[illegible]

يُوَلُّونَ الْأَدْبَارَ ۚ وَكَانَ عَهْدُ اللَّهِ مَسْئُولًا ﴿١٥﴾ قُل

[illegible] تو کہہ

لَّن يَنفَعَكُمُ الْفِرَارُ إِن فَرَرْتُم مِّنَ الْمَوْتِ أَوِ

[illegible]

الْقَتْلِ وَإِذًا لَّا تُمَتَّعُونَ إِلَّا قَلِيلًا ﴿١٦﴾ قُلْ مَن

مارے جانے سے اور تب بھی پھل نہ پاؤ گے مگر تھوڑے دنوں تو کہہ کون ہے

ذَا الَّذِي يَعْصِمُكُم مِّنَ اللَّهِ إِنْ أَرَادَ بِكُمْ سُوءًا

[illegible]

أَوْ أَرَادَ بِكُمْ رَحْمَةً ۚ وَلَا يَجِدُونَ لَهُم مِّن دُونِ

[illegible]

اللَّهِ وَلِيًّا وَلَا نَصِيرًا ﴿١٧﴾ قَدْ يَعْلَمُ اللَّهُ الْمُعَوِّقِينَ

[illegible]

مِنكُمْ وَالْقَائِلِينَ لِإِخْوَانِهِمْ هَلُمَّ إِلَيْنَا ۖ وَلَا يَأْتُونَ

[illegible]

الْبَأْسَ إِلَّا قَلِيلًا ﴿١٨﴾ أَشِحَّةً عَلَيْكُمْ ۖ فَإِذَا جَاءَ الْخَوْفُ

[illegible]

رَاَيْتَهُمْ يَنْظُرُوْنَ اِلَيْكَ تَدُوْرُ اَعْيُنُهُمْ كَالَّذِيْ يُغْشٰى

تو تو دیکھے تکتے ہیں تیری طرف پھرتی ہیں آنکھیں ان کی جیسے کسی پر آوے بیہوشی

عَلَيْهِ مِنَ الْمَوْتِ ۚ فَاِذَا ذَهَبَ الْخَوْفُ سَلَقُوْكُمْ

موت کی پھر جب جاتا رہے ڈر کا وقت چڑھ چڑھ

بِاَلْسِنَةٍ حِدَادٍ اَشِحَّةً عَلَى الْخَيْرِ ۭ اُولٰۗىِٕكَ لَمْ

بولیں تم پر تیز تیز زبانوں سے اٹکے پڑتے ہیں مال پر وہ لوگ یقین

يُؤْمِنُوْا فَاَحْبَطَ اللّٰهُ اَعْمَالَهُمْ ۭ وَكَانَ ذٰلِكَ عَلَى

نہیں لائے پھر اکارت کر دئے اللہ نے ان کے کئے اور یہ ہے اللہ پر

اللّٰهِ يَسِيْرًا ﴿۱۹﴾ يَحْسَبُوْنَ الْاَحْزَابَ لَمْ يَذْهَبُوْا ۚ وَاِنْ

آسان جانتے ہیں کہ فوجیں نہیں گئیں اور اگر

يَّاْتِ الْاَحْزَابُ يَوَدُّوْا لَوْ اَنَّهُمْ بَادُوْنَ فِي الْاَعْرَابِ

آجاویں فوجیں تو آرزو کریں کسی طرح باہر نکلے ہوئے گنواروں میں

يَسْاَلُوْنَ عَنْ اَنْۢبَاۗىِٕكُمْ ۭ وَلَوْ كَانُوْا فِيْكُمْ مَّا قٰتَلُوْٓا

پوچھا کریں تمہاری خبریں اور اگر ہوویں تم میں تو نہ لڑیں

اِلَّا قَلِيْلًا ﴿۲۰﴾ لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ

مگر تھوڑے سے تم کو بھلی تھی سیکھنی رسول اللہ کی چال جو کوئی

حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْاٰخِرَ

امید رکھتا ہے اللہ کی اور پچھلے دن کی اور

وَذَكَرَ اللّٰهَ كَثِيْرًا ﴿۲۱﴾ وَلَمَّا رَاَ الْمُؤْمِنُوْنَ الْاَحْزَابَ

یاد کرتا ہے اللہ کو بہت سا اور جب دیکھیں مسلمانوں نے فوجیں

قَالُوْا هٰذَا مَا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَصَدَقَ

بولے یہ وہی ہے جو وعدہ دیا تھا ہم کو اللہ نے اور اسکے رسول نے اور سچ کہا

اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ ؗ وَمَا زَادَهُمْ اِلَّآ اِيْمَانًا وَّتَسْلِيْمًا ﴿۲۲﴾

اللہ نے اور اسکے رسول نے اور ان کو اور بڑھ گیا یقین اور اطاعت کرنا

مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا

ایمان والوں میں کتنے مرد ہیں کہ سچ کر دکھایا جس پر قول کیا

اللّٰهَ عَلَيْهِ ۚ فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ وَمِنْهُمْ

تھا اللہ سے پھر کوئی تو ہے ان میں پورا کر چکا اپنا ذمہ اور کوئی ہے

مَّنْ يَّنْتَظِرُ ۖ وَمَا بَدَّلُوْا تَبْدِيْلًا ﴿۲۳﴾ لِّيَجْزِيَ اللّٰهُ

ان میں راہ دیکھتا اور بدلا نہیں ایک ذرہ تا بدلہ دے اللہ

الصّٰدِقِيْنَ بِصِدْقِهِمْ وَيُعَذِّبَ الْمُنٰفِقِيْنَ اِنْ

سچوں کو اُن کے سچ کا اور عذاب کرے منافقوں کو اگر

شَآءَ اَوْ يَتُوْبَ عَلَيْهِمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا

چاہے یا توبہ ڈالے انکے دل پر بیشک اللہ ہے بخشنے

رَّحِيْمًا ﴿۲۴﴾ وَرَدَّ اللّٰهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِغَيْظِهِمْ لَمْ

مہربان اور پھیر دیا اللہ نے منکروں کو اپنے غصہ میں بھرے

يَنَالُوْا خَيْرًا ۭ وَكَفَى اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ الْقِتَالَ ۭ وَكَانَ

ہاتھ نہ لگی کچھ بھلائی اور آپ اٹھالی اللہ نے مسلمانوں کی لڑائی اور ہے

اللّٰهُ قَوِيًّا عَزِيْزًا ﴿۲۵﴾ وَاَنْزَلَ الَّذِيْنَ ظَاهَرُوْهُمْ

اللہ زور آور زبردست اور اتار دیا انکو جو انکے رفیق ہوئے تھے

کے لیے ہم نے دشمنوں کے لشکر بھیجے جن کو تم نے نہیں دیکھا (فرشتوں کے لشکر) جنہوں نے اگرچہ جنگ وجدال کی طرح
کافروں سے قتال نہیں کیا مگر ان کے دلوں میں رعب ڈالتے تھے اور لشکر کے اطراف وجوانب میں بآواز تکبیر اللہ
اکبر کہتے تھے دیکھو روح المعانی ص ۱۵۳ ج ۲۱۔
جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ کفار کے لشکر میں یکلخت سراسیمگی پھیل گئی اور سراسیمگی اور پریشانی سے نوبت یہاں
تک پہنچی کہ ہر قبیلہ کا سردار اپنے لوگوں سے کہنے لگا چلو چلو بھاگو بھاگو اور بعض یہ کہہ کر بھاگنے لگے کہ
محمد نے تم پر جادو کر دیا ہے اب تم یہاں نہیں ٹھہر سکتے لہذا کوچ کر جاؤ اور اللہ تعالیٰ تمہارے کاموں کو
خوب دیکھنے والا تھا کہ آندھی سے دشمنوں کو ہلاک کیا اور اپنے دوستوں اور وفاداروں یعنی صحابہ کرام کو
محفوظ رکھا لہذا اے مسلمانو! تم کو چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کی اس تازہ نعمت کا شکر کرو اور یہ واقعہ اس وقت ہوا
تھا کہ جب وہ احزاب یعنی کافروں کی مختلف جماعتیں ہر طرف سے تم پر چڑھ کر آئیں تمہارے اوپر کی
جانب سے بھی اور تمہارے نیچے کی جانب سے بھی یعنی کوئی قبیلہ مدینہ منورہ کی اونچی جانب سے آیا اور کوئی نیچی
جانب سے اور دونوں جانب سے تم کو محاصرہ میں لے لیا اور جب کہ انکی کثرت اور ہیبت دیکھ کر دہشت
کے مارے نظریں خیرہ ہو گئیں اور خوف کے مارے دل حلقوم تک آ گئے اور نکلنے کے قریب ہو گئے اور تم
لوگ اللہ کے ساتھ طرح طرح کے گمان کرنے لگے اہل ایمان کا گمان یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ لشکر اسلام کو ضرور
فتح دے گا اور منافقوں کا گمان یہ تھا کہ اب اسلام اور مسلمان ختم ہونے والے ہیں اسی شدید وقت میں اہل ایمان
کا امتحان کیا گیا تاکہ ثابت قدم اور متزلزل اور صادق اور منافق ایک دوسرے سے ممتاز ہو جائے سو
اللہ کے مخلص مسلمان اس امتحان میں پورے اترے اور منافقین کا نفاق ظاہر ہو گیا اور اس موقع پر اہل ایمان خوف
اور دہشت کے ساتھ خوب ہلا دیئے گئے اور جھڑ جھڑا دیئے گئے مخلصین ثابت قدم رہے اور انکا صدق
اور اخلاص ظاہر ہوا اور منافقوں کے اور کمزوروں کے قدم اکھڑ گئے اور اس شدت اور دہشت کو دیکھ کر منافقین
اور جن کے دلوں میں ضعف ایمان کی بیماری تھی یہ کہہ رہے تھے کہ نہیں وعدہ کیا ہم سے اللہ اور اسکے رسول
نے اسلام اور مسلمانوں کے غلبہ کا مگر محض دھوکہ اور فریب کے طور پر یعنی یہ کہنا کہ اللہ نے مسلمانوں کی
مدد کا وعدہ کیا ہے محض دھوکہ اور فریب ہے اور اس وقت کو یاد کرو کہ جب اس واقعہ میں منافقین
میں سے ایک گروہ نے دوسرے حاضرین معرکہ سے کہا اے اہل یثرب یعنی اے اہل مدینہ یہ تمہارے
رہنے اور ٹھہرنے کی جگہ نہیں پس تم اپنے گھروں کی طرف واپس لوٹ جاؤ یا اپنے سابق آبائی دین کی
طرف لوٹ جاؤ یہ قول اوس بن قیظی کا تھا جس میں کچھ اور لوگ بھی اسکے ہمنوا تھے اور ان میں کا ایک
فریق اللہ کے نبی سے گھر جانے کی اجازت مانگتا تھا یہ لوگ یہ کہتے تھے کہ ہمارے گھر بے پردہ اور
غیر محفوظ ہیں حالانکہ ان کے گھر ان کے خیال میں بھی خالی اور غیر محفوظ نہ تھے ان کا ارادہ اور نیت محض
فرار سے بھاگنے کی تھی اور ان کا اندرونی حال تو یہ ہے کہ اگر مدینہ میں لشکر کفار دفعۃً تمام اطراف
اور جوانب سے داخل ہو جاتے اور یہ لوگ اپنے گھروں میں محفوظ ہوتے پھر ان سے فتنہ فساد یعنی مسلمانوں

زبانوں سے تم پر زبان درازی کرتے ہیں وہ انتہائی بخیل ہیں مال غنیمت کے بارہ میں سخت حریص ہو گئے یعنی فتح کے بعد اپنی بہادری جتلاتے ہیں اور بڑھ چڑھ کے باتیں کرتے ہیں کہ ہماری پشت پناہی سے تم کو فتح حاصل ہوئی لہٰذا مال غنیمت سے ہم کو بھی حصہ دو ان لوگوں کو اللہ کی باتوں پر یقین نہیں پس اللہ نے ان کے اعمال کو حبط کر دیا اور ان کا جہاد اور ان کا کوئی عمل اللہ کے یہاں مقبول نہیں اور یہ بات اللہ پر بہت آسان ہے جس کو چاہے توفیق دے اور جس کو چاہے محروم کرے ان آیات میں منافقین کی تیز لسانی کو بیان کیا اب آئندہ آیات میں مزید ان کی بزدلی اور نامردی کو بیان کرتے ہیں چنانچہ فرماتے ہیں کہ ان کی بزدلی کا حال یہ ہے کہ احزاب یعنی کفار کی فوجیں ناکام اور واپس جا چکی ہیں مگر یہ منافقین خوف اور دہشت کے مارے ابھی یہی گمان کرتے ہیں کہ وہ احزاب یعنی کافروں کی جماعتیں اور ان کی فوجیں واپس نہیں گئیں اور اگر بالفرض کافروں کی یہ فوجیں دوبارہ چڑھ آئیں تو یہ منافقین خوف کے مارے یہ تمنا کریں گے کہ کاش ہم مدینہ میں نہ رہیں بلکہ جنگل میں جا کر بدویوں کی طرح گنواروں میں جا ملیں اور وہاں بیٹھے بیٹھے تمہاری خبریں پوچھتے رہیں اور بغیر اس کے کہ لڑائی اپنی آنکھوں سے دیکھیں دور بیٹھے بیٹھے آنے جانے والوں سے مسلمانوں کا اور قرآن کا حال پوچھ لیا کریں کہ کیا ہے اور وہاں کیا ماجرا گذرا ہے اور اگر اتفاق سے یہ لوگ دیہات میں نہ جائیں بلکہ تمہارے ہی درمیان یعنی مدینہ ہی میں رہیں اور دشمنوں سے مقابلہ ہو تو وہ قتال نہ کریں مگر بہت تھوڑا سا یعنی برائے نام جس سے یہ کہہ سکیں کہ ہم نے بھی حرکت کی۔

اب ان آیات میں منافقین کی بزدلی کو بیان کیا آگے بتلاتے ہیں کہ ہمت اور شجاعت رسول خدا کے اتباع سے حاصل ہوتی ہے چنانچہ فرماتے ہیں البتہ تحقیق تمہارے لیے رسول خدا کے اندر عمدہ نمونہ ہے کہ دیکھو رسول خدا ان سختیوں میں کیسے ثابت قدم رہے حالانکہ سب سے زیادہ دشمن اور خطرہ آپ کو ہی تھا مگر ان سختیوں اور مصیبتوں میں ثابت قدم رہے اہل ایمان کو چاہیے کہ آپ کے نقش قدم پر چلیں یعنی رسول خدا ﷺ کی چال چلنی بہتر ہے اس شخص کے لیے کہ جو اللہ کے ثواب کا امید رکھتا ہو اور روز آخرت سے ڈرتا ہو اور اللہ کو بہت یاد رکھتا ہو یعنی اپنے خدا سے غافل نہ ہو تو ایسے شخص کو چاہیے کہ ہر معاملہ میں حضور پرنور کی ذات بابرکات کی پیروی کرے اور شدائد و مصائب میں صبر اور استقامت سے کام لے تو انشاء اللہ ضرور اس کا بھلا ہو گا آخر دیکھو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پیغام الٰہی کے پہنچانے میں مشرکین کی ایذاؤں پر کتنا صبر کیا اور پھر ہجرت کی تکلیف اٹھائی اور وطن سب کو چھوڑا اور پھر دشمنان خدا سے جہاد کیا اور طرح طرح کی ایذائیں برداشت کیں۔

اب آگے ان منافقین کے مقابلہ میں مومنین مخلصین کے صدق اور اخلاص کا ذکر ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل اسلام کو یہ خبر دی تھی کہ احزاب یعنی کفار کے لشکر تم پر چڑھ کر آئیں گے جس سے تم پر کام سخت ہو جائے گا لیکن بالآخر تم ہی ان پر فتح پاؤ گے چنانچہ فرماتے ہیں اور جب مومنین مخلصین نے احزاب یعنی کفار کے لشکروں کو آتے دیکھا تو کہنے لگے کہ یہ وہی تو ہے جس کا اللہ اور

ان کے رسول نے ہم سے وعدہ کیا تھا اور اللہ اور اس کے رسول نے سچ کہا تھا اور ان احزاب کے دیکھنے سے انکے ایمان اور تسلیم میں اور ترقی ہوگئی یعنی ان کا یقین بڑھ گیا اور فرمانبرداری اور جاں نثاری زیادہ ہو گئی اور سمجھنے لگے کہ یہ تو وہی بات ہے جس کی ہم کو اللہ اور اسکے رسول نے پہلے ہی سے خبر دے دی تھی جس کا ہم نے اس کا اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کرلیا یہ حال دیکھ کر انکا ایمان استدلالی ایمان شہودی اور عیانی بن گیا یہ تو عام مومنین مخلصین کا حال تھا اب آئندہ آیت میں بعض خاص الخاص مومنین صادقین کا حال ذکر کرتے ہیں چنانچہ فرماتے ہیں بعض اہل ایمان مخلصین میں سے کچھ ایسے مردان خدا بھی ہیں کہ جنہوں نے سچ کر دکھایا اس بات کو جس کا انہوں نے اللہ سے عہد کیا تھا جیسے انس بن النضر رضی اللہ عنہ اور ان کے رفقاء جو اتفاق سے غزوہ بدر میں شریک نہیں ہوسکے تھے تو ان کو اس کا بہت افسوس ہوا کہ میں پہلے غزوہ میں حضور سے غائب رہا اور کہنے لگے کہ اگر خدا تعالیٰ نے پھر کافروں سے جہاد کا موقع دیا تو خدا دیکھ لے گا کہ میں اسکی راہ میں کیا کرتا ہوں پھر ان صادقین کی دو قسمیں ہوگئیں بعضے تو وہ ہیں کہ جو اپنی نذر کو پورا کر چکے اور خدا کی راہ میں اپنی جانبازی اور سرفروشی دکھلا کر شہید ہوگئے جیسے انس بن النضر اور مصعب بن عمیرؓ اور حمزہؓ یہ لوگ تو وہ ہیں جنہوں نے اپنے عہد کی وفا کی اور اپنی نذر سے فارغ ہوگئے اور بعضے ان میں سے وہ ہیں کہ جو وقت کے منتظر ہیں جیسے عثمانؓ اور طلحہؓ کہ ابھی شہید نہیں ہوئے مگر شہادت کے مشتاق ہیں اور انہوں نے ذرہ برابر اپنا عہد بدلا نہیں اپنے عہد پر قائم ہیں اپنی بات سے پھرے نہیں ان لوگوں نے اپنے عہد کو نہ توڑا اور نہ بدلا اہل صدق اور اہل وفا کا یہی حال ہوتا ہے بخلاف منافقین کے کہ وہ اپنے عہد پر قائم نہیں رہتے جیسا کہ منافقین کے بیان میں گذر چکا ہے كَانُوا عَاهَدُوا اللّٰهَ مِنْ قَبْلُ لَا يُوَلُّونَ الْأَدْبَارَ۔

اب آئندہ آیت میں اس غزوہ کی حکمت بیان کرتے ہیں کہ یہ غزوہ منجانب اللہ ایک ابتلاء و امتحان تھا جس سے مقصود یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ سچوں یعنی صادقین کو انکے صدق اور اخلاص کی جزاء دے اور منافقوں اور جھوٹوں کو عذاب دے اگر چاہے کہ وہ نفاق پر مریں یا ان کو توبہ کی توفیق دے اگر چاہے کہ ان کی مغفرت کرے یہ سب کچھ اللہ کی مشیت پر ہے بیشک اللہ تعالیٰ بڑا بخشنے والا اور مہربان ہے کہ جس کو چاہتا ہے توبہ کی توفیق عطا کرکے اسکی مغفرت کردیتا ہے۔

اب آگے اس غزوہ کے انجام اور آخری حالت کو بیان کرتے ہیں اور اس لڑائی کا انجام یہ ہوا کہ تقریباً پچیس روز بعد ان تمام کافر جماعتوں کو کہ مدینہ پر چڑھ کر آئے تھے اللہ تعالیٰ نے انکو انکے غیظ سمیت سب کو ناکام واپس کر دیا یعنی جس طرح غصہ میں بھرے ہوئے آئے تھے اسی طرح غصہ میں بھرے ہوئے ناکام واپس ہوگئے اور دل کی بھڑاس نہ نکال سکے اور کسی بھلائی کو نہیں پہنچے اور اللہ تعالیٰ نے اپنا اور لشکروں کے ذریعہ اہل ایمان سے لڑائی کی کفایت فرمائی کہ بغیر لڑائی کے مسلمانوں کو فتح اور نصرت عطا کی اور بلا جنگ و جدال کے دشمنوں کو ان کے بلد سے نکال باہر کیا اور اس آیت وکفی اللہ

المؤمنین القتال میں اشارہ اس طرف ہے کہ اب مسلمانوں اور قریش کے درمیان لڑائی ختم ہوگئی جیسا کہ
حدیث میں ہے کہ احزاب کی واپسی کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا الآن نغزوهم ولا
يغزوننا (بخاری) اب ہم مشرکین عرب پر چڑھ کر جائیں گے اور ان پر حملہ آور ہوں گے اب آئندہ ان
میں اتنی طاقت اور ہمت نہیں رہی کہ وہ ہم پر حملہ آور ہوں چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ آپ ان پر چڑھ کر گئے
اور مکہ فتح کیا اور اس طرح کافروں کی جماعتوں کو ہٹا دیتے اور بھگا دیتے کہ تعجب نہ سمجھو کیونکہ اللہ تعالیٰ
مقتدر اور زبردست ہے اس کے لئے یہ کام کوئی دشوار نہیں اللہ تعالیٰ نے اپنی طاقت اور قوت سے انکو اس
طرح خائب و خاسر پھیر دیا۔

ذکر غزوۂ بنی قریظہ

یہاں تک احزاب مشرکین کا حال بیان ہوا اب آئندہ آیات میں دشمنانِ اسلام کے دوسرے گروہ
یعنی یہود بنی قریظہ کا حال بیان کرتے ہیں جس کا مختصر حال یہ ہے کہ یہود بنی قریظہ مدینہ کے قریب آباد
تھے اور ان کا ایک مضبوط قلعہ تھا اور پہلے سے مسلمانوں کے ساتھ صلح کا معاہدہ کئے ہوئے تھے جنگ احزاب
کے موقع پر جب مشرکین عرب کے مختلف قبائل مدینہ پر چڑھ کر آگئے تو یہود بنی قریظہ نے مسلمانوں کے
ساتھ بدعہدی کی اور احزاب کی معاونت کی اور انکے ساتھ مل گئے جب اللہ تعالیٰ نے باد صبا اور فرشتوں
سے اہل اسلام کی مدد کی اور احزاب کفار منتشر ہو کر بھاگ گئے تو یہود بنی قریظہ جو احزاب کی مدد کر رہے
تھے وہ اپنے مضبوط قلعوں میں جا گھسے ان کے بارہ میں اللہ کا حکم نازل ہوا کہ احزاب کے چلے جانے کے
بعد ان کا محاصرہ کیا جائے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جنگ احزاب سے فارغ ہو کر غسل وغیرہ میں مشغول
تھے کہ حضرت جبریلؑ تشریف لے آئے اور ان کے چہرہ پر غبار کا اثر تھا فرمایا کہ یا رسول اللہ آپ نے ہتھیار
اتار دیئے اور فرشتوں نے تو ابھی ہتھیار نہیں اتارے اللہ کا حکم ہے کہ آپ بنی قریظہ پر حملہ کریں اور میں
آگے چلتا ہوں کہ میں جا کر انکو متزلزل کر دوں اور انکے دلوں میں رعب ڈالوں حضور پرنور کی طرف سے فوراً
منادی ہو گئی اسلامی لشکر نے پہنچ کر ان بدعہدوں کے قلعہ کا محاصرہ کیا بیس یا پچیس دن تک محاصرہ
جاری رہا جب محاصرہ کی تاب نہ لا سکے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیام بھیجنے شروع
کئے آخر میں بات یہ ٹھہری کہ سعد بن معاذؓ جو جاہلیت میں انکے حلیف تھے ہمارے حق میں جو فیصلہ
کریں وہ ہمیں منظور ہے سعد بن معاذؓ نے کہا کہ میں یہ فیصلہ کرتا ہوں کہ ان کے مرد قتل کئے جائیں
اور زن و فرزند کنیز و غلام بنائے جائیں اور انکے اموال اور جائیداد کے مسلمان مالک بنا دیئے جائیں اور
کہا کہ وقت آگیا ہے کہ میں اللہ کے حق میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کی پروا نہ کروں یہاں
تک احزاب کفار کا حال اور قتال بیان کیا جو بالذات مدینہ پر حملہ آور ہوئے تھے اس کے بعد بنی قریظہ

کا حال بیان کرتے ہیں کہ جو حملہ آوروں کے معین اور مددگار ہوئے تھے چنانچہ فرماتے ہیں کہ جن اہل کتاب نے (احزاب) کی مدد کی اور انکی پشت پناہ بنے اور مسلمانوں سے جو عہد کیا تھا اسکو توڑ دیا انکو پچیس دن کے محاصرہ کے بعد اللہ تعالیٰ نے انکو انکے قلعوں سے نیچے اتارا اور ان کے دلوں میں پیغمبر خدا اور لشکر اسلام کا خوف ڈال دیا باوجودیکہ انکے لڑنے والے جوان ۷ سو اور لوہے کے ہتھیاروں ہر طرح سے مسلح تھے مگر سعد بن معاذؓ کے فیصلہ کے بعد جب انکی مشکیں باندھی گئیں اور انکی گردن زنی کے لئے کھائیاں تیار ہوئیں گڑھے کھودے گئے تو اللہ نے انکے دلوں میں ایسا رعب بھر دیا کہ کسی کی مجال نہ ہوتی تھی کہ یہ مسلح جماعت ایک بڑا لشکر تھا لیکن رعب کی وجہ سے اپنے آپ کو اہل ایمان کے سپرد کرتے تھے یہی ہے مسلمانو! اللہ نے انکے دلوں میں ایسا رعب ڈالا کہ تم ان میں سے ایک فریق کو قتل کرتے تھے اور ایک فریق کو قید کرتے تھے اور اللہ تعالیٰ نے تم کو ان غداروں کی زمین کا اور انکے گھروں کا وارث بنا دیا جس طرح چاہو ان میں تصرف کرو چنانچہ ان میں کے سات سو جوان قتل کیے گئے اور بچے اور عورتیں قید کر کے غلام بنا لئے گئے اور ان کے کھیت اور باغات اور زمینیں اور خیمے سب مسلمانوں پر تقسیم کر دیئے گئے جس سے مسلمان آسودہ حال ہو گئے۔

اور اللہ تعالیٰ نے اپنے علم ازلی میں تم کو ایسی زمین کا وارث بنا رکھا ہے جس کو تمہارے قدموں نے ابھی تک نہیں روندا ہے۔ اس سے آئندہ فتوحات کی طرف اشارہ ہے کہ سرزمین قریظہ کے بعد اور زمینیں بھی فتح ہوں گی بعض سلف کے نزدیک اس دوسری زمین سے خیبر کی زمین مراد ہے اور بعض کہتے ہیں کہ فارس اور روم کی زمین مراد ہے۔ امام ابن جریرؒ فرماتے ہیں کہ ممکن ہے کہ سب زمینیں مراد ہوں جو آئندہ چل کر فتح ہوئیں اور یہ قول بہت خوب ہے اس میں اشارہ اس طرف ہے کہ اللہ تعالیٰ اہل ایمان کو مشرق اور مغرب کے ملک اور سب زمین کا خلیفہ بنائے گا جیسا کہ دوسری جگہ صراحۃً اس کا ذکر ہے وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ مفصل تفسیر سورۂ نور میں گزر چکی ہے اور اللہ تعالیٰ سب کچھ کر سکتا ہے وہ اس پر قادر ہے کہ وہ اپنے بے سروسامان مسکین بندوں کو اپنے دشمنوں کی زمین کا وارث بنا دے۔

يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ اِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ

اے نبی! کہہ دے اپنی عورتوں کو اگر تم ہو چاہتیاں

الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَزِيْنَتَهَا فَتَعَالَيْنَ اُمَتِّعْكُنَّ وَ

دنیا کا جینا اور یہاں کی رونق تو آؤ کچھ فائدہ دوں تم کو اور

أُسَرِّحْكُنَّ سَرَاحًا جَمِيلًا ﴿۲۸﴾ وَإِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ

رخصت کروں بھلی طرح سے اور اگر تم چاہتیاں

اللّٰهَ وَرَسُولَهُ وَالدَّارَ الْآخِرَةَ فَإِنَّ اللّٰهَ أَعَدَّ

اللہ کو اور اسکے رسول کو اور پچھلے گھر کو تو اللہ نے رکھ چھوڑا ہے

لِلْمُحْسِنَاتِ مِنْكُنَّ أَجْرًا عَظِيمًا ﴿۲۹﴾ يٰنِسَاءَ النَّبِيِّ

انکو جو تم میں نیکی پر ہیں بڑا ثواب اے نبی کی عورتو!

مَنْ يَأْتِ مِنْكُنَّ بِفَاحِشَةٍ مُبَيِّنَةٍ يُضَاعَفْ لَهَا

جو کوئی کر لاوے تم میں کام بے حیائی کا صریح دونا ہو اسکو

الْعَذَابُ ضِعْفَيْنِ وَكَانَ ذٰلِكَ عَلَى

مار دوہری اور ہے یہ

اللّٰهِ يَسِيرًا ﴿۳۰﴾

اللہ پر آسان

خطاب نصیحت مآب دربارۂ مطالبۂ ازواج مطہرات

از زینت دنیا ایں ہم نوعے از ایذاء بود

قال اللہ تعالیٰ یٰۤاَیُّہَا النَّبِیُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِکَ ... الیٰ ... وَکَانَ ذٰلِکَ عَلَی اللّٰہِ یَسِیْرًا

ربط: گذشتہ آیات میں ایذاء رسول کی ممانعت اور مذمت کا ذکر تھا اور منافقوں کی ایذاؤں اور مطاعن کا ذکر و جواب تھا اب آئندہ آیات میں ازواج مطہرات کی طرف سے جو ایک غیر اختیاری طور پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک قسم کی ایذاء اور تکلیف پہنچی اس کا ذکر فرماتے ہیں جو اس سورت کے اہم مقاصد میں سے ہے اور وہ تکلیف یہ تھی کہ ازواج مطہرات نے کچھ مزید نان و نفقہ کا مطالبہ کیا یہ مطالبہ بھی ایک قسم کی ایذاء تھا اگرچہ مادہ ایذاء کا نہ تھا مگر بہرحال یہ مطالبہ آپ کی ناخوشی اور ناگواری کا باعث بنا اور

إِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اللہ نے تمہارے لیے جو

فائدہ اجر عظیم کا ارادہ کر رکھا ہے اس کا ظہور اور وقوع تمہارے ارادہ اور نیت پر موقوف ہے اگر تم دل سے اللہ اور اس کے رسول کی محبت کا ارادہ اور نیت کرلو اور سمجھ لو دنیا کے آخرت کو اپنا مطلوب بنالو تو ہم نے تمہارے لیے بڑی بڑی نعمتیں تیار کر رکھی ہیں۔

خطاب تکریم و تشریف بہ تضمن تنبیہ و تخویف

قال اللہ تعالیٰ یٰنِسَآءَ النَّبِیِّ مَنْ یَّاْتِ مِنْکُنَّ بِفَاحِشَۃٍ مُّبَیِّنَۃٍ یُّضٰعَفْ لَہَا الْعَذَابُ ضِعْفَیْنِ ۭ وَکَانَ ذٰلِکَ عَلَی اللّٰہِ یَسِیْرًا

ربط: گزشتہ آیات میں حضور پر نور کے واسطے سے ازواج مطہرات کو یہ حکم دیا گیا کہ نبی کی بیبیوں کیلئے مناسب نہیں کہ وہ زینت دنیا کی طرف نظر اٹھا کر دیکھیں اور یہ چاہئیں اللہ اور اسکے رسول اور دار آخرت کو اختیار کریں اس کیلئے اجر عظیم اور درجات عالیہ اور مراتب بالا کا وعدہ فرمایا اب آئندہ آیات میں حق جل شانہ ازواج مطہرات سے خطاب فرماتے ہیں اور آئندہ معصیت پر تنبیہ اور تخویف فرماتے ہیں کہ جس قدر مراتب بلند ہوتے ہیں اسی قدر خطرہ بھی عظیم ہوتا ہے جیسا کہ حرم میں نیکی کا اجر زیادہ ہے اسی قدر بدی کا گناہ بھی زیادہ ہے اس لیے اللہ تعالیٰ نے ازواج مطہرات کی بزرگی ظاہر کرنے کے لیے اور تمام جہان کی عورتوں پر انکی فضیلت اور خصوصیت ظاہر کرنے کیلئے یہ آیتیں انکی کرامت میں نازل فرمائیں اور براہ راست انکو مخاطب بنایا اور فرمایا اے نبی کی عورتو! تمہارا مقام جہان کی سب عورتوں سے بڑھ کر ہے اس لیے کہ تم ایسے نبی کی عورتیں ہو جو تمام اولین اور آخرین سے افضل اور اکمل ہے لہٰذا تم میں سے بالفرض اگر کوئی عورت معصیت ظاہرہ اور کھلی بے حیائی کو عمل میں لاوے گی جو رسول کی ایذاء کا خاص طور پر باعث بنے تو اس عورت کو بہ نسبت دوسری عورتوں کے دوچند اور دوہرا عذاب دیا جائے گا کیونکہ نبی کی بیبیوں سے گناہ کا سرزد ہونا بہت ہی بڑا ہے اور دوہرا گناہ ہے ایک خدا کا گناہ دوسرے نبی کی دل آزاری اور انکی صحبت میں کوتاہی۔

فائدہ فاحشہ مبینہ کے معنی صریح بدکاری کے ہیں صریح کی قید اس لیے لگائی کہ بعض کام بظاہر برے ہوتے ہیں مگر انکی برائی صریح اور ظاہر نہیں ہوتی تو انکے ارتکاب پر یہ سزا نہ ہوگی۔ صریح نہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ قرآن اور حدیث میں اسکی برائی مذکور نہ ہو اور نہ صریح عقل سے اسکا برا ہونا معلوم ہوا ہو اور یہ دوہری سزا دینا اللہ پر بہت آسان ہے تمہاری عزت و کرامت اور قرب زوجیت اور انتساب نبی ہونا اللہ کو سزا دینے سے روک نہیں سکتی بلکہ یہ شرافت اور کرامت مزید سزا کا سبب ہے

۱؎ دیکھو صاوی حاشیہ جلالین ص ۲۶۲ ج ۳۔

جیسے عالم باوجہ علم کے معصیت پر دوہری سزا کا مستحق ہے۔

فائدہ اولیٰ | ازواج مطہرات کو یہ خطاب بطور فرض ہے جس کیلئے وقوع ضروری نہیں اور شہود کا مطلب یہ ہے کہ اگر بالفرض والتقدیر تم سے کوئی معصیت سرزد ہو جائے تو جو سزا اوروں کو ملتی تم کو اس سے دوگنی سزا ملے گی جس سے مقصود محض تخویف اور تنبیہ ہے جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق آیا ہے۔ لَئِنْ اَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ یعنی اگر بالفرض والتقدیر آپ سے شرک سرزد ہو جائے تو آپ کے اعمال حبط کر دیئے جائیں گے اگرچہ پیغمبر خدا سے شرک کا سرزد ہونا محال ہے مقصود دوسروں کو سنانا ہے تاکہ شرک کی قباحت اور شناعت ان پر ظاہر ہو جائے۔

فائدہ دوم | ان تمام آیات سے ازواج مطہرات کی فضیلت اور بزرگی کو بیان کرنا مقصود ہے اور یہ جتلانا ہے کہ ان سے کسی کوئی معصیت قبیحہ نہیں ہوگی اور یہ عورتیں محسنات اور قانتات ہیں اور امہات المؤمنین ہیں اور نبی کی وفات کے بعد ان سے کوئی نکاح نہیں کر سکتا۔

فائدہ سوم | ازواج مطہرات باجماع صحابہ وتابعین دنیا اور آخرت میں آپ کی زوجہ مطہرہ ہیں خصوصاً حضرت علیؓ اور حضرت عمارؓ اور ابوموسیٰ اشعریؓ وغیرہم نے صدہا تابعین کے ہزاروں اور لاکھوں کے مجمع میں باواز بلند یہ اعلان کیا کہ ام المؤمنین عائشہ صدیقہؓ دنیا اور آخرت میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ مطہرہ ہیں لہٰذا کسی اور گمراہ فرقہ کا یہ کہنا کہ ازواج مطہرات کا زوجہ رسول ہونا فقط دنیا تک محدود ہے صریح گمراہی ہے اور کسی رافضی کا یہ کہنا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد حضرت علیؓ نے حضرت عائشہ صدیقہؓ کو طلاق دے دی تھی یہ کفر بھی ہے اور صریح جھوٹ بھی ہے لعنۃ اللہ علی الکاذبین۔

الحمد للہ آج بتاریخ ۸ شوال المکرم ۱۳۹۳ھ یوم چہارشنبہ قبیل الظہر الا عصر کے درمیان اکیسویں پارہ کی تفسیر سے فراغت ہوئی وللہ الحمد اولاً و آخراً۔

وَمَن يَقْنُتْ مِنكُنَّ لِلَّهِ وَرَسُولِهِ وَتَعْمَلْ صَالِحًا

اور جو کوئی تم میں اطاعت کرے اللہ کی اور اس کے رسول کی اور کرے کام نیک

نُّؤْتِهَا أَجْرَهَا مَرَّتَيْنِ وَأَعْتَدْنَا لَهَا رِزْقًا كَرِيمًا ﴿٣١﴾

دیں ہم اس کو اس کا نیگ دوبار ، اور رکھی ہے ہم نے اس واسطے روزی عزت کی۔

يَا نِسَاءَ النَّبِيِّ لَسْتُنَّ كَأَحَدٍ مِّنَ النِّسَاءِ إِنِ اتَّقَيْتُنَّ

اے نبی کی عورتو ! تم نہیں ہو جیسے ہر کوئی عورتیں ، اگر تم ڈر رکھو ،

فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ فَيَطْمَعَ الَّذِي فِي قَلْبِهِ مَرَضٌ

سو تم دب کر نہ بولو بات پھر لالچ کرے کوئی جس کے دل میں روگ ہے

وَقُلْنَ قَوْلًا مَّعْرُوفًا ﴿٣٢﴾ وَقَرْنَ فِي بُيُوتِكُنَّ وَ

اور کہو بات معقول ۔ اور قرار پکڑو اپنے گھروں میں اور

لَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْأُولَىٰ وَأَقِمْنَ الصَّلَاةَ

دکھاتی نہ پھرو ، جیسا دکھانا دستور تھا پہلے وقت نادانی کے اور قائم رکھو نماز ،

وَآتِينَ الزَّكَاةَ وَأَطِعْنَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ ۚ إِنَّمَا

اور دیتی رہو زکوٰۃ اور اطاعت میں رہو اللہ کی اور اس کے رسول کی۔ اللہ

يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ

یہی چاہتا ہے کہ دور کرے تم سے گندی باتیں ، اے گھر والو ،

وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا ﴿٣٣﴾ وَاذْكُرْنَ مَا يُتْلَىٰ فِي

اور ستھرا کرے تم کو ایک ستھرائی سے ۔ اور یاد کرو جو پڑھی جاتی ہیں

بُيُوتِكُنَّ مِنْ آيَاتِ اللَّهِ وَالْحِكْمَةِ ۚ إِنَّ اللَّهَ

تمہارے گھروں میں اللہ کی باتیں اور عقلمندی ، بیشک اللہ

كَانَ لَطِيفًا خَبِيرًا ﴿۳۴﴾

ہے بھید جاننا خبردار۔

فضائل وخصائص ازواجِ مطہرات

قال اللہ تعالیٰ۔ وَمَنْ يَّقْنُتْ مِنْكُنَّ لِلّٰهِ وَرَسُولِهٖ ۔۔۔ الیٰ ۔۔۔ إِنَّ اللّٰهَ كَانَ لَطِيفًا خَبِيرًا۔

(ربط) گزشتہ آیات میں اگرچہ ازواج مطہرات کی تنبیہ اور تادیب کا ذکر تھا لیکن وہ تنبیہ وتادیب بھی ان کے شرف اور امتیاز کو متضمن تھی اس لیے کہ فاحشہ کے ارتکاب پر دوہرے عذاب کی دھمکی بھی ان کے بلند مرتبہ ہونے کی وجہ سے تھی اور اسی شرف کی وجہ سے خطاب صراحۃً خود ازواج مطہرات کو تھا۔ اب آئندہ آیات میں بھی صراحۃً ازواج مطہرات کو خطاب کر کے ان کے مزید شرف اور امتیاز کو بیان کرتے ہیں تاکہ پہلے سے زیادہ اتقیاء اور پرہیزگاری اور اللہ اور اس کے رسول کی فرمانبرداری اور زہد اور قناعت پر اور دنیا سے بیزاری بلکہ دست برداری اور دار آخرت کے اختیار اور اس کی تیاری پر خوب مستحکم ہو جائیں۔ اور ان کے دل دنیا کی حرص اور طمع سے بالکلیہ پاک اور صاف ہو جائیں اور ان عطایا اور فضائل وخصائص پر حق تعالیٰ کا شکر بھی کریں۔ اور فخر بھی کریں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو دنیا کی تمام عورتوں پر شرف اور فضیلت بخشی اور ان سے دوہرے اجر کا وعدہ فرمایا۔ اور ان کی تطہیر اور تزکیہ کا ارادہ فرمایا۔

(نیز) گزشتہ آیات میں جو تخییر کا مضمون تھا ان میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب تھا کہ آپ اپنی بیبیوں سے یہ کہہ دیں کہ تم کو اختیار ہے کہ دنیا کو اختیار کرو یا آخرت کو۔ اب ان آیات میں حق تعالیٰ کی طرف سے خود ازواج مطہرات کو خطاب ہے جو ان کے شرف اور کرامت کی واضح دلیل ہے جبکہ ازواج مطہرات نے تخییر کے بعد خدا کے رسول کی زوجیت کو اختیار کیا اور دار آخرت کو دار دنیا کے مقابلہ میں ترجیح دی تو اس کے بعد حق جل شانہ آئندہ آیات میں ازواج مطہرات کو خطاب فرماتے ہیں کہ تم نبی کی بیبیاں ہو اور امہات المؤمنین ہو لہٰذا اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور عبودیت اور تقویٰ اور مکارم اخلاق اور محاسن اعمال میں تم کو سب سے آگے ہونا چاہیے اور زمانۂ جاہلیت کی بُری عادتوں سے تم کو انتہائی دور رہنا چاہیے تم طیبات اور طاہرات ہو۔ تمہارے گھروں میں اللہ کی وحی نازل ہوتی ہے اور ملائکہ کا نزول ہوتا رہتا ہے۔ تمہارے گھرانے قدسیوں کی بازگشت ہیں طبقۂ نسواں میں تم سے زیادہ بزرگ کوئی طبقہ نہیں لہٰذا تم کو چاہیے کہ اپنے گھروں سے قدم باہر نہ نکالو۔ مبادا شیاطین الانس والجن کا کوئی تیر نظر تمہارے لباس تقویٰ وطہارت کو نہ لگے اور گھر سے باہر نکل کر کسی گندگی اور پلیدی کا کوئی چھینٹا تم کو نہ لگ جائے چنانچہ فرماتے ہیں اور اے نبی کی عورتو! تم میں سے جو کوئی اللہ اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کرے اور خشوع وخضوع کے ساتھ ہمیشہ اطاعت اور فرمانبرداری میں لگی رہے اور نیک کام کرتی رہے تو ہم اس کو اس کے نیک کاموں کا دوہرا اجر دیں گے ایک

فرماتے۔ يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِأَزْوَاجِكَ وَبَنَاتِكَ وَنِسَاءِ الْمُؤْمِنِينَ يُدْنِينَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيبِهِنَّ
اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے نبی کی بیبیوں کو اور نبی کی بیٹیوں کو اور تمام مسلمان عورتوں کو پردہ کا حکم دیا ہے۔
پس اسی طرح سمجھو کہ قرار فی البیوت فقط ازواج مطہرات ہی پر فرض نہیں بلکہ تمام مؤمنات اور مسلمات پر فرض ہے اور تبرج جاہلیت تمام مسلمان عورتوں کے حق میں حرام ہے۔

خلاصہ کلام یہ کہ ان آیات میں جس قدر بھی احکام مذکور ہیں وہ ازواج مطہرات کے ساتھ مخصوص نہیں بلکہ تمام عورتوں کے لیے عام ہیں البتہ ازواج مطہرات کے حق میں ان کی خصوصیت کی وجہ سے سب سے زیادہ مؤکد اور بطریق اولیٰ ہیں جیسے عالم ودانا پر بہ نسبت جاہل کے احکام شریعت کی پابندی زیادہ لازم ہے۔ اسی طرح ان احکام کی پابندی ازواج مطہرات کے لیے تمام عورتوں سے زیادہ لازم اور مؤکد ہے۔ اس لیے کہ وہ اہل بیت نبوی ہیں اور امہات المؤمنین ہیں اس لیے ان کا فریضہ اور ذمہ داری تمام عورتوں سے بڑھ کر ہے۔ اور یہ مطلب ہرگز نہیں کہ یہ احکام ازواج مطہرات کے ساتھ مخصوص ہیں۔ جب علت عام ہے تو لامحالہ حکم بھی عام ہوگا کیا کوئی ادنیٰ عقل والا اس کے کہنے کی جرأت کرسکتا ہے کہ آیت مذکورہ میں تبرج جاہلیت کی ممانعت اور بے حیائی کی روک تھام کے لیے جو حکم دیئے گئے ہیں وہ صرف ازواج مطہرات کے ساتھ مخصوص ہیں اور دیگر مسلمان عورتوں کے لیے اور ان کی امت کے لیے بے حیائی جائز ہے اور نماز اور زکوٰۃ اور اطاعت خدا اور رسول اور تقویٰ اور اعمال صالحہ میں سے کوئی چیز ان پر فرض نہیں اس لیے کہ ان آیات میں تمام خطابات صرف ازواج مطہرات کو ہیں۔

غرض یہ کہ جو احکام ان آیات میں مذکور ہیں وہ کسی کے ساتھ مخصوص نہیں سب مسلمان عورتوں کے لیے ہیں البتہ ازواج مطہرات کے لیے ان کے تقدس اور طہارت اور علو مرتبت کی وجہ سے ان احکام کی پابندی سب سے زیادہ ان پر ضروری ہے اور لازم ہے پس ثابت ہوگیا کہ قرار فی البیوت ہر مسلمان عورت پر فرض اور لازم ہے اور بلا ضرورت شرعیہ گھر سے باہر نکلنا بلاشبہ موجب معصیت اور محل فتنہ وفساد ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے المرأة عورة فاذا خرجت استشرفها الشيطان یعنی عورت سراپا ستر ہے یعنی لائق مستور رکھنا واجب ہے جب وہ گھر سے باہر نکلتی ہے تو شیطان اسے گھور کر دیکھتا ہے اور اس کی تاک میں لگ جاتا ہے پھر کرتا جو کرتا ہے یہی وجہ ہے کہ جن ملکوں میں پردہ نہیں اور مردوں اور عورتوں کے اختلاط میں کوئی رکاوٹ نہیں وہاں زنا کا بازار گرم ہے اور نصف سے زیادہ آبادی غیر ثابت النسب ہے اور وہیں اولاد الزنا کی کثرت اور عجیب بات ہے کہ جہاں زنا کی آزادی حاصل ہے اور نکاح پر پابندی ہے۔

پس ہماری اس تقریر سے یہ امر بخوبی ثابت ہوگیا کہ جو رسم ہندوستان میں رائج ہے وہ بلاشبہ پردہ شرعی ہے جو قرآن اور حدیث سے قطعی طور پر ثابت ہے معاذ اللہ پردہ مروجہ کوئی قومی رسم نہیں

اکثر باشندے کسی کو حقیقی طور پر اپنا باپ نہیں کہہ سکتے انگلستان کی ایک شریف عورت نے بعد حسرت وندامت اپنے ملک کی عورتوں کے متعلق ایک مقالہ لکھا جس کا ترجمہ مصر کے ماہنامہ المنار میں شائع ہوا جس میں بتلایا کہ انگلستان کی عورتیں اپنی تمام عظمت اور عصمت کھو چکی ہیں اور ان میں بہت کم ایسی ہیں جنہوں نے اپنے دامن عصمت کو بدکاری کے دھبہ سے آلودہ نہ کیا ہو ان میں شرم اور حیاء نام کو بھی نہیں اور ایسی آزادانہ زندگی بسر کرتی ہیں کہ اس ناجائز آزادی نے ان کو اس قابل نہیں رہنے دیا کہ ان کو شریف عورتوں کے زمرہ میں شمار کیا جائے ہمیں سرزمین مشرق کی مسلمان خواتین پر رشک آتا ہے جو نہایت دیانت اور تقویٰ کے ساتھ اپنے شوہروں کے زیر فرمان رہتی ہیں اور ان کی عصمت کو ناپاکی کا دھبہ نہیں لگا، وہ جس قدر فخر کریں بجا ہے اور اب وہ وقت آگیا ہے کہ اسلامی احکام شریعت کی ترویج سے انگلستان کی عورتوں کی عفت کو محفوظ رکھا جائے۔ (انگلستان کی عورت کے کلام کا ترجمہ ختم ہوا)

نیز جس طرح زنا تمام انبیاء اور تمام علماء اور تمام عقلاء کے نزدیک ایک نہایت شنیع اور قبیح خصلت ہے اسی طرح دیوثیت بھی ایک نہایت شرمناک خصلت ہے۔ اور زنا سے بڑھ کر قبیح ہے لیکن مخالفین پردہ کے نزدیک جب ان کی بیوی اور بیٹی کا دوسروں کے ساتھ پھرنا جائز ہو گیا تو گویا ان کے نزدیک دیوثیت بھی جائز ہو گئی باوجود اس علم اور غیرت کے ان کی غیرت جوش میں نہیں آتی جس میں ذرہ بھی حیاء اور غیرت کا مادہ ہے وہ اس بے حیائی اور بے غیرتی کو کبھی گوارا نہیں کر سکتا کہ اس کی بیوی یا بیٹی کسی کے ساتھ تعلقات قائم کرے، ورنہ بے حجابانہ کسی سے خلط ملط ہوگی۔

نیز ان بے حیائیوں اور بے غیرتیوں کا دروازہ بند کرنے کے لیے اسلام نے پردہ کا حکم دیا ہے اور بے پردگی کی خرابیوں پر آگاہ کر دیا اور بتلا دیا کہ عورت کے پردہ میں رہنے میں یہ یہ حکمتیں اور مصلحتیں ہیں اور گھر سے باہر نکلنے میں یہ خرابیاں اور برائیاں ہیں اور اگر بالفرض اہل مغرب اور اسیران شہوت ونفسانیت کے خیال کے مطابق یہ مان لیا جائے کہ بے حجابی میں کچھ فوائد اور منافع ہیں تو شراب اور قمار اور سود میں بھی ضرور فوائد اور منافع ہیں لیکن ان کی مضرتیں اور خرابیاں ان کے چند دنیاوی فوائد اور منافع سے کہیں بڑھ کر ہیں اسی طرح اگر شہوت اور نفسانیت سے ہٹ کر ذرا بھی عقل سے کام لیا جائے تو سمجھ میں آجائے گا کہ پردہ میں کس قدر فوائد اور منافع ہیں اور بے پردگی میں کس قدر مضرتیں اور خرابیاں ہیں۔

خلاصۂ کلام (۱) یہ کہ بے پردگی سے بے غیرتی اور بے حسی پیدا ہوتی ہے۔ (۲) زنا کا دروازہ کھلتا ہے۔ (۳) اولاد حرام ہوتی ہے۔ (۴) حسب اور نسب ضائع ہو جاتا ہے۔ (۵) شوہر کو اپنی بیوی پر اطمینان نہیں رہتا تو دل سے کیسے محبت رہے۔ (۶) بے پردہ بیوی سے جو اولاد پیدا ہوتی ہے شوہر کو اس پر یقین نہیں ہوتا کہ یہ میرا ہی بچہ ہے اور ظاہر ہے کہ جو عورت بے پردہ پھرتی ہو اور غیروں سے میل جول رکھتی ہو۔ اس کی اولاد پر کیسے یقین ہو سکتا ہے۔ (۷) اور جب اس بچہ کا اس کی اولاد ہونا یقینی نہ ہوا تو پھر اس کے مرنے کے بعد اس بچہ کا وارث ہونا بھی یقینی نہ رہا حالانکہ اولاد میراث کی مستحق ہوتی ہے

حرام کا بچہ میراث کا مستحق نہیں ہوتا۔ (۸) بے پردہ عورت شوہر کی راحت اور سکون و اطمینان کا باعث نہیں رہتی، شوہر جب گھر آتا ہے تو بیوی کو غائب پاتا ہے اور پریشان ہوتا ہے کہ نہ معلوم کہاں ہوگی۔ (۹) بے پردہ عورت نہ شوہر کی خدمت کر سکتی ہے اور نہ اس کی اطاعت کر سکتی ہے۔ (۱۰) بے پردہ عورت اولاد کی تربیت اور نگرانی بھی نہیں کر سکتی۔ (۱۱) بے پردگی باہمی عداوت اور نزاع کا سبب ہے جو بدچلنی کا لازمی نتیجہ ہے۔ (۱۲) بے پردگی اپنی آوارگی اور آزادی کی پردہ پوشی کے لیے عورت کو جھوٹ اور مکر و فریب پر آمادہ کرتی ہے۔ گھر سے باہر جانے کے عجیب عجیب بہانے بناتی ہے۔ (۱۳) جس کا اثر اولاد پر پڑتا ہے۔ اولاد بھی وہی کرے گی جو ماں کو کرتے دیکھے گی۔ (۱۴) جس قدر بے پردگی بڑھتی جائے گی اسی قدر بے حیائی اور بے غیرتی بڑھتی جائے گی۔ جس کا لازمی نتیجہ نحوست ہے اور فواحش اور منکرات اور بدنامی اور بے عزتی ہے۔ (۱۵) حتی کہ اس گھرانے سے حیا و شرم اور عفت و عصمت اور غیرت کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔ إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ۔

مخالفین پردہ کے خیالات جن کو وہ اپنے دلائل کہتے ہیں

۱۔ مرد اور عورت کی فطرت یکساں ہے لہٰذا عورتوں کو بھی پورے حقوق ملنے چاہئیں جو مردوں کو حاصل ہیں۔

۲۔ پردہ عورت کے لیے قید ہے۔ ۳۔ پردہ عورت کی صحت کے لیے مضر ہے۔

۴۔ پردہ عورت کی ترقی میں مزاحم ہے عورت پردہ کی وجہ سے علمی اور دنیوی ترقی نہیں کر سکتی، حالانکہ حدیث میں ہے۔ طلب العلم فریضۃ علی کل مسلم ومسلمۃ۔

ان متجددین کے نزدیک اس حدیث میں جس علم کی طلب کو فرض کیا گیا ہے اس سے وہ انگریزی علم مراد ہے جو کالج اور سکولوں میں پڑھایا جاتا ہے اور مسلم اور مسلمہ سے لڑکے اور لڑکیوں کا مخلوط کالج مراد ہے خوب سمجھ لو کہ اسلام نے دین کے علم کی طلب کو فرض قرار دیا ہے اور

" علمے کہ راہ حق ننماید جہالت است "

پہلی بات کا جواب مرد اور عورت کی فطرت ہرگز یکساں نہیں قوائے عقلیہ اور قوائے عملیہ اور قوائے جسمانیہ کے اعتبار سے مرد اور عورت میں زمین و آسمان کا فرق ہے فوجی بھرتی کے لیے مرد لیے جاتے ہیں عورت نہیں لی جاتی آج تک دنیا میں کسی بادشاہ نے عورتوں کی فوج بنا کر دشمن کے مقابلہ کے لیے نہیں بھیجی جو متمدن قومیں مرد اور عورت کی فطرت کو یکساں بتلاتی ہیں ان کو چاہیے کہ اول تمام ایسی ماہر عورتوں کی ایک فوج بنائیں اور کسی محاذ پر جا کر دشمن کی فوج کا مقابلہ کرائیں۔ ابھی دعوے مساوات کا نتیجہ ظاہر ہو جائے گا۔

دوسری بات کا جواب پردہ عورتوں کے لیے قید نہیں بلکہ ان کی عصمت اور عفت کی حفاظت کا ایک قلعہ ہے اور ناپاک اور گندی نظروں سے حفاظت

اس آیت کو آیت تطہیر کہا جاتا ہے۔

اہل سنت والجماعت یہ کہتے ہیں کہ یہ آیت باتفاق صحابہ کرامؓ ازواج مطہرات کے حق میں نازل ہوئی اور اس آیت میں اہل بیت نبی سے آپ کی بیبیاں مراد ہیں اور تطہیر سے تزکیۂ نفس اور تہذیب باطن اور تصفیۂ قلب مراد ہے جو تزکیۂ باطن کا وہ اعلیٰ ترین مقام ہے جو کامل اولیاء اللہ کو حاصل ہوتا ہے جن کے حصول کے بعد گناہوں سے محفوظ ہو جاتے ہیں مگر انبیاء کی طرح معصوم نہیں ہو جاتے۔

شیعہ یہ کہتے ہیں کہ یہ آیت علی مرتضیٰؓ اور فاطمہ زہراؓ اور حسنینؓ کے بارہ میں نازل ہوئی۔ اور اہل بیت سے یہی لوگ مراد ہیں۔ اس لفظ سے سوائے ان کے کوئی مراد ہو ہی نہیں سکتا اور دلیل ان کی یہ ہے کہ خود اہل سنت کی صحیح ترین احادیث میں یہ وارد ہوا ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی مرتضیٰ اور فاطمہ زہرا اور حسنین رضی اللہ عنہم کو بلایا اور اپنی کملی ان چاروں پر ڈال دی اور فرمایا اللّٰھم ھؤلاء اھل بیتی فاذھب عنھم الرجس وطھرھم تطہیرا۔ اے اللہ یہ چاروں میرے اہل بیت ہیں پس تو ان سے رجس یعنی گندگی اور ناپاکی کو دور کر دے اور خوب پاک کر دے نیز اس آیت میں خطاب مذکر ہے عنکم اور یطہرکم میں جو ضمیر مذکر کی موجود ہیں وہ صاف بتلا رہی ہیں کہ اس آیت میں خطاب ازواج کو نہیں معلوم ہوا کہ آیت میں لفظ اہل بیت سے یہی چار اشخاص مراد ہیں۔

دوسری بات اہل تشیع یہ کہتے ہیں کہ اس آیت میں اذہاب رجس اور تطہیر سے گناہوں سے پاک کر دینا یعنی معصوم بنا دینا مراد ہے جس سے ان چار حضرات کی عصمت ثابت ہوتی ہے۔ شیعہ اہل بیت کی عصمت ثابت کرنے کے لیے آیت تطہیر کو استدلال میں پیش کرتے ہیں۔

جواب اہل تشیع کا یہ تمام استدلال دو باتوں پر مبنی ہے اول یہ کہ لفظ اہل بیت سے صرف چار اشخاص مراد ہیں حضرت علی اور حضرت فاطمہ اور حسنین رضی اللہ عنہم اجمعین دوم یہ کہ اذہاب رجس اور تطہیر سے معصوم بنانا مراد ہے جب تک یہ دونوں باتیں ثابت نہ ہوں گی شیعوں کا استدلال صحیح نہیں ہو سکتا مگر آج تک شیعہ ان باتوں کو ثابت نہیں کر سکے۔

پہلی بات کا جواب پہلی بات کے متعلق علماء اہل سنت یہ کہتے ہیں کہ لفظ اہل بیت اور لفظ آل لغت عرب میں اور [illegible] اہل بیت کے معنی اہل خانہ کے ہیں جو گھر والے کہلاتے ہیں جو مستقل طور پر گھر میں رہتے ہوں جن میں اولاً ازواج اصالۃً داخل ہیں اور اولاد اور ذریت تبعاً داخل ہیں۔ خدمتگاروں اور لونڈی اور غلاموں پر اس لفظ کا اطلاق نہیں ہوتا۔ عرف میں اور محاورہ میں جب لفظ اہل خانہ بولا جاتا ہے تو ہر کس و ناکس اس کا یہی مطلب سمجھتا ہے کہ جو لوگ گھر میں رہتے ہوں اور وہاں سے چلے جانے کا قصد نہ رکھتے ہوں اور ظاہر ہے کہ اس وصف میں اصل بیبیاں ہیں جو ہمیشہ گھر میں رہتی ہیں۔ بیٹیاں [illegible] بیٹیوں کا ہمیشہ گھر میں رہنا خلاف عادت ہے خاص کر سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر والے دو گھروں میں [illegible] آپ کی ازواج کے کوئی نہیں رہتا تھا شادی ہونے کے بعد بیٹے خود اپنا مکان بنا لیتے ہیں۔ نکاح کے بعد

اسی لیے آپ نے پہلی بار ام المؤمنین ام سلمہؓ کو اس دعا میں شریک نہ فرمایا کیونکہ اس دعا کو ان کے حق میں تحصیل حاصل جانا کیونکہ آیت کا نزول ہی آپ کی بیبیوں کے بارہ میں ہوا البتہ حضرت علیؓ کے لیے دعا سے فارغ ہو جانے کے بعد ام المؤمنین ام سلمہؓ کو بلا کر جو دعا کی وہ محض ان کی دلجوئی کے لیے فرمائی ورنہ آپ نے صراحۃً فرما دیا تھا کہ تو تو پہلے ہی سے اہل بیت سے ہے۔

لہٰذا جو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ازواج مطہرات کی فضیلت اور کرامت کے بارہ میں یہ آیتیں نازل ہوئیں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خیال ہوا کہ یہ آیتیں اگرچہ خاص ازواج ہی کے بارہ میں نازل ہوئی ہیں اور آیت سے پہلے اور بعد تمام رکوع میں تمام خطابات ازواج مطہرات ہی کو ہیں اور وَقَرْنَ فِي بُيُوتِكُنَّ میں اور وَاذْكُرْنَ مَا يُتْلَىٰ فِي بُيُوتِكُنَّ میں بیوت کی نسبت بھی انہی کی طرف کی گئی ہے جو اللہ کے خاص الخاص عنایات پر دلالت کرتی ہیں اس لیے آپ کا دل چاہا کہ اہل بیت کے عموم میں اپنی اولاد کو داخل کر کے اللہ تعالیٰ سے درخواست کریں کہ اے اللہ علیؓ اور فاطمہؓ اور حسنینؓ یہ بھی میرے اہل بیت ہیں ان کو بھی اس خاص رحمت اور کرامت اور عنایت میں شریک فرما۔

فائدہ حضرت خدیجہؓ سے حضورؐ کی چار صاحبزادیاں تھیں رقیہؓ اور ام کلثومؓ اور زینبؓ اور فاطمہؓ اول الذکر تین صاحبزادیاں اس آیت کے نزول سے پہلے وفات پا چکی تھیں صرف حضرت فاطمہؓ زندہ تھیں اس لیے اپنی لخت جگر کو دعا کے ساتھ مخصوص فرمایا (دیکھو تفسیر ابن کثیر ص ۴۹۲ ج ۳)

اور ایسا ہی معاملہ آپ نے اپنے چچا حضرت عباسؓ اور ان کی اولاد کے ساتھ کیا جیسا کہ بیہقی کی ایک صحیح روایت میں آیا ہے کہ دعا آپ نے یہ چاہا کہ حضرات اہل بیت کے ظاہری عموم میں اپنے ان خاص عزیزوں کو بھی داخل فرما دیں اور اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ اے اللہ یہ بھی میرے اہل بیت ہیں ان کو بھی اذہاب رجس اور تطہیر کی فضیلت اور کرامت میں شریک فرما۔ باقی رہیں ازواج مطہرات۔ تو خطاب قرآنی ہی وہ بلاواسطہ اول کا آغاز ان کرامات اور عنایات کی اولین مخاطب تھیں اس لیے اس قسم کے اظہار و تصریح کی ان کے لیے ضرورت نہیں سمجھی گئی واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

خلاصہ یہ کہ آپ نے ازواج مطہرات کے بعد اپنے ارادہ کو ظاہر کیا ہے اب اس کے بعد کسی شک وشبہ کی گنجائش ہی نہیں رہی۔

اس کی مثال ایسی ہے کہ بادشاہ کریم اپنے کسی مقرب اور مصاحب سے یہ کہے کہ میرے پاس اپنے اہل خانہ اور اپنے گھر والوں کو حاضر کرو میں انہیں خاص خلعت دینا چاہتا ہوں اور میرا ارادہ یہ ہے کہ میں ان پر خاص نوازش کروں اس مقرب اور مصاحب نے بحال ہمت بادشاہ کے لطف وکرم پر نظر کر کے اپنے اہل خانہ کے سوا کچھ دیگر اعزا واقارب بھی بارگاہ شاہی میں لا حاضر کیے اور کہنے لگا کہ حضور یہ سب میرے اہل خانہ ہیں جس سے مقصود یہ ہوتا ہے کہ یہ اعزاء واقارب بھی شاہی خلعت اور نوازش سے بہرہ مند ہوں اور ظاہر ہے کہ اس مقرب اور مصاحب کا اس طرح کہنے سے کہ حضور یہ سب میرے اہل بیت اور اہل خانہ

شیعوں کی دوسری بات کا جواب

ابتدائے کلام میں ہم نے آیت تطہیر کے متعلق شیعوں کی دو باتیں ذکر کی تھیں پہلی بات تو یہ تھی کہ یہ آیت حضرت علیؓ اور حضرت فاطمہؓ اور حسنینؓ کے بارہ میں نازل ہوئی اور لفظ اہل بیت سے صرف یہی چار حضرات مراد ہیں ازواج مطہرات مراد نہیں۔ بحمد اللہ شیعوں کی اس بات کا مفصل جواب گزر گیا۔ شیعوں کی دوسری بات اس آیت کے متعلق یہ تھی کہ اس آیت میں اذہاب رجس اور تطہیر سے یعنی گندگی دور کرنے سے اور پاک کرنے سے اہل بیت کو معصوم بنانا اور ان کو عصمت عطا کرنا مراد ہے۔

اہل سنت والجماعت کہتے ہیں کہ اذہاب رجس اور تطہیر سے معصوم بنانا اور عصمت عطا کرنا مراد نہیں بلکہ ازالہ معاصی و نقائص مراد ہے جس کو تزکیہ نفس اور تخلیہ اور تحلیہ سے تعبیر کیا جاتا ہے اور تطہیر سے تہذیب باطن اور تنویر قلب مراد ہے۔ علامہ آلوسی روح المعانی میں لکھتے ہیں۔

والمعنی انما یرید اللہ لیذھب عنکم الذنوب والمعاصی ویحلیکم بالطاعۃ والتقوی تحلیۃ بلیغۃ فیما امرکم۔
(روح المعانی ص ۲۲ ج ۲۲)

اور اس آیت کے معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا ارادہ یہ ہے کہ تم سے خطاؤں اور گناہوں کی گندگی دور کرے اور طاعت اور تقویٰ سے تم کو خوب مزین اور آراستہ کردے کہ اللہ نے تم کو جو حکم دیا ہے اس پر عمل پیرا ہو۔

مطلب یہ ہے کہ ان ہدایتوں اور نصیحتوں سے اللہ کا منشا یہ ہے کہ نبی کے گھر والے ان احکام پر عمل کرکے بالکل پاک اور صاف اور ستھرے ہو جائیں اور ان کا ظاہر و باطن ایسا مطہر اور منزہ ہو جائے کہ نبی کے گھرانہ کے مناسب اور شایان شان ہو اور ان کی صفائی اور ستھرائی اوروں سے ممتاز اور فائق ہو یعنی اگر تم نے ہماری ان ہدایتوں اور نصیحتوں پر عمل کیا تو تم برائیوں سے بالکل پاک اور صاف ہو جاؤ گے۔

اور اگر بالفرض بقول شیعہ اذہاب رجس اور تطہیر سے عطاء عصمت یعنی کسی کو معصوم بنانے کے معنی مراد لیے جائیں تو پھر اس سے تو صحابہ بدریین کا بھی معصوم ہونا ثابت ہو جائے گا کیونکہ یہ لفظ صحابہ کرام کے حق میں بھی آیا ہے۔ وَلٰكِنْ يُّرِيْدُ لِيُطَهِّرَكُمْ وَلِيُتِمَّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ۔
اور معرکہ جنگ بدر کے بیان میں یہ لفظ آیا ہے۔ وَيُذْهِبَ عَنْكُمْ رِجْزَ الشَّيْطٰنِ۔

پس اگر شیعوں کے نزدیک آیت تطہیر اہل بیت کی عصمت کی دلیل ہے تو مذکورہ بالا دو آیتیں تمام صحابہ کی اور خصوصاً صحابہ بدریین کی عصمت کی دلیل ہوں گی بلکہ علاوہ بریں ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے صحابہ کے لیے اتمام نعمت یعنی نعمت پوری کرنے کا ارادہ ظاہر فرمایا ہے اور ظاہر ہے کہ اتمام نعمت کا مرتبہ اذہاب رجس اور تطہیر سے بڑھ کر ہے نیز گزشتہ آیت میں لفظ وَيُذْهِبَ عَنْكُمْ رِجْزَ الشَّيْطٰنِ ہے۔

۵۔ نیز یہ لفظ شیعوں کی حدیثوں میں بھی صحابہؓ کے لیے مستعمل ہوا ہے لہٰذا شیعوں کو چاہیے کہ وہ صحابہؓ کو بھی معصوم سمجھیں کیونکہ شیعوں کی ایک حدیث میں یہ فضیلت صحابہؓ کے لیے بعینہٖ واضح وارد ہوئی ہے۔ وہ حدیث طویل ہے جو فروع کافی جلد اول مطبوعہ نول کشور کتاب الجہاد میں صفحہ ۲۰۹ سے لے کر صفحہ ۲۱۳ تک منقول ہے۔ یہ حدیث امام جعفر صادقؒ سے مروی ہے جو مہاجرین صحابہؓ کے فضائل اور محامد پر مشتمل ہے جس میں صحابہؓ کے متعلق ایک جگہ یہ کہا گیا ہے۔ الذین اخبر عنہم فی کتابہ انہ اذہب عنہم الرجس وطہرہم تطہیرا یعنی ان لوگوں کے متعلق اللہ نے اپنی کتاب میں یہ بیان کیا ہے کہ اللہ نے ان سے ناپاکی کو دور کر دیا اور ان کو خوب پاک کر دیا بعد ازاں امام جعفر صادقؒ نے مہاجرین کو آیۃ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ وَالَّذِیْنَ مَعَہٗٓ اَشِدَّآءُ عَلَی الْکُفَّارِ رُحَمَآءُ بَیْنَھُمْ اور آیت قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ اور آیت اَلتَّآئِبُوْنَ الْعٰبِدُوْنَ اور آیت یَوْمَ لَا یُخْزِی اللّٰہُ النَّبِیَّ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَعَہٗ کا مصداق قرار دیا ہے جس سے صاف ظاہر ہے کہ مہاجرین اور خلفاء ثلاثہ معاذ اللہ ظالم و فاسق نہ تھے۔

حضرات شیعہ کو اس صریح اور واضح حدیث میں جب تاویل کی کوئی گنجائش نہ ملی تو اس کو تقیہ پر محمول کیا لیکن سوال یہ ہے کہ تقیہ کے لیے بھی کوئی موقع اور محل چاہیے کہ جو خوف اور ڈر کی بنا پر کیا جاتا ہے یہاں امام جعفر صادقؒ کو کیا خوف لاحق تھا جس کی بنا پر آیات قرآنیہ کا حوالہ دے کر مہاجرین کے فضائل بیان کرنے پر مجبور ہوئے۔ نیز شیعوں کے نزدیک امام جعفر صادقؒ کے لیے تقیہ ممنوع تھا پھر انہوں نے کیسے تقیہ کی بنا پر مہاجرین کے یہ فضائل بیان کیے۔ ہاں اصول شیعہ پر ایک تاویل ممکن ہے وہ یہ کہ اللہ کو بداء واقع ہوا پہلے تو ارادہ صحابہؓ کی تطہیر کا تھا بعد میں بدل گیا۔

إِنَّ الْمُسْلِمِيْنَ وَالْمُسْلِمٰتِ وَالْمُؤْمِنِيْنَ

تحقیق مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں اور ایماندار مرد

وَالْمُؤْمِنٰتِ وَالْقٰنِتِيْنَ وَالْقٰنِتٰتِ وَالصّٰدِقِيْنَ

اور ایماندار عورتیں اور بندگی کرنے والے مرد اور بندگی کرنے والی عورتیں اور سچے مرد

وَالصّٰدِقٰتِ وَالصّٰبِرِيْنَ وَالصّٰبِرٰتِ وَالْخٰشِعِيْنَ

اور سچی عورتیں اور محنت سہنے والے مرد اور محنت سہنے والی عورتیں اور دبے رہنے والے مرد

وَالْخٰشِعٰتِ وَالْمُتَصَدِّقِيْنَ وَالْمُتَصَدِّقٰتِ وَالصَّآئِمِيْنَ

اور دبی رہنے والی عورتیں اور خیرات کرنے والے مرد اور خیرات کرنے والی عورتیں اور روزہ دار مرد

وَالصّٰٓئِمٰتِ وَالْحٰفِظِيْنَ فُرُوْجَهُمْ وَالْحٰفِظٰتِ

اور روزہ دار عورتیں اور تھامنے والے مرد اپنی شہوت کی جگہ اور تھامنے والی عورتیں اور

وَالذّٰكِرِيْنَ اللّٰهَ كَثِيْرًا وَّالذّٰكِرٰتِ ۙ اَعَدَّ اللّٰهُ

اور یاد کرنے والے مرد اللہ کو بہت سا اور یاد کرنے والی عورتیں رکھی ہے اللہ نے

لَهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِيْمًا ﴿۳۵﴾

ان کے واسطے معافی اور نیگ بڑا۔

تبشیر عام بر امتثال احکام اسلام

قال اللہ تعالیٰ اِنَّ الْمُسْلِمِيْنَ وَالْمُسْلِمٰتِ ۔۔۔ الیٰ ۔۔۔ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِيْمًا

ربط: گزشتہ آیات میں خاص ازواج مطہرات کی بشارت کا ذکر تھا اب عام بشارت کا ذکر ہے کہ جو مسلمان عورت احکام اسلام کی پابند ہو اس کے لیے اللہ تعالیٰ نے مغفرت اور اجر عظیم تیار کر رکھا ہے۔

قتادہ سے روایت ہے کہ جب گزشتہ آیتیں ازواج مطہرات کے بارہ میں نازل ہوئیں تو عورتوں کی ایک جماعت نے یہ کہا کہ ہمارے بارے میں تو کچھ نازل نہیں ہوا۔ اس پر یہ آیتیں نازل ہوئیں تاکہ تسلی ہو جائے کہ عورت ہو یا مرد ہو اللہ کے یہاں کسی کا عمل ضائع نہیں۔ ایمان اور اعمال صالحہ میں مردوں اور عورتوں کا حکم ایک ہے علیحدہ ذکر کرنے کی حاجت نہیں اور ایک روایت میں ہے کہ آپ مسجد میں تشریف لے گئے اور منبر پر کھڑے ہو کر فرمایا۔

يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّ اللّٰهَ يَقُوْلُ اِنَّ الْمُسْلِمِيْنَ وَالْمُسْلِمٰتِ وَالْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ الیٰ آخر الآیۃ۔

اے لوگو! اللہ تعالیٰ تم سب کے بارے میں یہ فرماتا ہے اِنَّ الْمُسْلِمِيْنَ وَالْمُسْلِمٰتِ الیٰ آخر الآیۃ

رواہ النسائی تفسیر ابن کثیر ص ۴۸۷ ج ۳۔

قرآن کریم میں اکثر و بیشتر خطاب صرف مردوں کو ہوتا ہے اور عورتیں احکام میں مردوں کی تابع ہوتی ہیں مگر ان آیات میں عورتوں کی دلجوئی کے لیے مردوں کے ساتھ عورتوں کو بھی خطاب میں شامل کر دیا گیا۔

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے ایمانیات کے دس شعبوں کو بیان فرمایا جن سے خاص طور پر قلب کی طہارت

ایسے ہی مردوں اور عورتوں کے لیے اللہ نے مغفرت اور اجر عظیم تیار کر رکھا ہے جو ان کی طاعت سے کہیں زیادہ ہے۔ ان آیات کو نازل کرکے اللہ تعالیٰ نے ان عورتوں کے رنج کو دور کر دیا جن کو یہ افسوس تھا کہ اللہ تعالیٰ نے ہماری بابت قرآن مجید میں صراحۃً کچھ نازل نہیں کیا۔

نکتہ ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے مردوں اور عورتوں دونوں کو صراحۃً خطاب فرما دیا باقی اکثر آیات میں صرف مردوں ہی کو خطاب کیا گیا ہے، کیونکہ مرد حاکم ہیں اور اصل ہیں۔ اور عورتیں ان کے تابع ہیں۔ اس لیے عورتوں کو جداگانہ خطاب نہیں کیا گیا حاکم کو خطاب کافی ہے محکوم اور تابع کو علیحدہ خطاب کی ضرورت نہیں جو لوگ مرد اور عورت کی مساوات کے قائل ہیں وہ قرآن اور حدیث سے بے خبر ہیں نیز سارا عالم اس بات پر متفق ہے کہ عورتیں ———— جسمانی قوت میں اور عقل اور فہم اور فراست میں اور اعضاء ظاہری کی ساخت میں مردوں سے کم ہیں حتی کہ آواز میں بھی مرد سے کم ہیں اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں عورتوں کے متعلق فرمایا اَوَمَنْ يُّنَشَّؤُا فِي الْحِلْيَةِ وَهُوَ فِي الْخِصَامِ غَيْرُ مُبِيْنٍ یعنی عورتوں کو ابتداء ہی سے زیب و زینت کا شوق ہوتا ہے اور اسی میں ان کی پرورش ہوتی ہے اور زیب اور زینت سے اور غیر ضروری چیزوں سے رغبت قلت عقل کی دلیل ہے اور اخیر صورت میں حق جل شانہ کا یہ ارشاد وَهُوَ فِي الْخِصَامِ غَيْرُ مُبِيْنٍ عورتوں کے دوسرے نقص کا بیان ہے کہ وہ قوت بیانیہ میں ضعیف اور کمزور ہے پس جس کو قدرت نے محکوم اور کمزور اور ناقص بنایا ہو وہ حاکم اور قوی کے ساتھ کیسے مساوی ہو سکتا ہے بلکہ یہ محکومیت ہی عورتوں کے لیے اللہ کی رحمت اور نعمت ہے کہ ان کو مردوں کے تابع کر دیا۔ بے وقوف اور کم عقل کے لیے یہی مصلحت ہے کہ وہ کسی کے تابع ہو کر رہے اگر کسی بیوقوف کو حاکم بنا دیا جائے تو اس کا انجام یہ ہوگا کہ وہ خود بھی ہلاک ہوگا اور دوسروں کو بھی تباہ کرے گا اگر چھوٹے بچے ماں باپ کے تابع نہ ہوں تو یقیناً وہ ہلاک ہوں گے اسی وجہ سے حدیث میں ہے۔ لا نکاح الا بولی عورت کو بغیر ولی کے ہرگز نکاح نہ کرنا چاہیے۔

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ

اور کام نہیں کسی ایمان دار مرد کا نہ عورت کا جب مقرر کر دے اللہ

وَرَسُوْلُهٗٓ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ

اور اس کا رسول کچھ کام کہ ان کو رہے اختیار اپنے کام

مِنْ اَمْرِهِمْ ۭ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ

کا اور جو کوئی بے حکم چلا اللہ کے اور اس کے رسول کے

فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا ﴿۳۶﴾ وَاِذْ تَقُوْلُ لِلَّذِيْٓ

سو وہ بھولا صریح چوک کر ۔ اور جب تو کہنے لگا اس شخص کو

اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاَنْعَمْتَ عَلَيْهِ اَمْسِكْ

جس پر اللہ نے احسان کیا اور تو نے احسان کیا رہنے دے اپنے پاس

عَلَيْكَ زَوْجَكَ وَاتَّقِ اللّٰهَ وَتُخْفِيْ فِيْ نَفْسِكَ

اپنی جورو کو اور ڈر اللہ سے اور تو چھپاتا تھا اپنے دل میں

مَا اللّٰهُ مُبْدِيْهِ وَتَخْشَى النَّاسَ ۚ وَاللّٰهُ اَحَقُّ

ایک چیز جو اللہ اس کو کھولا چاہتا ہے اور تو ڈرتا تھا لوگوں سے اور اللہ سے زیادہ

اَنْ تَخْشٰىهُ ۭ فَلَمَّا قَضٰى زَيْدٌ مِّنْهَا وَطَرًا

چاہئے ڈرنا تجھ کو ۔ پھر جب زید تمام کر چکا اس عورت سے اپنی

زَوَّجْنٰكَهَا لِكَيْ لَا يَكُوْنَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ حَرَجٌ

غرض ہم نے وہ تیرے نکاح میں دی تا نہ رہے سب مسلمانوں پر گناہ نکاح کر لینا

فِيْٓ اَزْوَاجِ اَدْعِيَاۗىِٕهِمْ اِذَا قَضَوْا مِنْهُنَّ وَطَرًا ۭ

جوروؤں سے اپنے لے پالکوں کی ، جب وہ تمام کر لیں ان سے اپنی غرض

وَكَانَ اَمْرُ اللّٰهِ مَفْعُوْلًا ﴿۳۷﴾ مَا كَانَ عَلَى النَّبِيِّ مِنْ

اور ہے اللہ کا حکم کرنا ۔ نبی پر کچھ مضائقہ نہیں اس

حَرَجٍ فِيْمَا فَرَضَ اللّٰهُ لَهٗ ۭ سُنَّةَ اللّٰهِ فِي الَّذِيْنَ

بات میں جو ٹھہرا دی اللہ نے اس کے واسطے ۔ دستور رہا ہے اللہ کا ان لوگوں

خَلَوْا مِنْ قَبْلُ ۭ وَكَانَ اَمْرُ اللّٰهِ قَدَرًا مَّقْدُوْرَا ﴿۳۸﴾

میں جو گذرے پہلے ، اور ہے حکم اللہ کا مقرر ٹھہر چکا ۔

الَّذِينَ يُبَلِّغُونَ رِسٰلٰتِ اللّٰهِ وَيَخْشَوْنَهٗ وَلَا يَخْشَوْنَ
وہ جو پہنچاتے ہیں پیغام اللہ کے۔ اور ڈرتے ہیں اس سے اور نہیں ڈرتے

اَحَدًا اِلَّا اللّٰهَ ۭ وَكَفٰى بِاللّٰهِ حَسِيْبًا ۝۳۹ مَا كَانَ مُحَمَّدٌ
کسی سے سوا اللہ کے اور بس ہے اللہ کفایت کرنے والا۔ محمد باپ نہیں

اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ
کسی کا تمہارے مردوں میں لیکن رسول ہے اللہ کا اور مہر سب

النَّبِيّٖنَ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا ۝۴۰
نبیوں پر۔ اور ہے اللہ سب چیز جانتا۔

بیان حرمت اعراض و عدول از فیصلہ خدا و رسول صلی اللہ علیہ وسلم

کہ این نوعے است از انواع ایذاء رسول

قال اللہ تعالیٰ۔ وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ ... الیٰ ... وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا۔

(ربط) گزشتہ آیات میں مسلمین و مسلمات، و مؤمنین و مؤمنات کے لیے مغفرت اور اجر عظیم کا وعدہ فرمایا اب ان آیات میں یہ بتلاتے ہیں کہ ایمان اور اسلام یہ ہے کہ اپنے آپ کو خدا اور اس کے رسول کے حوالہ اور سپرد کر دے اور خدا اور رسول جو حکم دیں، دل و جان سے بسر و چشم اس کو قبول کرے اور بجا لائے مرد ہو یا عورت ہو جب خدا کا رسول کوئی حکم دے تو ایمان اور اسلام کا تقاضا یہ ہے کہ اس کے سامنے سر جھکا دے بلا عذر قبول کرے اس آیت میں خدا و رسول کے فیصلہ سے اعراض اور عدول کو حرام اور ممنوع قرار دیا اس لیے کہ وہ ایمان اور اسلام کے منافی ہے نیز خدا اور رسول کے فیصلہ سے اعراض و انحراف یہ ایک قسم کی ایذاء بھی ہے اور اس سورت کے اہم مقاصد میں سے یہ ہے کہ آپ کی تعظیم اور اطاعت کی فرضیت اور آپ کی ایذاء کی حرمت کو بیان کیا جائے اس سلسلہ میں اللہ تعالیٰ نے کافروں اور منافقوں کی ایذاؤں کا ذکر کر کے ان کا جواب دیا اور اسی ذیل میں حق تعالیٰ نے حضرت زینبؓ سے نکاح کا قصہ ذکر فرمایا اور اس بارہ میں منافقین نے جو حضور پر نور پر طعن و تشنیع کر کے آپ کو ایذا پہنچائی تھی اس کا جواب دیا۔

جس کو بعد میں اللہ تعالیٰ نے زوجیت کی شکل سے ظاہر فرما دیا اور جس وقت اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس پیش آنے والے واقعہ کی خبر دی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ حکم نہیں دیا تھا کہ آپ اس کا اعلان بھی کر دیں کیونکہ یہ ناممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی بات کا حکم دیں اور وہ اس کی تعمیل نہ کرے۔ اور تخشی الناس کے معنی یہ ہیں کہ آپ اس پیش گوئی کے اظہار سے ڈرتے تھے یا منافقین کی زبان طعن کی طرف سے ڈرتے تھے اور آپ کا یہ خوف طبعی تھا لوگوں کے طعن اور ملامت کا ڈر اس کے چھپانے کا باعث بنا۔

اور اس آیت کے یہ معنی امام زین العابدینؒ سے منقول ہیں جیسا کہ ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں کہ وتخفی فی نفسک ما اللہ مبدیہ سے یہ مراد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بذریعہ وحی آپ کو آگاہ کر دیا تھا کہ زینبؓ عنقریب تیری زوجیت میں آئے گی اور تیرے نکاح میں آنے والی ہے مگر آپ کو یہ حکم نہیں دیا گیا تھا کہ تم ہماری اس پیشگوئی کا اعلان بھی کر دو بلکہ آپ کو فقط ایک آئندہ پیش آنے والے امر کی خبر دی اور یہ نہیں فرمایا کہ تم اس کا اعلان بھی کر دو۔

پس مقتضائے بشریت آپ کو ایک قسم کی تشویش لاحق ہوئی اور شرم کے مارے اور مشرکین اور منافقین کے طعن کے ڈر سے آپ نے اس کا اخفاء کیا جس کو بعد میں اللہ نے ظاہر کر دیا معاذ اللہ اگر حضرت زینبؓ کی محبت کا اخفاء مراد ہوتا تو اللہ تعالیٰ اس کو ظاہر کرتا۔

حافظ عسقلانیؒ فرماتے ہیں کہ آیت کے یہ معنی امام زین العابدینؒ اور سدیؒ سے مروی ہیں اور حکیم ترمذیؒ نے روایت مذکورہ بالا کی تحسین میں خوب بسط فرمایا ہے اور یہی معنی معتمد اور معتبر ہیں۔ دیکھو فتح الباری ص ۴۰۳ ج ۸

حاشیہ: اصل عبارت یہ ہے جو اہل علم کے لیے ہدیہ کرتا ہوں۔ وقد اخرج ابن ابی حاتم هذه القصة من طریق السدی فساقها سیاقا واضحا حسنا ولفظه بلغنا ان هذه الآیة نزلت فی زینب بنت جحش وکان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اراد ان یزوجها زید بن حارثة مولاه فکرهت ذلک ثم انها رضیت بما صنع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فزوجها ایاه ثم اعلم اللہ عز وجل نبیه صلی اللہ علیہ وسلم بعد انها من ازواجه فکان یستحیی ان یامر بطلاقها وکان لا یزال یکون بین زید وزینب ما یکون من الناس فامره رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان یمسک علیه زوجه وان یتق اللہ وکان یخشی الناس ان یعیبوا علیه ویقولوا تزوج امرأة ابنه وکان قد تبنی زیدا وعنده من طریق علی بن زید عن علی بن الحسین بن علی قال اعلم اللہ تعالیٰ نبیه صلی اللہ علیہ وسلم ان زینب ستکون من ازواجه قبل ان

باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں۔

آپ کی نظر حضرت زینبؓ پر پڑی تو آپ ان پر فریفتہ ہو گئے جن پر دشمنانِ اسلام کے اعتراضات کی بنیاد ہے یہ وہ سب بے اصل اور ناقابل اعتبار اور ناقابل التفات ہیں مزید تفصیل اگر درکار ہو تو سیرۃ المصطفیٰ مصنفہ ناچیز ص ۲۴۳ ج ۳ دیکھیں۔

اب آگے منافقین اور مشرکین کے طعن کا جواب دیتے ہیں کہ زینبؓ سے آپ کا نکاح حکم خداوندی ہوا اور نبی پر اس چیز کے کرنے میں کوئی حرج اور مضائقہ نہیں جو اللہ نے اس کے لیے مقرر اور مقدر کر دیا جیسا کہ سنت الٰہی ان انبیاء میں جاری رہی جو آپ سے پہلے گذرے یعنی انبیاء سابقین میں یہی دستور جاری رہا کہ اللہ نے ان کو جس چیز کا حکم دیا اس کو پورا کر دیا اور لوگوں کی ملامت اور طعن کی پرواہ نہ کی اور خدا کا اندازہ پہلے ہی سے ٹھہر چکا ہوتا ہے اس کے خلاف نہیں ہو سکتا اور حکم خداوندی کو پہنچایا اور اس کو چھپایا نہ۔ اگلے پیغمبروں کی سنت ہے جن کی صفت یہ ہے کہ وہ انبیاء اللہ کے احکام اور پیغام اپنی امتوں کو ٹھیک ٹھیک پہنچایا کرتے تھے اور تبلیغ احکام میں کسی کے طعن اور تشنیع اور ملامت اور طعنہ زنی کی پروا نہیں کرتے تھے اور صرف اللہ کا ڈر رکھتے تھے اور سوائے خدا کے اور کسی سے نہیں ڈرتے تھے۔ خدا کا حکم ایک طرف اور سارا جہان ایک طرف اور اللہ حساب لینے کے لیے کافی ہے وہ خود آپ کے دشمنوں کے ضرر کو دفع کر دے گا لہٰذا اس نکاح کے بارہ میں آپ پر جو طعن کرے گا اللہ تعالیٰ اس کے دفع میں کفایت کرے گا یہ سب آپ کی تسلی کے لیے فرمایا کہ انبیاء سابقین کا طریقہ بھی یہی رہا ہے کہ وہ پیغام رسالت کے پہنچانے میں کسی سے نہیں ڈرتے لہٰذا آپ بھی منافقین کے طعن کی پروا نہ کریں اور نہ کسی کی ایذاء سے ڈریں اللہ تعالیٰ آپ کے طاعنین کو سزا دینے کے لیے کافی ہے۔

نکتہ: جاننا چاہیے کہ اس آیت میں تبلیغ احکام کے وقت غیر اللہ سے خوف کی نفی کی گئی ہے رہا یہ امر کہ انبیاء کو کسی سے طبعی خوف بھی نہیں ہوتا سو اس کی نفی نہیں کی گئی ورنہ طبعی طور پر موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام کا فرعون کی ایذاء سے ڈرنا قرآن کریم میں مذکور ہے۔ قَالَا رَبَّنَآ اِنَّنَا نَخَافُ اَنْ يَّفْرُطَ عَلَيْنَآ اَوْ اَنْ يَّطْغٰى سو اللہ تعالیٰ نے ان کو تسلی دی اور یہ فرمایا۔ لَا تَخَافَآ اِنَّنِيْ مَعَكُمَآ اَسْمَعُ وَاَرٰى اور موسیٰ علیہ السلام کو جب عصا کا معجزہ عطا ہوا اور عصا اژدہا بن کر چلنے لگا تو موسیٰ علیہ السلام ڈر کر بھاگنے لگے۔ کما قال تعالیٰ فَلَمَّا رَاٰهَا تَهْتَزُّ كَاَنَّهَا جَآنٌّ وَّلّٰى مُدْبِرًا وَّلَمْ يُعَقِّبْ يٰمُوْسٰٓى اَقْبِلْ وَلَا تَخَفْ اِنَّكَ مِنَ الْاٰمِنِيْنَ۔ لَا تَخَفْ اِنَّكَ اَنْتَ الْاَعْلٰى اور یعقوب علیہ السلام نے فرمایا اِنِّىْٓ اَخَافُ اَنْ يَّاْكُلَهُ الذِّئْبُ۔

اور حضور پر نور ﷺ کو جب دشمنوں کی طرف سے خوف لاحق ہوا تو آپ کی تسلی کے لیے یہ آیت نازل ہوئی۔ وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ معلوم ہوا کہ لَا يَخْشَوْنَ اَحَدًا میں طبعی خوف کی نفی مراد نہیں بلکہ عقلی خوف کی نفی مراد ہے۔

نکتہ دیگر: نیز جاننا چاہیے کہ حضور پر نور ﷺ کو منافقین کی جانب سے بدزبانی کا ڈر بھی شروع

بسند ضعیف عن ابن عباس رضی اللہ عنہ۔ دیکھو اصابہ صفحہ ۳۱۴ ج ۴ وزرقانی صفحہ ۲۲۴ ج ۳۔

اور چونکہ یہ نکاح آسمان میں ہوا اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس نکاح کے ولیمہ میں جس قدر اہتمام کیا وہ کسی دوسرے نکاح کے ولیمہ میں نہیں کیا۔ اور ام المؤمنین زینب رضی اللہ عنہا کو اپنے اس نکاح آسمانی پر بڑا فخر تھا ایک دن ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؓ سے کہا کہ تم سب کا نکاح تو تمہارے اولیاء نے کیا اور میرا نکاح اللہ نے آسمان پر کیا۔ حضرت عائشہؓ نے کہا کہ اللہ نے میرا عذر یعنی میری براءت اور طہارت و نزاہت آسمان سے نازل کی۔

نکتۂ دیگر امام ابو القاسم سہیلیؒ نے یہاں ایک نکتہ ذکر فرمایا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ عز وجل نے قرآن کریم میں زید بن حارثہ کا نام تو صراحت کے ساتھ ذکر کیا۔ اور اکابر صحابہ میں سے حتی کہ ابوبکر صدیقؓ کا نام بھی صراحۃً کہیں ذکر نہیں کیا سو اس میں نکتہ یہ ہے کہ زید بن حارثہ کو پہلے زید بن محمد کہا جاتا تھا اور یہ نسبت ان کے لیے فخر عظیم اور شرف جسیم تھی پھر جب اللہ تعالیٰ نے اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَآئِهِمْ کا حکم نازل فرمایا تو اس وقت سے لوگ بجائے زید بن محمد کی بجائے زید بن حارثہ کہنے لگے تو ظاہر ہے کہ اس نسبت کے قطع ہو جانے سے زید کو کس قدر صدمہ ہوا ہوگا اور اللہ تعالیٰ اپنے دوستوں کو صدمہ دینا نہیں چاہتا پس اللہ تعالیٰ نے قرآن میں صراحۃً ان کا نام ذکر کر کے ان کو وہ عزت و کرامت بخشی جو آپ کے سوا کسی کو نہیں بخشی تھی اور آپ کو وہ خصوصیت عطا فرمائی کہ جو آپ کے سوا کسی کو عطا نہیں ہوئی۔

حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب ابی بن کعبؓ سے یہ فرمایا کہ اللہ نے مجھ کو حکم دیا ہے کہ یہ سورت تجھ کو پڑھ کر سناؤں تو ابی بن کعبؓ نے عرض کیا کہ کیا حق سبحانہ و تعالیٰ نے میرا نام لیا ہے آپ نے فرمایا ہاں تو ابی بن کعبؓ فرط مسرت سے رونے لگے پس اندازہ لگاؤ کہ زید بن حارثہ کو قرآن میں اپنا نام مذکور ہونے سے کس قدر خوشی ہوئی ہوگی جس کو اہل دنیا دن رات تلاوت کرتے رہتے ہیں اور اہل جنت بھی اس کی تلاوت کرتے رہیں گے۔

نیز حق جل شانہ کا اپنے کلام قدیم میں زید کی نسبت یہ فرمانا اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاَنْعَمْتَ عَلَيْهِ اس بات کی دلیل ہے کہ زید کا انجام اور خاتمہ بہترین ہوا اور موعودہ انعام پورا ہو چکا ہے اس لفظ میں ان کے قطعی جنتی ہونے کی بشارت ہے۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

نکتۂ دیگر متعلق بآیت اَلَّذِيْنَ يُبَلِّغُوْنَ رِسٰلٰتِ اللّٰهِ وَيَخْشَوْنَهٗ وَلَا يَخْشَوْنَ اَحَدًا اِلَّا اللّٰهَ۔

ابطال تقیہ

(۱) اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ انبیاء کرام تقیہ نہیں کرتے۔ صاف صاف اللہ کا پیغام پہنچاتے ہیں

اور کسی سے نہیں ڈرتے تھے اگر انبیاء تقیہ کرتے تو کافروں کے ہاتھوں مصیبتیں نہ اٹھاتے ۔

(۲) چنانچہ سورۂ حجر میں ہے فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ وَأَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِينَ یعنی آپ تو صاف صاف اور کھول کر دین کی باتیں سنا دو اور مشرکین کی ایذا رسانیوں کا دھیان نہ کرو۔ اور تقیہ صاف صاف کہنے کے لیے نہیں ہوتا بلکہ گول مول کہنے کے لیے ہوتا ہے۔

(۳) دوسرے پارے کے نصف میں یہ آیت گذر چکی ہے أَمْ حَسِبْتُمْ أَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَأْتِكُمْ مَثَلُ الَّذِينَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْ مَسَّتْهُمُ الْبَأْسَاءُ وَالضَّرَّاءُ وَزُلْزِلُوا حَتَّى يَقُولَ الرَّسُولُ وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ مَتَى نَصْرُ اللَّهِ أَلَا إِنَّ نَصْرَ اللَّهِ قَرِيبٌ ۔ بأساء اور ضراء اور طرح طرح کی بلاؤں کا پہنچنا اسی صورت میں ہے کہ جب تقیہ نہ کیا جائے اور علی الاعلان حق کو ظاہر کیا جائے ۔

(۴) اور سورۂ آل عمران چوتھے پارہ میں یہ آیت گذر چکی ہے ۔ وَكَأَيِّنْ مِنْ نَبِيٍّ قَاتَلَ مَعَهُ رِبِّيُّونَ كَثِيرٌ فَمَا وَهَنُوا لِمَا أَصَابَهُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَمَا ضَعُفُوا وَمَا اسْتَكَانُوا وَاللَّهُ يُحِبُّ الصَّابِرِينَ ۔ اور ظاہر ہے کہ تقیہ اسی صورت میں ہو سکتا ہے کہ جب آدمی ضعیف ہو جائے اور کافروں کے سامنے جھک جائے اور جہاد اور صبر بھی مقابلہ اور مقاتلہ کی صورت میں ہوتا ہے۔ تقیہ کی صورت میں نہ جہاد کی ضرورت ہے اور نہ صبر کی۔

(۵) حق جل شانہ کا ارشاد ہے وَمَا نُرْسِلُ الْمُرْسَلِينَ إِلَّا مُبَشِّرِينَ وَمُنْذِرِينَ انبیاء خدا کے احکام پہنچانے کے لیے بھیجے جاتے ہیں نہ کہ تقیہ کر کے احکام کو چھپانے کے لیے انبیاء نے حق گوئی میں ذرہ برابر بھی دریغ نہیں کیا بلکہ اسی کی وجہ سے اپنی جان و مال اور عزت و آبرو کو خدا کی راہ میں پامال کر دیا۔ معاذ اللہ معاذ اللہ اگر انبیاء کرام تقیہ کر لیتے تو ان کو ہجرت کی ضرورت نہ پیش آتی حضرت علیؓ اگر تقیہ کر لیتے تو حضرت معاویہؓ سے لڑنے کی ضرورت نہ پیش آتی اور امام حسینؓ اگر تقیہ کر لیتے اور زبان سے یزید کی حکومت کا کلمہ پڑھ لیتے تو ان کی جان بچ جاتی اور ان کی عزت و کرامت اور مال و دولت ان کو ملتی اور حضرت امیرؓ اگر تقیہ کر کے قاتلان عثمانؓ کو حضرت معاویہؓ کے حوالہ کر دیتے تو خلافت کی خلافت بچ جاتی اور دین کو ترقی ہوتی اور باطل اور مفسد اگر قتل ہو جاتے تو کوئی حرج نہ تھا۔

(۶) قرآن صبر کے فضائل سے بھرا پڑا ہے اور تقیہ میں ذلت ہے اور نہ صبر کی ضرورت ہے۔ قال تعالیٰ وَالْعَصْرِ إِنَّ الْإِنْسَانَ لَفِي خُسْرٍ إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ ۔ إِنَّ اللَّهَ مَعَ الصَّابِرِينَ ۔ وَاللَّهُ يُحِبُّ الصَّابِرِينَ ۔

(۷) پیغمبروں کے بھیجنے سے مقصود اور غرض اظہار دین ہے نہ کہ اخفاء دین جیسا کہ سورۂ توبہ اور سورۂ فتح میں ہے۔ هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَى وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ ۔ اگر تقیہ جائز و درست ہو تو دین کا غلبہ کیسے ہو۔

(۸) نیز قرآن اور حدیث تبلیغ دین اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے حکم سے بھرے پڑے ہیں۔ کما قال تعالیٰ یٰٓاَیُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَیْكَ مِنْ رَّبِّكَ ؕ وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهٗ ؕ وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ ۔

(۹) نیز اسی سورت کے شروع میں وَلَا تُطِعِ الْكٰفِرِيْنَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ کہ کافروں اور منافقوں کے کہنے پر نہ چلنا اس میں بھی تقیہ کی ممانعت کی طرف اشارہ ہے۔

(۱۰) اس کے بعد وَدَعْ اَذٰىهُمْ وَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ میں اس طرف اشارہ ہے کہ اظہار حق میں کافروں کی دھمکی اور ایذا رسانی کی پروا نہ کرنا تلک عشرۃ کاملۃ۔

لیکن اس ناچیز کو ڈر ہے کہ کہیں شیعہ حضرات یہ نہ کہہ دیں کہ یٰٓاَیُّهَا النَّبِیُّ اتَّقِ اللّٰهَ میں بھی تقیہ کا حکم دیا گیا ہے۔

بہرحال یہ اہل سنت والجماعت کا مذہب اور اس کے دلائل کا بیان ہوا اور شیعہ یہ کہتے ہیں کہ انبیاء اور ائمہ کے لیے بھی تقیہ جائز ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ حضرات انبیاء اور ائمہ اپنے تئیں جان کے ڈر سے کفار و منافقین کے ہم رنگ بنے رہے اور بوجہ خوف اعداء ہمیشہ فرائض و ضروریات دین کو چھپاتے رہے۔ اور ان بزرگوں نے ساری عمر تقیہ میں گزار دی اور دین اور مذہب کو کبھی ظاہر نہ کیا۔ نعوذ باللہ من هذہ الخرافات اور یہ نہیں سمجھا کہ پھر انبیاء کی بعثت سے اور ائمہ کی امامت سے کیا فائدہ ہوا۔

اطلاع بقدر ضرورت تقیہ کا ابطال ہم سورۂ توبہ کی اس آیت [illegible] کی تفسیر میں کر چکے ہیں۔ اگر مزید تفصیل درکار ہے تو ہدیۃ الشیعہ مصنفہ مولانا محمد قاسمؒ نانوتوی صفحہ ۱۸۵ دیکھیں۔

طاعنین کے طعن کا جواب

یہاں تک اپنے متبنیٰ کی مطلقہ بیوی سے نکاح کرنے کا حکم اور اس کی حکمت بیان کی اب اس کے بعد طاعنین کے طعن کا جواب دیتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ منافقین کا یہ طعن کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بیٹے کی مطلقہ بیوی سے نکاح کر لیا جب درست ہوتا کہ جب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کسی کے باپ ہوتے لیکن سب کو معلوم ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم باوجود کثرت ازواج و اولاد تمہارے مردوں میں سے کسی کے نسبی باپ نہیں۔ اور آپ کے بیٹے فرزند تولد ہوئے۔ قاسمؓ و طیبؓ اور طاہرؓ۔ وہ سب صغر سنی میں انتقال کر گئے۔ بلوغ کو نہیں پہنچے اور ابراہیمؓ جو ماریہ قبطیہؓ سے پیدا ہوئے وہ بھی شیر خوارگی ہی میں انتقال کر گئے آپ کا کوئی فرزند نہیں رہا یہاں تک کہ وہ جوان ہو یعنی مرد بالغ ہو پھر آپ زیدؓ کے باپ کیسے ہو سکتے ہیں لہٰذا کسی کی یہ

سابق مفتی دارالعلوم دیوبند نے ہدیۃ المہدیین ایک جامع رسالہ عربی زبان میں مرتب فرمایا جس میں ختم نبوت کے متعلق جس قدر احادیث کا ذخیرہ فراہم ہو سکتا تھا اس میں جمع کر دیا جزاہ اللہ تعالیٰ عنا وعن الاسلام والمسلمین۔ جو اہل علم کے لیے قابل دید ہے اور ختم نبوت کے عنوان سے اردو میں بھی مفتی محمد شفیع صاحب نے ایک مبسوط کتاب تحریر فرمائی جو عوام کے لیے غایت درجہ مفید ہے۔

جس شخص کو تفصیل دیکھنا ہو تو مولانا محمد شفیع صاحب دیوبندی کی مفصل اور مبسوط کتاب دیکھے اور جس شخص کو اختصار مد نظر ہو وہ اس ناچیز کی مختصر تالیف مسلک الختام فی ختم النبوۃ علی سید الانام علیہ افضل الصلاۃ والسلام دیکھے جو کتب خانہ عثمانیہ ملتان سے شائع ہوئی ہے۔ مناسب یہ معلوم ہوتا ہے کہ برادران اسلام کی تسلی اور تشفی کے لیے اجمالاً ان صحابہ کرام اور تابعین کے نام شمار کر دیے جائیں جن سے ختم نبوت کی احادیث مروی اور منقول ہیں۔

ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ — عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ — علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ
عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ — عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ — ابی بن کعب رضی اللہ عنہ
حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ — ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ — ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ
جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ — ابو حازم رضی اللہ عنہ — جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ
سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ — ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ — عبادۃ بن الصامت رضی اللہ عنہ
عطاء بن یسار رضی اللہ تعالیٰ عنہ — عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ — عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ
ابوموسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ — ام کرز رضی اللہ تعالیٰ عنہا — ابوامامۃ الباہلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
سفینہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ — ابن زمل الجہنی رضی اللہ عنہ — ضحاک بن نوفل رضی اللہ عنہ
ابوذر الغفاری رضی اللہ عنہ — معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ — سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ
حبشی بن جنادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ — اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا — زید بن ابی اوفیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
ابو قبیلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ — عقیل بن ابی طالب رضی اللہ عنہ — ابوالطفیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ
نافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ — عوف بن مالک رضی اللہ عنہ — ابوبکرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
ابومالک الاشعری رضی اللہ عنہ — ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ — عصمۃ بن مالک رضی اللہ عنہ
عمرو بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ — سلمان الفارسی رضی اللہ عنہ — تمیم الداری رضی اللہ تعالیٰ عنہ
نعیم بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ — عبداللہ بن عمرو یشکری رضی اللہ عنہ — نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ
محمد بن حزم الانصاری رضی اللہ عنہ — بہز بن حکیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ — عبدالرحمن بن سمرۃ رضی اللہ عنہ
ابوقتیلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ — قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ — عبداللہ بن ثابت رضی اللہ عنہ
الحسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ — انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ — عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا
عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ — مغیرۃ بن شعبہ رضی اللہ عنہ — عثمان بن مسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ابو معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ —— سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ —— عکرمہ بن اکوع رضی اللہ تعالیٰ عنہ
ابو الدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ —— زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ —— ام ہانی رضی اللہ تعالیٰ عنہا
زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ —— رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین وعن سائرہم برحمتک
یا ارحم الراحمین کذا فی ہدیۃ المہدیین صفحہ ۱۲۳ ۔

خلاصہ کلام یہ کہ حق جل شانہٗ کا یہ ارشاد وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ نص صریح اور محکم ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی پیغمبر نہ ہوگا اور یہی بات احادیث متواترہ سے ثابت ہے اور اسی پر تمام سلف اور خلف کا اور تمام امت کا اجماع قطعی ہے جس میں ذرہ برابر تاویل کی بھی گنجائش نہیں۔

لطائف و معارف

۱۔ حق جل شانہٗ نے اس آیت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خاتم النبیین ہونا بیان فرمایا جو حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم کے ان تمام فضائل اور خصائص میں سے ہے جو آپ کے سوا کسی نبی کو یہ فضیلت عطا نہیں کی گئی جیسا کہ ایک حدیث میں ہے۔

عن ابی ہریرۃ ان رسول	ابوہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم	فرمایا کہ مجھے تمام انبیاء پر چھ چیزوں کی وجہ سے فضیلت دی گئی۔
قال فضلت علی الانبیاء بست	(۱) مجھ کو ایسے جامع کلمات عطا کیے گئے کہ لفظ تھوڑے اور معنی
اعطیت جوامع الکلم ونصرت	بہت زیادہ (۲) میری مدد اللہ نے اس طرح فرمائی کہ دشمنوں کے دل
بالرعب واحلت لی الغنائم	میں میرا رعب ڈال دیا (۳) مال غنیمت میرے لیے حلال کر دیا گیا جو
وجعلت لی الارض مسجدًا	مجھ سے پہلے کسی کے لیے حلال نہ تھا (۴) تمام زمین میرے لیے جائے سجود
وطہورًا وارسلت الی الخلق	اور ذریعہ طہارت بنادی گئی (۵) مجھ کو تمام مخلوق کی طرف نبی بنا کر بھیجا گیا
کافۃ وختم بی النبیون۔	یعنی میری بعثت تمام عالم کے لیے ہے کسی خاص قوم کے لیے نہیں۔
(رواہ مسلم و بخاری)	(۶) میں خاتم النبیین ہوں مجھ پر انبیاء کا سلسلہ ختم کر دیا گیا (مختصراً)

مطلب یہ ہے کہ خاتم النبیین ہونا آپ کی خاص خصوصیت اور فضیلت ہے اب قیامت تک آپ کے بعد کسی کو نبوت نہیں عطا ہوگی اس لیے کہ آپ کا دین اور آپ کی شریعت کامل ہے اور تمام گزشتہ ادیان اور شرائع کی ناسخ ہے اب قیامت تک آپ کی امت کے علماء انبیاء بنی اسرائیل کی طرح آپ ہی کی شریعت سے مخلوق کی رہنمائی کرتے رہیں گے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ختم نبوت کی فضیلت کو ایک مثال سے واضح فرمایا چنانچہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا۔

ان مثلی ومثل الانبیاء من قبلی کمثل رجل بنی بیتا فاحسنہ واجملہ الا موضع لبنۃ من زاویۃ فجعل الناس یطوفون بہ ویعجبون لہ ویقولون ھلا وضعت ھذہ اللبنۃ قال فانا اللبنۃ وانا خاتم النبیین۔ (رواہ البخاری ومسلم وغیرہما)

میری مثال اور گزشتہ پیغمبروں کی مثال ایسی ہے کہ جیسے کسی شخص نے بہت عمدہ مکان بنایا اور اس کو خوب آراستہ و پیراستہ کیا مگر اس کے ایک کونہ پر ایک اینٹ کی جگہ خالی چھوڑ دی۔ لوگ اس مکان کے اندر گرد آ کر گھومنے لگے اور تعجب کرنے لگے اور کہنے لگے کہ یہ اینٹ بھی کیوں نہ لگا دی گئی کہ مکان بالکل مکمل ہو جاتا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اس قصر نبوت کی آخری اینٹ میں ہوں جس سے وہ محل پورا ہوا اور میں خاتم النبیین ہوں۔

مطلب یہ ہے کہ قصر نبوت بالکل مکمل ہو چکا ہے اب اس میں کسی تشریعی یا غیر تشریعی نبوت کی اینٹ کی گنجائش باقی نہیں رہی۔

(۲) ذکر اختلاف قرأت در آیت ختم نبوت

آیت مذکورہ میں جو لفظ خاتم النبیین آیا ہے اس کو بعض قراء نے بفتح تا پڑھا ہے جس کے معنی مہر کے ہیں یعنی آپ سب نبیوں کی مہر ہیں، آپ کی آمد سے نبوت پر مہر لگ گئی اور پیغمبری آپ پر ختم ہو گئی۔ خط پر مہر جب لگتی ہے کہ جب کتابت تمام ہو جاتی ہے اسی طرح آپ کی ذات بابرکات نبوت پر مہر ہے اس لئے آپ کی آمد سے نبوت ختم ہو گئی اور آئندہ کے لئے نبوت کا دروازہ بند ہو گیا۔ اور بعض قراء نے خاتم بکسر تا پڑھا ہے جس کے معنی آخر کے ہیں یعنی آپ آخر الانبیاء ہیں۔

بہرحال جو بھی قرأت لی جائے بہرصورت معنی یہی ہیں کہ آپ کے بعد نبوت کا دروازہ بند ہو گیا۔ مہر دروازہ بند کرنے کے لئے لگائی جاتی ہے کہ اندر کی چیز باہر نہ آسکے اور باہر کی چیز اندر نہ جا سکے۔ کما قال تعالیٰ خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں پر مہر لگا دی کہ کفر اندر بند ہو گیا کہ وہ کفر اب اندر سے باہر نہیں نکل سکتا اور باہر سے کوئی ہدایت ان کے دل میں داخل نہیں ہو سکتی۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے۔

اروح وقد ختمت علی فؤادی ۔۔۔ بحبک ان یحل بہ سواک

اے محبوب میں چلتا پھرتا ہوں مگر میرا حال یہ ہے کہ تو نے میرے دل پر اپنی محبت کی ایسی مہر لگا دی ہے کہ تیری محبت تو دل کے اندر سے باہر نہیں نکل سکتی اور باہر سے کسی اور کی محبت دل کے اندر داخل نہیں ہو سکتی۔ اور عبداللہ بن مسعودؓ کی قرأت میں اس طرح آیا ہے۔ ولکن نبیا ختم النبیین بصیغہ ماضی آیا ہے اور مطلب یہ ہے لیکن آپ ایسے نبی ہیں جنہوں نے تمام نبیوں کو ختم کر دیا۔

یہ قراءت عبداللہ بن مسعودؓ کی ہے جو تفسیر قرطبی صفحہ ۱۹۶ ج ۱۴ میں مذکور ہے۔

اس قراءت نے ملاحدہ و زنادقہ کی تمام تاویلات کو ختم کر دیا جس سے صاف ظاہر ہوگیا کہ آپ نے تمام انبیاء کو ختم کر دیا آپ سب نبیوں کے خاتم ہیں آپ کے بعد قیامت تک کسی قسم کا کوئی نبی آنے والا نہیں اور آپ پر مطلقاً نبوت ختم ہوگئی، مستقل ہو یا غیر مستقل تشریعی ہو یا غیر تشریعی۔ اور جب نبوت ختم ہوگئی تو رسالت کا ختم اور بدرجۂ اولیٰ معلوم ہوگیا اس لئے کہ عام کی نفی تو خاص کی نفی کو مستلزم ہے۔

(۳) لفظ خاتم کی تشریح

لفظ خاتم کلام عرب میں دو معنی میں مستعمل ہوتا ہے جن میں سے ایک معنی تو حقیقی ہیں اور ایک معنی مجازی ہیں۔ خاتم کے حقیقی معنی آخر کے ہیں جو سب کے بعد ہو اور خاتم کے معنی مجازی افضل اور اکمل کے ہیں اور اکمل اور افضل اس شخص کو کہتے ہیں کہ جس پر کوئی کمال اور کوئی فضیلت ختم ہو جائے اور وہ شخص اس فضل و کمال میں سب سے فائق ہو کوئی اس کا مثل و مثال نہ ہو۔

اسی طرح آیت میں لفظ خاتم النبیین کو سمجھو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جو خاتم النبیین کہا گیا وہ دونوں معنی کے اعتبار سے درست ہے آپ زمانہ کے اعتبار سے بھی آخری نبی ہیں اور آپ کی ذات والا صفات فضائل و کمالات کا بھی منتہیٰ ہے کہ تمام کمالات آپ پر ختم ہیں۔ کمالات نبوت میں کوئی آپ کا مثل و مثال نہیں اسی معنی کو عارف رومیؒ فرماتے ہیں۔

بہر ایں خاتم شدست او کہ بجود　　　مثل او نے بود نے خواہند بود

حضور پرنورؐ اس لئے خاتم النبیین کے لقب سے ملقب ہوئے کہ فیض رسانی میں نہ گزشتہ زمانہ میں کوئی آپ کا مثل ہوا اور نہ آئندہ زمانہ میں کوئی آپ کا مثل ہوگا یعنی آپ کمالات نبوت میں بے مثل اور بے مثال ہیں۔ مولانا رومؒ کا مطلب یہ ہے کہ حضورؐ پر ختم نبوت کے ایک معنی یہ بھی ہیں کہ آپ نبوت و رسالت میں یکتا اور بے مثل ہیں یعنی آپ نبوت و رسالت میں اس درجہ کمال کو پہنچے کہ اب اس پر زیادتی اور فوقیت متصور نہیں۔

چونکہ در صنعت برد استاد دست　　　نے تو گوئی ختم صنعت بر تو است

جیسے کوئی استاد فن اور ماہر فن کسی صنعت و فن میں کامل ہوتا ہے تو کیا اس وقت یہ نہیں کہتے کہ اس پر یہ صنعت ختم ہوگئی۔

اسی طرح سمجھو کہ حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین ہونے کے ایک معنی تو وہ ہیں کہ جو سب کے نزدیک ظاہر اور مشہور اور مسلم ہیں کہ حضورؐ آخری نبی ہیں، آخر زمانہ میں سب انبیاء کے بعد مبعوث ہوئے اور جو شخص اس کا منکر ہے وہ بلاشبہ کافر اور ملعون اور مرتد ہے۔ اور دوسرے معنی یہ ہیں کہ آپ نبوت و رسالت

رتبہ سب سے افضل و اکمل ہیں یعنی کمالات نبوت کے خاتم ہیں آپ پر نبوت کے تمام کمالات ختم ہو گئے۔ جیسے استاد سب پر فائق ہوتا ہے اسی طرح حضور پر نور بھی تمام انبیاء پر فائق ہیں اور سب سے افضل اور اکمل ہیں اور آپ کی نبوت اور شریعت اس درجہ کامل ہے کہ اس کے بعد کسی نبوت اور شریعت کی ضرورت ہی نہیں قیامت تک آنے والوں کی ہدایت کے لیے آپ کی شریعت کافی اور وافی ہے۔

خلاصۂ کلام یہ کہ خاتم کا اطلاق آخر زمانی پر بھی آتا ہے خاتم کے پہلے معنی حقیقی ہیں اور دوسرے معنی مجازی ہیں اور ان دونوں معنی میں کوئی تضاد اور منافات نہیں کہ ایک کے اثبات سے دوسرے کی نفی لازم آئے بلکہ خاتمیت بمعنی ماہیت و کیفیت، زمانی ختم نبوت کو مستلزم ہے کہ آپ کی نبوت اور شریعت ایسی جامع اور کامل ہے کہ اس کے بعد اخیر زمانہ عالم تک کسی نبوت اور شریعت کی ضرورت نہیں اسی وجہ سے فرمایا کہ میں خاتم النبیین ہوں۔ لا نبی بعدی اور فرمایا لو کان موسیٰ حیا ما وسعہ الا اتباعی یعنی میرے بعد تو کسی کو کیا نبوت اور شریعت ملتی مجھ سے پہلے جن کو نبوت اور شریعت مل چکی ہے بالفرض اگر وہ زندہ ہوتے تو ان کو بھی میرے اتباع کے سوا چارہ نہ ہوتا اور اخیر زمانہ میں عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے نزول کے بعد آپ ہی کی شریعت کا اتباع کریں گے اور آپ کا نزول رسول ہونے کی حیثیت سے نہ ہوگا بلکہ حکم عدل مقسط ہونے کی حیثیت سے ہوگا۔

نبوت حضور پر نور پر ختم ہو گئی اور آپ کو جو شریعت عطا کی گئی وہ قیامت تک عالم کی ہدایت کے لیے کافی ہے علماء امت آپ کی شریعت کے ذریعہ لوگوں کی تربیت کرتے رہیں گے چونکہ آپ خاتم النبیین ہیں اس لیے آپ کے بعد منصب نبوت میں کوئی آپ کا وارث نہیں۔ البتہ علماء امت آپ کے علم کے وارث ہوں گے علماء نبی تو نہ ہوں گے لیکن انبیاء بنی اسرائیل کی طرح آپ کی شریعت کی تجدید و تبلیغ کرتے رہیں گے۔

اور اہل سنت والجماعت کا اجماعی عقیدہ ہے کہ آپ دونوں طرح اور دونوں معنی میں خاتم النبیین ہیں زمانہ کے اعتبار سے بھی خاتم ہیں اور مرتبہ اور کمال کے اعتبار سے بھی خاتم ہیں اور جو حضور پر نور کے خاتم النبیین اور آخری نبی ہونے کا انکار کرے وہ بلاشبہ کافر اور مرتد ہے۔ اور صدیق اکبرؓ کا مدعیان نبوت سے جہاد و قتال کرنا اور ان کو اپنی تیغ بے دریغ کا لقمہ بنانا اسی وجہ سے تھا بلکہ حضور کی وفات کے بعد امت محمدیہ کا جو پہلا اجماع منعقد ہوا وہ مدعیان نبوت کے قتل پر ہوا اور کسی سے یہ سوال نہیں کیا گیا کہ تو تشریعی یا غیر تشریعی یا ظلی یا بروزی نبوت کا مدعی ہے۔

عارف رومیؒ نے مثنوی میں جا بجا ختم نبوت کو بیان فرمایا کسی جگہ تو مشہور و معروف معنی کے اعتبار سے آپ کا خاتم النبیین ہونا بیان کیا کہ آپ تمام کمالات اور مراتب عالیہ کے خاتم ہیں اور منصب نبوت و رسالت میں کوئی آپ کا شریک اور ثانی نہیں۔

اور جیسے عارف رومیؒ مثنوی میں یہ بھی فرماتے ہیں کہ جس طرح آپ کمالات نبوت کے خاتم ہیں۔

مسئلہ کی صحیح حقیقت وہ ہے جو ہم نے ناظرین کے سامنے پیش کر دی ہے۔ دیکھو کلید مثنوی دفتر اول از شرح مثنوی دفتر ششم مصنفہ حضرت حکیم الامت تھانوی ص ۲۲ و مفتاح العلوم شرح مثنوی صفحہ ۱۲۰ اور دیکھو وعظ النور ص۳۶ از مواعظ حضرت تھانوی۔ حضرت مولانا قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جاننا چاہئے کہ حسب ارشاد نبوی ان لکل آیۃ ظہرًا وبطنًا ہر آیت کے ایک ظاہری معنی ہوتے ہیں اور ایک باطنی معنی۔ سو حضور پر نور کی خاتمیت کے بھی دو معنی ہوں گے ایک ظاہری معنی اور ایک باطنی معنی۔ سو خاتمیت زمانیہ تو آیت کا ظاہری معنی ہوگا یعنی باعتبار زمانہ کے سب سے اخیر زمانہ میں سب انبیاء کے بعد آپ مبعوث ہوئے اور خاتمیت کا باطنی یعنی باطنی معنی یہ ہوں گے کہ حضور پر نور پر نبوت و رسالت کے تمام کمالات ختم ہیں اور آپ کی ذات بابرکات تمام کمالات کا منتہی ہے دیکھو جو نور ازلی ہے جس طرح روشنیوں کا سلسلہ آفتاب پر ختم ہو جاتا ہے اسی طرح نبوت و رسالت کے تمام کمالات کا سلسلہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات والا صفات پر ختم ہو جاتا ہے۔

حسن یوسف دم عیسیٰ ید بیضا داری
آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

غرض یہ کہ حسب ارشاد نبوی ہر آیت کا ایک ظہر ہے یعنی ظاہر ہے اور ایک بطن ہے یعنی باطن ہے اور ظاہر اور باطن دونوں متلازم ہیں ایک کو دوسرے سے جدا کرنا حقیقت سے بے خبری اور انکار کے مترادف ہے۔ ہر ظاہر کے نیچے ایک باطن ہے اور وہ باطن جب تک اس ظاہر کے تحت ہے تو وہ اس کا باطن ہے اور اگر اس کے تحت سے نکل جائے تو پھر وہ اس کا باطن نہیں۔ ظہر اور بطن مل کر شئے واحد بنتا ہے الگ الگ ہو جانے کے بعد کوئی بھی باقی نہیں رہتا باطنی معنی وہی معتبر ہیں کہ جو شریعت کے ظہر (ظاہر) کے تحت ہوں اور اگر شریعت کے ظہر کے تحت سے نکل جائیں یا اس کے اوپر ہو جائیں تو وہ معتبر نہیں خوب سمجھ لو۔

خلاصۂ کلام یہ کہ مولانا محمد قاسم نانوتوی کے کلام معرفت التیام کا حاصل یہ ہے کہ خاتمیت ایک جنس ہے جس کی دو قسمیں ہیں ایک زمانی اور دوسری رتبی۔ خاتمیت زمانیہ کے معنی یہ ہیں کہ حضور پر نور سب سے اخیر زمانہ میں تمام انبیاء کے بعد مبعوث ہوئے اور آپ کے بعد قیامت تک کوئی نبی مبعوث نہ ہوگا اور خاتمیت رتبیہ کے معنی یہ ہیں کہ نبوت و رسالت کے تمام کمالات اور مراتب حضور پر نور پر ختم ہیں اور حضور پر نور دونوں اعتبار سے خاتم النبیین ہیں زمانہ کے اعتبار سے بھی اور مراتب نبوت اور کمالات رسالت کے اعتبار سے بھی خاتم ہیں۔ حضور کی خاتمیت فقط زمانی نہیں بلکہ زمانی اور رتبی دونوں قسم کی خاتمیت حضور کو حاصل ہے اور حضور کی خاتمیت زمانیہ قرآن اور حدیث متواتر اور اجماع امت سے ثابت ہے جس پر ایمان لانا فرض ہے اور حضور کی خاتمیت زمانیہ کا منکر ایسا ہی کافر ہے جیسا کہ ختم نبوت کا منکر کافر ہے۔

اطلاع

اس ناچیز نے حضرت مولانا قاسم اور شیخ محی الدین ابن عربی کے کلام کی تحقیق میں ایک مستقل رسالہ بھی لکھ دیا ہے اس کو بھی دیکھ لیا جائے۔

(۴) ایک شبہ اور اس کا ازالہ

خاتم النبیین کے معنی یہ ہیں کہ حضور پر نور کے بعد کسی کو نبی نہیں بنایا جائے گا اور آپ کے بعد

(۵) نکتہ

حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس اُمت کی طرف پیغمبر بنا کر نہیں بھیجے جائیں گے۔ حضرت عیسیٰ کی بعثت صرف بنی اسرائیل کی طرف تھی۔ وَرَسُوْلًا اِلٰی بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ پھر وہ آسمان پر اُٹھا لیے گئے اور ان کا زمانہ بعثت ختم ہو گیا اب اخیر زمانہ میں جب ان کا نزول ہوگا اور وہ نزول اُمت محمدیہ کی مدد کے لیے ہوگا۔ آخر زمانہ میں کافروں کا غلبہ ہوگا اور ان کا سردار دجال خبیث ہوگا جس سے بطور استدراج عجیب و غریب خوارق کا ظہور ہوگا۔ مُردوں کو زندہ کرے گا اور آدمی سے کہے گا کہ بارش برسا تو وہ اسی وقت برسنے لگے گا۔ اس کے ہلاک کرنے کے لیے حضرت مسیح بن مریمؑ آسمان سے نازل ہوں گے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو ان کے زمانہ نبوت میں اسی قسم کے معجزے عطا کیے تھے اور دجال مقتدر سے پہلے آسمان پر اُٹھائے گئے پس اخیر زمانہ میں اللہ تعالیٰ اپنے مسیح طیب کو اس مسیح خبیث یعنی دجال کی ہلاکت کے لیے نازل فرمائیں گے تاکہ وہ نزول کے بعد اپنی دنیاوی حیات پوری کریں اور اس زندگی میں امت محمدیہ کی مدد کریں تاکہ امت محمدیہ کو دجال کے فتنہ سے نجات دلائیں۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

(۱۱) حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام چونکہ خاتم النبیین نہ تھے اس لیے اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں خبر دی کہ ان کے بعد ان کی ذریت میں نبوت کا سلسلہ جاری رہے گا۔ کما قال تعالیٰ وَجَعَلْنَا فِیْ ذُرِّیَّتِهِ النُّبُوَّةَ وَالْكِتٰبَ چنانچہ ان کی اولاد میں ہزاروں سال نبوت کا سلسلہ جاری رہا اور علیٰ ہذا موسیٰ علیہ السلام بھی خاتم النبیین نہ تھے اس لیے انہوں نے بھی اپنے بعد آنے والے نبیوں کی اور خاص کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہور کی خبر دی کہ اللہ تعالیٰ بنی اسرائیل کے بھائیوں یعنی بنی اسمٰعیل میں سے مجھ جیسا ایک نبی برپا کرے گا۔ اور اپنا کلام اس کے منہ میں ڈالے گا اور خبر دی کہ اخیر زمانہ میں اللہ کا نور فاران کی چوٹیوں سے چمکے گا اور علیٰ ہٰذا داؤد علیہ السلام خاتم النبیین نہ تھے۔ موسیٰ علیہ السلام کی طرح انہوں نے بھی نبی آخر الزمان کے ظہور کی خبر دی اور علیٰ ہذا داؤد نے یہ بھی خبر دی کہ اس نبی آخر الزمان کے خلفاء اور جانشین ایران اور شام وغیرہ کی حکومتوں کے وارث ہوں گے۔ کما قال تعالیٰ وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِی الزَّبُوْرِ مِنْۢ بَعْدِ الذِّكْرِ اَنَّ الْاَرْضَ یَرِثُهَا عِبَادِیَ الصّٰلِحُوْنَ۔

اس آیت میں بالاتفاق عباد صالحین سے صحابہ کرامؓ مراد ہیں۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ قیصر و کسریٰ کی سلطنت کے اور تخت و تاج کے وارث خدا کے نیک بندے ہوں گے یعنی حضرات خلفاء راشدین جو نبی آخر الزمان کے خلفاء راشدین ہوں گے جس کی تفصیل سورۃ انبیاء میں گزر چکی ہے۔ اور علیٰ ہذا حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی چونکہ خاتم النبیین نہ تھے اس لیے انہوں نے اپنے بعد آنے والے فارقلیط کی بشارت دی۔ کما قال تعالیٰ وَاِذْ قَالَ عِیْسَی ابْنُ مَرْیَمَ یٰبَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَیْكُمْ

اور مرزا صاحب کے بعد مرزا صاحب کے ان مریدوں نے نبوت کا دعویٰ کیا۔ اور ساتھ ساتھ یہ بھی کہا کہ ہم مرزا صاحب کے ظل اور بروز ہیں ان کو ان مرزا صاحب نے کافر اور مرتد اور واجب القتل کہہ کر اپنے سلسلہ سے خارج کر دیا گویا کہ مرزا صاحب سمجھتے ہیں کہ نبوت کا دروازہ کھلا ہوا ہے اور باقی سب کے لیے بند ہے اس چودہ سو سال کی مدت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مہر صرف مرزائے قادیان کو نبی بنا سکی اور مرزا کے بعد وہ مہر ختم ہوگئی یا اس مہر کی صلاحیت ختم ہوگئی کہ اب اس مہر سے قیامت تک کوئی نبی نہیں بن سکتا۔ جس کا صاف مطلب یہ نکلا کہ دراصل خاتم النبیین تو آخری نبی مرزائے قادیان ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت تحقیقی اور حقیقی نہ تھی آپ کے بعد مرزا صاحب کے لیے تو نبوت کا دروازہ کھلا ہوا تھا مگر مرزا صاحب کے بعد نبوت کا دروازہ مکمل طور پر بند ہو گیا کہ اب کوئی فرد بشر اس میں داخل نہیں ہو سکتا۔

خلاصہ یہ کہ قرآن اور حدیث سے یہ امر روز روشن کی طرح واضح ہے کہ حضور پر نور خاتم النبیین اور آخری نبی ہیں آپ کے بعد کوئی نبی نہیں اور آیات و احادیث میں [illegible] کی کوئی قید نہیں بلکہ مطلق نبوت کی نفی ہے کہ آپ کے بعد کسی قسم کی نبوت نہیں ملے گی اور آپ کے بعد کسی قسم کا کوئی نبی نہیں ہو سکتا نہ تشریعی اور نہ غیر تشریعی اور نہ ظلی اور نہ بروزی۔

مسیلمۂ قادیان کا ہذیان

بہرحال ختم نبوت مسلمانوں کا اجماعی عقیدہ ہے اور مسیلمۂ قادیان یعنی مرزا غلام احمد قادیانی ختم نبوت کا منکر اور مدعی نبوت ہے کبھی کہتا ہے کہ میں مستقل نبی اور رسول ہوں اور کمالات نبوت میں تمام انبیاء و مرسلین سے برتر اور بڑھ کر ہوں۔ چنانچہ نزول المسیح کے صفحہ ۹۹ پر لکھا ہے۔

انبیاء گرچہ بودہ اند بسے — من بعرفاں نہ کمترم ز کسے

آنچہ داد است ہر نبی را جام — داد آں جام را مرا بتمام

اس قسم کے اشعار سے صاف ظاہر ہے کہ مرزائے قادیان اپنے کو انبیاء کا ہمسر ہی نہیں بلکہ ان سے برتر اور بہتر سمجھتا ہے اور اس قسم کی خرافات بکثرت اس کی کتابوں میں موجود ہیں مگر مرزا اپنی پردہ پوشی کے لیے اور مسلمانوں کو دھوکہ دینے کے لیے اور مخالفین کو خاموش کرنے کے لیے اپنے آپ کو ظلی اور بروزی نبی بتلاتا ہے اور کہتا ہے کہ میری نبوت نبوت محمدیہ سے کوئی علیحدہ چیز نہیں اور اس سے مہر نبوت نہیں ٹوٹتی اور کبھی کہتا ہے کہ میں عین محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہوں۔ سبحان اللہ۔ کیا مرزا کے والد کا نام عبد اللہ اور اس کی والدہ کا نام آمنہ اور اس کی بیٹی کا نام فاطمہ تھا مرزا کا یہ کہنا کہ میں عین محمد ہوں اگر اس کا یہ مطلب ہے کہ میں حقیقۃً اور واقعی عین محمد ہوں تو یہ کھلا ہوا کفر ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ استہزاء اور تمسخر ہے اور اگر واقع میں عین محمد نہیں تو پھر فی الحقیقت وہ مستقل نبی بنے جس سے ختم نبوت کی مہر ٹوٹی۔ اور کبھی کہتا ہے کہ میں غیر تشریعی

اور کتاب "قول فیصل" صفحہ ۶ میں بحوالہ اخبار الحکم ۲۴ اپریل ۱۹۰۲ء مرزا کا قول اس طرح نقل کیا گیا ہے۔ "کمالات متفرقہ جو تمام دیگر انبیاء میں پائے جاتے تھے وہ سب حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم میں ان سے بڑھ کر موجود تھے اور اب وہ سارے کمالات حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ظلی طور پر ہم کو عطا کئے گئے۔ پہلے تمام انبیاء ظل تھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خاص خاص صفات میں، اب ہم ان تمام صفات میں نبی کریم کے ظل ہیں۔"

ان عبارات میں مرزائے قادیان نے اپنے آپ کو ظلی اور بروزی نبی کہہ کر دنیا کو دھوکہ دیا ہے کہ میری نبوت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت سے علیحدہ کوئی چیز نہیں لہٰذا اس سے مہر نبوت نہیں ٹوٹتی کیونکہ میں نبی کریم کا ظل اور بروز ہوں اور آپ کا سایہ ہوں اور سایہ اصل سے علیحدہ نہیں ہوتا۔

(۱) یہ سب لغو اور باطل اور بیہودہ خیال ہے اور عقل و نقل کے خلاف ہے اگر بروز سے مرزائے قادیانی کا یہ مطلب ہے کہ روح محمدی نے تیرہ سو سال کے بعد مرزا کے جسم میں جنم لیا ہے اور روح محمدی بطریق تناسخ مرزائے قادیان کے جسم میں حلول کر آئی ہے تو یہ عقیدہ اسلام میں کفر ہے یہ عقیدہ تو ہندوؤں کا ہے جو تناسخ کے قائل ہیں اور قیامت کے اور حشر و نشر کے منکر ہیں پس اگر بروزی نبوت سے مرزا کی یہ مراد ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی روح مبارک تیرہ سو سال بعد اعلیٰ علیین سے اور مدینہ منورہ سے چل کر قادیان آئی اور پھر مرزا غلام احمد کے جسم میں اس کا بروز ہوا تو یہ بعینہ تناسخ ہے جس کے ہندو اور آریہ قائل ہیں مرنے کے بعد ارواح فنا نہیں ہوتیں بلکہ ہمیشہ پھرتی رہتی ہیں اور جب کوئی مردہ جسم پاتی ہیں تو اس میں گھس جاتی ہیں اور پھر اسی کا نام ہے آواگون کہ انسان کی روح انسان ہی کے جسم میں داخل ہو یا گدھے اور کتے وغیرہ کے جسم میں بھی داخل ہو جاتی ہے غرض یہ کہ اگر بروز سے مرزا کی یہی مراد ہے تو یہ حقیقت تناسخ ہے۔

(۲) نیز تریاق القلوب کی عبارت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ مرزا کے نزدیک حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت حضرت ابراہیم کا بروز تھا اور حقیقت ابراہیمی اور حقیقت محمدی ایک تھی اور دونوں ایک دوسرے کے عین تھے کیونکہ مرزا کے نزدیک ظل اور صاحب ظل میں عینیت ہوتی ہے اور اسی وجہ سے مرزا اپنے آپ کو عین محمد صلی اللہ علیہ وسلم کہتا ہے اور یہ بات بالکل غلط ہے اس لئے کہ اس سے صاف طور پر لازم آتا ہے کہ سرور عالم محمد صلی اللہ علیہ وسلم معاذ اللہ بذات خود کوئی مستقل چیز نہ تھے نہ آپ کا وجود مستقل تھا اور نہ آپ کی نبوت کوئی مستقل شے تھی بلکہ آپ کا تشریف لانا بعینہ ابراہیم علیہ السلام کا تشریف لانا تھا گویا کہ ابراہیم علیہ السلام تو اصل رہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کا ظل اور بروز ہوئے جس کا صاف مطلب یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت مستقل نہ تھی بلکہ ظلی اور بروزی تھی اصل نبوت تو حضرت ابراہیم کی تھی اور حضور کی نبوت حضرت ابراہیم کی نبوت کا ظل اور بروز تھی، اصل تو حضرت ابراہیم تھے اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی نبوت کا تتمہ تھے اور یہ صریح کفر ہے۔

(۱) نیز مرزا صاحب بار بار یہ کہتے ہیں کہ میں بعینہٖ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہوں تو کیا مرزا صاحب کے والد کا نام عبد اللہ اور والدہ کا نام آمنہ تھا کیا کوئی ادنیٰ عقل والا اس کا تصور کر سکتا ہے کہ قادیان کا ایک دہقان مختاری کے امتحان میں فیل ہونے والا اور انگریزی کچہری کا چکر لگانے والا وہ بعینہٖ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہو سکتا ہے۔ معاذ اللہ ثم معاذ اللہ۔

اور اگر ظل ہونے کا مطلب یہ ہے کہ ذی ظل کی کوئی صفت اس میں آجائے تو اس سے اتحاد اور عینیت ثابت نہیں ہوتی جس طرح حدیث میں شاہ عادل کو ظل اللہ کہا گیا ہے تو اس سے اس کی الوہیت ثابت نہیں ہو جاتی۔ ممکن ہے کہ کوئی شخص یہ کہے کہ ظل ہونے سے مرزا صاحب کی مراد یہ ہے کہ جس طرح آئینہ میں کسی شخص کا عکس پڑ جاتا ہے اسی طرح مرزا صاحب میں بھی کمالات محمدیہ اور انوار رسالت مصطفویہ کا عکس پڑا ہے پس اگر تھوڑی دیر کے لیے اس دعوائے بلا دلیل کو تسلیم کر لیا جائے تو اس سے بھی مرزا کی نبوت ثابت نہیں ہوتی۔ اس لیے کہ آئینہ میں عکس پڑنے سے آئینہ کی کوئی حقیقی صفت ثابت نہیں ہو جاتی آئینہ میں بادشاہ کا بھی عکس پڑ جاتا ہے مگر اس انعکاس سے آئینہ بادشاہ نہیں بن جاتا۔ عکس سے آئینہ میں ذی عکس کی کوئی حقیقی صفت نہیں آجاتی بلکہ ایک قسم کی مشابہت اور ہم رنگی آجاتی ہے جیسا کہ حدیث میں ہے کہ میری امت کے علماء انبیاء بنی اسرائیل کے مشابہ ہیں یعنی ان کے ہم رنگ ہیں اور ان کے کمالات کا نمونہ ہیں اور یہ مطلب نہیں کہ اس امت کے علماء حقیقۃً پیغمبر اور نبی ہیں غرض یہ کہ انعکاس اور ظلیت سے عینیت ثابت نہیں ہوتی۔ حضرت آدم علیہ الصلاۃ والسلام اللہ کے خلیفہ تھے اور کمالات خداوندی کا آئینہ اور نمونہ تھے جیسا کہ حدیث میں ہے خلق اللہ آدم علی صورتہ۔ مگر معاذ اللہ عین خدا نہ تھے۔

پس خلیفہ ساخت صاحب سینہ — تا بود شاہیش را آئینہ

اور خلفاء راشدین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کمالات علمیہ وعملیہ کا آئینہ اور نمونہ تھے مگر نبی نہ تھے۔ فقط نبی کے خلیفہ اور جانشین تھے جیسا کہ شاہ ولی اللہ نے ازالۃ الخفاء میں خلفاء راشدین کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے قرب علمیہ اور قوت عملیہ کا تشبہ ثابت کیا ہے اور عقلی اور نقلی دلائل سے اس کو مدلل اور مبرہن کیا ہے جس سے خلفاء راشدین کی افضلیت ثابت ہوتی ہے نہ کہ نبوت۔

خلاصۂ کلام یہ کہ ظلیت اور انعکاس سے اتحاد اور عینیت کا ثابت کرنا سراسر غلط اور باطل ہے ظلیت اور انعکاس سے صرف ایک قسم کی مشابہت اور مناسبت اور ہم رنگی ثابت ہو جاتی ہے سو اگر مرزا کا یہ خیال اور گمان بالفرض ثابت ہو جائے کہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کمالات کا آئینہ اور نمونہ ہوں اور کمالات نبوت میں سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا مشابہ اور ہم رنگ ہوں تو مرزائے قادیان کی امت بتلائے کہ مرزائے قادیان کن کن کمالات علمیہ اور عملیہ میں سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا آئینہ اور نمونہ تھے۔

ظاہر ہے کہ جب کوئی شخص یہ دعویٰ کرے کہ میں فلاں شخص کا ظل اور بروز ہوں اور اس کا عکس اور مظہر اتم ہوں تو اس کا مطلب یہی ہو سکتا ہے کہ یہ شخص صفات کمال میں اس کا ایک نمونہ ہے اور اخلاق و اعمال میں اس کا شبیہ اور مثیل ہے اور اگر یہ کہا جائے کہ یہ اس کا عکس اور اس کی تصویر ہے تو اس کا مطلب یہی ہوتا ہے کہ

اگرچہ ذات مختلف ہے مگر آئینہ میں جو عکس اور نقش نظر آرہا ہے وہ اصل کے ہم رنگ ہے اور بعینہٖ ہو بہو وہی معلوم ہوتا ہے لہٰذا جب مرزا قادیانی یہ دعوے کرتا ہے کہ میں سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ظل اور بروز ہوں اور مظہر ہوں ان کے کمالات کا مظہر اتم ہوں تو آخر یہ تو کہنا ہی ہے کہ وہ ان کی صفات اور کمالات میں سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہ تھا۔ مرزا کے غلام مقصود یہ ہے کہ اس کے تو یہ مشابہ اور مماثل ہو جاتا وہ تو غلامان غلامان غلامان غلامان غلامان غلامان غلامان غلامان غلامان غلامان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہ بھی نہیں ہو سکتا۔

ہاں تیرہ سو برس میں جس قدر بھی مدعیان نبوت اور مسیحیت اور مہدویت اور دجال و کذاب گذرے ان سب کے وساوس اور وساوس کا ظل اور بروز تھا۔

آج اگر کوئی یہ دعویٰ کرے کہ میں ہارون رشید کا یا سلطان صلاح الدین کا یا شاہ عالمگیر کا یا قائد اعظم کا ظل اور بروز ہوں اور ان کا مظہر اتم ہوں لہٰذا تم سب پر میری اطاعت واجب اور لازم ہے تو حکومت اس کو جیل خانہ یا پاگل خانہ بھیج دے گی۔ اس قسم کی باتوں سے جب بادشاہت ثابت نہیں ہو سکتی تو نبوت و رسالت کہاں ثابت ہو سکتی ہے۔

ظاہر ہے کہ اگر آج کوئی سیاہ فام بدشکل یہ دعویٰ کرنے لگے کہ میں یوسف علیہ السلام کا ظل اور بروز ہوں اور میں عزیز مصر ہوں تو شاید کوئی بڑے درجہ کا دیوانہ ہی اس دعوے کے قبول کرنے پر تیار ہو جائے۔ یہی حالت ان لوگوں کا ہے جو قادیان کے ایک دہقان کو تمام انبیاء و مرسلین کا ظل اور بروز اور ان کے کمالات اور صفات کا آئینہ اور مظہر اتم ماننے پر تیار ہو گئے ہیں۔

چہ نسبت خاک را با عالم پاک کجا عیسیٰ کجا دجال ناپاک

خلاصہ کلام یہ کہ حدیث لا نبی بعدی میں مرزائیوں کی یہ تاویل کہ لا نبی بعدی کے معنی یہ ہیں کہ میرے بعد کوئی مستقل نبی نہ آئے گا۔ یہ تاویل بالکل مہمل ہے یہ تاویل تو ایسی ہے جیسے کوئی مدعی الوہیت لا الٰہ الا اللہ کے یہ معنی بیان کرنے لگے کہ خدا کے سوا کوئی مستقل معبود نہیں لیکن جو معبود خدا تعالیٰ کا ظل ہو یا اس کا بروز ہو یا اس کا عین ہو تو ایسا عقیدہ عقیدۂ توحید کے منافی نہیں جیسا کہ مشرکین عرب یہ کہا کرتے تھے۔ لا شریک لک الا شریکا ہو لک تملکہ وما ملک اے خدا تیرا کوئی شریک نہیں مگر وہ شریک جو تیرا ہی ہے یعنی بت وغیرہ وہ سب تیرے ہی ماتحت ہیں یعنی جس طرح لا الٰہ الا اللہ کی تاویل مذکور کفر ہے اسی طرح لا نبی بعدی کی مرزائی تاویل بھی کفر ہے۔ مرزا محمود کی اس تاویل کے جواب میں کوئی مدعی الوہیت یہ کہہ سکتا ہے کہ میری الوہیت خدا تعالیٰ کی الوہیت اور وحدانیت کے منافی نہیں اور تاویل یہ کرے کہ میں مستقل الوہیت کا مدعی نہیں بلکہ میں ظلی اور بروزی الوہیت کا مدعی ہوں تو کیا یہ تاویل اس مدعی الوہیت کو کفر سے بچا سکتی ہے۔ ہرگز نہیں۔ اسی طرح مرزا غلام احمد کا اس کے کسی چیلہ کا یہ کہنا کہ مرزا مستقل نبوت کا مدعی نہیں بلکہ ظلی اور بروزی نبوت کا مدعی ہے اس کو کفر

سے نہیں بچا سکتی۔

(۷) تمام اسلامی فرقے اس عقیدہ پر متفق ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں آپ کے بعد کوئی نبی نہیں لیکن شیعوں کے بعض فرقے بظاہر اگرچہ ختم نبوت کے قائل اور منکر نہیں مگر درپردہ اجرائے نبوت کے قائل ہیں اس لیے کہ ان کے نزدیک جب ائمہ انبیاء سے افضل ہیں اور معصوم اور واجب الاطاعت ہیں اور صاحب وحی ہیں اور تحلیل و تحریم کے مختار ہیں تو یہی تو حاصل ہے نبوت کا۔ تو یہ فرقے درپردہ ختم نبوت کے منکر ہیں۔ اور شیعوں کے بعض فرقوں کا عقیدہ یہ ہے کہ حضرت امیر اور تمام انبیاء کرام سے بالا اور برتر ہیں بہرحال ان شیعوں کا حضرت علی کو نبی ماننا یہ بھی درپردہ ختم نبوت کا انکار ہے۔

مگر چونکہ صراحۃً ختم نبوت کے منکر نہیں اور خاتم النبیین کے سوا کسی کیلئے ثبوت نبوت نہیں اس لیے فقہاء نے اس بنا پر شیعوں کی تکفیر نہیں کی کیونکہ لازم کفر ہے التزام کفر نہیں۔ خوب سمجھ لو۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِيْرًا ﴿۴۱﴾ وَّ

اے ایمان والو! یاد کرو اللہ کو بہت سی یاد۔ اور

سَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا ﴿۴۲﴾ هُوَ الَّذِيْ يُصَلِّيْ عَلَيْكُمْ

پاکی بولو اس کی صبح اور شام۔ وہی ہے جو رحمت بھیجتا ہے تم پر

وَمَلٰٓئِكَتُهٗ لِيُخْرِجَكُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ۭ وَكَانَ

اور اس کے فرشتے کہ نکالے تم کو اندھیروں سے اجالے میں۔ اور ہے

بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَحِيْمًا ﴿۴۳﴾ تَحِيَّتُهُمْ يَوْمَ يَلْقَوْنَهٗ سَلٰمٌ

ایمان والوں پر مہربان۔ دعا ان کی جس دن اس سے ملیں گے سلام ہے۔

وَّاَعَدَّ لَهُمْ اَجْرًا كَرِيْمًا ﴿۴۴﴾ يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّآ

اور رکھا ہے ان کے واسطے ثواب عزت کا۔ اے نبی! ہم نے

اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا ﴿۴۵﴾ وَّدَاعِيًا

تجھ کو بھیجا بتانے والا اور خوشی سنانے والا اور ڈر سنانے والا۔ اور بلانے والا

ت

اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَسِرَاجًا مُّنِيْرًا ﴿۴۶﴾ وَبَشِّرِ

اللہ کی طرف اس کے حکم سے اور چراغ چمکتا ۔ اور خوشی سنا

الْمُؤْمِنِيْنَ بِاَنَّ لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ فَضْلًا كَبِيْرًا ﴿۴۷﴾

ایمان والوں کو کہ ان کو ہے خدا کی طرف سے بڑی بزرگی ۔

وَلَا تُطِعِ الْكٰفِرِيْنَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ وَدَعْ اَذٰىهُمْ وَتَوَكَّلْ

اور کہا نہ مان منکروں کا اور دغابازوں کا اور چھوڑ دے ان کو ستانا، اور بھروسہ

عَلَى اللّٰهِ ۭ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا ﴿۴۸﴾

کر اللہ پر ۔ اور اللہ بس ہے کام بنانے والا۔

تبشیر مومنین وانذار کافرین ومنافقین
وذکر بعض فضائل نبی کریم علیہ الصلاۃ والتسلیم

قال اللہ تعالیٰ: یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اذْکُرُوا اللّٰہَ ذِکْرًا کَثِیْرًا وَّسَبِّحُوْہُ بُکْرَۃً وَّاَصِیْلًا ... الیٰ ... وَتَوَکَّلْ عَلَی اللّٰہِ وَکَفٰی بِاللّٰہِ وَکِیْلًا۔

ربط: گزشتہ آیات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت وکرامت یعنی آپ کی رسالت اور ختم نبوت کا ذکر تھا۔ اب ان آیات میں اہل ایمان کو حکم دیتے ہیں کہ تم صبح وشام اللہ کے ذکر اور شکر میں لگے رہو خاص کر اللہ کی اس نعمت کو ہمیشہ نظر رکھو کہ اس نے تمہاری ہدایت کے لیے ایک بشیر ونذیر کو مبعوث فرمایا پس اس نعمت کا شکر یہ ہے کہ تم اس بشیر ونذیر پر ایمان لاؤ اور اس کی اطاعت کرو اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا کہ آپ اہل ایمان اور اہل اطاعت کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے فضل کبیر کی خوشی سنا دیجئے اور آپ کی تسلی کے لیے یہ ارشاد فرمایا کہ کافروں اور منافقوں کی ایذاؤں کی پروا نہ کیجئے اللہ پر بھروسہ رکھیے۔ اللہ تعالیٰ آپ کا کافی کارساز ہے اور یہ مضمون شروع سورت کے مضمون کے ساتھ نہایت درجہ مربوط ہے اور سلسلۂ کلام میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض فضائل اور کمالات کا ذکر کیا تاکہ لوگوں پر آپ کی جلالت شان ظاہر ہو۔ (جیسا کہ شروع سورت سے یہ مضمون چلا آرہا ہے) تاکہ اہل ایمان دل وجان سے آپ کی اطاعت کریں اور منافقین کی طرح آپ پر طعن وتشنیع کرکے آپ کو ایذا اور تکلیف نہ پہنچائیں۔

گزشتہ رکوع میں نکاح زینبؓ کے متعلق منافقین کے طعن کا جواب دیا تھا اب ان آیات میں اہل ایمان کو ہدایت فرمائی کہ تم کو چاہئے کہ نبی کی جلالت شان کو ملحوظ رکھو اور منافقین کی طرح ان کے درپے ہو کر کوئی ایذا دو۔ نبی تمہارے روحانی باپ ہیں دل وجان سے ان کے ادب اور احترام کو ملحوظ رکھو چنانچہ فرماتے ہیں اے ایمان والو ایمان کا مقتضیٰ یہ ہے کہ اللہ کو بہت یاد کرو اس کی یاد سے کسی وقت غافل نہ ہو اور سب سے افضل ذکر لا الٰہ الا اللہ ہے اور اس کے بعد ذکر تسبیح و تحمید ہے چنانچہ فرماتے ہیں اور خاص کر صبح وشام اس کی تسبیح و تقدیس کیا کرو ان دو وقتوں میں عالم کی وضع میں عظیم تغیر اور انقلاب ظاہر ہوتا ہے جو اس بات کی دلیل ہے کہ یہ تغیرات اور انقلابات اس قدرت کاملہ کے کرشمے ہیں اور اس کی ذات ہر تغیر اور تبدل اور پستی سے پاک ہے وہ ایسا خدا ہے کہ جو خود بھی تم پر اپنی رحمت بھیجتا ہے اور اس کے حکم سے اس کے فرشتے بھی تمہارے لیے دعاء رحمت کرتے ہیں اور خدا تعالیٰ کا اس طرح تم پر رحمت بھیجنا اور فرشتوں کو تمہارے لیے رحمت کا حکم دینا۔ قال اللہ تعالیٰ۔ الَّذِينَ يَحْمِلُونَ الْعَرْشَ وَمَنْ حَوْلَهُ يُسَبِّحُونَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَيُؤْمِنُونَ بِهِ وَيَسْتَغْفِرُونَ لِلَّذِينَ آمَنُوا رَبَّنَا وَسِعْتَ كُلَّ شَيْءٍ رَّحْمَةً وَعِلْمًا فَاغْفِرْ لِلَّذِينَ تَابُوا وَاتَّبَعُوا سَبِيلَكَ وَقِهِمْ عَذَابَ الْجَحِيمِ۔ اس لیے ہے تاکہ اللہ جل شانہ و تعالیٰ اپنی اس طرح کی رحمت اور عنایت سے تم کو جہالت اور معصیت کی ظلمتوں سے نکال کر نور ہدایت میں لے آوے اور ظلمت کفر سے نور ایمان کی طرف اور ظلمت نفاق سے نور اخلاص کی طرف اور ظلمت معصیت سے نور طاعت کی طرف یعنی اللہ تعالیٰ کا ارادہ یہ ہے کہ اپنی رحمت خاصہ سے اور پھر فرشتوں کی دعا کی برکت سے تم کو کفر اور معصیت کی تاریکیوں سے نکال کر نور ہدایت کی طرف لے آوے اور یہ اس بات کی دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ اہل ایمان پر بڑا مہربان ہے تو دنیا میں ان پر رحمت کرتا ہے اور فرشتوں کو بھی ان کے لیے دعائے مغفرت و رحمت کا حکم دیتا ہے آج تو اس کے کرم کی یہ حالت ہے اور کل جب مومنین اس کے حضور میں حاضر ہوں گے، مرنے کے وقت یا قبر سے اٹھنے کے وقت یا جنت میں داخل ہونے کے وقت اللہ کی طرف سے ان کا خیر مقدم یعنی تحیۂ کرامت سلام ہوگا جیسے[1] ملک الموت مومن کی روح قبض کرنے کے لیے آتا ہے تو پہلے[2] سلام کرتا ہے اور خدا کی طرف سے سلام پہنچاتا ہے۔

[illegible] کہتے ہیں کہ یہ سلام درحقیقت سلامتی کی خوشخبری ہوتی ہے اللہ تم کو تمام آفات سے سلامت رکھے گا اور جب قیامت کے دن قبروں سے اٹھیں گے اس وقت فرشتے ان کو سلام کریں گے اور جنت کی بشارت سنائیں گے اور جنت میں داخل ہونے کے بعد فرشتے ان کی ملاقات کے لیے آئیں گے اور ان کو سلام کریں گے۔

---

[1] کما روی عن البراء بن عازب قال تَحِيَّتُهُمْ يَوْمَ يَلْقَوْنَهُ سَلَامٌ فيسلم ملك الموت على المؤمن عند قبض روحه لا يقبض روحه حتى يسلم عليه۔ تفسیر قرطبی ص ۱۹۹ ج ۱۴۔

[2] وروی عن ابن مسعود انه قال اذا جاء ملك الموت يقبض روح المؤمن قال ربك يقرئك السلام۔ روح المعانی ص ۴۴ ج ۲۲۔

سَرَاحًا جَمِيْلًا ﴿٤٩﴾ يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّآ اَحْلَلْنَا لَكَ

کر دو بھلی طرح سے۔ اے نبی ہم نے حلال رکھیں تجھ کو تیری

اَزْوَاجَكَ الّٰتِيْٓ اٰتَيْتَ اُجُوْرَهُنَّ وَمَا مَلَكَتْ

عورتیں جن کے مہر تو دے چکا اور جو مال ہو تیرے ہاتھ کا جو

يَمِيْنُكَ مِمَّآ اَفَاۗءَ اللّٰهُ عَلَيْكَ وَبَنٰتِ عَمِّكَ وَ

ہاتھ لگا دے تجھ کو اللہ اور تیرے چچا کی بیٹیاں اور

بَنٰتِ عَمّٰتِكَ وَبَنٰتِ خَالِكَ وَبَنٰتِ خٰلٰتِكَ الّٰتِيْ

پھوپھیوں کی بیٹیاں اور تیرے ماموں کی بیٹیاں اور خالاؤں کی بیٹیاں جنہوں

هَاجَرْنَ مَعَكَ ۡ وَامْرَاَةً مُّؤْمِنَةً اِنْ وَّهَبَتْ

نے وطن چھوڑا تیرے ساتھ اور جو کوئی عورت ہو مسلمان۔ اگر بخشے نبی

نَفْسَهَا لِلنَّبِيِّ اِنْ اَرَادَ النَّبِيُّ اَنْ يَّسْتَنْكِحَهَا ۤ

جان نبی کو اگر نبی چاہے کہ اس کو نکاح میں لے۔ نری تجھ

خَالِصَةً لَّكَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۭ قَدْ عَلِمْنَا

کو سوا سب مسلمانوں کے۔ ہم کو معلوم ہے

مَا فَرَضْنَا عَلَيْهِمْ فِيْٓ اَزْوَاجِهِمْ وَمَا مَلَكَتْ

جو ٹھہرا دیا ہم نے ان پر ان کی عورتوں میں اور ان کے ہاتھ کے

اَيْمَانُهُمْ لِكَيْلَا يَكُوْنَ عَلَيْكَ حَرَجٌ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ

مال میں تا نہ رہے تجھ پر تنگی۔ اور ہے اللہ

غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿٥٠﴾ تُرْجِيْ مَنْ تَشَاۗءُ مِنْهُنَّ وَتُــــْٔوِيْٓ

بخشنے والا مہربان۔ پیچھے رکھ دے تو جس کو چاہے ان میں اور جگہ دے

إِلَيْكَ مَنْ تَشَآءُ ۖ وَمَنِ ابْتَغَيْتَ مِمَّنْ عَزَلْتَ

اپنے پاس جس کو چاہے اور جس کو جی چاہے تیرا ان میں سے جو کنارے کر

فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكَ ۚ ذٰلِكَ أَدْنٰىٓ أَنْ تَقَرَّ أَعْيُنُهُنَّ

دی تھیں، تو کچھ گناہ نہیں تجھ پر۔ اس میں لگتا ہے کہ ٹھنڈی رہیں آنکھیں اُن کی

وَلَا يَحْزَنَّ وَيَرْضَيْنَ بِمَآ اٰتَيْتَهُنَّ كُلُّهُنَّ ۚ وَاللّٰهُ

اور غم نہ کھاویں اور راضی رہیں اس پر جو تو نے دیا ساریاں۔ اور اللہ

يَعْلَمُ مَا فِىْ قُلُوْبِكُمْ ۚ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَلِيْمًا ﴿۵۱﴾

جانتا ہے جو تمہارے دلوں میں ہے اور ہے اللہ سب جانتا تحمل والا۔

لَا يَحِلُّ لَكَ النِّسَآءُ مِنْۢ بَعْدُ وَلَآ أَنْ تَبَدَّلَ

حلال نہیں تجھ کو عورتیں اس پیچھے اور نہ یہ کہ ان کے بدلے اور

بِهِنَّ مِنْ أَزْوَاجٍ وَّلَوْ أَعْجَبَكَ حُسْنُهُنَّ إِلَّا مَا

کرے عورتیں۔ اگرچہ خوش لگے تجھ کو اُن کی صورت مگر جو

مَلَكَتْ يَمِيْنُكَ ۗ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ

مال ہو تیرے ہاتھ کا۔ اور ہے اللہ ہر چیز پر

رَّقِيْبًا ﴿۵۲﴾

نگہبان۔

ذکرِ بعض احکامِ نکاح و طلاق و بعض خصائصِ نبوی دربارۂ نکاح

قال اللہ تعالیٰ يٰٓأَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا إِذَا نَكَحْتُمُ الْمُؤْمِنٰتِ ..... الیٰ ..... وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ رَّقِيْبًا۔

(ربط) گزشتہ آیات میں حضرت زینبؓ کے نکاح اور طلاق کا قصہ مذکور تھا، اس لیے آئندہ

آیات میں نکاح اور طلاق وغیرہ کے کچھ احکام ذکر کرتے ہیں، بعض احکام تو وہ ہیں جو عام مومنین سے متعلق ہیں اور بعض احکام وہ ہیں جو خاص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح سے متعلق ہیں اور آپ کی ذات بابرکات کے ساتھ مخصوص ہیں جو آپ کی فضیلت اور شرف اور کرامت کی دلیل ہیں تاکہ معلوم ہو جائے کہ نبی کی ایک خاص شان امتیازی ہے جس کی بنا پر نبی کے حق میں بعض احکام امت کے احکام سے جدا ہیں اور نکاح کے بارہ میں جو وسعت اور سہولت آپ کو عطا کی گئی ہے وہ دوسروں کو نہیں دی گئی اور اسی طرح ازواج مطہرات بعض احکام میں عام مسلمان عورتوں سے جدا اور ممتاز ہیں اور ازواج مطہرات عام مسلمان عورتوں کی طرح نہیں جیسا کہ پہلے گذر چکا ہے۔

حضور پرنور کی وفات کے بعد ازواج مطہرات سے نکاح حرام ہے کیونکر وہ بھی آپ کی ایذاء کا سبب ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مسلمانوں کے روحانی باپ ہیں اور ازواج مطہرات مسلمانوں کی روحانی مائیں ہیں ان کا ادب اور احترام ہر مسلمان پر فرض ہے اور ان میں کوتاہی نبی کی ایذاء کا سبب ہے جو بلاشبہ حرام اور موجب لعنت ہے اور اسی سلسلہ میں حضرت زینبؓ کے نکاح کے بارہ میں دعوت ولیمہ کے وقت بعض لوگوں کے کھانا کھا کر دیر تک بیٹھے رہنے اور باتیں کرتے رہنے سے حضور پرنور کو جو گرانی پیش آئی ان آیات میں اس کا ذکر فرمایا۔ اور اس کے بارہ میں حکم نازل فرمایا۔ بعض لوگوں کا دعوت ولیمہ میں دیر تک بیٹھے باتیں کرتے رہنا اگرچہ بطور موانست اور تفریح طبع تھا معاذ اللہ حضور پرنور کے ایذاء اور تکلیف کے ارادہ سے نہ تھا لیکن بہرحال دیر تک اس طرح بیٹھے باتیں کرتے رہنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خاطر عاطر کے لیے باعث گرانی ہوا اس لیے حکم نازل ہو گیا کہ کھانے سے فراغت کے بعد اپنے گھروں کو واپس ہونا چاہیے۔

غرض یہ کہ ان آیات میں جس قدر احکام ذکر کیے گئے ان سب سے آپ کی جلالت شان کا اظہار مقصود ہے اور یہ بتلانا ہے کہ اہل ایمان پر یہ لازم ہے کہ غیر اختیاری طور پر بھی نبی کی ایذاء اور تکلیف کا سبب نہ بنیں کہ دعوت میں کھانا کھا کر بے فکری سے بیٹھے باتیں کرتے رہیں دور تک یہی سلسلہ کلام چلا گیا ہے۔

چنانچہ فرماتے ہیں اے ایمان والو ایمان کا مقتضی یہ ہے کہ خدا اور اس کے رسول نے نکاح اور طلاق کے بارہ میں تم کو جو احکام دیئے ہیں ان کی تعمیل کرو منجملہ ان احکام کے ایک حکم یہ ہے کہ اے اہل ایمان جب تم ایمان والیوں کو اپنے نکاح میں لاؤ پھر کسی وجہ سے تم ان کو ہاتھ لگانے سے پہلے طلاق دے دو۔ یعنی مباشرت یا خلوت صحیحہ سے پہلے ہی ان کو طلاق دے دو تو تمہارے لیے ان عورتوں پر کوئی عدت واجب نہیں جس کے دنوں کو شمار کرو۔ طلاق قبل الدخول میں کسی قسم کی عدت نہیں اس کو اختیار ہے کہ جہاں چاہے چلی جائے اور جس سے چاہے نکاح کرے ایسی عورت پر تمہارا کوئی حق نہیں رہا پس طلاق کے بعد تم ان کو کچھ مالی فائدہ پہنچا دو اور ان کو متعہ یعنی ایک جوڑا پوشاک دے کر خوبی کے ساتھ رخصت کر دو جس میں ان کو کسی قسم کا ضرر نہ ہو۔ متعہ اس عطیہ کو کہتے ہیں جو خاوند کی طرف سے طلاق دینے کے بعد بیوی

کر دیا جاتا ہے۔

ف ازواج مطہرات کے سلسلہ میں اس مسئلہ کا بیان کرنا شاید اس بنا پر ہو کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک عورت سے نکاح کیا جب آپ اس کے پاس گئے تو وہ بولی اللہ آپ سے پناہ دے آپ نے فرمایا کہ تو نے بڑی ذات کی پناہ مانگی ہے اور آپ الگ ہو گئے اور باہر آ گئے اور اس عورت کو جوڑا پوشاک دے کر رخصت کر دیا۔

ان آیات میں نکاح اور طلاق کے متعلق جو حکم بیان کیا گیا وہ عام مسلمانوں سے متعلق ہے اب چند آیات میں نکاح کے ان احکام کو بیان کرتے ہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات کے ساتھ مخصوص ہیں۔

حکم اول

اے پیغمبر تحقیق ہم نے حلال رکھا تیرے لیے تیری ان بیبیوں کو جو اس وقت تیرے نکاح میں ہیں جنہوں نے دنیا کے مقابلہ میں دار آخرت کو اختیار کیا اور باوجود تنگدستی کے تیری زوجیت کو بطیب خاطر و رغبت قبول کیا اور جن کا مہر تو ادا کر چکا ہے اگرچہ ان کا عدد چار سے زیادہ ہے مگر ہم نے خاص آپ کے لیے ان کی زوجیت کو برقرار رکھا اور یہ حکم آپ کے لیے مخصوص ہے آپ کے سوا کسی اور کے لیے چار سے زیادہ بیبیاں رکھنا حلال نہیں آیت کی یہ تفسیر ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے منقول ہے دیکھو تفسیر ابن جریر ص ۲۲ ج ۲۲۔

امام قرطبیؒ فرماتے ہیں جمہور علماء کے نزدیک آیت کے یہی معنی ہیں اور راجح یہی ہے کہ آیت میں أَزْوَاجَكَ سے موجودہ ازواج مطہرات مراد ہیں جنہوں نے دنیا کے مقابلہ میں دار آخرت اور اللہ اور اس کے رسول کو اختیار کیا کیونکہ آیت میں اللَّاتِي آتَيْتَ أُجُورَهُنَّ فعل بصیغہ ماضی آیا ہے جو صراحۃً اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ أَزْوَاجَكَ سے وہی بیبیاں مراد ہیں جن کا مہر آپ زمانہ گزشتہ میں ادا کر چکے ہیں۔ تفسیر قرطبی ص ۲۰۶ ج ۱۴

عه قال الامام القرطبيؒ اختلف الناس في تاويل قوله تعالى إِنَّا أَحْلَلْنَا لَكَ أَزْوَاجَكَ فقيل المراد بها ان الله تعالى احل له ان يتزوج كل امرأة يؤتيها مهرها. وقيل المراد أحللنا لك أزواجك اى الكائنات عندك لانهن قد اخترنك على الدنيا والآخرة قاله الجمهور من العلماء وهو الظاهر لان قوله آتَيْتَ أُجُورَهُنَّ ماض ولا يكون الفعل الماضي بمعنى الاستقبال الا بشروط ويجيء هذا التاويل ما روي عن ابن عباسؓ كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يتزوج في اى الناس شاء وكان يشق ذلك على نسائه فلما نزلت هذه الآية وحرم عليه بها النساء الا من سمي سر نساؤه بذلك. (تفسير قرطبي ص ۲۰۶ ج ۱۴)

حکم چہارم

اور مزید براں ہم نے حلال کر دیا آپ کے لیے اس عورت کو بھی جو مسلمان ہو اگر[1] وہ اپنے نفس اور ذات کو بلا کسی عوض کے اور بلا مہر کے پیغمبر کو ہبہ کر دے تاکہ اس کو نبی کی زوجیت و خدمت کا شرف حاصل ہو جائے تو اگر نبی اس کو اپنے نکاح میں لینا چاہیں تو ان کے لیے جائز اور درست ہے کہ وہ اس کو قبول کر کے اپنے نکاح میں لے لیں اور مومنہ کی قید اس لیے لگائی کہ کافرہ عورت کسی حال میں آپ کے لیے حلال نہیں اگرچہ وہ کتابیہ ہو اور اگرچہ وہ آزاد ہو۔ مطلب یہ ہے کہ جو عورت اپنی جان کو نبی کے لیے ہبہ کر دے اور بلا مہر آپ کے نکاح میں آنا چاہے اور اس کا مقصود مال اور مہر نہ ہو بلکہ محض آپ کی زوجیت کا شرف اس کا مطمح نظر ہو تو وہ بھی آپ کے لیے حلال ہے بشرطیکہ آپ اس کو اپنے نکاح میں لانا چاہیں اور یہ حلت اور یہ اجازت خاص آپ کے لیے ہے سب مسلمانوں کے لیے نہیں۔ آپ کے سوا کسی مسلمان کے لیے نہیں آپ کے سوا کسی اور مسلمان کے لیے بدون مہر کے کسی عورت کو اپنے نکاح میں لے لینا حلال نہیں اور یہ اجازت صرف آپ کے لیے ہے لہٰذا جو عورت اپنی جان کو بلا مہر آپ کو ہبہ کر دے تو اس کے لیے کسی حالت میں مہر کا مطالبہ جائز نہیں بلا مہر نکاح کی حلت آپ کی خصوصیات میں سے ہے آپ کے سوا اگر کوئی بلا مہر نکاح کرے تو اس پر مہر مثل واجب ہوگا۔ ہمیں خوب معلوم ہے جو ہم نے عام مسلمانوں پر ان کی بیبیوں اور باندیوں کے بارہ میں جو حقوق[2] اور فرائض اور شرائط عقد مقرر کیے ہیں جیسے مہر اور گواہ اور نان و نفقہ اور سکنی وغیرہ۔ اور اس بارہ میں جو احکام ان کو دیے ہیں وہ آیات اور احادیث میں مذکور ہیں اور سب کو معلوم ہیں نکاح میں مہر کا ہونا ضروری ہے۔ کما قال تعالیٰ اَنْ تَبْتَغُوْا بِاَمْوَالِكُمْ وغیرہ وغیرہ اور نکاح کے بارہ میں جو قیود اور شرائط ہم نے عام مومنین پر لگائے ہیں وہ ہم نے آپ پر نہیں لگائے تاکہ آپ پر تنگی نہ ہو یعنی اللہ تعالیٰ نے جو حقوق اور فرائض اور شرائط عقد عورتوں کے بارہ میں عام مسلمانوں پر لازم کیے ہیں۔ آپ پر فرض اور لازم نہیں کیے تاکہ آپ پر وسعت اور سہولت ہو۔ اور لوگوں پر آپ کی شان امتیازی ظاہر ہو۔ اور ہے اللہ بڑا بخشنے والا اور بڑا مہربان جس چیز سے بچنا مشکل ہوتا ہے اسے معاف کر دیتا ہے اور اپنی رحمت اور مہربانی سے جس پر چاہے وسعت کر دیتا ہے۔

---

[1] كما روي عن ابن عباس رضي الله عنه. تفسير قرطبي ص ۲۱۲ ج ۱۴۔

[2] قال القرطبي قوله تعالى قَدْ عَلِمْنَا مَا فَرَضْنَا عَلَيْهِمْ فِيْٓ اَزْوَاجِهِمْ أي ما أوجبنا على المؤمنين وهو انه لا يتزوجون الا اربع نسوة بمهر وبينة وولي قال معناه أبي بن كعب وقتادة وغيرهما اه تفسير قرطبي ص ۲۱۳ ج ۱۴۔

ہے

حکم پنجم

منجملہ احکام مخصوصہ کے ایک حکم یہ ہے کہ جس مرد کے پاس کئی عورتیں ہوں اس پر یہ واجب ہے کہ وہ تمام بیبیوں کے پاس باری باری سے رہے مگر آنحضرت ﷺ پر تقسیم یعنی باری باری سے بیبیوں کے پاس رہنا واجب نہ تھا۔ شب باشی میں آپ ﷺ کو اختیار دیا گیا کہ جس کے پاس چاہیں رات کو رہیں چنانچہ فرماتے ہیں اے نبی آپ کو اختیار ہے کہ اپنی عورتوں میں سے جس کو چاہیں پیچھے کریں۔ اور جس کو چاہیں اپنے پاس جگہ دیں یعنی آپ کو اختیار ہے کہ باری میں جس کو چاہیں آگے کریں اور جس کو چاہیں پیچھے کریں مطلب یہ ہے کہ جس کو چاہیں باری دیں اور جس کو چاہیں اس کو باری نہ دیں اور جن عورتوں کو آپ نے علیحدہ کر دیا ہے اور ان سے کنارہ کشی کی ہے ان میں سے اگر کسی کو بلانا چاہیں اور اس کی خواہش کریں تو اس میں آپ پر کوئی گناہ اور تنگی نہیں یعنی جس بی بی سے آپ نے کنارہ کیا ہو تو آپ کو اس کے دوبارہ بلانے کا بھی اختیار ہے حق جل شانہ نے آپ کو یہ حقوق اور اختیارات دیئے مگر آپ نے مدت العمر کبھی اس سے کام نہیں لیا باری میں ہمیشہ برابری اور عدل اور مساوات کو ملحوظ رکھا جیسا کہ احادیث میں ہے کہ اگر آپ کسی کی باری کے دن دوسری بیوی کے پاس رہنا چاہتے تو اس سے اجازت لیتے۔ اب اگلی آیت میں اس اختیار اور تفویض کی حکمت اور مصلحت بیان فرماتے ہیں کہ یہ اختیار جو آپ کو دیا گیا اس میں مصلحت یہ ہے کہ یہ اختیار اس امر کے بہت زیادہ قریب ہے کہ ان کی آنکھیں ٹھنڈی رہیں اور رنجیدہ خاطر نہ ہوں اور اس پر راضی رہیں جو آپ ان کو دے دیں۔ سب کی سب یعنی آپ کو یہ اختیار اس لیے دیا گیا کہ عورتیں اپنا حق نہ سمجھیں اور جان لیں کہ شب باشی میں ہمارا کوئی حق مقرر نہیں آپ جو ان کو دے دیں خوش ہو کر اور آپ کا احسان سمجھ کر اسے قبول کریں اگر پاس بلائیں تو ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں اور اگر نہ بلائیں تو رنجیدہ نہ ہوں اور نہ شکوہ کریں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی پر یہ فضل فرمایا کہ ازواج کو آپ کی رضامندی کا پابند بنایا اور آپ کو ان کی رضا اور خواہش کا پابند نہیں کیا مگر باایں ہمہ آپ نے ہمیشہ ان کے ساتھ منصفانہ سلوک رکھا۔ جس پر آپ مجبور نہ تھے سب کی باری برابر رکھی۔ صرف ایک حضرت سودہؓ جب ان کی عمر بڑی ہو گئی تو انہوں نے از خود اپنی باری حضرت عائشہؓ کو ہبہ کر دی تھی۔

خلاصہ کلام یہ کہ جب عورتوں کو یہ معلوم ہو جائے گا کہ باری دینا آپ پر واجب نہیں تو اس کے بعد جو بھی آپ ان کے ساتھ سلوک کریں اور عدل اور احسان کا معاملہ فرمائیں گے تو وہ خوش اور راضی رہیں گی۔ اور جو کچھ تمہارے دلوں میں ہے اللہ اس کو خوب جانتا ہے کہ تمہارے دل میں کس بیوی کی محبت اور رغبت زیادہ ہے اگر تمہارے دل میں کسی زوجہ کی طرف زیادہ میلان ہو تو اللہ تعالیٰ نے اس پر مواخذہ نہیں

کسی کو طلاق دے دیں اور ان کے بدلے دوسری بیوی کر لیں، اور اس طرح نو کا عدد پورا کریں اگرچہ آپ کو ان کا حسن پسند آئے تب بھی آپ کے لیے ان سے نکاح حلال نہیں، چونکہ اکثر عورتوں سے نکاح کی رغبت حسن و جمال ہی کی وجہ سے ہوتی ہے اس لیے یہ فرمایا وَلَوْ أَعْجَبَكَ حُسْنُهُنَّ خلاصۂ کلام یہ ہے کہ آپ کے لئے بجز ان موجودہ زوجیوں کے علاوہ آپ کے لیے نہ کسی عورت سے نکاح حلال ہے اور نہ ان میں کوئی تغیر و تبدل جائز ہے مگر وہ باندیاں جن کے تمہارے ہاتھ مالک ہیں ان میں کمی اور زیادتی اور تغیر و تبدل کا آپ کو اختیار ہے۔ اور اللہ ہر چیز پر نگہبان ہے کوئی چیز اس پر مخفی نہیں۔

یہ آیت منسوخ ہوئی (۱) روایات نبوی و آثار صحابہ کی رو سے

جمہور صحابہ و تابعینؒ کے قول کے مطابق آیت کی تفسیر وہ کی گئی لیکن حضرت عائشہؓ اور ام سلمہؓ سے روایت ہے کہ یہ ممانعت بعد میں منسوخ ہو گئی تھی (رواہ احمد والترمذی والنسائی)۔ یعنی بعد میں آپؐ کو نکاح کی بھی اجازت ہو گئی اور تغیر و تبدل کی بھی اجازت ہو گئی مگر واقعہ یہ ہے کہ آپؐ نے اس کے بعد نہ کسی عورت سے نکاح کیا اور نہ ان میں سے کسی کو طلاق دے کر اس کی جگہ دوسری بیوی کی۔

مگر ظاہر آیت سے یہی معلوم اور مفہوم ہوتا ہے کہ یہ حکم محکم ہے منسوخ نہیں ہوا اور صحابہ و تابعین کی ایک جماعت سے اسی طرح منقول ہے اور اسی کو امام ابن جریر طبریؒ نے اختیار کیا۔

(۱) دیکھو تفسیر البحر المحیط لابی حیان ص ۲۴۳ ج ۷

يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ لَا تَدْخُلُوا۟ بُيُوتَ

اے ایمان والو مت جاؤ گھروں میں

ٱلنَّبِىِّ إِلَّآ أَن يُؤْذَنَ لَكُمْ إِلَىٰ طَعَامٍ غَيْرَ

نبی کے، مگر جو تم کو حکم ہو کھانے کے واسطے نہ

نَٰظِرِينَ إِنَىٰهُ وَلَٰكِنْ إِذَا دُعِيتُمْ فَٱدْخُلُوا۟ فَإِذَا

راہ دیکھنے اس کے پکنے کی لیکن جب بلائے تب جاؤ، پھر جب

طَعِمْتُمْ فَٱنتَشِرُوا۟ وَلَا مُسْتَـْٔنِسِينَ لِحَدِيثٍ ۚ إِنَّ

کھا چکو تو آپ آپ کو چلے جاؤ اور نہ آپس میں جی لگا کر باتوں میں۔

ذَٰلِكُمْ كَانَ يُؤْذِى ٱلنَّبِىَّ فَيَسْتَحْىِۦ مِنكُمْ ۖ وَٱللَّهُ

اس بات سے تمہاری تکلیف تھی نبی کو پھر تم سے شرم کرتا ۔ اور اللہ

لَا يَسْتَحْيِي مِنَ الْحَقِّ ۗ وَإِذَا سَأَلْتُمُوهُنَّ مَتَاعًا

شرم نہیں کرتا ٹھیک بات بتانے میں۔ اور جب مانگنے جاؤ بیبیوں سے کچھ چیز

فَاسْأَلُوهُنَّ مِن وَرَاءِ حِجَابٍ ۚ ذَٰلِكُمْ أَطْهَرُ لِقُلُوبِكُمْ

کام کی تو مانگ لو پردے کے باہر سے۔ اس میں خوب ستھرائی ہے تمہارے

وَقُلُوبِهِنَّ ۚ وَمَا كَانَ لَكُمْ أَن تُؤْذُوا رَسُولَ

دل کو اور ان کے دل کو۔ اور تم کو نہیں پہنچتا کہ تکلیف دو اللہ کے رسول کو

اللَّهِ وَلَا أَن تَنكِحُوا أَزْوَاجَهُ مِن بَعْدِهِ أَبَدًا ۚ

اور نہ یہ کہ نکاح کرو اس کی عورتوں کو اس کے پیچھے کبھی۔

إِنَّ ذَٰلِكُمْ كَانَ عِندَ اللَّهِ عَظِيمًا ﴿٥٣﴾ إِن تُبْدُوا

البتہ یہ بات تمہاری اللہ کے ہاں بڑا گناہ ہے۔ اگر کھول کر کہو تم

شَيْئًا أَوْ تُخْفُوهُ فَإِنَّ اللَّهَ كَانَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمًا ﴿٥٤﴾

کسی چیز کو یا اس کو چھپاؤ سو اللہ ہے ہر چیز کو جانتا۔

لَّا جُنَاحَ عَلَيْهِنَّ فِي آبَائِهِنَّ وَلَا أَبْنَائِهِنَّ وَ

گناہ نہیں ان عورتوں کو سامنے ہونے کا اپنے باپوں سے اور نہ اپنے بیٹوں سے اور

لَا إِخْوَانِهِنَّ وَلَا أَبْنَاءِ إِخْوَانِهِنَّ وَلَا أَبْنَاءِ

نہ اپنے بھائیوں سے اور نہ اپنے بھائی کے بیٹوں سے اور نہ اپنے بہن کے

أَخَوَاتِهِنَّ وَلَا نِسَائِهِنَّ وَلَا مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُنَّ ۗ

بیٹوں سے اور نہ اپنی عورتوں سے اور نہ اپنے ہاتھ کے مال سے

وَاتَّقِينَ اللَّهَ ۚ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ

اور ڈرتی رہو اللہ سے بے شک اللہ کے سامنے ہے

کسی کے گھر میں بغیر اجازت کے داخل ہو جاتے اور اگر گھر والوں سے کوئی چیز مانگنی ہو تو باہر سے بھی پردہ کی اوٹ سے ہو کر مانگیں یہاں اس حکم سے نسب کی حفاظت اور شہوانی کا پورا پورا انتظام ہو گیا اور فتنہ کا سد باب ہو گیا پھر یہ سب باتوں کے بعد اسی مقام پر یہ حکم نازل فرمایا کہ آپ کی وفات کے بعد آپ کی بیویوں سے نکاح حرام ہے آپ کی ازواج مطہرات امہات المؤمنین یعنی سب مسلمانوں کی مائیں ہیں اس لیے آپ کی وفات کے بعد ان سے نکاح نہیں ہو سکتا جس کا سبب نزول یہ ہے کہ جب آیات بالا میں حجاب (پردہ) کا حکم نازل ہوا تو کسی کے دل میں یہ خطرہ گزرا کہ ہم سے ہماری چچازاد بہنوں کو چھپایا جاتا ہے اگر آپ کی وفات ہو جائے تو ہم آپ کی بیبیوں سے نکاح کریں گے اس پر یہ حکم نازل ہوا۔ وَمَا كَانَ لَكُمْ أَنْ تُؤْذُوا رَسُولَ اللَّهِ وَلَا أَنْ تَنْكِحُوا أَزْوَاجَهُ مِنْ بَعْدِهِ أَبَدًا إِنَّ ذَٰلِكُمْ كَانَ عِنْدَ اللَّهِ عَظِيمًا۔

خلاصۂ کلام یہ کہ یہ آیتیں حضرت زینبؓ کے ولیمہ میں نازل ہوئیں جو احکام طعام اور آداب معاشرت اور ہدایت حجاب پر مشتمل ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو زندگی میں کسی قسم کی ایذاء دینا حرام ہے اور وفات کے بعد بھی آپ کو ایذاء دینا حرام ہے۔ ان آیات میں جن تعلیمات اور ہدایات کا ذکر ہے ان کا آغاز اہل ایمان کی ندا سے ہوا یعنی يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا سے ہوا جو خاص لطف اور عنایت پر دلالت کرتا ہے اور یہ سورت از اول تا آخر خطابات اور ہدایات سے بھری پڑی ہے چنانچہ اس سورت کا آغاز نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ندا سے ہوا۔ يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ اتَّقِ اللَّهَ فرمایا پھر (۲) يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اذْكُرُوا نِعْمَةَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ سے اہل ایمان کو اس ہولناک موقعہ سے عبرت دلائی پھر (۳) نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِأَزْوَاجِكَ إِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا سے خطاب فرمایا پھر (۴) دو مرتبہ ازواج مطہرات کو يَا نِسَاءَ النَّبِيِّ سے خطاب فرمایا اور اس سلسلہ خطاب میں ان کی فضیلت اور کرامت کو بیان فرمایا پھر (۵) يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اذْكُرُوا اللَّهَ ذِكْرًا كَثِيرًا وَسَبِّحُوهُ بُكْرَةً وَأَصِيلًا سے اہل ایمان کو خطاب فرمایا۔ اور ذکر و تسبیح کا ان کو حکم دیا پھر (۶) يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَمُبَشِّرًا سے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے فضائل اور شمائل بیان کیے پھر (۷) يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا نَكَحْتُمُ الْمُؤْمِنَاتِ سے اہل ایمان کو نکاح اور طلاق کے احکام بتلائے پھر (۸) يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَحْلَلْنَا لَكَ أَزْوَاجَكَ اللَّاتِي آتَيْتَ أُجُورَهُنَّ سے نکاح اور حقوق زوجیت کے متعلق ان احکام کو بیان کیا جو خاص ذات نبوی سے متعلق تھے پھر (۹) ان سب کے بعد اس آیت میں یعنی يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَدْخُلُوا بُيُوتَ النَّبِيِّ میں اہل ایمان کو خطاب فرما کر مختلف احکام کی تعلیم دیتے ہیں جن میں سے بعض احکام ازواج اور عامہ مسلمان عورتوں سے متعلق ہیں اور بعض احکام خاص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات سے متعلق ہیں اس کے بعد اخیر سورت تک چار خطاب اور آئیں گے جن میں سے ایک خطاب نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو ہے اور باقی تین خطاب اہل ایمان کو ہیں چنانچہ فرماتے ہیں اے ایمان والو نبی کے گھروں میں داخل نہ ہو مگر اس وقت کہ جب تم کو کھانا کھانے کے لیے یا کسی اور ضرورت کے لیے بلایا جائے یعنی بغیر اجازت ہو۔

بغیر دعوت کے داخل نہ ہو یا اگر تم کو دعوت دی جائے تو اس کا ادب یہ ہے کہ ایسے حال میں جا کر کھانا پکنے کے انتظار کرتے ہوئے نہ بیٹھو لیکن جب تم کو بلایا جائے تب داخل ہو، ابن عطیہ کہتے ہیں کہ اس زمانہ میں یہ دستور تھا کہ جب کوئی دعوت ولیمہ ہوتی تو سویرے سے آجاتے اور کھانا پکنے کا انتظار کرتے اور جب کھانے سے فارغ ہوجاتے تو بیٹھے باتیں کرتے اللہ تعالیٰ نے ان کو ادب سکھایا کہ ایسا نہ کیا کریں اول تو بغیر دعوت کے نہ جایا کریں اور اگر دعوت بھی ہو تو پہلے سے جا کر نہ بیٹھ جایا کریں ایک ادب تو یہ ہوا پھر دوسرا ادب یہ ہے کہ جب کھانا کھا چکو تو متفرق ہو جاؤ اور وہاں سے اٹھ کر چلے جاؤ اور آپس میں دل لگا کر بے فکری سے بیٹھے باتیں نہ کرنے لگا کرو، تحقیق تمہارا یہ عمل یعنی بغیر اجازت کے آجانا اور پھر کھانا پکنے سے پہلے آکر بیٹھ جانا اور پھر کھانا سے فارغ ہو کر بیٹھے باتیں کرتے رہنا پیغمبر خدا کو تکلیف دیتا ہے لیکن وہ شرماتے ہیں اور لحاظ اور شرم کی وجہ سے یہ نہیں کہتا کہ تم چلے جاؤ اور اللہ جو تمہارا رب ہے وہ حق کے بیان کرنے سے اور ادب کے سکھانے سے شرماتا نہیں تمہاری اصلاح اور تادیب کے لیے حق بات کو صاف صاف بتلا دیتا ہے اور اللہ تم کو ایک ادب یہ سکھاتا ہے کہ جب تم پیغمبر کی بیویوں سے یا دوسری مسلمان عورتوں سے کام کی کوئی چیز مانگنا چاہو تو پردے کے پیچھے کھڑے ہو کر ان سے مانگو لہٰذا جاننا چاہیے کہ تمہارے اور گھر والوں کے درمیان حجاب اور پردہ اور جب حائل ہونا چاہیے اور اندر گھر والوں سے بات کرنا منع ہے ضرورت کی بنا پر پردہ کے پیچھے کھڑے ہو کر کسی چیز کے مانگنے کی تو اجازت ہے مگر دیکھنے اور جھانکنے کی اجازت نہیں یہ امر یعنی پردے کے پیچھے کھڑے ہو کر مانگنا بہت پاک رکھنے والا ہے تمہارے دلوں کو اور عورتوں کے دلوں کو یعنی یہ پردہ دونوں کو شیطانی اور نفسانی خیالات سے پاک رکھنے کا بہترین ذریعہ ہے۔

یہ آیت صاف بتلا رہی ہے کہ پردہ کا یہ شرعی حکم جو قدیم اہل اسلام میں رائج ہے وہ نہایت درجہ ضروری ہے اور نہایت قابل اہتمام ہے نفسانی وسوسوں اور خطروں سے حفاظت کا بہترین ذریعہ ہے اور یہ آیت بھی اگرچہ ازواج مطہرات کے حق میں ہے لیکن اس حکم کی جو علت بیان کی گئی ہے وہ عام ہے۔ ذٰلِكُمْ أَطْهَرُ لِقُلُوبِكُمْ وَقُلُوبِهِنَّ یعنی یہ حجاب طہارت قلوب کا بہترین ذریعہ ہے اور یہ شہر کی اور ہر بستی ہے۔ اور یہ علت صراحۃً دلالۃ النص سے ثابت ہے جس میں شک اور شبہ کی گنجائش نہیں جس کا صاف مطلب یہ ہے کہ بے حجابی اور بے پردگی قلب کی نجاست اور گندگی کا سبب ہے اور حجاب اور پردہ قلب کی طہارت اور پاکیزگی کا سبب ہے اور ازواج مطہرات تو باوجود امہات المؤمنین ہونے کے ان کی عظمت دلوں میں ایسی راسخ ہے کہ جہاں فتنہ کا احتمال نہیں لہٰذا جہاں فتنہ کا احتمال غالب بلکہ فتنہ یقینی ہو وہاں حجاب بطریق اولیٰ فرض اور لازم ہوگا۔

اور ازواج مطہرات سے بلا حجاب باتیں کرنا یہ تو ایذاء رسول کا بھی موجب ہے اور تمہارے لیے یہ بات کسی طرح جائز نہیں کہ تم کسی چیز میں اللہ کے رسول کو ایذا پہنچاؤ ہر طرح رسول کے ادب کا لحاظ رکھو جیسا نہ ہو کہ تم سے کوئی ایسا امر سرزد ہو جائے جو مزاج نبوی کو ناگوار گذرے اور نہ تمہارے لیے یہ جائز ہے کہ تم

آپ کی وفات کے بعد کبھی بھی آپ کی بیبیوں کو نکاح میں لاؤ۔ البتہ تمہارا یہ فعل یعنی اس طرح سے نبی کریم کو ایذا دینا کہ ہم آپ کی وفات کے بعد آپ کی بیبیوں سے نکاح کرلیں گے اللہ تعالیٰ کے نزدیک گناہ عظیم ہے یعنی آپ کی وفات کے بعد آپ کی بیبیوں سے نکاح اللہ کے نزدیک جرم عظیم ہے جس طرح آپ کی حیات میں آپ کو ایذا پہنچانا حرام ہے اسی طرح وفات کے بعد بھی آپ کو ایذا پہنچانا حرام ہے جس طرح آپ کی حیات میں آپ کی تعظیم اور احترام فرض اور لازم ہے اسی طرح آپ کی وفات کے بعد بھی فرض اور لازم ہے بالجملہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ظاہراً اور باطناً ایذا پہنچانا حرام ہے حتی کہ ایذا کا تصور اور خیال بھی حرام ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں کہ اگر تم اس قسم کی کوئی چیز ظاہر کرو اور بعض ازواج نبی سے نکاح کرلینے کا لفظ زبان پر لاؤ یا اس بات کو دل میں چھپائے رکھو اور زبان پر نہ لاؤ تو بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز کو خواہ چھپی ہو یا کھلی خوب جانتا ہے اور تم کو اس پر سزا دے گا مطلب یہ ہے کہ ازواج مطہرات دنیا اور آخرت میں آپ کی بیبیاں ہیں اور تمام مسلمانوں کی مائیں ہیں آپ کی وفات کے بعد ان سے نکاح کا تصور اور خیال بھی گناہ عظیم ہے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے آپ کی وفات کے بعد آپ کی بیویوں سے نکاح حرام قرار دیا جو حکمتوں اور مصلحتوں پر مشتمل ہے۔

اول یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے شرف اور عظمت ظاہر کرنے کے لیے یہ حکم دیا گیا۔ ہر انسان پر طبعی طور پر یہ گراں ہوتا ہے کہ اس کی بیوی اس کے بعد دوسرے کے نکاح میں جائے اس لیے آنحضرت کی فضیلت اور بڑائی ظاہر کرنے کے لیے یہ رعایت خاص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کی گئی کہ آپ کے بعد آپ کی ازواج کا دوسروں سے نکاح کرنا حرام ہوا۔

دوم یہ کہ فتنہ کا انسداد ہو جائے کیونکہ بالفرض اگر آپ کے بعد ازواج مطہرات سے نکاح کی اجازت ہوجاتی تو ہر شخص کو آپ کی جانشینی کے دعوے کی گنجائش مل جاتی اور اندیشہ تھا کہ وہ شخص اس ذریعہ سے لوگوں کو اپنی خلافت کی طرف بلاتا۔

سوم یہ کہ باہم تنافس اور تحاسد کا دروازہ کھل جاتا ہر شخص یہ چاہتا کہ میں زوجہ رسول سے نکاح کروں تاکہ پچھلے لوگوں میں خاص عزت اور امتیاز حاصل ہو اس امر کے انسداد کے لیے شریعت نے آپ کے بعد آپ کی ازواج سے نکاح کو قطعی حرام قرار دیا۔

چہارم یہ کہ اگر ازواج مطہرات کے لیے شریعت میں آپ کے بعد کسی سے نکاح جائز ہوتا تو ازواج مطہرات کا وہ عالی مرتبہ جو زوجیت رسول کی بنا پر حاصل تھا وہ ختم ہوجاتا اور آنحضرت کے بعد کسی سے نکاح کرنا بلندی سے پستی میں جا گرنے کے مترادف ہے۔

پنجم یہ کہ دوسروں کے نکاح میں جانے کے بعد ان کی روایات لوگوں کی نظر میں مشکوک ہوجاتیں ممکن ہے کہ لوگ یہ خیال کرتے کہ یہ عورت اپنے جدید شوہر کے خیال سے ان امور کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کررہی ہے سو اس صورت میں امت اس علم سے محروم ہوجاتی جو ازواج مطہرات کے

اِنَّ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ

جو لوگ ستاتے ہیں اللہ کو اور اس کے رسول کو ان کو پھٹکارا اللہ

فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَاَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِيْنًا ﴿۵۷﴾

نے دنیا میں اور آخرت میں اور رکھا ہے اُن کے واسطے ذلت کی مار۔

وَالَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ بِغَيْرِ

اور جو لوگ تہمت لگاتے ہیں مسلمان مردوں کو اور مسلمان عورتوں کو بن کیے

مَا اكْتَسَبُوْا فَقَدِ احْتَمَلُوْا بُهْتَانًا وَّاِثْمًا مُّبِيْنًا ﴿۵۸﴾

کام، تو اٹھایا انہوں نے بوجھ جھوٹ کا اور صریح گناہ کا۔

حکمِ وجوبِ صلوٰۃ وسلام و تحریمِ ایذاءِ خدا و رسولؐ و ایذاءِ عامۂ اہلِ اسلام

قال اللہ تعالیٰ اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ ... الیٰ ... فَقَدِ احْتَمَلُوْا بُهْتَانًا وَّاِثْمًا مُّبِيْنًا

ربط: گزشتہ آیات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جلالتِ شان اور عظمتِ مقام کو بیان کیا اور ازواجِ مطہرات کے ادب اور احترام کو بیان کیا۔ اور شروع سورت میں یہ مضمون تھا اَلنَّبِيُّ اَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ وَاَزْوَاجُهٗٓ اُمَّهٰتُهُمْ۔ اب ان آیات میں پھر نبی کریم کی جلالتِ شان کا اظہار کرنے کے لیے صلوٰۃ وسلام کا حکم دیتے ہیں کہ نبی کریم کا حق یہ ہے کہ آپ پر صلوٰۃ وسلام پڑھا جائے۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود باجود حق جل شانہ کی رحمتوں اور عنایتوں کا ذریعہ ہے اور ملاء اعلیٰ میں آپ کی خاص شان ہے اور آپ کا ادب اور احترام قیامت کے دن آپ کی شفاعت کا وسیلہ ہے لہٰذا آپ پر صلوٰۃ وسلام اور آپ کا ادب اور احترام اور آپ کی تعظیم ہر مسلمان پر فرض اور لازم ہے اور آپ کو کسی قسم کی ایذا پہنچانا حرام ہے حتیٰ کہ مومنین اور مومنات یعنی آپ پر ایمان لانے والوں کو اور آپ کی متابعت اور محبت کرنے والوں کو بھی ایذا پہنچانا حرام ہے اور موجب لعنت ہے اور مومنین اور مومنات کے اولین مصداق تمام صحابہ کرام اور تمام ازواجِ مطہرات اور تمام بناتِ طاہرات اور تمام اہل بیت اطہار ہیں۔

خلاصہ یہ کہ گزشتہ آیات میں جن احکام کا بیان کیے گئے مثلاً حضور پرنور کی وفات کے بعد امہات المؤمنین سے نکاح کا حرام ہونا وغیرہ وغیرہ، وہ سب آپ کے شرف اور کرامت اور جلالتِ قدر پر دلالت کرتے ہیں۔

اب آئندہ آیات میں دوسرے عنوان سے آپ کی جلالت قدر اور عظمت شان کو بیان کرتے ہیں اور بتلاتے ہیں کہ گزشتہ آیت میں جو استیذان وغیرہ کا حکم تھا وہ بے شک آپ کے ادب اور احترام کے وجوب اور لزوم ظاہر کرنے کے لیے تھا لیکن یاد رکھو کہ نبی کا احترام ہر حالت میں فرض ہے خواہ نبی آپنے گھر میں ہو یا گھر سے باہر ہو حتیٰ کہ عالم بالا اور ملأ اعلیٰ میں بھی ملأ اعلیٰ کے فرشتے بھی آپ کا احترام کرتے ہیں لہٰذا تم کو بھی انہی کے طریقہ پر چلنا چاہیے۔ دیکھو شیخ زادہ حاشیہ بیضاوی ص [illegible] ج ۴۔ تاکہ ملأ اعلیٰ اور عالم علوی کے ساتھ ملأ سفلی اور عالم سفلی کا ادب اور احترام بھی ساتھ مل جائے دیکھو شرح کتاب الاذکار لابن علان ص [illegible] ج ۳۔

چنانچہ فرماتے ہیں کہ بے شک اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے اس پیغمبر پر صلوٰۃ[1] بھیجتے ہیں یعنی رحمت بھیجتے ہیں ایک رحمت کے بعد دوسری رحمت اور ایک برکت کے بعد دوسری برکت۔ علیٰ ہذا۔ یہاں اللہ کی صلوٰۃ سے اللہ تعالیٰ کی عام رحمت مراد نہیں بلکہ خاص الخاص رحمت مراد ہے جو آپ کی شان محبوبیت اور شان ارحم الراحمین کے مناسب ہے۔

اور فرشتوں کی صلوٰۃ اور رحمت سے ان کی خاص الخاص دعائیں مراد ہیں جن سے حضور پر نور کے مراتب میں ترقی ہوتی رہتی ہے ملائکہ کرام کا حضرت آدم کو سجدہ کرنا بطور تحیہ حضرت آدم کی شرف اور فضیلت کی دلیل تھی لیکن تا قیام قیامت فرشتوں کا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے دعا کرتے رہنا اس سے بڑھ کر ہے اس لیے کہ سجدہ ایک وقتی امر تھا اور یہ دعا دائمی اور مسلسل ہے۔ اے مسلمانو! اللہ نے تم کو یہ خبر اس لیے دی ہے کہ تم کو اس پیغمبر کا مرتبہ معلوم ہو جائے کہ یہ پیغمبر اس قدر جلیل القدر اور عظیم الشان ہے کہ ہر لحظہ اور ہر لمحہ وہ اللہ جل شانہ کی خاص الخاص رحمتوں اور عنایتوں کا اور ملائکہ مقربین اور ملأ اعلیٰ کی توجہات اور عنایات کا مورد اور محل بنا ہوا ہے۔ لہٰذا تم کو بھی چاہیے کہ ملائکہ کی اقتداء کرو اور فرشتوں کی طرح اس نبی پر صلوٰۃ وسلام بھیجو اور ظاہراً اور باطناً اس کے ادب اور احترام کو ملحوظ رکھو اور اس کا خیال رکھو کہ تم سے کوئی ایسا فعل سرزد نہ ہو جائے کہ جو آپ کی تعظیم اور احترام کے خلاف ہو دیکھو الدر المنضود لابن حجر المکی ص [illegible] وشرح کتاب الاذکار لابن علان صدیقی ص [illegible] ج ۳۔

پس اے لوگو جو خاص طور پر اس نبی پر ایمان لائے ہو تم پر بھی لازم ہے کہ تم بھی اس نبی پر صلوٰۃ وسلام بھیجا کرو جیسا کہ صلوٰۃ وسلام بھیجنا چاہیے تاکہ کچھ ایمان کا تم پر نبی کا جو حق ہے وہ کچھ ادا ہو۔ اور جہاں تک ممکن ہو تم اس کے ادب اور احترام کو پورا پورا ملحوظ رکھو کہ اہل ایمان پر رسول کی تعظیم فرض ہے حتیٰ کہ جو مومنین اور مومنات یعنی جو مرد اور عورت اس نبی کے پیرو ہیں ان کو بھی کوئی ایذا نہ پہنچاؤ جیسا کہ آئندہ آیت میں آتا ہے۔ اِنَّ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ... وَالَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ

[1] اشارۃ الی ان المضارع ای یصلون للاستمرار التجددی والمعنی علی ما قال الزمخشری علیہم رحمۃ بعد رحمۃ (الدر المنضود ص [illegible] والقول البدیع ص [illegible])

قَلِيلًا ﴿٦٠﴾ مَّلْعُونِينَ ۖ أَيْنَمَا ثُقِفُوا أُخِذُوا وَقُتِّلُوا

تھوڑے دن۔ پھٹکارے ہوئے جہاں پائے گئے پکڑے گئے اور مارے گئے

تَقْتِيلًا ﴿٦١﴾ سُنَّةَ اللَّهِ فِي الَّذِينَ خَلَوْا مِن قَبْلُ

جان سے ۔ دستور پڑا ہوا اللہ کا ان لوگوں میں جو گزرے ہو چکے پہلے ۔

وَلَن تَجِدَ لِسُنَّةِ اللَّهِ تَبْدِيلًا ﴿٦٢﴾

اور تو نہ دیکھے گا اللہ کی چال بدلتی ۔

ذکر بعض انواع ایذاء منافقین و مرجفین

بتعرض نسوان و تخویف اہل ایمان

وقال اللہ تعالیٰ ۔ یٰٓاَیُّھَا النَّبِیُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِکَ ۔۔۔ الیٰ ۔۔۔ وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّۃِ اللّٰہِ تَبْدِیْلًا ۔

ربط ۔ گزشتہ آیت میں مطلق اور عام ایذاء رسول اور ایذاء مومنین پر وعید کا ذکر تھا اب ان آیات میں منافقین اور مرجفین کی خاص خاص ایذاؤں کا ذکر کر کے ان کی بابت ہدایات دیتے ہیں تاکہ ان ایذاؤں کا سدِ باب ہو جائے اور یہ ایذاء دو طرح سے تھی ایک تو یہ کہ بدراہ چلتی عورتوں کو چھیڑتے ۔ پردہ کے حکم سے تو اس ایذاء رسانی کا علاج ہوا۔ اور دوسری ایذاء رسانی اس طرح سے تھی کہ ایسی جھوٹی خبریں اڑاتے کہ جن سے مسلمان پریشان ہو جائیں اور گھبرا جائیں جسے آج کل کی اصطلاح میں پروپیگنڈا کہتے ہیں۔ ان ایذاؤں کے سدِ باب کے لیے یہ آیتیں نازل ہوئیں۔

چنانچہ فرماتے ہیں اے نبی اپنی عورتوں سے اور اپنی بیٹیوں سے اور مسلمانوں کی عورتوں سے کہہ دیجئے کہ جب ضرورت کے لیے اپنے گھروں سے باہر نکلیں تو اپنے اوپر تھوڑی سی اپنی چادریں لٹکا لیں تاکہ ان کا سر اور چہرہ اور بدن کسی کو نظر نہ آئے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی عورتوں کو حکم دیا کہ جب وہ کسی ضرورت کے لیے اپنے گھروں سے نکلیں تو اپنے سروں اور چہروں کو بڑی چادروں سے ڈھانک لیں۔ البتہ ایک آنکھ کسی طرح کھول لیں جس سے ان کو راستہ نظر آسکے اس طرح سے سر اور چہرہ اور بدن کا چھپانا بہت قریب ہے اس بات کے کہ پہچان لی جاویں کہ یہ پردہ والی اور پاکباز عورتیں ہیں اور ان کے ردا کے

ذلیل و خوار ہوں گے کہ جہاں کہیں بھی پائے جائیں گے پکڑے جائیں گے یعنی کہیں بھی بچ کر جا نہ سکیں گے اور گرفتار ہوں گے اور تہ تیغ کیے جائیں گے اور خوب قتل کیے جائیں گے کہیں ان کو پناہ نہیں ملے گی۔

اللہ کا یہی طریقہ اور دستور رہا ہے گزشتہ لوگوں کے بارہ میں جنہوں نے خالق پر مکر و فریب اور شرارت کی کہ اول اللہ نے ان کو مہلت دی، آخر جب ان کے نفاق کا پردہ چاک ہوگیا تو ان کو گرفتار کر کے خوب قتل کیا۔ اور آپ اللہ کے اس طریقہ اور دستور میں ہرگز کوئی تغیر و تبدل نہ پائیں گے مدینہ کے منافقین اگر عورتوں کو چھیڑنے سے اور جھوٹی خبریں اڑانے سے باز نہ آئے تو ان کا بھی یہی انجام ہوگا۔

چنانچہ جس وقت سورۂ توبہ نازل ہوئی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے منافقین کو مسجد میں جمع کر کے خطبہ دیا اور خطبہ کے دوران نام بنام فرمایا کہ فلاں تو کھڑا ہو اور نکل جا تو منافق ہے، جس پر منافقوں کے قرابت دار جو مومنین مخلصین تھے انہوں نے ان منافقین کو ذلت و خواری کے ساتھ مسجد سے نکال دیا۔

(تفسیر قرطبی ص ۲۴۶ ج ۱۴)

ف: اس آیت میں بصیغہ جمع بَنٰتِكَ فرمایا ہے، وہ صراحۃً اس پر دلالت کرتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی متعدد صاحبزادیاں تھیں، بعض لوگ حضرت رقیہؓ اور حضرت ام کلثومؓ کو اولاد صلبی سے خارج سمجھتے ہیں جن کا نکاح حضرت عثمانؓ سے ہوا تھا۔ ان کا یہ خیال سراسر غلط اور صریح نص قرآنی کے خلاف ہے۔

يَسْـَٔلُكَ النَّاسُ عَنِ السَّاعَةِ ۭ قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا

لوگ پوچھتے ہیں تجھ سے قیامت کو، تو کہہ اس کی خبر ہے

عِنْدَ اللّٰهِ ۭ وَمَا يُدْرِيْكَ لَعَلَّ السَّاعَةَ تَكُوْنُ

اللہ ہی کے پاس۔ اور تو کیا جانے شاید وہ گھڑی پاس ہی ہو

قَرِيْبًا ﴿۶۳﴾ اِنَّ اللّٰهَ لَعَنَ الْكٰفِرِيْنَ وَاَعَدَّ لَهُمْ

بے شک اللہ نے پھٹکارا ہے منکروں کو اور رکھی ہے ان کے واسطے

سَعِيْرًا ﴿۶۴﴾ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ۚ لَا يَجِدُوْنَ وَلِيًّا

دہکتی آگ۔ رہا کریں اس میں ہمیشہ، نہ پائیں کوئی حمایتی

وَّلَا نَصِيْرًا ﴿۶۵﴾ يَوْمَ تُقَلَّبُ وُجُوْهُهُمْ فِي النَّارِ

اور نہ مددگار۔ جس دن اوندھے ڈالے جائیں ان کے منہ آگ میں

آپ سے مخالفانہ طور پر سوال کرتے ہیں کہ قیامت کب ہوگی؟ آپ ان سے کہہ دیجئے کہ قیامت کے وقت کا علم تو بس اللہ ہی کے پاس ہے، اللہ نے کسی نبی مقرب اور نبی مرسل کو بھی اس کی اطلاع نہیں دی اور آپ کو کیا معلوم شاید قیامت قریب ہی ہو، جب سارے ہی نشانات گذر چکے اور نبی آخر الزمان آ چکے تو سمجھ لو کہ قیامت قریب ہی ہے اس فکر میں مت پڑو کہ قیامت کب آئے گی، اس کا سامان کرو اور اس کی تیاری کرو تم سارے جہان کی قیامت کو کیا پوچھتے ہو تمہاری قیامت یعنی تمہاری موت کہیں سر پر نہ کھڑی ہو، بیشک اللہ نے دور پھینک دیا ہے کافروں کو اپنی رحمت سے جو کہ نبوت اور قیامت کے منکر ہیں اور دہکتی ہوئی آگ کا عذاب ان کے لیے تیار کر رکھا ہے جس میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے اور نہ پائیں گے کوئی دوست اور نہ مددگار جو ان سے عذاب کو ہٹا سکے جس دن ان کے چہرے آگ میں الٹ پلٹ کیے جائیں گے یعنی سوختہ کباب کی طرح جلائے جائیں گے کباب کے گوشت کی طرح بار بار ان کو آگ پر رکھا جائے گا اور وہ اس وقت یہ تمنا کریں گے کہ کاش ہم دنیا میں اللہ اور رسول کی تابعداری کرتے پھر جن کافروں سے ! ان کو گمراہ کیا تھا ان کی شکایت کریں گے اور کہیں گے کہ اے ہمارے پروردگار ہم نے اپنے سرداروں کی اور اپنے بڑوں کی اطاعت کی تھی ان لوگوں نے ہم کو گمراہ کر کے راستہ سے بے راہ کیا، اے پروردگار ان کو ہم سے دوچند عذاب دے اور ان پر بہت ہی بڑی لعنت کیجئے تو وہ کہیں گے گمراہ رہے اور ہم کو بھی گمراہ کیا ان پر دو چند عذاب نازل کیجئے اور سخت لعنت کیجئے۔ اب آئندہ آیت میں اللہ تعالیٰ اہل ایمان کو ادب سکھاتا ہے کہ تم کافروں کی طرح یا قوم موسیٰ کی طرح اپنے نبی کو کسی قسم کی ایذا نہ پہنچاؤ۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ اٰذَوْا مُوْسٰى

اے ایمان والو! تم مت ہو ویسے جنہوں نے ستایا موسیٰ کو

فَبَرَّاَهُ اللّٰهُ مِمَّا قَالُوْا ۭ وَكَانَ عِنْدَ اللّٰهِ وَجِيْهًا ﴿۶۹﴾

پھر بے عیب دکھایا اس کو اللہ نے ان کے کہنے سے اور تھا اللہ کے پاس آبرو والا۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا ﴿۷۰﴾

اے ایمان والو! ڈرتے رہو اللہ سے اور کہو بات سیدھی۔

يُّصْلِحْ لَكُمْ اَعْمَالَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ۭ وَمَنْ

کہ سنوار دے تم کو تمہارے کام۔ اور بخشے تم کو تمہارے گناہ۔ اور جو کوئی

قولِ سدید۔ تقویٰ کے معنی خوفِ خداوندی کے ہیں جس کا تعلق قلب سے ہے اور قولِ سدید یعنی ٹھیک بات کہنا اس کا تعلق زبان سے ہے مطلب یہ ہے کہ اگر تم ان باتوں کو اختیار کرو گے تو اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال کی اصلاح فرما دیں گے جب قلب درست ہو جائے اور زبان درست ہو جائے تو دوسرے باقی اعمال درست ہو جائیں گے۔ اعمال کا دارومدار زیادہ تر انہی دو چیزوں پر ہے ایک دل اور ایک زبان جب یہ دونوں درست ہو جائیں گے تو باقی بھی درست ہو جائیں گے۔ تمام اعضاء میں سب سے زیادہ تیز اور مؤثر زبان ہے ہر عضو تھک جاتا ہے مگر زبان نہیں تھکتی، یہی مضمون حدیث میں ہے۔ اذا اصبح ابن آدم فان الاعضاء کلہا تکفر اللسان فتقول اتق اللہ فینا فانما نحن بک فان استقمت استقمنا وان اعوججت اعوججنا۔ جب ابن آدم صبح کرتا ہے تو تمام اعضاء زبان کو قسم دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اے زبان ہمارے بارہ میں اللہ سے ڈر کیونکہ ہم تیرے ساتھ ہیں پس اگر تو درست ہوگی تو ہم سب درست رہیں گے اور اگر تو کج ہوگی تو ہم سب کج رہیں گے (ماخوذ از تسہیل الاصلاح و مقدمہ از دعوات عبدیت حصہ دوم)

إِنَّا عَرَضْنَا الْأَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ وَ

ہم نے دکھلائی امانت آسمانوں کو اور زمین کو اور

الْجِبَالِ فَأَبَيْنَ أَنْ يَحْمِلْنَهَا وَأَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا

پہاڑوں کو پھر سب نے قبول نہ کیا کہ اس کو اٹھاویں اور اس سے ڈر گئے اور اٹھا لیا

الْإِنْسَانُ ۖ إِنَّهُ كَانَ ظَلُومًا جَهُولًا ﴿٧٢﴾ لِيُعَذِّبَ اللَّهُ

اس کو انسان نے، یہ ہے بڑا بے ترس نادان ۔ تا عذاب کرے اللہ

الْمُنٰفِقِينَ وَالْمُنٰفِقٰتِ وَالْمُشْرِكِينَ وَالْمُشْرِكٰتِ

منافق مردوں کو اور عورتوں کو اور شریک والے مردوں کو اور عورتوں کو

وَيَتُوبَ اللَّهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنٰتِ ۗ وَكَانَ

اور معاف کرے اللہ ایماندار مردوں کو اور عورتوں کو ۔ اور ہے

اللَّهُ غَفُورًا رَّحِيمًا ﴿٧٣﴾

اللہ بخشنے والا مہربان ۔

ترغیب حفاظت امانت و ترہیب از خیانت و اضاعت

قال اللہ تعالیٰ۔ اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ ۔۔۔ الیٰ ۔۔۔ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۔

(ربط) گزشتہ آیات میں اطاعت خداوندی اور رسول اور ایمان اور تقویٰ اور قول سدید کی تاکید تھی جس کا مطلب یہ تھا کہ اطاعت خدا اور رسول اللہ کی ایک امانت ہے جس کو ایمان لاکر تم نے قبول کیا ہے یا روز عہد الست سے جس کو تم نے بلیٰ کہہ کر قبول کیا ہے وہ تمہارے پاس خدا کی امانت ہے اور ظاہر ہے کہ تمام خوبیوں کی جڑ صفت امانت ہے جیسا کہ حدیث میں ہے۔ لا ایمان لمن لا امانة له۔ اس لیے ختم سورت پر آیت میں امانت کا مرتبہ اور اس کی عظمت اور نفاست اور کرامت کو بیان کرتے ہیں کہ امانت الٰہیہ اس قدر عظیم اور ثقیل ہے کہ آسمان اور زمین بھی اس کے بوجھ کو برداشت نہیں کر سکے انسان نے چونکہ اس امانت الٰہیہ کو قبول کیا ہے لہٰذا انسان کو چاہئے کہ خدا کی اس امانت اور عہد الست کی پوری پوری حفاظت کرے مبادا اس ظلوم و جہول کی غفلت سے یہ امانت کہیں ضائع نہ ہو جائے اور مبادا شیطان تم کو دھوکہ دے کر خیانت پر آمادہ کرے ؎

کردۂ بار امانت را قبول   از کشیدن پس نباید شد ملول

امانت کو صاحب امانت کو ادا کرنا اور صحیح سالم اس تک پہنچا دینا فرض اور واجب ہے اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰٓى اَهْلِهَا لہٰذا تم کو چاہئے کہ اللہ کی امانت یعنی اطاعت کی حفاظت میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھو اور اس کا حق ادا کرو تاکہ حدود و عنایات خداوندی مقصود اور اس کو ضائع کرکے مستحق عذاب نہ ہو خوب سمجھ لو کہ خدا اور رسول کو ایذا پہنچانے والے اور یہ تمام منافقین اور منافقات اور مشرکین اور مشرکات سب جو عہد الست کے ایمان اور خائن ہیں ان سب نے اللہ کی امانت میں خیانت کی اللہ ان کو سزا دے گا البتہ جن مؤمنین اور مؤمنات سے اس امانت کے بارہ میں کوئی تقصیر اور کوتاہی ہوتی ہوگی تو حق تعالیٰ اس سے درگذر فرمائے گا اور وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا کا یہی مطلب ہے اور اصل امانت کا خلاصہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ہے یعنی اقرار الوہیت اور اقرار رسالت جس کا حاصل اور محصول اطاعت خداوندی ہے جو بمنزلہ امانت کے ہے اس کی حفاظت واجب ہے اور اس میں خیانت ناجائز اور حرام ہے۔

خلاصۂ کلام یہ کہ حق جل شانہ نے اس سورت میں بار بار مؤمنین مخلصین کو یٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا کی ندا اور خطاب سے عزت بخشی جس کا صاف مطلب یہ ہے کہ ایمان کا مقتضی یہ ہے اور حدیث میں ہے لا ایمان لمن لا امانة له جس میں امانت کی صفت نہیں اس میں ایمان بھی نہیں اس لیے اب

جبال اور تمام مخلوق زمین آسمان انسان اس کے لئے آمادہ ہو گیا تو اللہ تعالیٰ نے اس کو مکلف بنا دیا یعنی اس کو صفت اختیار مع عقل کے عطا کر دی گئی، باقی مخلوق میں صفت اختیار اور عقل نہیں ہے وہ جن احکام تکوینیہ یا عبادات کو بجا لاتے ہیں وہ ان کے لئے طبعی ہیں یعنی ان کی قوت ارادیہ اس کے خلاف کی طرف مائل ہی نہیں ہوتی بخلاف انسان کے کہ جن احکام کا یہ مکلف ہے وہ اس کے لئے طبعی نہیں بلکہ اس کی قوت ارادیہ عمل اور عدم عمل دونوں کی طرف مائل ہوتی ہے اب اس کی تکلیف کے معنی یہی ہیں کہ اپنے اختیار سے ایک جانب کو ترجیح دے یعنی جانب عمل کو مامورات میں اور جانب عدم عمل کو منہیات میں ترجیح دے اسی کا نام تحصیل عمل ہے پس امانت یہی ہوئی کہ اللہ تعالیٰ نے مخلوقات سے فرمایا کہ صفت اختیار بعد صفت عقل ہے اس کو کون لیتا ہے جو اس کو لے گا وہ ارادہ سے احکام کا مکلف اور پابند بنا دیا جائے گا اس سے سب ڈر گئے اور انسان تیار ہو گیا۔ کذا فی التکشف والتسہیل صفحہ ۲۳ و صفحہ ۲۴ از مسائل السلوک تجفیف۔

نیز حضرت حکیم الامت تھانوی اپنے ایک دوسرے وعظ میں فرماتے ہیں کہ اس آیت میں امانت سے تکلیف شرعی مراد ہے اور تکلیف شرعی سے مراد احکام کو اپنے اختیار سے بجا لانا ہے یعنی جو اپنے اختیار سے اطاعت کرے گا اس کو ثواب ملے گا اور جو اطاعت نہیں کرے گا اس کو عذاب ہوگا اس کو سن کر سب ڈر گئے حتیٰ آسمان کو ہمت ہوئی اور نہ زمین کو اور نہ پہاڑوں کو، ان میں امانت کا بوجھ اٹھانے سے سب ڈر گئے اور امانت کے اٹھانے سے انکار کر دیا مگر حضرت انسان فوراً بول اٹھے کہ ہم ہیں اس کے اٹھانے والے۔ کچھ دیکھا نہ بھالا اور ہمت کر کے قبول کر لیا وجہ اس ہمت کی وہ ہے کہ جس کی طرف کسی صاحب دل نے اشارہ کیا ہے۔

آسمان بار امانت نتوانست کشید قرعۂ فال بنام من دیوانہ زدند

لفظ دیوانہ اسی کی طرف اشارہ ہے یعنی جوش عشق اور محبت نے ایسا بیخود اور دیوانہ بنا دیا کہ بغیر سوچے سمجھے ہی قبول کر لیا آسمان و زمین میں عشق اور محبت کا مادہ نہ تھا اس لئے ان پر شعور غالب آیا اور بوجھ اٹھانے سے انکار کر دیا انسان پر عشق اور محبت کی وجہ سے بے شعوری غالب آ گئی اس لئے اقرار کر لیا۔ عشق سے خطاب کی لذت محسوس ہوئی اور اندازہ لگا لیا کہ جب خطاب میں لذت ہے تو جب مکلف ہونے کو مان لیں گے تو بار بار خطاب ہوگا اور خوب لطف آئے گا اور بڑا مزہ ہوگا بعد میں چاہے دوزخ میں جانا پڑے لیکن اس لذت کو نہ چھوڑنا چاہئے اور کچھ نہیں تو محبوب سے بات ہی کرنے کا موقع ملے گا جیسے کوئی مریض کسی طبیب پر عاشق ہو جائے اور علاج بھی اسی طبیب کا ہو تو مریض یہ دعا کریگا کہ اے اللہ میں بیمار ہی رہوں تاکہ حکیم صاحب میرے پاس آتے رہیں غرض یہی مادہ عشق کا تھا جس نے عشق کے لئے جوش اور ولولہ اور شوق اور ہیجان اور ولولہ رکھ دیا ہے یہ مادہ انسان میں سب سے زیادہ ہے اسی وجہ سے اگر انسان کی تعریف میں بجائے حیوان ناطق کے حیوان عاشق کہا جائے تو زیادہ بہتر ہے، اور انہ کان ظلوما جہولا میں بھی اسی کی طرف لطیف اشارہ ہے۔

سے اعراض کی بدولت نعمت سے ہاتھ دھو بیٹھے۔

اس سورت میں شروع سے آخر تک تین مضمون بیان فرمائے، توحید، رسالت اور قیامت اور یہی تینوں مضامین اساسات الٰہیہ کے جزو اعظم ہیں اور جو لوگ عیش پرستی میں زیادہ مست ہوتے ہیں وہ لوگ قیامت اور حشر و نشر کے زیادہ منکر ہوتے ہیں ان کی نظر صرف دنیاوی نفعوں پر ہوتی ہے اس لیے اس سورت میں دلائل توحید کے علاوہ ان لوگوں کی خاص طور پر تہدید و توبیخ کی گئی جو قیامت کے منکر تھے جو یہ کہتے تھے لَا تَأْتِيْنَا السَّاعَةُ ان کے جواب میں کہا گیا۔ قُلْ بَلٰى وَرَبِّيْ لَتَأْتِيَنَّكُمْ۔ اس لیے اس سورت کا آغاز اللہ تعالیٰ کی حمد اور شکر سے کیا گیا اور بتلا دیا گیا کہ حمد و شکر کی مستحق صرف وہی ذات ہے جو آسمان و زمین کی مالک ہے اس لیے کہ تمام نعمتوں کا سرچشمہ آسمان کی بارش اور زمین کی پیداوار ہے اس لیے اس سورت میں دلائل توحید کے ساتھ دلائل قیامت کو بھی بیان کیا گیا تاکہ مشرکین اور منکرین قیامت کا رد ہو جائے اور ان لوگوں کا بھی رد فرمایا کہ جو نبی کریم ﷺ کو مفتری اور ساحر اور مجنون کہتے تھے کہ جو شخص علم و حکمت کی باتیں پیش کرتا ہو اس کو مجنون کہنا خود اس کہنے والے کے دیوانہ اور مجنون ہونے کی دلیل ہے۔

ربط۔ گذشتہ سورت کے اخیر میں ذکر تھا کہ کفار بطور تمسخر آپ سے یہ سوال کرتے تھے کہ قیامت کب ہوگی۔ يَسْأَلُكَ النَّاسُ عَنِ السَّاعَةِ اور اس سورت میں یہ ذکر فرمایا کہ کفار صراحۃً قیامت کے منکر ہیں۔ کما قال تعالیٰ وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَا تَأْتِيْنَا السَّاعَةُ۔ اس سورت میں ان کے اس صریح انکار کو نقل کر کے اس کا جواب دیا۔ گذشتہ سورت میں کفار کے سوال کا ذکر تھا اور اس سورت میں ان کے صریح انکار کا ذکر ہے۔

سورۂ سبا مکی ہے اس میں چون آیتیں اور ۶ رکوع ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ

سب خوبی اللہ کی ہے جس کا ہے جو کچھ ہے آسمان اور زمین میں۔

وَلَهُ الْحَمْدُ فِي الْاٰخِرَةِ ۭ وَهُوَ الْحَكِيْمُ الْخَبِيْرُ ①

اور اسی کی تعریف ہے آخرت میں۔ اور وہی ہے حکمتوں والا سب جانتا۔

سبا

يَعْلَمُ مَا يَلِجُ فِي الْأَرْضِ وَمَا يَخْرُجُ مِنْهَا وَمَا

جانتا ہے جو پیٹھتا ہے زمین میں اور جو نکلتا ہے اس سے اور جو

يَنْزِلُ مِنَ السَّمَاءِ وَمَا يَعْرُجُ فِيهَا ۚ وَهُوَ الرَّحِيمُ

اترتا ہے آسمان سے اور جو چڑھتا ہے اس میں، اور وہی ہے رحم

الْغَفُورُ ﴿۲﴾

والا بخشتا۔

آغاز سورت بتمجید و توحید خداوند رب العزت

قال اللہ تعالیٰ۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ... الیٰ ... وَهُوَ الرَّحِيْمُ الْغَفُوْرُ۔

حق جل شانہ نے قرآن کریم میں پانچ سورتوں کو الحمد سے شروع فرمایا (۱) سورۃ الفاتحہ۔ (۲) سورۃ الانعام (۳) سورۃ کہف (۴) چوتھی سورت یہ سورۂ سبا ہے (۵) پانچویں سورت جو اس کے بعد آنے والی ہے یعنی سورۂ فاطر جسے سورۂ ملائکہ بھی کہتے ہیں۔ حقیقت تو یہ ہے کہ حق تعالیٰ کی نعمتیں بے شمار ہیں لیکن بظاہر وہ نعمتیں دو قسم کی ہیں ایک نعمت ایجاد اور ایک نعمت بقا۔ ایجاد کے معنی معدوم کو موجود کرنے کے ہیں اور بقاء کے معنی موجود کو باقی اور زندہ رکھنے کے اور زندہ رہنے کے سامان عطا کرنے کے ہیں اور پھر ایجاد اور بقاء کی دو قسمیں ہیں ایک دنیوی اور ایک اخروی اور ایک روحانی اور ایک جسمانی پس ان پانچ سورتوں میں اللہ تعالیٰ نے کہیں ایجاد کی نعمتیں اور کہیں بقاء کی نعمتیں ذکر کیں اور کہیں دنیاوی اور جسمانی نعمتوں اور کہیں اخروی اور روحانی نعمتوں کا ذکر کیا جس سے ہر جگہ شکر کی ترغیب دینا مقصود ہے اس سورت کے شروع میں اول عالم دنیا کی نعمتوں کا ذکر فرمایا اور اس کے بعد عالم آخرت کی نعمت مغفرت اور ان کے رزق کریم کا اور دیگر معنوی نعمتوں کا ذکر فرمایا اور ان لوگوں کی مذمت کی جو اخروی نعمتوں کے منکر ہیں۔ چنانچہ فرماتے ہیں کہ تمام تعریفیں اسی خدائے برحق کے لیے سزاوار ہیں کہ جس کے ہاتھ میں ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اور آخرت میں بھی اسی کیلئے حمد و ثنا ہے فرق یہ کہ دنیا اور آخرت میں وہی حمد و ثنا کا مستحق اور سزاوار ہے۔ فرق اتنا ہے کہ دنیا میں ظاہراً کسی اور کی بھی تعریف ہو جاتی ہے مگر وہ درحقیقت اللہ ہی کے فعل کا پردہ ہوتی ہے اور آخرت میں کوئی پردہ نہیں اور نہ کوئی واسطہ ہے آخرت میں جو کچھ بھی ہے وہ سب اسی کی طرف سے ہے اور درمیان میں کوئی واسطہ نہیں نیز دنیا اور آخرت کی حمد میں ایک فرق

یہ ہے کہ دنیا میں اللہ کی حمد بطور عبادت ہے اور اختیاری ہے اور آخرت میں اللہ کی حمد بطور لذت و فرحت ہے اور بمنزلہ سانس کے غیر اختیاری ہے اور وہی ہے حکمتوں والا جس نے آسمان اور زمین کو اپنی حکمتوں کے واسطہ اور پردہ بنایا اور سب چیزوں سے باخبر ہے وہ خوب جانتا ہے جو چیز زمین کے اندر داخل ہوتی ہے اور جو چیز زمین سے نکلتی ہے اور وہ خوب جانتا ہے جو کچھ آسمان سے اترتا ہے اور جو آسمان میں چڑھتا ہے جیسے بندوں کے اعمال صالحہ اور دعائیں اور ان کے کلمات طیبہ اور ارواح طاہرہ اور وہ بڑا مہربان ہے اور گناہوں کو معاف کرنے والا ہے۔ بندوں کے گناہوں اور عیبوں کو رحمت کے پردہ میں چھپا رکھا ہے۔

❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖

وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لَا تَأْتِينَا السَّاعَةُ ۖ

اور کہنے لگے منکر نہ آوے گی ہم پر وہ گھڑی

قُلْ بَلَىٰ وَرَبِّي لَتَأْتِيَنَّكُمْ عَالِمِ الْغَيْبِ ۖ لَا يَعْزُبُ

تو کہہ کیوں نہیں قسم میرے رب کی البتہ آوے گی تم پر اس چھپے جاننے والے کی

عَنْهُ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ فِي السَّمَاوَاتِ وَلَا فِي الْأَرْضِ وَ

غائب نہیں ہو سکتا اس سے کچھ ذرہ بھر آسمانوں میں اور نہ زمین میں اور

لَا أَصْغَرُ مِنْ ذَٰلِكَ وَلَا أَكْبَرُ إِلَّا فِي كِتَابٍ مُبِينٍ ﴿٣﴾

کوئی چیز نہیں اس سے چھوٹی نہ اس سے بڑی جو نہیں ہے کھلی کتاب میں۔

لِيَجْزِيَ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ ۚ أُولَٰئِكَ لَهُمْ

تا بدلہ دیوے اُن کو جو یقین لائے اور کیے بھلے کام۔ وہ جو ہیں اُن کو

مَغْفِرَةٌ وَرِزْقٌ كَرِيمٌ ﴿٤﴾ وَالَّذِينَ سَعَوْا فِي آيَاتِنَا

ہے معافی اور روزی عزت کی۔ اور جو لوگ دوڑے ہماری آیتوں کے

مُعَاجِزِينَ أُولَٰئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مِنْ رِجْزٍ أَلِيمٌ ﴿٥﴾

ہرانے کو۔ اُن کو بلا کی مار ہے دکھ والی ہے

ع ۱۲

وَيَرَى الَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ الَّذِي أُنزِلَ إِلَيْكَ مِن

اور دیکھ لیتے ہیں جن کو ملی ہے سمجھ، کہ جو تجھ پر اترا تیرے رب

رَّبِّكَ هُوَ الْحَقَّ وَيَهْدِي إِلَىٰ صِرَاطِ الْعَزِيزِ الْحَمِيدِ ﴿٦﴾

سے وہی ٹھیک ہے اور سوجھاتا ہے راہ اس زبردست خوبیوں والے کی۔

وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا هَلْ نَدُلُّكُمْ عَلَىٰ رَجُلٍ يُنَبِّئُكُمْ

اور کہنے لگے منکر، ہم بتاویں تم کو ایک مرد کہ تم کو خبر دیتا ہے

إِذَا مُزِّقْتُمْ كُلَّ مُمَزَّقٍ إِنَّكُمْ لَفِي خَلْقٍ جَدِيدٍ ﴿٧﴾

جب تم پھٹ کر ہو جاؤ ٹکڑے ٹکڑے تم کو پھر نیا بننا ہے۔

أَفْتَرَىٰ عَلَى اللَّهِ كَذِبًا أَم بِهِ جِنَّةٌ ۗ بَلِ الَّذِينَ لَا

کیا بنا لایا ہے اللہ پر جھوٹ! یا اس کو سودا ہے۔ کوئی نہیں! پر جو

يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ فِي الْعَذَابِ وَالضَّلَالِ الْبَعِيدِ ﴿٨﴾

یقین نہیں رکھتے آخرت کا۔ آفت میں ہیں اور صریح غلطی میں۔

أَفَلَمْ يَرَوْا إِلَىٰ مَا بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَمَا خَلْفَهُم

کیا دیکھتے نہیں! جو کچھ ان کے آگے ہے اور پیچھے ہے۔

مِّنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ ۚ إِن نَّشَأْ نَخْسِفْ بِهِمُ الْأَرْضَ

آسمان و زمین۔ اگر ہم چاہیں دھنسا دیں ان کو زمین میں،

أَوْ نُسْقِطْ عَلَيْهِمْ كِسَفًا مِّنَ السَّمَاءِ ۚ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ

یا گرا دیں ان پر ٹکڑا آسمان سے۔ اس میں پتا ہے ہر

لَآيَةً لِّكُلِّ عَبْدٍ مُّنِيبٍ ﴿٩﴾

بندے کو، جو رجوع رکھتا ہے۔

اثبات معاد مقرون بہ قسم برائے تہدید اہل کفر و عناد

قال اللہ تعالیٰ ۔ وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لَا تَأْتِينَا السَّاعَةُ ... الیٰ ... إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَةً لِّكُلِّ عَبْدٍ مُّنِيبٍ

(ربط) اوپر تحمید اور توحید کا ذکر تھا اب آئندہ آیت میں منکرین حشر کی ایک بیہودہ بات کا ذکر کر کے اس کا رد فرماتے ہیں اور بیہودگی پر تہدید بھی فرماتے ہیں (شیخ زادہ صفحہ ۴۰۴)

اور یہ بتلاتے ہیں کہ قیامت ضرور آئے گی اور جو لوگ قیامت کے ساتھ استہزاء کرتے ہیں ان کو ان کے اعمال کی ضرور سزا ملے گی چنانچہ فرماتے ہیں اور کافر و مشرک جو امانت کے ثواب اور خیانت کے عقاب کے منکر ہیں اور حیات دنیاوی پر بھروسہ کیے ہوئے ہیں یہ کہتے ہیں کہ ہم پر قیامت نہیں آئے گی ہمیں کسی عذاب اور حساب کا ڈر نہیں سو اے پیغمبر آپ ان منکرین قیامت سے کہہ دیجئے کہ کیوں نہیں قسم ہے میرے پروردگار کی وہ قیامت تم پر ضرور آئے گی اور وہ قیامت کے لانے پر قادر ہے کیونکہ وہ ایسا پروردگار ہے کہ جو ایسا غیب دان ہے کہ آسمان اور زمین کا کوئی ذرہ اور کوئی چھوٹی بڑی چیز اس سے پوشیدہ نہیں مگر وہ سب لوح محفوظ میں ثبت ہے اور کتاب میں لکھی ہوئی ہے بدن اگرچہ ریزہ ریزہ ہو گئیں مگر سب اس کے علم اور قدرت سے غائب نہیں پہلی مرتبہ کی طرح پھر دوبارہ سب کو جمع کر کے زندہ کرے گا تاکہ ثواب عطا فرمائے ان لوگوں کو جو ایمان لائے اور جنہوں نے نیک کام کیے سو ایسے لوگوں کے لیے مغفرت ہے اور بہشت میں عزت کی روزی ہے بطریق رحمت ان کو روزی ملے گی۔ مغفرت تو بوجہ ایمان کے ہے اور عزت کی روزی عمل صالح کی وجہ سے ہے گویا کہ رزق کریم اطاعت کا انعام ہے۔ (تفسیر کبیر صفحہ ۲۴۰)

اور جو لوگ ہماری آیتوں کا مقابلہ کرنے کے لیے دوڑتے ہیں اور ان کے باطل کرنے کی کوشش کرتے ہیں ان کے لیے سخت قسم کا دردناک عذاب ہے۔ امانت میں خیانت کی سزا ان کے سامنے آ جائے گی اور جن لوگوں کو علم دیا گیا یعنی صحابہ کرام اور علماء اہل کتاب وہ خوب جانتے ہیں کہ جو قرآن من جانب اللہ آپ کی طرف اتارا گیا ہے وہ بلاشبہ حق ہے اور ایسے خدا کی راہ دکھاتا ہے جو غالب ہے اور خوبیوں والا ہے یعنی جو اس قرآن کی ہدایت پر چلے گا وہ خدا تک پہنچ جائے گا یا یہ معنی ہیں کہ اہل علم اور اہل ایمان قیامت کے دن اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں گے کہ قرآن نے جس ثواب اور عقاب کی خبر دی تھی وہ بالکل حق ہے اور جو لوگ کافر ہیں وہ آپس میں بطور طعنہ اور تمسخر یہ کہتے ہیں کہ کیا ہم تم کو ایسا شخص بتلا دیں کہ جو تم کو یہ خبر دیتا ہے کہ جب تم ریزہ ریزہ ہو کر پوری طرح پراگندہ ہو جاؤ گے تو تم پھر از سر نو پیدا ہو گے بھلا یہ کیونکر ممکن ہے یہ شخص تو ایک ناممکن اور محال کی خبر دیتا ہے کیا اس شخص نے خدا پر قصداً جھوٹ باندھا ہے یا

اس کو کسی قسم کا جنون ہے کہ جو کہتا ہے اس کو سمجھتا نہیں بلا قصد اس سے ایسی باتیں نکل رہی ہیں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں، وہ دونوں باتیں غلط ہیں بلکہ جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے وہی عذاب میں اور دور دراز گمراہی میں پڑے ہوئے ہیں اور بہکی ہوئی باتیں کرتے ہیں اور حقیقت کو سمجھتے نہیں اور دوبارہ زندہ ہونے کو محال سمجھتے ہیں اس لیے آئندہ آیت میں امکان حشر کی ایک دلیل بیان کرتے ہیں۔ پس کیا ان لوگوں نے آسمان اور زمین کی طرف نہیں دیکھا جو ان کو سامنے سے اور پیچھے سے محیط ہے اور یہ سب ان دونوں میں محبوس ہیں چاروں طرف سے ان کو گھیرے ہوئے ہیں بھاگنے اور نکلنے کا کوئی راستہ نہیں پھر بھی ہماری قدرت کے قائل نہیں ہوتے ہم تو ان کی سزا پر ہر وقت قادر ہیں چاہیں تو قارون کی طرح ان کو زمین میں دھنسا دیں یا اگر چاہیں تو قوم لوط کی طرح ان پر آسمان سے پتھر کے ٹکڑے گرا دیں اور ان کو ہلاک کر دیں اور ابھی ان پر قیامت قائم کر کے سب کو تباہ اور برباد کر دیں پھر بھی یہ لوگ ہماری آیتوں کی تکذیب کرتے ہیں۔ بے شک اس میں یعنی آسمان و زمین میں عبرت ہے ہر اس بندہ کے لیے جو خدا کی طرف رجوع کرنے والا ہو کہ جو خداوند قدیر آسمان سے پتھر برسانے اور زمین میں دھنسانے پر قادر ہو۔ اسے دوبارہ زندہ کرنا کیا مشکل ہے پورا عالم اسی کی خدائی یعنی آسمان و زمین میں محصور اور محبوس ہے کسی کی مجال نہیں کہ اس کی قدرت کے دائرہ سے باہر نکل سکے عجیب بات ہے کہ یہ منکرین قیامت جن کے انگشت قدرت میں بند ہیں اسی کی قدرت کے منکر بنے ہوئے ہیں۔

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا دَاوٗدَ مِنَّا فَضْلًا ۖ يٰجِبَالُ اَوِّبِيْ

اور ہم نے دی داؤد کو اپنی طرف سے بڑائی۔ اے پہاڑو! رجوع

مَعَهٗ وَالطَّيْرَ ۚ وَاَلَنَّا لَهُ الْحَدِيْدَ ﴿١٠﴾ اَنِ اعْمَلْ

کے پڑھو اس کے ساتھ اور اڑتے جانورو! اور نرم کر دیا ہم نے اس کے آگے لوہا۔ کہ بنا کشادہ

سٰبِغٰتٍ وَّقَدِّرْ فِي السَّرْدِ وَاعْمَلُوْا

زرہیں اور اندازے سے جوڑ کڑیاں اور کرو تم سب

صَالِحًا ۖ اِنِّيْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴿١١﴾ وَلِسُلَيْمٰنَ

کام بھلا۔ میں جو کرتے ہو دیکھتا ہوں۔ اور سلیمان کے

الرِّيْحَ غُدُوُّهَا شَهْرٌ وَّرَوَاحُهَا شَهْرٌ ۚ وَاَسَلْنَا لَهٗ

آگے باؤ، صبح کی منزل ایک مہینے کی راہ اور شام کی منزل ایک مہینے اور بہا دیا ہم نے

عَيْنَ الْقِطْرِ ۖ وَمِنَ الْجِنِّ مَن يَعْمَلُ بَيْنَ يَدَيْهِ

اس کے واسطے چشمہ پگھلتے تانبے کا، اور جنوں میں سے کتنے لوگ جو محنت کرتے اس کے سامنے

بِإِذْنِ رَبِّهِ ۖ وَمَن يَزِغْ مِنْهُمْ عَنْ أَمْرِنَا نُذِقْهُ

اس کے رب کے حکم سے، اور جو کوئی پھرے ان میں ہمارے حکم سے، چکھاویں ہم اس

مِنْ عَذَابِ السَّعِيرِ ﴿١٢﴾ يَعْمَلُونَ لَهُ مَا يَشَاءُ مِن

کو آگ کی مار۔ بناتے اس کے واسطے جو چاہتا

مَّحَارِيبَ وَتَمَاثِيلَ وَجِفَانٍ كَالْجَوَابِ وَقُدُورٍ

قلعے اور تصویریں اور لگن جیسے تالاب اور دیگیں

رَّاسِيَاتٍ ۚ اعْمَلُوا آلَ دَاوُودَ شُكْرًا ۚ وَقَلِيلٌ مِّنْ

چولھوں پر جمی ہوئیں۔ کام کرو داؤد کے گھر والو! حق مان کر۔ اور تھوڑے ہیں

عِبَادِيَ الشَّكُورُ ﴿١٣﴾ فَلَمَّا قَضَيْنَا عَلَيْهِ الْمَوْتَ مَا

میرے بندوں میں حق ماننے والے۔ پھر جب تقدیر کی ہم نے اس پر موت۔ نہ

دَلَّهُمْ عَلَىٰ مَوْتِهِ إِلَّا دَابَّةُ الْأَرْضِ تَأْكُلُ مِنسَأَتَهُ ۖ

جتایا ان کو اس کا مرنا مگر کیڑے نے گھن کے کھاتا رہا اس کا عصا

فَلَمَّا خَرَّ تَبَيَّنَتِ الْجِنُّ أَن لَّوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ الْغَيْبَ

پھر جب وہ گر پڑا معلوم کیا جنوں نے کہ اگر خبر رکھتے ہوتے غیب کی

مَا لَبِثُوا فِي الْعَذَابِ

نہ رہتے ذلت کی

الْمُهِينِ ﴿١٤﴾

تکلیف میں۔

قصۂ داؤد و سلیمان علیہما الصلوٰۃ والسلام

قال اللہ تعالٰی۔ وَلَقَدْ اٰتَیْنَا دَاوٗدَ مِنَّا فَضْلًا ۔۔۔ الیٰ ۔۔۔ مَا لَبِثُوْا فِی الْعَذَابِ الْمُهِیْنِ

ربط۔ گذشتہ آیات میں آسمان و زمین کی پیدائش کا ذکر کر کے فرمایا۔ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَةً لِّكُلِّ عَبْدٍ مُّنِیْبٍ یعنی آسمان و زمین کی پیدائش میں خدا کی قدرت کی نشانی ہے ہر عبد منیب کے لیے یعنی ہر اس بندہ کے لیے جو خدا کی طرف متوجہ اور حقیقت جو ہو اب ان آیات میں دو خاص عبد منیب کا قصہ ذکر کرتے ہیں جو خدا کی طرف خاص طور پر متوجہ اور حقیقت جو تھے یہ دو عبد منیب اللہ کے وہ خاص بندے تھے جن پر اللہ نے ظاہری اور باطنی نعمتیں مکمل فرمائیں اور نبوت کے ساتھ ان کو بے مثال سلطنت بھی عطا کی مگر باوجود دین و دنیا کی نعمتوں کے جمع ہونے کے منعم حقیقی کے شکر سے غافل نہیں ہوئے اور اگر کسی وقت ذرا غفلت ہوئی تو سجدہ میں جا گرے اور استغفار کرنے لگے چنانچہ داؤد علیہ السلام کے قصہ میں ہے فَاسْتَغْفَرَ رَبَّهٗ وَخَرَّ رَاكِعًا وَّاَنَابَ اور سلیمان علیہ السلام کے حق میں ہے۔ وَاَلْقَیْنَا عَلٰی كُرْسِیِّهٖ جَسَدًا ثُمَّ اَنَابَ۔

نیز اس قصہ میں منکرین قیامت کا بھی جواب ہے کہ جب خدا تعالیٰ پر قادر ہے کہ کسی بندہ کے لیے پہاڑوں کو مسخر کر سکتا ہے اور لوہے کو موم کی طرح نرم بنا سکتا ہے تو کیا وہ خدا اس پر قادر نہیں کہ اجزائے انسانی اور عظام جسمانی یعنی انسانی ہڈیوں کو مع ان کے قوائے طبعی اور انسانی کے دوبارہ زندہ کرنے پر قادر نہیں چنانچہ فرماتے ہیں اور البتہ تحقیق ہم نے داؤد علیہ السلام کو اپنی طرف سے ایک خاص بزرگی عطا کی کہ نبوت کے ساتھ ان کو سلطنت اور اس کا ساز و سامان بھی عطا کیا ہم نے ان کو جو نعمتیں عطا کیں ان میں ہر نعمت ان کی فضیلت اور کرامت اور ان کی نبوت کی دلیل تھی اور ہماری کمال قدرت کی بھی دلیل تھی۔

چنانچہ ہم نے پہاڑوں کو حکم دیا کہ اے پہاڑو تم بھی داؤد کے ساتھ اللہ کی تسبیح کرو اور اللہ کی طرف رجوع کرو کہ جب داؤد علیہ السلام اللہ کا ذکر کریں اور اس کی تسبیح میں مشغول ہوں تو تم بھی ان کے ساتھ اللہ کی تسبیح اور اس کے ذکر میں مشغول ہو جاؤ اور اسی طرح پرندوں کو بھی یہی حکم دیا کہ تم بھی ان کے ساتھ تسبیح کیا کرو۔ کما قال تعالٰی اِنَّا سَخَّرْنَا الْجِبَالَ مَعَهٗ یُسَبِّحْنَ بِالْعَشِیِّ وَالْاِشْرَاقِ وَالطَّیْرَ مَحْشُوْرَةً۔

جب داؤد علیہ السلام اللہ کی تسبیح پڑھتے تو پہاڑ بھی حقیقۃً آواز بلند ان کے ساتھ تسبیح پڑھتے اور پرندے بھی ان کے ساتھ حقیقۃً تسبیح پڑھتے اور یہ تسبیح حقیقی تھی بزبان حال یا صدائے بازگشت نہ تھی یہ سب داؤد علیہ السلام کا معجزہ تھا اور خدا کی قدرت کا کرشمہ تھا کہ جو خدا بے جان اور بے زبان چیزوں کو گویائی عطا کر سکتا ہے وہ مُردوں کے بے جان اور بے زبان ذرّوں کو کیوں دوبارہ زندہ نہیں کر سکتا۔

اللہ تعالیٰ نے داؤد علیہ السلام کو حسن صوت یعنی خوش آوازی کا معجزہ عطا فرمایا تھا کہ دنیا کی کوئی

آواز اس کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ داؤد علیہ السلام جب زبور پڑھتے یا اللہ کی تسبیح کرتے تو پرند و چرند اور وحوش
اور پہاڑ ان کے ساتھ حقیقۃً تسبیح کرتے اور پرندے ان کے گرد جمع ہو جاتے اور ان کی طرح آواز کرتے محض
صدائے بازگشت نہ تھی اس لیے کہ وَلَقَدْ اٰتَیْنَا دَاوٗدَ مِنَّا فَضْلًا سے حضرت داؤد کی خاص فضیلت اور
بزرگی کا بیان کرنا مقصود ہے پہاڑوں کی تسبیح سے محض ان کی آواز کا بازگشت مراد لینا بالکل بے معنی ہے۔
صدائے بازگشت فضیلت اور بزرگی کی چیز نہیں قرآن کریم میں ہے وَاِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ
وَلٰكِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِیْحَهُمْ۔ یعنی ہر چیز حقیقۃً اللہ کی تسبیح و تحمید کرتی ہے مگر تم سمجھتے نہیں۔
اور ناسمجھی کی وجہ سے کبھی اس کو تسبیح حالی کہتے ہو اور کبھی صدائے بازگشت۔ القرآن لوگوں کو عقل دے۔

اللہ تعالیٰ نے یوسف علیہ السلام کو حسن و جمال کا معجزہ عطا فرمایا اور داؤد علیہ السلام کو حسن صوت یعنی
خوش آوازی کا معجزہ عطا فرمایا داؤد علیہ السلام اللہ کے خاص محبوب تھے جب خوش الحانی کے ساتھ زبور
پڑھتے یا تسبیح پڑھتے تو ان کی عاشقانہ اور عارفانہ اور مجذوبانہ آواز سے پہاڑ اور چرند و پرند بھی مجذوب
خدا کی طرف متوجہ کرنے والے کے ہو جاتے اور ان کے ساتھ حقیقۃً تسبیح کرنے لگتے اور چرند اور پرند اور
پہاڑوں کی تسبیح و تحمید سب حقیقی تھی جیسے ستون حنانہ کا رونا حقیقی تھا۔ اور حضور پرنور کا معجزہ تھا اسی طرح
داؤد علیہ السلام کی تسبیح و تحمید سے جمادات اور حیوانات کی تسبیح و تحمید داؤد علیہ السلام کا معجزہ تھی۔

ز صوت دلکشش جان تازہ گشتے روان با ذوق بے اندازہ گشتے
سپہر چنگ پشت از لحون سازش اثر ہا بر حال تر شنودہ آواز

داؤد علیہ السلام کی دوسری فضیلت کا ذکر

اور ایک فضیلت و کرامت ہم نے داؤد علیہ السلام کو یہ عطا کی کہ داؤد علیہ السلام کے لیے لوہے
کو بلا سبب ظاہری موم کی طرح نرم کر دیا اور یہ حکم دیا کہ تم اس لوہے سے کشادہ زرہیں بناؤ اور کڑیوں کے
جوڑنے میں اندازہ کا لحاظ رکھو کہ نہ بہت بھاری ہو اور نہ بہت ہلکی ہو اور ایسی مضبوط ہو کہ اس کا پہننے والا
تیر اور تلوار سے بچ سکے۔ یہ بھی داؤد علیہ السلام کا معجزہ تھا کہ لوہا بغیر آگ میں ڈالے اور بغیر ہتھوڑے کے
کوٹے ان کے ہاتھ میں موم کی طرح نرم ہو جاتا اور تاگے کی طرح اس کو بٹ کر زرہ بنا لیتے تاکہ جہاد میں کام
آویں۔ اور اے آل داؤد کافروں کے مقابلہ اور ان کے وار کو روکنے کے لیے تو تم نے کشادہ زرہیں تیار کر
لیں مگر نفس اور شیطان کا وار روکنے کے لیے بھی زرہیں تیار رکھو یعنی تم سب نیک عمل کرتے رہو کہ جس
میں نفسانیت کا شائبہ نہ ہو تحقیق میں تمہارے عمل کو خوب دیکھتا ہوں کہ اس میں کوئی کمزوری تو نہیں کہ
نفس و شیطان کے مقابلہ میں کہیں تمہاری زرہ کا جوڑ ڈھیلا نہ ہو۔

حکایت داؤد علیہ السلام زمانۂ بادشاہت میں بہ ہیئت بدل کر ملک میں پھرتے اور لوگوں سے

بادشاہ کا حال دریافت کرتے تھے کہ اگر کسی کو کوئی شکایت ہو تو اس کی اصلاح کر سکیں، جس شخص سے بھی پوچھتے تو وہ داؤد علیہ السلام کی عبادت اور ان کی نیک خلقی اور عدل و انصاف کی تعریف کرتا، ایک دن ایک فرشتہ انسان کی صورت میں آیا تو داؤد علیہ السلام نے اس کو اپنے سے انجان سمجھ کر اس سے اپنا حال پوچھا اس نے کہا کہ داؤد سب آدمیوں سے بہتر ہے اور بہت اچھا ہے لیکن ان میں ایک خصلت ہے اگر وہ نہ ہوتی تو زیادہ بہتر ہوتا، داؤد علیہ السلام نے پوچھا وہ کیا بات ہے؟ اس نے کہا کہ وہ خود بھی مسلمانوں کے بیت المال سے کھاتا ہے اور اپنے اہل و عیال کو بھی اسی میں سے کھلاتا ہے اگر وہ خود اپنی محنت اور ہاتھ کی کمائی سے کھاتا تو بہتر ہوتا۔ داؤد علیہ السلام نے بارگاہ خداوندی میں دعا شروع کی کہ مجھے کوئی ایسی صنعت سکھا دیں جس سے میں اور میرے اہل و عیال مستغنی ہو جائیں، حق تعالیٰ نے ان کو زرہ بنانے کی صنعت سکھلا دی جیسا کہ سورۂ انبیاء میں گذرا وَعَلَّمْنٰهُ صَنْعَةَ لَبُوْسٍ لَّكُمْ، اللہ عز و جل نے لوہا ان کے لئے نرم کر دیا اور زرہ بنانے کی صنعت ان کو سکھلا دی چنانچہ داؤد علیہ السلام زرہ بناتے اور اس کو فروخت کرتے اس میں سے ایک تہائی صدقہ کر دیتے اور ایک تہائی اہل و عیال پر خرچ کر دیتے اور ایک تہائی آئندہ زرہ بنانے کے لئے اپنے پاس رکھ چھوڑتے تھے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ ایک زرہ چار ہزار درہم میں فروخت ہوتی۔

(تفسیر قرطبی ص ۲۹۱ ج ۱۴ و روح المعانی ص ۱۸۸ ج ۲۲)

دوسرے عبد منیب کا ذکر

وَلِسُلَيْمٰنَ الرِّيْحَ غُدُوُّهَا شَهْرٌ وَّرَوَاحُهَا شَهْرٌ ۚ

گذشتہ آیات میں اللہ تعالیٰ نے داؤد علیہ السلام پر اپنے فضل و انعام کا ذکر فرمایا اب ان آیات میں ان کے فرزند ارجمند سلیمان علیہ السلام پر اپنے افضال و انعام کا ذکر فرماتے ہیں باپ اور بیٹے دونوں ہی عبد منیب تھے پہلی آیت میں منیب باپ کا ذکر فرمایا اب دوسری آیت میں منیب بیٹے کا ذکر کرتے ہیں ان دونوں کے ذکر سے مقصود عبدیت اور انابت الی اللہ کی برکات اور ثمرات کا بیان کرنا ہے اور یہ بتلانا ہے کہ دنیا اور آخرت کی سعادت کا سرمایہ عبدیت اور انابت الی اللہ ہے چنانچہ فرماتے ہیں اور داؤد علیہ السلام کے بعد ہم نے ان کے بیٹے سلیمان علیہ السلام کے لئے ہوا کو مسخر کر دیا جس کی صبح کی رفتار ایک مہینہ کی اور شام کی رفتار ایک مہینہ کی۔ اللہ تعالیٰ نے سلیمان علیہ السلام کے لئے ہوا کو مسخر کر دیا تھا جو ان کے حکم سے ان کے منشاء کے مطابق چلتی، فَسَخَّرْنَا لَهُ الرِّيْحَ تَجْرِيْ بِأَمْرِهٖ اسی طرح ہوا کا مسخر ہونا سلیمان علیہ السلام کا معجزہ تھا اور ان کی فضیلت اور کرامت تھی۔

حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ صبح کو دمشق سے اپنے تخت اور لشکر پر بیٹھ کر ہوا میں روانہ ہوتے اور اصطخر میں اتر کر قیلولہ کرتے اور دمشق اور اصطخر کے درمیان تیز رفتار کے ساتھ کامل ایک ماہ کی

مسافت ہے پھر شام کو اصطخر سے روانہ ہوتے اور رات کابل میں بسر کرتے اور اصطخر سے کابل تک تیز رفتار کی کے ساتھ ایک ماہ کی مسافت ہے۔ غرض یہ کہ اللہ تعالیٰ نے ہوا کو حضرت سلیمان علیہ السلام کے لیے ایسا مسخر کر دیا تھا کہ ایک دن میں دو مہینہ کی پیدل مسافت طے کر لیتے تھے (تفسیر قرطبی ص ۲۶۹ ج ۱۴) غرض یہ کہ ہوا کو اور عطا کو سلیمان علیہ السلام کی سیر و سیاحت کے لیے مسخر کر دیا گیا تھا یہ منجانب اللہ ان کو ایک معجزہ عطا کیا گیا تھا۔ اور ایک فضیلت ہم نے سلیمان علیہ السلام کو یہ عطا کی کہ ان کے لیے تانبے کا ایک چشمہ روان کر دیا یعنی تانبے کی کان میں سے بہتا ہوا تانبا نکلتا تاکہ جو چاہیں اس سے بنا سکیں اللہ تعالیٰ نے بطور معجزہ صنعاء کے قریب ملک یمن میں پگھلے ہوئے تانبے کا ایک چشمہ نکالا تاکہ سانچوں میں ڈھال کر جو چاہیں اس سے بنا سکیں جس طرح اللہ تعالیٰ نے داؤد علیہ السلام کے لیے لوہے کو نرم کر دیا تھا اسی طرح اللہ تعالیٰ نے سلیمان علیہ السلام کے لیے تانبے کو نرم کر دیا اور اس کا چشمہ جاری کر دیا۔

اور ایک فضیلت اور کرامت ہم نے سلیمان علیہ السلام کو یہ عطا کی کہ جنات کو ان کے تابع فرمان کر دیا چنانچہ جنوں میں سے کچھ ایسے تھے کہ سلیمان علیہ السلام کے سامنے اللہ کے حکم سے کام کرتے تھے یعنی جنات بحکم خداوندی سلیمان علیہ السلام کے لیے مسخر تھے اور سلیمان علیہ السلام کے حکم کے مطابق وہ خدمت اور محنت کرتے تھے اور کسی جن کی یہ مجال نہ تھی کہ وہ سلیمان علیہ السلام کے حکم سے سرتابی کر سکے اور جنوں میں سے جو ہمارے حکم سے سرکشی کرتا یعنی سلیمان کی اطاعت اور فرمانبرداری سے روگردانی کرتا تو ہم اس کو چکھاتے آگ کی مار یعنی اللہ کی طرف سے ایک فرشتہ متعین تھا جس کے ہاتھ میں آگ کا کوڑا ہوتا تھا جو جن حکم عدولی کرتا تو فرشتہ اس کو آگ کا کوڑا مارتا جس سے وہ جن جل جاتا اس خوف سے جنات سلیمان علیہ السلام کے مطیع اور فرمانبردار تھے۔

غرض یہ کہ اللہ تعالیٰ نے جنوں کو سلیمان علیہ السلام کے لیے مسخر فرما دیا تھا۔ بناتے تھے وہ ان کے لیے جو کچھ وہ چاہتے تھے قلعے اور بڑی بڑی عمارتیں اور تصویریں اور تماثیل اور تانبے سے طرح طرح کی مورتیں۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کی شریعت میں مورتیں بنانا جائز تھا لیکن ہماری شریعت میں جاندار کی صورت بنانا ناجائز ہو گیا اور بعض کہتے ہیں کہ وہ تماثیل 'مورتیں' جانداروں کی نہ تھیں بلکہ درختوں وغیرہ کی مورتیں تھیں اور بعض کہتے ہیں کہ نیک لوگوں کی مورتیں تھیں تاکہ لوگ ان کو دیکھ کر آخرت کی تیاری میں زیادہ کوشش کریں اور اس طرح کی تصویریں بنانا ان کی شریعت میں جائز تھا مگر ہماری پاکیزہ شریعت میں منسوخ کر دیا گیا۔

اور بناتے تھے ان کے لیے تالاب جیسے بڑے بڑے لگن اور ایسی بڑی بڑی دیگیں بناتے کہ جو اپنی جگہ پر جمی ہوئی رہتیں کوئی ان کو اپنی جگہ سے ہلا نہ سکے۔ اللہ تعالیٰ نے یمن کی طرف پگھلے ہوئے تانبے کا چشمہ جاری کر دیا تھا جس کو جنات سانچوں میں ڈھال کر بڑی بڑی دیگیں تیار کرتے جن میں ایک لشکر کا کھانا پک سکے۔

اللہ تعالیٰ نے سلیمان علیہ السلام کو ایسی سلطنت عطا فرمائی کہ ملکی عمارت اور صنعتوں کے لیے

جنات کو ان کے لیے مسخر کر دیا کہ سلیمان علیہ السلام جس قسم کی عمارت کا اور جس قسم کی صنعت کا حکم دیں اس کو بے چون وچرا انجام دیں اور سلیمان علیہ السلام یہ تمام کام مسلمانوں سے نہیں لیتے تھے بلکہ جنات سے لیتے تھے اور بلا اجرت اور بلا تنخواہ کے لیتے تھے کسی جن کی یہ مجال نہ تھی کہ وہ سلیمان علیہ السلام سے کوئی مطالبہ کر سکے اور حرف زبان کا خیال تو بالکل ہی ناممکن اور محال تھا جیسا کہ وَمَنْ يَزِغْ مِنْهُمْ عَنْ أَمْرِنَا نُذِقْهُ مِنْ عَذَابِ السَّعِيرِ کی تفسیر میں گزرا تمام جنات بحکم خداوندی سلیمان علیہ السلام کے لیے مسخر تھے کسی کی مجال نہ تھی کہ حکم سلیمانی سے سرتابی کر سکے۔

غرض یہ کہ ہم نے آل داؤد کو یہ فضیلتیں اور نعمتیں عطا کیں اور ان کو یہ حکم دیا کہ اے آل داؤد شکر کے کام میں لگے رہو اور میرے بندوں میں سے شکر گزار بہت کم ہیں شکر سے نعمت باقی بھی رہتی ہے اور زیادہ بھی ہوتی ہے۔

خلاصہ کلام یہ کہ اللہ تعالیٰ نے جنات کو سلیمان علیہ السلام کے لیے مسخر کر دیا تھا ان کے حکم کے مطابق وہ خدمت انجام دیتے تھے جب سلیمان علیہ السلام کی موت کا وقت آیا تو اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ ان کی موت کو جنات پر مستور اور مبہم رکھیں تاکہ جن اسی طرح کام کرتے رہیں۔ پس جب ہم نے سلیمان علیہ السلام پر موت کا حکم جاری کیا تو ایسے طور پر ان پر موت واقع ہوئی کہ جنات کو اس کی خبر نہ ہوئی جس کی صورت یہ ہوئی کہ جنات تعمیر کے کام میں مشغول تھے سلیمان علیہ السلام حسب دستور ہیکل میں داخل ہوئے اور عصا کو دونوں ہاتھوں سے پکڑ کر کھڑے ہو گئے جنات یہ سمجھے کہ یہ ہماری نگرانی کر رہے ہیں اسی حالت میں آپ کی روح قبض ہو گئی اور اسی طرح سال بھر تک عصا کے سہارے کھڑے رہے جنات یہ سمجھتے رہے کہ آپ ہمارے سامنے کھڑے ہوئے ہیں، کام میں لگے رہے یہاں تک کہ عصائے سلیمانی کو کسی دیمک کے کیڑے نے کھا لیا وہ لکڑی ٹوٹی اور آپ گر پڑے اب تک جنوں کو کسی نے سلیمان علیہ السلام کی موت کی خبر نہ دی تھی مگر گھن کے کیڑے نے جو ان کے عصا کو کھا رہا تھا۔

پس جب اس عصا کے گر جانے سے سلیمان علیہ السلام گر پڑے تب جنوں پر حضرت سلیمان علیہ السلام کی موت کا حال کھلا اور یہ بات گھن کے کیڑے کے کھانے کے حساب اور تخمینہ سے معلوم ہوئی کہ وفات پائے ہوئے ایک سال ہوا اور سلیمان علیہ السلام کے گرنے سے جنوں نے یہ بھی جان لیا کہ اگر وہ غیب دان ہوتے تو اتنی مدت تک ذلت وخواری کی تکلیف میں نہ رہتے۔ جنوں کا گمان تھا کہ وہ غیب کو جانتے ہیں، اور لوگوں کے سامنے ایسا ہی ظاہر کرتے اور بہت سے جاہل آدمی بھی یہی گمان رکھتے تھے پس جب سلیمان علیہ السلام اس طرح سے گرے تو لوگوں کو معلوم ہو گیا کہ اگر جن غیب دان ہوتے تو سال بھر تک اس عذاب وخواری میں کیوں پڑے رہتے بلکہ جس روز انتقال ہوا تھا اسی روز بھاگ جاتے اور اس محنت اور مشقت سے چھٹکارا پا جاتے۔ سلیمان علیہ السلام مسجد اقصیٰ کی تعمیر میں مشغول تھے تعمیر ہنوز نامکمل تھی کہ وقت آپہنچا اللہ تعالیٰ نے ان کو اس تدبیر سے کھڑا رکھا تاکہ ان کی موت کے بعد ان کے باقی ماندہ کام کی تکمیل ہو جائے۔

لَقَدْ كَانَ لِسَبَإٍ فِي مَسْكَنِهِمْ آيَةٌ ۖ جَنَّتَانِ عَنْ يَمِينٍ

قوم سبا کو تھی اُن کی بستی میں نشانی ۔ دو باغ داہنے اور

وَشِمَالٍ ۖ كُلُوا مِنْ رِزْقِ رَبِّكُمْ وَاشْكُرُوا لَهُ ۚ

بائیں ۔ کھاؤ روزی اپنے رب کی ۔ اور اس کا شکر کرو ۔

بَلْدَةٌ طَيِّبَةٌ وَرَبٌّ غَفُورٌ ﴿١٥﴾ فَأَعْرَضُوا فَأَرْسَلْنَا

دیس ہے پاکیزہ ۔ اور رب ہے گناہ بخشنے والا ۔ پھر دھیان میں نہ لائے، پھر

عَلَيْهِمْ سَيْلَ الْعَرِمِ وَبَدَّلْنَاهُمْ بِجَنَّتَيْهِمْ جَنَّتَيْنِ

چھوڑ دیا ہم نے اُن پر نالا تندور کا اور دیئے اُن کو بدلے اُن دو باغوں کے دو اور باغ

ذَوَاتَيْ أُكُلٍ خَمْطٍ وَأَثْلٍ وَشَيْءٍ مِنْ سِدْرٍ

جن میں کچھ میوہ کسیلا اور جھاؤ ۔ اور کچھ بیر تھوڑے سے

قَلِيلٍ ﴿١٦﴾ ذَٰلِكَ جَزَيْنَاهُمْ بِمَا كَفَرُوا ۖ وَهَلْ نُجَازِي

یہ بدلہ دیا ہم نے ان کو اس پر کہ ناشکری کی۔ اور ہم بدلہ اسی کو

إِلَّا الْكَفُورَ ﴿١٧﴾ وَجَعَلْنَا بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ الْقُرَى الَّتِي

دیتے ہیں جو ناشکر ہو۔ اور رکھی تھیں ہم نے اُن میں اور اُن بستیوں میں جہاں

بَارَكْنَا فِيهَا قُرًى ظَاهِرَةً وَقَدَّرْنَا فِيهَا السَّيْرَ ۖ

ہم نے برکت رکھی ہے بستیاں راہ پر نظر آتیں اور منزلیں ٹھہرا دیں ہم نے ان میں چلنے کی

سِيرُوا فِيهَا لَيَالِيَ وَأَيَّامًا آمِنِينَ ﴿١٨﴾ فَقَالُوا

پھرو ان میں راتوں اور دنوں امن سے ۔ پھر کہنے لگے

رَبَّنَا بَاعِدْ بَيْنَ أَسْفَارِنَا وَظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ

اے رب ۔ فاصلہ ڈال ہمارے سفروں میں ۔ اور اپنا برا کیا ۔

فَجَعَلْنٰهُمْ اَحَادِيْثَ وَمَزَّقْنٰهُمْ كُلَّ مُمَزَّقٍ ۭ اِنَّ فِيْ

پھر کر ڈالا ہم نے ان کو کہانیاں اور چیر کر ڈالا ٹکڑے ٹکڑے۔ اس میں

ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ ۝۱۹ وَلَقَدْ

پتے ہیں ہر ٹھہرنے والے کو حق سمجھے۔ اور سچ

صَدَّقَ عَلَيْهِمْ اِبْلِيْسُ ظَنَّهٗ فَاتَّبَعُوْهُ اِلَّا فَرِيْقًا

کر دکھائی اُن پر ابلیس نے اپنی اٹکل پھر اسی کی راہ چلے مگر تھوڑے سے

مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝۲۰ وَمَا كَانَ لَهٗ عَلَيْهِمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ

ایماندار۔ اور اس کو اُن پر کچھ زور نہ تھا،

اِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ يُّؤْمِنُ بِالْاٰخِرَةِ مِمَّنْ هُوَ مِنْهَا فِيْ

مگر اتنے واسطے کہ معلوم کریں ہم کون یقین لاتا ہے آخرت پر الگ اس سے جو

شَكٍّ ۭ وَرَبُّكَ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ حَفِيْظٌ ۝۲۱

رہتا ہے اس کی طرف سے دھوکے میں۔ اور تیرا رب ہر چیز پر نگہبان ہے۔

قصۂ قوم سبا

قال اللہ تعالیٰ۔ لَقَدْ كَانَ لِسَبَاٍ فِيْ مَسْكَنِهِمْ اٰيَةٌ ۔ الیٰ۔۔۔ وَرَبُّكَ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ حَفِيْظٌ

ربط: گزشتہ آیات میں منیبین اور شاکرین کا قصہ ذکر فرمایا جو بندے اللہ کی نعمتوں کا شکر کرتے ہیں اب اس کے بالمقابل غیر منیبین اور غیر شاکرین کا ایک قصہ ذکر کرتے ہیں جو خدا کے ناسپاس اور ناشکرے تھے تاکہ لوگ اس سے نصیحت اور عبرت پکڑیں یعنی اہل سبا کا قصۂ عبرت بیان کرتے ہیں تاکہ معلوم ہو جائے کہ ناسپاسی اور ناشکری اور عدم انابت الی اللہ کا کیا انجام ہوتا ہے بعض اوقات عدم انابت کا وبال دنیا ہی میں ظاہر ہو جاتا ہے۔ اہل سبا کا قصہ بھی آیات قیامت میں سے ہے کہ حق جل شانہ نے ان کو سرسبز و شاداب باغات عطا کیے تھے رشک جنت و بہشت تھے کفران نعمت کی وجہ سے

نمونہ دوزخ بنا دیئے گئے تھے ناشکری اور ناسپاسی کی سزا میں اہل سبا کی جنت نما باغ اگر جہنم سے
بدل دیا گیا۔

غرض یہ کہ گزشتہ آیات میں داؤد علیہ السلام اور سلیمان علیہ السلام کا حال بیان کر کے بتلا دیا گیا کہ وہ
کر دیا گیا کہ خدا کے نیک بندے دنیا کے طالب نہیں ہوتے بلکہ مولیٰ کے طالب ہوتے ہیں اور ان کے کمالات اور
اور شکر گزار بندے ہوتے ہیں اب آئندہ آیات میں ناشکروں کا حال بیان کرتے ہیں چنانچہ فرماتے
ہیں تحقیق قوم سبا کے لیے ان کے مکانات میں خدا کے لطف و کرم کی عظیم نشانی موجود تھی ہر طرف
راحت کا سامان تھا تکلیف کا نام و نشان نہ تھا یعنی ان کی بستی کے دائیں اور بائیں جانب باغوں کی دو
مسلسل قطاریں تھیں کہ میلوں تک اسی طرح چلی گئی تھیں دونوں قطاریں متصل باندازے چلے گئے تھے کہ ہر جانب کی
قطار حکم میں ایک باغ کے تھی قرب اور اتصال کی وجہ سے ہر قطار مثل ایک باغ کے معلوم ہوتی تھی۔

علامہ زمخشری فرماتے ہیں کہ جنتان کا یہ مطلب نہیں کہ اس بستی کے یمین و شمال میں صرف دو باغ
تھے عراق میں بھی بہت سی ایسی بستیاں ہیں کہ جہاں صرف دو باغ نہیں بلکہ متعدد باغ ہیں صرف دو
باغ کا ہونا قوم سبا کے لیے مخصوص نہیں بلکہ مطلب یہ ہے کہ اس بستی کے یمین و شمال میں باغوں کی دو
قطاریں متصل اور مسلسل میلوں تک اس طرح چلی گئی تھیں کہ ایک باغ دوسرے باغ سے متصل تھا اور
ہر جانب کی ایک قطار بمنزلہ ایک باغ کے معلوم ہوتی تھی غرض یہ کہ یہ علاقہ خدا کی رحمت سے نہایت
سرسبز اور شاداب تھا آب و ہوا نہایت عمدہ تھی کیڑوں اور مکوڑوں اور مکھیوں اور مچھروں کا نام و نشان
نہ تھا راحت ہی راحت تھی غرض یہ کہ راحت اور آرام کا اور ترقی اور تمدن کا کوئی دقیقہ باقی نہ رہا تھا اور یہ تنعم اور
خوشحالی سوائے قوم سبا کے اور کسی کو حاصل نہ تھی اور اسی لیے مثل لطف و عنایت کے بعد انبیاء اور
داعیان انبیاء کی معرفت بطور لطف ان کو یہ حکم ہوا کہ اپنے پروردگار کے دیئے ہوئے رزق سے کھاؤ
اور اس کا شکر کرو کہ اس نے بلا طلب کے اور بلا محنت اور مشقت کے تم کو کیسی کیسی نعمتیں دیں یہ کیا خوب
پاکیزہ شہر ہے اور کیسا رب غفور ہے جس نے تم کو یہ رحمتیں اور نعمتیں مبذول کیں اور تمہاری کوتاہیوں پر
مواخذہ نہیں کرتا اس لیے ایمان لاؤ اور اس کا شکر کرو۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف رسول بھیجے کہ ان کو حکم
دیں کہ ایک اللہ کی عبادت کریں اور اس کا شکر کریں پس ان لوگوں نے اللہ کی توحید سے اور اس کی
عبادت سے اور اس کے شکر سے اعراض کیا اور اس سے منہ موڑا اور بجائے شکر گزاری اور اطاعت
شعاری کے عیش پرستی اور بدکاری کی طرف متوجہ ہو گئے پس اس اعراض اور روگردانی کے عوض میں ہم نے
ان پر عذاب بھیجا اور وہ انجام یہ ہوا کہ ان پر کیا تھا وہ ان سے چھین لیا اور عرم یعنی بند کا سیلاب ان پر چھوڑ دیا
عرم وہ دو پہاڑوں کے درمیان ایک بڑا بند تھا جس کو ان لوگوں نے بنایا تھا کہ دور دور تک زمین
اس سے سیراب ہوتی رہے اور اس بند کے تین دروازے تھے اوپر اور نیچے کے دروازے سے پانی چھوڑتے
پھر دوسرے سے اور پھر تیسرے سے جیسی اور جتنی ضرورت ہوتی۔ قہر خداوندی سے جب وہ بند ٹوٹا تو

سیلاب سے وہ تمام باغات تباہ ہو گئے جو پہلے اس پانی سے سیراب ہوتے تھے اور یہ بند کہ بلقیس نے بنایا تھا جس کو سدِ مارب کہتے تھے۔ اور پھر ہم نے ان دو رویہ باغوں کے بدلے میں جن کا اوپر ذکر اور ثمرات پر مشتمل تھے ان کو بطور سزا ایسے دو باغ دے دیئے جن میں کوئی خیر اور خوبی نہ تھی جو ایسے تلخ اور بدمزہ تھے کہ جن کا کھانا ممکن نہ تھا اور ان میں کچھ جھاؤ کے درخت اور کچھ بیری کے جھاڑ تھے اور یہ تبدیلی اس کفرانِ نعمت کی سزا تھی جس کی وجہ سے انہوں نے شکر سے منہ موڑا تھا اور ہم ناشکروں کو ایسی ہی سزا دیا کرتے ہیں کہ پھلدار میوے کے درخت ہٹا کر پیلو اور جھاؤ اور جھڑ بیری کے درخت پیدا کر دیتے اور ناشکری کی سزا میں اپنی نعمت ان سے چھین لی۔ خواہ دیر میں یا سویر میں۔

اب آئندہ آیات میں اہل سبا کی کثرت نعمت اور ان کی بستی و عشرت کو بیان کرتے ہیں کہ کس طرح ان پر نعمت کے دروازے کھلے ہوئے تھے اور پھر کس طرح ان پر تباہی آئی چنانچہ فرماتے ہیں اور ہم نے اہل سبا اور ان بستیوں کے درمیان جن میں ہم نے برکت رکھی تھی ایسی بستیاں آباد کر رکھی تھیں جو سرِ راہ ہونے کی وجہ سے نظر آتی تھیں قریٰ مبارکہ سے سرزمین شام کی بستیاں مراد ہیں جن کی برکت سب کو معلوم ہے جو سرِ راہ ہونے کی وجہ سے دکھائی دیتی تھیں اور پاس پاس ہونے کی وجہ سے ایک دوسرے سے ملی ہوئی تھیں کہا جاتا ہے کہ ملک سبا سے تمام ملک شام تک چار ہزار سات سو دیہات آباد تھے

اور ہم نے ان درمیانی بستیوں میں چلنے والوں کے لیے رفتار کی ایک مقدار اور اس کا ایک اندازہ مقرر کر دیا تھا کہ صبح کے وقت ایک بستی سے چلے اور قیلولہ کے وقت دوسری بستی میں پہنچ جائے اور دوپہر پہنچ کر آرام سے کھا پی سکے اور ہم نے ان سے کہہ دیا کہ ان بستیوں میں راتوں اور دنوں میں جہاں چاہو بے خوف و خطر چلو پھرو۔ سو ان نعمتوں اور راحتوں کا مقتضیٰ تو یہ تھا کہ اللہ کی سپاس گزاری کرتے مگر ان کو اس چین و آرام سے بے مستی سوجھی اور کہنے لگے کہ اے ہمارے پروردگار ہمارے سفروں میں دوری ڈال دے یعنی سفر کی منزلوں میں فاصلہ پیدا کر دے ایک منزل سے دوسری منزل تک پہنچنے میں مسافت پیدا کر دے بستیوں کے متصل ہونے سے سفر کا مزہ نہیں آتا جیسے بنی اسرائیل کو من وسلویٰ میں مستی سوجھی اور بقل اور قثاء اور فوم اور عدس کی درخواست شروع کر دی ویسے ہی ان کو اس آرام میں یہ مستی سوجھی اور یہ درخواست شروع کی کہ ہمارے سفروں کو دراز کر دے اور یہ درخواست کر کے انہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا آدمی کو جب نعمت خوب ملنے لگتی ہے تو اس سے اکتا جاتا ہے نتیجہ یہ ہوا کہ سب تباہ اور برباد ہو گئے۔

پس ہم نے اہل سبا کو لوگوں کے لیے کہانیاں بنا دیا کہ لوگ ان کی تباہی اور بربادی کے افسانے اور قصے بیان کریں اور ان منکرین کے ہم نے پرخچے اڑا دیئے اور ان کو پارہ پارہ کر دیا پورے طور پر پارہ پارہ کر دینا یعنی عیش و عشرت کا تمام سامان ختم ہوا اور صرف زبانی افسانہ رہ گیا۔ قوم سبا کو اللہ تعالیٰ نے دو نعمتیں عطا کی تھیں ایک مکانات اور باغات کی راحت اور خوشحالی اور ایک سفری راحتیں کہ منزلیں قریب قریب تھیں۔ پہلی نعمت کی ناسپاسی کی وجہ سے سیل عرم نے مکانات اور باغات کو اجاڑ دیا اور دوسری

نعمت کی ناسپاسی کی وجہ سے تتر بتر کر دیئے گئے اور دور دراز پھینک دیئے گئے کہ کہیں اور وہ رہ گئیں۔ بے شک اس واقعہ میں ہر صبر کرنے والے شکر گزار کے لیے بہت سی عبرتیں ہیں کہ خدا جب چاہتا ہے تو نعمت اور راحت کو ذلت اور مصیبت سے بدل دیتا ہے یہاں تک اللہ تعالیٰ نے اہل سبا کے کفر اور شرک اور نفس و شیطان کی پیروی کا ذکر فرمایا اب آگے شیطان کی طرف سے ان کے متعلق یہ خبر دیتے ہیں کہ شیطان نے ان کے متعلق جو گمان کیا تھا وہ سچ نکلا چنانچہ فرماتے ہیں اور تحقیق شیطان نے اپنا گمان ان کے حق میں سچ پایا۔ شیطان جب بارگاہ خداوندی سے مردود ہوا تو اس نے یہ کہا تھا کہ میں اولاد آدم کے بہکانے میں کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھوں گا اور اس کا گمان یہ تھا کہ میں شہوت اور غضب کی راہ سے انسان پر قابو پا لوں گا یہ اس کا گمان تھا یقین نہ تھا کیونکہ وہ جانتا تھا کہ آئندہ کو کوئی نہیں جان سکتا لیکن اس نے اپنے دل میں یہ گمان رکھا اور دنیا میں آنے کے بعد ابلیس نے اپنے اس گمان کو واقعہ میں سچا پایا سو لوگوں نے اس کی پیروی کی اور حق کی راہ پر چلنے سے مگر ایمان والوں کا ایک گروہ سو وہ اس کی پیروی سے بچا رہا۔

شیطان نے حضرت آدم کو جب سجدہ کرنے سے انکار کیا تو اسی وقت کہا تھا۔ أَرَأَيْتَكَ هَٰذَا الَّذِي كَرَّمْتَ عَلَيَّ ... الخ ... لَأَحْتَنِكَنَّ ذُرِّيَّتَهُ إِلَّا قَلِيلًا اور یہ کہا ثُمَّ لَآتِيَنَّهُم مِّن بَيْنِ أَيْدِيهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ وَعَنْ أَيْمَانِهِمْ وَعَن شَمَائِلِهِمْ ۖ وَلَا تَجِدُ أَكْثَرَهُمْ شَاكِرِينَ سو شیطان نے اپنے اس گمان کو سچا پایا مگر تھوڑے لوگ بچ سکے۔ رہ گئی ابلیس کا گمان پورا ہوا تو ابلیس کا ان لوگوں پر کچھ زور نہ تھا یعنی ابلیس نے ان کو کفر و شرک پر مجبور نہیں کیا تھا ان کے دل میں محض وسوسہ ڈالا تھا اور ظاہر نظر میں اس چیز کو ان کی نظر میں خوبصورت کر کے دکھلایا تھا اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ شیطان کو جو ہم نے وسوسہ ڈالنے کی قدرت عطا کی تو اس سے مقصود بندوں کا امتحان ہے ہم نے حق کو دلائل قاطعہ اور براہین ساطعہ سے خوب روشن کر دیا اور بندہ کو عمل صالح کرنے کی پوری قوت اور قدرت عطا کی۔ لیکن شیطان کو صرف وسوسہ ڈالنے کی قدرت عطا کی تاکہ بندوں کا امتحان کریں اور آخرت پر ایمان لانے والوں کو ایسے لوگوں سے جدا اور ممتاز کر دیں جو آخرت کی طرف سے شک اور شبہ میں پڑے ہوئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کو پہلے ہی سے معلوم تھا کہ کون آخرت پر ایمان لائے گا اور کون اس کا انکار کرے گا لیکن دنیا کو اس کا علم نہ تھا اللہ نے شیطان کو وسوسہ ڈالنے کی قدرت دی تاکہ لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ کون مومن ہے اور کون کافر ہے اور تیرا پروردگار ہر چیز کا نگہبان ہے وہاں تک کسی کی رسائی نہیں۔

قُلِ ادْعُوا الَّذِينَ زَعَمْتُم مِّن دُونِ اللَّهِ

ترجمہ۔ پکارو ان کو جن کو دعویٰ کرتے ہو سوا اللہ کے

لَا يَمْلِكُوْنَ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي

وہ نہیں مالک ایک ذرہ بھر کے آسمانوں میں نہ زمین

الْاَرْضِ وَمَا لَهُمْ فِيْهِمَا مِنْ شِرْكٍ وَّمَا لَهٗ مِنْهُمْ

میں اور نہ ان کا ان دونوں میں ساجھا، اور نہ ان میں کوئی

مِّنْ ظَهِيْرٍ ﴿٢٢﴾ وَلَا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ عِنْدَهٗٓ اِلَّا لِمَنْ

اس کا مددگار۔ اور کام نہیں آتی سفارش اس کے پاس مگر اس کو

اَذِنَ لَهٗ ۭ حَتّٰٓى اِذَا فُزِّعَ عَنْ قُلُوْبِهِمْ قَالُوْا مَاذَا ۙ

جس کے واسطے حکم دیا، یہاں تک کہ جب گھبراہٹ اٹھالی جاوے ان کے دل سے کہیں کیا

قَالَ رَبُّكُمْ ۭ قَالُوا الْحَقَّ ۚ وَهُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيْرُ ﴿٢٣﴾

فرمایا تمہارے رب نے، وہ کہیں جو واجبی ہے، اور وہ ہی ہے سب سے اوپر بڑا۔

قُلْ مَنْ يَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ قُلِ اللّٰهُ ۙ

تو کہہ کون روزی دیتا ہے تم کو آسمانوں سے اور زمین سے؟ بتا کہ اللہ،

وَاِنَّآ اَوْ اِيَّاكُمْ لَعَلٰى هُدًى اَوْ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿٢٤﴾

اور یا ہم یا تم بے شک سوجھ پر ہیں یا پڑے ہیں بھٹکاوے میں صریح۔

قُلْ لَّا تُسْـَٔلُوْنَ عَمَّآ اَجْرَمْنَا وَلَا نُسْـَٔلُ عَمَّا

تو کہہ تم سے نہ پوچھیں گے جو ہم نے گناہ کیا اور ہم سے نہ پوچھیں گے جو

تَعْمَلُوْنَ ﴿٢٥﴾ قُلْ يَجْمَعُ بَيْنَنَا رَبُّنَا ثُمَّ يَفْتَحُ بَيْنَنَا

تم کرتے ہو۔ تو کہہ جمع کرے گا ہم سب کو رب ہمارا پھر فیصلہ کرے گا ہم

بِالْحَقِّ ۭ وَهُوَ الْفَتَّاحُ الْعَلِيْمُ ﴿٢٦﴾ قُلْ اَرُوْنِيَ

میں انصاف کا، اور وہی ہے نیاؤ چکانے والا سب جانتا۔ تو کہہ مجھ کو دکھلاؤ تو

الَّذِيْنَ اَلْحَقْتُمْ بِهٖ شُرَكَآءَ كَلَّا ۭ بَلْ هُوَ اللّٰهُ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝۲۷

جن کو اس سے ملاتے ہو ساجھی ٹھہرا کر کوئی نہیں، وہی ہے اللہ زبردست حکمتوں والا۔

اثبات توحید و توبیخ و تجہیل مشرکین

قال اللہ تعالیٰ قُلِ ادْعُوا الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ... الیٰ ... بَلْ هُوَ اللّٰهُ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ

(ربط) شروع سورت میں تحمید اور دلائل توحید کا ذکر فرمایا اور پھر داؤد و سلیمان علیہما السلام پر اپنے انعامات کا اور ان کی شکرگزاری کا ذکر کیا اور بعد ازاں اہل سبا کا قصہ ذکر کیا کہ خدا تعالیٰ نے ان کو بڑی نعمتیں عطا کی تھیں مگر کفر اور شرک اور کفران نعمت کی وجہ سے ان کی عزت و راحت بعینہ ذلت و مصیبت ہوگئی۔ پس جب شاکرین اور کافرین کا حال بیان ہو چکا تو اب ان آیات میں مشرکین کی توبیخ اور تجہیل فرماتے ہیں کہ یہ کیسے نادان ہیں کہ جن بتوں میں ذرہ برابر قدرت نہیں ان کو خدا اور معبود اور منعم حقیقی کا شریک بنائے ہوئے ہیں۔ (شیخ زادہ ص ۲۳ ج ۴)

غرض یہ کہ اس سے پہلے جو قوم سبا کا قصہ ذکر فرمایا اس سے مقصود مشرکین کی تنبیہ تھی اب آگے پھر مشرکین کو خطاب فرماتے ہیں کہ آڑے وقت میں سوائے خدا کے کوئی کام نہیں آتا۔

چنانچہ فرماتے ہیں اے نبی آپ ان مشرکین سے جن کی عبرت اور نصیحت کیلئے قوم سبا کا قصہ بیان کیا گیا ہے یہ کہہ دیجئے کہ جن کو تم خدا کے سوا معبود گمان کئے ہوئے ہو اپنی کسی حاجت کے لیے ذرا ان کو پکارو تو سہی اور دیکھو کہ یہ کسی بات کا جواب بھی دے سکتے ہیں اور تمہارے کچھ کام آسکتے ہیں یا نہیں قوم سبا کے لوگ کافر اور مشرک تھے خدا کے قہر سے ان کو ان کا کوئی معبود نہ بچا سکا جن کو تم معبود گمان کرتے ہو یہ ذرہ برابر بھی آسمان اور زمین میں کسی چیز کے مالک نہیں اور جو چیزیں آسمان و زمین سے باہر ہیں ان کی ملکیت کا تو تصور بھی نہیں ہو سکتا پس جب کسی چیز کی ملکیت ہی نہیں رکھتے تو الوہیت کہاں سے رکھیں اور نہ ان میں سے زمین و آسمان کی تخلیق و تدبیر میں کوئی خدا تعالیٰ کا شریک ہے کہ جس کو بھی زمین و آسمان کی تخلیق میں کوئی شرکت ہو اور نہ ان میں سے کوئی خدا کا معین و مددگار ہے تو ایسے خیالی اور فرضی معبود تمہارے کیا کام آسکتے ہیں لہٰذا ان کو معبود بنانا اور حاجت روائی کے لیے ان کو پکارنا ایک خیال است و محال است و جنون کا مصداق ہے اور اگر ان مشرکین کو یہ گمان ہے کہ اگرچہ ہمارے معبود کسی چیز کے

مالک نہ ہوں مگر عند اللہ یہ ہمارے شفعاء ہیں یعنی سفارشی ہیں ان کی سفارش ہم کو نفع پہنچا سکتی ہے تو مشرکین کا یہ گمان بھی غلط ہے اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک کسی کے لیے شفاعت اور سفارش اور درخواست کی اجازت نہیں مگر جس کے لیے خدا تعالیٰ شفاعت کرنے کی اجازت دیدے بغیر اس کی اجازت کے وہاں کسی کو دم مارنے کی مجال نہیں وہاں تو کسی کو سفارش کرنے کا بھی اختیار نہیں، مستقل خود مختار ہونے کا تو تصور بھی نہیں ہو سکتا۔

غرض یہ کہ مشرکین جنکو ھٰٓؤُلَآءِ شُفَعَآؤُنَا عِنْدَ اللّٰهِ کہتے ہیں وہ بذات خود ان کے کام نہیں آسکتے اور نہ بزور خدا سے کچھ کرا سکتے ان کا کوئی کام کرا سکتے ہیں قیامت کے روز تمام اہل محشر مضطرب اور پریشان یعنی خوفزدہ اور گھبرائے ہوئے ہوں گے کہ دیکھئے کیا حکم ہوتا ہے شفاعت کی اجازت ہوتی ہے یا نہیں اسی اضطراب اور پریشانی کی حالت میں حکم کے منتظر ہوں گے کہ دیکھئے بارگاہ رب العزت سے کیا حکم ہوتا ہے اور اسی انتظار میں رہیں گے۔

یہاں تک کہ جب ان کے دلوں سے اضطراب اور پریشانی دور کر دی جائے گی اور ان کو شفاعت کی اجازت دے دیں گے اور وہ اپنی اصلی حالت پر آجائیں گے تو باہم ایک دوسرے سے کہیں گے کہ شفاعت کے بارہ میں تمہارے پروردگار نے کیا فرمایا اور کیا حکم دیا تو ملاء اعلیٰ کے فرشتے جواب میں کہیں گے کہ اللہ نے نہایت حق اور درست حکم دیا ہے جو شفاعت کے مستحق ہیں ان کے لیے شفاعت کی اجازت دی ہے یعنی صرف اہل ایمان کے لیے شفاعت کی اجازت ہوئی ہے جن کے دل کفر اور شرک سے پاک ہیں۔ کافروں کے لیے شفاعت کی اجازت نہیں ہوئی یہ حکم ہوا ہے کہ مومنوں کی شفاعت کرو نہ کہ کافروں کی۔ اس لیے ہم کفار اور مشرکین کی شفاعت نہیں کر سکتے کافروں کے لیے شفاعت ممنوع اور بیکار ہے۔ بتوں کو تو کچھ اختیار ہی نہیں اور فرشتے جن کی صورتیں بنا کر یہ ان کو پوجتے ہیں وہ فرشتے بھی بغیر خدا کی اجازت کے کسی کی شفاعت نہیں کر سکتے۔ لہٰذا فرشتوں کی شفاعت سے بھی ان کو فائدہ نہ ہوگا اور وہی ہے سب سے بلند اور برتر اس دن کسی ملک مقرب اور نبی مرسل کی یہ مجال نہیں کہ بغیر اس کی اجازت کے اس کی بارگاہ عالی میں لب کشائی کر سکے اور اس کی اجازت کے بغیر سفارش کر سکے اس کی عظمت اور ہیبت کی کوئی انتہا نہیں وہ جو چاہے اپنے بندوں میں حکم جاری کرے۔

قیامت کے دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو شفاعت کبریٰ کی اجازت ہوگی اس کے بعد انبیاء اور صلحاء اور ملائکہ کو مختلف قسم کی شفاعت کی اجازت ہوگی جو بھی شفاعت ہوگی وہ خدا کی اجازت سے ہوگی بالآخر گنہگار مسلمانوں کے حق میں شفاعت کی اجازت ہوگی اور جس کے دل میں کچھ بھی ایمان ہوگا وہ انبیاء اور ملائکہ کی شفاعت سے جہنم سے نکال لیا جائے گا اور جو کفر و شرک میں مبتلا رہے ان کے لیے اجازت نہ ہوگی۔

خلاصہ کلام یہ کہ بتوں میں تو شفاعت کی صلاحیت ہی نہیں۔ رہے فرشتے سو وہ بغیر اذن

خداوندی کے شفاعت نہیں کر سکتا۔

فائدہ اس رکوع میں سات قُل مذکور ہیں اور اس کے بعد آخر سورت تک پانچ قُل مذکور ہیں گویا یہ سورت قُلہا ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ قدس اللہ سرہ فتح الرحمن میں لکھتے ہیں۔ مترجم گوید در قواعد نزدیک اللہ تعالیٰ تدبیرات کلیہ مشورہ دادہ باشد دراں ملاء اعلیٰ مضطرب شوند تا آنکہ آں اضطراب دور کردہ شود از دل ایشاں گویند چہ فرمود راست پروردگار شما ملاء اعلیٰ گویند کہ فرمود حق را است یعنی اذن شفاعت داد و او راست بلند مرتبہ بزرگ قدر۔ انتہیٰ

اور شاہ عبدالعزیز قدس اللہ سرہ فرماتے ہیں: مترجم گوید در قواعد نزدیک اللہ تعالیٰ حکم برائے کسے یکدم شود در باب شفاعت جائے اہل محشر مضطرب شوند تا آنکہ اضطراب دور کردہ شود از دل ایشاں گویند چہ چیز فرمودہ است پروردگار شما ملاء اعلیٰ گویند فرمودہ است حق را است یعنی اذن شفاعت داد و او است بلند مرتبہ بزرگ قدر۔ انتہیٰ کلامہ۔

حاصل کلام یہ کہ اس آیت میں قیامت کے دن کے ایک واقعہ کا ذکر ہے اور حَتّٰۤى اِذَا فُزِّعَ عَنْ قُلُوْبِهِمْ کی ضمیر اہل محشر کی طرف راجع ہے جیسا کہ سورۂ نبا کی یہ آیت يَوْمَ يَقُوْمُ الرُّوْحُ وَالْمَلٰٓئِكَةُ صَفًّا لَّا يَتَكَلَّمُوْنَ اِلَّا مَنْ اَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ وَقَالَ صَوَابًا اس پر دلالت کرتی ہے کہ یہ واقعہ قیامت کے دن پیش آنے کا اور اس آیت کی تقدیر کلام اس طرح ہے لا تنفع الشفاعة عنده يوم القيامة الا لمن اذن له من مضطرب حائرة حتى القلوب من المهابة اذا ذهب الفزع عن قلوبهم سال بعضهم بعضا۔ دیکھو صاوی حاشیہ جلالین ص ۲۶۲ ج ۳۔

اور بعض علماء یہ کہتے ہیں کہ آیت میں جس حکم کا ذکر ہے وہ آخرت کے ساتھ مخصوص نہیں بلکہ دنیا سے بھی متعلق ہے جیسا کہ احادیث کثیرہ سے معلوم اور مفہوم ہوتا ہے جن کا خلاصہ یہ ہے کہ اس آیت سے مقصود اللہ تعالیٰ کے مقام عظمت و رفعت کو بیان کرنا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ فرشتوں کو کوئی حکم دیتا ہے اور ان سے کلام کرتا ہے تو فرشتے اللہ کا کلام سن کر ہیبت کے مارے گھبرا جاتے ہیں اور ان پر ایک غشی کی سی کیفیت طاری ہو جاتی ہے پھر جب وہ گھبراہٹ دور ہو جاتی ہے تو بعض بعض سے پوچھتے ہیں کہ تمہارے رب نے کیا فرمایا تو حاملان عرش اور ملأ اعلیٰ کے فرشتے اپنے سے نیچے والے فرشتوں کو خبر دیتے ہیں کہ اللہ نے یہ حکم دیا ہے وہ حق ہے اور بجا اور درست ہے اور حَتّٰۤى اِذَا فُزِّعَ عَنْ قُلُوْبِهِمْ کی ضمیر فرشتوں کی طرف راجع ہے اور فُزِّعَ سے اس خوف اور ہیبت کا دور ہونا مراد ہے کہ جو فرشتوں کو کلام الٰہی اور حکم خداوندی کے سننے کے وقت لاحق ہوتی ہے۔

دیکھو حاشیہ صاوی علی تفسیر الجلالین صہ ٢٩٩ ج ٣ وحاشیہ شیخزادہ علی تفسیر البیضاوی صہ ٩٩ ج ٣۔

پس جب ملائکہ مقربین کی یہ حالت ہے تو مشرکین بتوں سے کیا امید رکھتے ہیں اور آیت کی یہ دوسری تفسیر عبداللہ بن مسعودؓ اور مسروقؒ سے منقول ہے اور اسی کو ابن جریرؒ اور ابن کثیرؒ نے اختیار کیا ہے، اور حافظ عسقلانیؒ نے فتح الباری صہ ٣٥٢ ج ١٣ کتاب التوحید باب قول اللہ تعالیٰ وَلَا تَنفَعُ الشَّفَاعَةُ عِندَهُ إِلَّا لِمَنْ أَذِنَ لَهُ میں اسی قول کو اختیار کیا ہے اور آیت کی تفسیر میں راجح قول بھی یہی ہے اور قُلُوبِهِمْ کی ضمیر ملائکہ کی طرف راجع ہے اور فُزِّعَ سے اس خوف اور دہشت اور گھبراہٹ کا دور ہونا مراد ہے جو فرشتوں پر کلام الٰہی کے سماع کے وقت طاری ہوتی ہے اور باقی اقوال جو آیت کی تفسیر میں وارد ہوتے ہیں وہ ان احادیث صحیحہ مذکورہ کے خلاف ہیں۔

لیکن اس ناچیز اور ہیچمداں کے نزدیک سب سے زیادہ راجح قول اول ہے جس کو حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ اور حضرت شاہ عبدالعزیزؒ نے اختیار فرمایا کہ یہ آیت واقعۂ آخرت سے متعلق ہے اس لیے کہ آیت کے سیاق و سباق کے زیادہ مناسب یہی ہے کہ اس کو آخرت و قیامت کا واقعہ قرار دیا جائے کیونکہ اس آیت کا تمام سیاق و سباق مشرکین کے اس قول کی تکذیب و تردید میں ہے جو یہ کہتے تھے

ف قال الصاوی اختلف المفسرون فی الآیة هل هذا الامر فی الآخرة او الدنیا فقیل فی الآخرة ویؤیده ما فی سورة النبا. يَوْمَ يَقُومُ الرُّوحُ وَالْمَلَائِكَةُ صَفًّا لَّا يَتَكَلَّمُونَ إِلَّا مَنْ أَذِنَ لَهُ الرَّحْمَٰنُ وَقَالَ صَوَابًا وعلی هذا فیکون فی الکلام حذف والتقدیر لَا تَنفَعُ الشَّفَاعَةُ عِندَهُ یوم القیامة إِلَّا لِمَنْ أَذِنَ لَهُ فَزِعَ ما ورد علی القلوب من المهابة حتی اذا ذهب الفزع عن قلوبهم سأل بعضهم بعضا وقیل فی الدنیا ویؤیده ما ورد عن النبی صلی الله علیه وسلم ان الله تعالیٰ اذا اراد ان یوحی بامره وتکلم بالوحی اخذت السموات والارض منه رجفة او رعدة شدیدة خوفا من الله تعالیٰ فاذا سمع اهل السموات ذلك صعقوا وخروا لله سجدا فیکون اول من یرفع رأسه جبریل فیکلمه الله تعالیٰ ویقول له من وحیه ما اراد ثم یمر جبریل بالملائکة کلما مر بسماء سأله ملائکتها ماذا قال ربنا یا جبریل فیقول جبریل قال الحق وهو العلی الکبیر قال فیقول کلهم کما قال جبریل فینتهی جبریل بالوحی حیث امره الله تعالیٰ الی آخر ما قال کذا فی حاشیة الصاوی علی تفسیر الجلالین صہ ٢٩٩ ج ٣ وهکذا قال ابن الشیخ فی حاشیته علی تفسیر حیث قیل انما یوجلون من خشیة تصیبهم عند سماع کلام الله تعالیٰ لما روی ابو هریرة عنه علیه الصلاة والسلام انه قال اذا قضی الله الامر فی السماء ضربت الملائکة باجنحتها خضعانا لقوله کانه سلسلة علی صفوان فَإِذَا فُزِّعَ عَن قُلُوبِهِمْ قَالُوا مَاذَا قَالَ رَبُّكُمْ قَالُوا الْحَقَّ ثم ذکر ابن الشیخ الحدیث الذی ذکره الصاوی۔ (حاشیة شیخزاده علی تفسیر البیضاوی صہ ٩٩ ج ٣)

قَالُوا الْحَقَّ ۚ لَا شَفَاعَةَ اِلَّا لِمَنِ ارْتَضٰى ۔

اور اس کے جواب میں حق جل شانہ کا یہ ارشاد کہ لَا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ عِنْدَهٗۤ اِلَّا لِمَنْ اَذِنَ لَهٗ دوسری آیتوں سے ملتا جلتا ہے۔ کما قال تعالیٰ مَنْ ذَا الَّذِیْ یَشْفَعُ عِنْدَهٗۤ اِلَّا بِاِذْنِهٖ وقال تعالیٰ وَكَمْ مِّنْ مَّلَكٍ فِی السَّمٰوٰتِ لَا تُغْنِیْ شَفَاعَتُهُمْ شَیْئًا اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ اَنْ یَّاْذَنَ اللّٰهُ لِمَنْ یَّشَآءُ وَیَرْضٰى ۔ وقال تعالیٰ وَلَا یَشْفَعُوْنَ اِلَّا لِمَنِ ارْتَضٰى وَهُمْ مِّنْ خَشْیَتِهٖ مُشْفِقُوْنَ ۔

آیت میں اصل مقصود آخرت کا واقعہ بیان کرنا ہے لیکن آیت اپنے ظاہری الفاظ اور ظاہری مدلول کے اعتبار سے عام ہے دنیا اور آخرت دونوں کو محتمل ہے دونوں معنی کی گنجائش ہے۔ پس جن احادیث میں وحی کے وقت فرشتوں کا ہیبت زدہ ہونا مذکور ہے وہ اس عموم کا ایک فرد ہے اس کے منافی اور مخالف نہیں، دیکھو حاشیہ صاوی علی تفسیر الجلالین ص ۲۸۹ ج ۳ و تفسیر مظہری ص ۲۳ ج ۸ ۔

نکتہ ملائکہ مقربین، سوال کرنے والے فرشتوں کے جواب میں اجمالاً اتنا کہہ دیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے جو حکم دیا ہے وہ حق اور درست ہے اور اس کی تفصیل اور تصریح نہیں کرتے وجہ اس کی یہ ہے کہ ان کی غرض اور ان کا مقصود اس جواب سے ان کے خوف اور گھبراہٹ کو دور کرنا ہے کہ تم گھبراؤ مت۔ اس لیے ملائکہ مقربین اس اجمال پر اکتفا کرتے ہیں اور حکم کی تفصیل نہیں بتلاتے۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔ گزشتہ آیات میں مشرکین سے بطور تبکیت و توبیخ ایک سوال کا حکم تھا اب آئندہ آیات میں مشرکین سے ایک دوسری توبیخ و تبکیت کے سوال کا حکم ہے۔ قُلْ مَنْ یَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ قُلِ اللّٰهُ ۔۔۔ كَلَّا ؕ بَلْ هُوَ اللّٰهُ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ ۔

اے نبی آپ ان سے سوال کیجئے۔ اچھا بتلاؤ کہ تم کو روزی کون دیتا ہے آسمانوں سے کون تمہارے

ے علامہ صاوی نے حاشیہ جلالین میں اول دو قول نقل کیے ہیں جن کا ذکر کر چکے ہیں پھر اخیر میں فرمایا ہے فتحصل ان القول بانه فی الآخرة یکون من جمیع الخلق وعلی القول بانه فی الدنیا والآخرة فرع الله علیهم بعد هذه الآیة الشاملة للامرین [illegible] ص ۲۸۹ ج ۳ اور علامہ قاضی ثناء اللہ نے اپنی تفسیر میں قول اول کو اختیار فرمایا اور اسی کو ذکر کرکے دوسرے قول کو اس عنوان سے ذکر کیا۔ قلت ویمکن ان یاخذهم الخشیة کلما قضی الله امرا کما روی البخاری ... اذا قضی الله الامر فی السماء ضربت الملائکة باجنحتها ... اسی عموم کی طرف مشیر معلوم ہوتا ہے واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم اور حافظ ابن کثیر کا احادیث کو نقل کرکے آخر میں یہ فرمانا ولا یشک ان [illegible] هذه الآیة ص ۳۴ ج ۳ بھی اسی عموم کی طرف مشیر معلوم ہوتا ہے۔

سے مینہ برساتا ہے اور زمین سے کون تمہارے لیے سبزہ اگاتا ہے؟ آپ کہہ دیجئے کہ اللہ ہی روزی دیتا ہے۔ روزی کے جس قدر آسمانی یا زمینی اسباب ہیں وہ سب اسی کے قبضہ میں ہیں اس سوال کا جواب اس کے سوا کچھ نہیں اگرچہ کہ فرالزام کے ڈر سے زبان سے اس کا اقرار نہ کریں (اور ان سے یہ بھی کہہ دیجئے کہ اس مسئلہ توحید میں تحقیق ہم یا تم میں سے ایک فریق یا تو صریح ہدایت پر ہیں یا کھلی گمراہی میں ہیں یہ تو ممکن نہیں کہ دونوں حق پر ہوں۔ اہل توحید اور اہل شرک دونوں حق پر ہوں یا دونوں غلطی پر ہوں۔ لامحالہ ایک حق پر ہوگا وہ ہدایت یافتہ ہوگا اور دوسرا باطل پر ہوگا اور وہ گمراہ ہوگا اور دلائل سے توحید کا حق ہونا مثل روشن کی طرح واضح ہے۔

لہٰذا اب آپ ان سے یہ کہہ دیجئے کہ جب شرک کا باطل ہونا اور مشرک کا مجرم ہونا ثابت ہوگیا تو سن لو کہ قیامت کے دن تم سے ہمارے جرائم کی بازپرس نہ ہوگی اور ہم سے تمہارے اعمال کے متعلق بازپرس نہ ہوگی۔ ہر ایک اپنے اپنے عمل کا ذمہ دار ہوگا۔ اور کہہ دیجئے کہ قیامت کے دن ہمارا پروردگار ہم سب کو جمع کرے گا پھر ہمارے اور تمہارے درمیان حق کے ساتھ فیصلہ کرے گا اور وہی ٹھیک ٹھیک فیصلہ کرنے والا اور سب کچھ جاننے والا ہے کوئی چیز اس سے پوشیدہ نہیں اور اس کے فیصلہ میں غلطی کا امکان نہیں یہاں تک مشرکین کے شبہات کے جوابات سے فراغت ہوئی۔ اب بطور زجر و توبیخ فرماتے ہیں کہ اے نبی آپ ان مشرکین سے کہئے کہ اچھا جن کو تم نے خدا کا شریک ٹھہرا کر خدا کے ساتھ ملا رکھا ہے ذرا مجھے بھی تو دکھاؤ کہ وہ کون ہیں اور کیسے ہیں ہرگز کوئی خدا کا شریک نہیں بلکہ وہ معبود برحق صرف ایک اللہ ہے جو غالب ہے اور حکمت والا ہے جس کے سامنے کسی کو دم مارنے کی مجال نہیں اور اس کے احکام کی حکمت کی کوئی حد نہیں اور عزیز و حکیم کا شریک بنانا تمہاری صریح غلطی اور بیہودگی ہے۔

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّ

اور تجھ کو جو ہم نے بھیجا سو سب لوگوں کے واسطے خوشی اور

نَذِيْرًا وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۲۸﴾ وَيَقُوْلُوْنَ

ڈر سنانے کو، لیکن بہت لوگ نہیں سمجھتے۔ اور کہتے ہیں

مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۲۹﴾ قُلْ لَّكُمْ مِّيْعَادُ

کب ہے یہ وعدہ! اگر تم سچے ہو۔ تو کہہ تم کو وعدہ

يَوْمٍ لَّا تَسْتَاْخِرُوْنَ عَنْهُ سَاعَةً وَّلَا تَسْتَقْدِمُوْنَ ﴿۳۰﴾

ہے ایک دن کا نہ دیر کرو گے اس سے ایک گھڑی اور نہ شتابی۔

وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لَن نُّؤْمِنَ بِهَٰذَا الْقُرْآنِ وَلَا

اور کہنے لگے منکر ہم ہرگز نہ مانیں گے اس قرآن کو اور نہ

بِالَّذِي بَيْنَ يَدَيْهِ ۗ وَلَوْ تَرَىٰ إِذِ الظَّالِمُونَ مَوْقُوفُونَ

اس سے اگلے کو۔ اور کبھی تو دیکھے جب گنہگار کھڑے کیے گئے ہیں

عِندَ رَبِّهِمْ يَرْجِعُ بَعْضُهُمْ إِلَىٰ بَعْضٍ الْقَوْلَ يَقُولُ

اپنے رب کے پاس۔ ایک دوسرے پر ڈالتا ہے بات کہتے ہیں

الَّذِينَ اسْتُضْعِفُوا لِلَّذِينَ اسْتَكْبَرُوا لَوْلَا أَنتُمْ

جن کو کمزور سمجھا جاتا تھا بڑائی کرنے والوں کو اگر تم نہ ہوتے

لَكُنَّا مُؤْمِنِينَ ﴿٣١﴾ قَالَ الَّذِينَ اسْتَكْبَرُوا لِلَّذِينَ

تو ہم ایماندار ہوتے۔ کہنے لگے بڑائی کرنے والے کمزور گنے

اسْتُضْعِفُوا أَنَحْنُ صَدَدْنَاكُمْ عَنِ الْهُدَىٰ بَعْدَ إِذْ

گیوں کو کیا ہم نے روک رکھا تم کو سوجھ کی بات سے

جَاءَكُم ۖ بَلْ كُنتُم مُّجْرِمِينَ ﴿٣٢﴾ وَقَالَ الَّذِينَ اسْتُضْعِفُوا

تمہارے پاس پہنچ چکے کوئی نہیں تم تھے گنہگار۔ اور کہنے لگے کمزور گنے گئے

لِلَّذِينَ اسْتَكْبَرُوا بَلْ مَكْرُ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ إِذْ تَأْمُرُونَنَا

بڑائی کرنے والوں کو کوئی نہیں پر فریب سے رات دن کے جب تم ہم کو حکم

أَن نَّكْفُرَ بِاللَّهِ وَنَجْعَلَ لَهُ أَندَادًا ۚ وَأَسَرُّوا النَّدَامَةَ

کرتے کہ ہم نہ مانیں اللہ کو اور ٹھہرائیں اس کے ساتھ برابر کے اور چھپے چھپے پچھتانے

لَمَّا رَأَوُا الْعَذَابَ وَجَعَلْنَا الْأَغْلَالَ فِي أَعْنَاقِ الَّذِينَ

لگے جب دیکھی عذاب۔ اور ہم نے ڈالے ہیں طوق گردنوں میں منکروں

تم سے ایک خاص دن کا پختہ وعدہ ہے جس کو اللہ نے کسی حکمت سے پوشیدہ رکھا ہے مگر اس کے
علم میں معین ہے اس دن سے تم نہ ایک گھڑی پیچھے رہ سکو گے اور نہ آگے بڑھ سکو گے۔ ایک گھڑی سے یہی
تقدیم و تاخیر مراد ہوگی۔ جمہور علماء کے نزدیک اس سے یوم قیامت مراد ہے اور بعض علماء کہتے ہیں کہ
موت کا وقت مراد ہے اللہ نے نہ کسی کو کسی کی موت کا وقت بتلایا اور نہ قیامت کا وقت بتلایا۔ اللہ
نے کسی حکمت سے قیامت اور موت کے وقت کو پوشیدہ رکھا ہے تو سب سمجھ کر قیامت کا انکار اور
حساب و کتاب سے بے فکری یہی کفر کی جڑ ہے۔

اب آئندہ آیات میں کفار کے عناد کو بیان کرتے ہیں کہ ان کو قیامت کے انکار پر کس درجہ اصرار
ہے چنانچہ فرماتے ہیں اور جو لوگ کافر ہیں جب وہ اس قسم کی آیتیں قُلْ يَجْمَعُ بَيْنَنَا رَبُّنَا ثُمَّ
يَفْتَحُ بَيْنَنَا بِالْحَقِّ سنتے ہیں وہ یہ کہتے ہیں کہ ہم ہرگز اس قرآن پر ایمان نہیں لائیں گے جو آخرت اور
قیامت کی باتیں بیان کرتا ہے اور نہ اس کتاب پر ایمان لائیں گے جو قرآن سے پہلے موجود ہے جن میں
جنت اور جہنم کا ذکر ہے کافروں کی یہ ساری زور آوری اور غرور اور شوخی دنیا ہی تک ہے وہاں جا کر یہ سب
باتیں ختم ہو جائیں گی اور کاش آپ اس وقت کی حالت کو دیکھتے کہ جب یہ ظالم اپنے رب کے سامنے
کھڑے کیے جائیں گے تو اس وقت ان پر ایک عجب حالت کی کیفیت طاری ہوگی کہ آپس میں سوال و جواب
کریں گے اور ایک دوسرے پر بات ڈالے گا جب کام بگڑ جاتا ہے تو ایک دوسرے پر الزام رکھتا ہے اس
وقت کمزور متکبرین سے کہیں گے کہ تم ہماری بربادی اور تباہی کا سبب ہے اگر تم نہ ہوتے تو
ہم مسلمان ہو جاتے اور متکبرین یعنی کفر کے سردار کمزوروں سے جو ان کے پیرو بنے ہوئے تھے جواب میں
یہ کہیں گے کہ کیا ہم نے تم کو زبردستی ہدایت سے روکا تھا جب کہ ہدایت تمہارے پاس پہنچ گئی تھی اور حق
تم پر واضح ہو گیا تھا ہرگز نہیں بلکہ تم خود ہی مجرم ہو تم نے اپنے اختیار سے تم نے حق کو ٹھکرایا ہم نے تم کو مجبور نہیں
کیا بلکہ ظاہر میں بہکایا اور پھسلایا تھا اپنے خود کردہ کا الزام ہمارے سر کیوں لگاتے ہو اور اس کے جواب میں
کمزور لوگ مغروروں سے یہ کہیں گے بے شک تم نے ہم کو مجبور نہیں کیا بلکہ دن رات کی تمہاری مکاریوں نے
ہم کو گمراہ کیا کہ ہم کو ہدایت سے باز رکھا کہ تم دن رات ہم کو یہی حکم دیتے تھے کہ ہم اللہ کو نہ مانیں اور اس
کے لیے شریک اور ہمسر ٹھہرائیں اور دن رات تم ہم سے یہی کہتے تھے کہ یہ دنیا ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ
اسی طرح رہے گی۔ مر کر خاک ہو جائیں گے نہ ثواب اور نہ عذاب جو کچھ کرنا ہے اسی کے لیے کر لو آخرت
کا نام نہ لو اور دونوں گروہ اس کہنے سننے کے بعد پشیمان ہوں گے اور جب عذاب کو اپنی آنکھوں سے
دیکھ لیں گے تو شماتت سے بچنے کے لیے اپنی پشیمانی کو ایک دوسرے سے چھپائیں گے اور ہم ان سب
کافروں کی گردنوں میں طوق ڈال دیں گے تاکہ ایک دوسرے کو اچھی طرح دیکھ لیں اور پھر سب کو ایک دوسرے
کے برابر ایک ساتھ جہنم میں جھونک دیں گے۔ اور انہیں سزا دیے جائیں گے مگر ان کے اعمال کے مطابق
ہر ایک کو اس کے عمل کے مطابق سزا ملے گی جس درجہ کا کفر اور مکر ہوگا اسی درجہ کی سزا ہوگی اور عذاب کی

کسی کو بھی تشویش نہ ہوگی۔

وَمَآ اَرْسَلْنَا فِیْ قَرْیَةٍ مِّنْ نَّذِیْرٍ اِلَّا قَالَ

اور نہیں بھیجا ہم نے کسی بستی میں کوئی ڈرانے والا مگر کہنے

مُتْرَفُوْهَآ ۙ اِنَّا بِمَآ اُرْسِلْتُمْ بِهٖ كٰفِرُوْنَ ﴿۳۴﴾ وَقَالُوْا

لگے وہاں کے آسودہ لوگ ہم تمہارے ہاتھ بھیجا نہیں مانتے ۔ اور کہنے لگے

نَحْنُ اَكْثَرُ اَمْوَالًا وَّاَوْلَادًا ۙ وَّمَا نَحْنُ

ہم کو زیادہ ہے مال اور اولاد ، اور ہم پر آفت

بِمُعَذَّبِیْنَ ﴿۳۵﴾ قُلْ اِنَّ رَبِّیْ یَبْسُطُ الرِّزْقَ

نہیں آنی ۔ تو کہہ میرا رب ہے جو کھول دیتا ہے روزی

لِمَنْ یَّشَآءُ وَیَقْدِرُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ

جس کو چاہے ، اور ماپ کر دیتا ہے لیکن بہت لوگ سمجھ

لَا یَعْلَمُوْنَ ﴿۳۶﴾ وَمَآ اَمْوَالُكُمْ وَلَآ اَوْلَادُكُمْ بِالَّتِیْ

نہیں رکھتے ۔ اور تمہارے مال اور تمہاری اولاد وہ نہیں کہ

تُقَرِّبُكُمْ عِنْدَنَا زُلْفٰٓی اِلَّا مَنْ اٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ۡ

نزدیک کردیں ہمارے پاس تمہارا درجہ پر جو کوئی یقین لایا اور بھلا کام کیا

فَاُولٰٓىِٕكَ لَهُمْ جَزَآءُ الضِّعْفِ بِمَا عَمِلُوْا وَهُمْ فِی

سو ان کو ہے بدلہ دونا ان کے کیے کا ہے اور وہ جھروکوں

الْغُرُفٰتِ اٰمِنُوْنَ ﴿۳۷﴾ وَالَّذِیْنَ یَسْعَوْنَ فِیْٓ اٰیٰتِنَا

میں بیٹھے ہیں خاطر جمع سے ۔ اور جو لوگ دوڑتے ہیں ہماری آیتوں کے

مُعٰجِزِيْنَ أُولٰٓئِكَ فِي الْعَذَابِ مُحْضَرُوْنَ ﴿۳۸﴾ قُلْ إِنَّ

ہرانے کو وہ مار میں پکڑے آتے ہیں ۔ تو کہہ، میرا

رَبِّيْ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ وَيَقْدِرُ

رب پھیلا دیتا ہے روزی، جس کو چاہے اپنے بندوں میں اور ماپ

لَهٗ ۚ وَمَآ أَنْفَقْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَهُوَ يُخْلِفُهٗ ۚ وَهُوَ خَيْرُ

کر دیتا ہے اس کو، اور جو خرچ کرتے ہو کچھ چیز وہ اس کا عوض دیتا ہے اور وہ

الرّٰزِقِيْنَ ﴿۳۹﴾ وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ جَمِيْعًا ثُمَّ يَقُوْلُ لِلْمَلٰٓئِكَةِ

بہتر ہے روزی دینے والا ۔ اور جس دن جمع کرے گا اُن سب کو، پھر کہے گا فرشتوں کو

أَهٰٓؤُلَآءِ إِيَّاكُمْ كَانُوْا يَعْبُدُوْنَ ﴿۴۰﴾ قَالُوْا سُبْحٰنَكَ أَنْتَ

کیا یہ لوگ تھے تم کو پوجتے ؟ وہ بولے پاک ذات ہے

وَلِيُّنَا مِنْ دُوْنِهِمْ ۚ بَلْ كَانُوْا يَعْبُدُوْنَ الْجِنَّ ۚ أَكْثَرُهُمْ

تیری، ہم تیری طرف ہیں، نہ اُن کی طرف ۔ نہیں پر پوجتے تھے جنوں کو، یہ اکثر

بِهِمْ مُّؤْمِنُوْنَ ﴿۴۱﴾ فَالْيَوْمَ لَا يَمْلِكُ بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ

انہی پر یقین رکھتے ہیں ۔ سو آج تم مالک نہیں ایک دوسرے کے

نَّفْعًا وَّلَا ضَرًّا ۗ وَنَقُوْلُ لِلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ذُوْقُوْا

بھلے کے، نہ بُرے کے، اور کہیں گے ہم ان گنہگاروں کو، چکھو

عَذَابَ النَّارِ الَّتِيْ كُنْتُمْ بِهَا تُكَذِّبُوْنَ ﴿۴۲﴾ وَإِذَا تُتْلٰى

تکلیف اس آگ کی جس کو تم جھوٹ بتاتے تھے ۔ اور جب پڑھی

عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا بَيِّنٰتٍ قَالُوْا مَا هٰذَآ إِلَّا رَجُلٌ يُّرِيْدُ

جاتی ہیں ان پاس ہماری آیتیں کھلی، کہیں اور نہیں مگر یہ ایک مرد ہے کہ چاہتا

اَنْ يَّصُدَّكُمْ عَمَّا كَانَ يَعْبُدُ اٰبَآؤُكُمْ ۚ وَقَالُوْا مَا

یہ روک دے تم کو ان سے جن کو پوجتے رہے تمہارے باپ دادے۔ اور کہیں، اور

هٰذَآ اِلَّآ اِفْكٌ مُّفْتَرًى ۭ وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلْحَقِّ

نہیں یہ جھوٹ ہے باندھ لیا۔ اور کہتے ہیں منکر ٹھیک بات کو

لَمَّا جَاۗءَهُمْ ۙ اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿۴۳﴾ وَمَآ اٰتَيْنٰهُمْ

جب پہنچے ان تک اور نہیں یہ جادو ہے صریح۔ اور ہم نے دی

مِّنْ كُتُبٍ يَّدْرُسُوْنَهَا وَمَآ اَرْسَلْنَآ اِلَيْهِمْ قَبْلَكَ

نہیں ان کو کچھ کتابیں جن کو پڑھتے ہوں اور بھیجا نہیں ان پاس تجھ سے پہلے

مِنْ نَّذِيْرٍ ﴿۴۴﴾ وَكَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۙ وَمَا بَلَغُوْا

کوئی ڈرانے والا۔ اور جھٹلایا ہے ان سے اگلوں نے اور یہ نہیں پہنچے

مِعْشَارَ مَآ اٰتَيْنٰهُمْ فَكَذَّبُوْا رُسُلِيْ ۣ فَكَيْفَ كَانَ نَكِيْرِ ﴿۴۵﴾ ع

دسویں حصہ کو جو ہم نے ان کو دیا تھا۔ پھر جھٹلایا میرے بھیجوں کو تو کیسا ہوا بگاڑ میرا۔

عیش پرستوں کے ایک شبہ کا جواب

قال اللہ تعالیٰ۔ وَمَآ اَرْسَلْنَا فِیْ قَرْیَةٍ مِّنْ نَّذِیْرٍ اِلَّا قَالَ مُتْرَفُوْهَآ ... الی ... فَكَيْفَ كَانَ نَكِيْرِ

(ربط) اوپر کی آیتوں میں ان عیش پرستوں کے وبال اور نکال کا ذکر تھا کہ جو نبوت کے منکر تھے اب ان آیات میں ان عیش پرستوں کا ایک شبہ ذکر کرکے اس کا جواب دیتے ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دیتے ہیں کہ آپ متکبرین کی اس قسم کی باتوں سے رنجیدہ اور ملول نہ ہوں۔ مشرکین اور کفار اپنے مال و دولت کی کثرت پر فخر کرتے تھے اور اس کو اپنی مقبولیت کی دلیل قرار دیتے تھے ان آیات میں ان کے اس شبہ کو نقل کرکے اس کا جواب دیا گیا کہ مال و دولت اور جاہ و حشمت اور کثرت اولاد کو اپنی مقبولیت اور افضلیت کی دلیل نہ سمجھیں مال و دولت کی قلت اور کثرت عزت اور

عَلَى اللّٰهِ ۚ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ ﴿۴۷﴾ قُلْ إِنَّ

اسی اللہ پر۔ اور اس کے سامنے ہے ہر چیز ۔ تو کہہ میرا

رَبِّيْ يَقْذِفُ بِالْحَقِّ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ ﴿۴۸﴾ قُلْ جَآءَ الْحَقُّ

رب پھینکتا جاتا ہے سچا دین وہ جاننے والا چھپی چیزیں۔ تو کہہ آیا دین سچا

وَمَا يُبْدِئُ الْبَاطِلُ وَمَا يُعِيْدُ ﴿۴۹﴾ قُلْ إِنْ ضَلَلْتُ

اور جھوٹ کو نہ پہلا وار نہ دوسرا ۔ تو کہہ اگر میں بہکا ہوں

فَإِنَّمَآ أَضِلُّ عَلٰى نَفْسِيْ ۚ وَإِنِ اهْتَدَيْتُ فَبِمَا

تو یہی کہ بہکوں گا اپنے برے کو۔ اور اگر میں سوجھا ہوں تو اس سبب

يُوْحِيْٓ إِلَيَّ رَبِّيْ ۚ إِنَّهٗ سَمِيْعٌ قَرِيْبٌ ﴿۵۰﴾ وَلَوْ تَرٰٓى إِذْ

سے کہ وحی بھیجتا ہے مجھ کو میرا رب ۔ وہ سنتا ہے نزدیک ۔ اور کبھی تو دیکھے جب

فَزِعُوْا فَلَا فَوْتَ وَأُخِذُوْا مِنْ مَّكَانٍ قَرِيْبٍ ﴿۵۱﴾ وَ

یہ گھبراویں گے۔ پھر بھاگے نہیں بچتے۔ اور پکڑے آئے نزدیک جگہ سے ۔ اور

قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِهٖ ۚ وَأَنّٰى لَهُمُ التَّنَاوُشُ مِنْ مَّكَانٍ

کہنے لگے ہم نے اس کو یقین مانا۔ اب کہاں ان کا ہاتھ پہنچ سکتا ہے دور جگہ

بَعِيْدٍ ﴿۵۲﴾ وَّقَدْ كَفَرُوْا بِهٖ مِنْ قَبْلُ ۚ وَيَقْذِفُوْنَ

سے ۔ اور اس سے منکر ہو رہے آگے سے اور پھینکتے رہے

بِالْغَيْبِ مِنْ مَّكَانٍ بَعِيْدٍ ﴿۵۳﴾ وَحِيْلَ بَيْنَهُمْ وَ

بن دیکھے نشانے پر دور جگہ سے ۔ اور اٹکاؤ پڑ گیا ان میں اور

بَيْنَ مَا يَشْتَهُوْنَ كَمَا فُعِلَ بِأَشْيَاعِهِمْ مِّنْ

جو ان کا جی چاہے ان میں جیسا کیا گیا ہے ان کے راہ والوں سے

قَبْلُ ۚ إِنَّهُمْ كَانُوا فِي شَكٍّ مُّرِيبٍ ﴿٥٤﴾

پہلے - وہ رہے تھے دھوکے میں جو چین نہ لینے دیتا -

خاتمۂ سورت بر کلمۂ حکمت و موعظت

قال اللہ تعالیٰ۔ قُلْ إِنَّمَا أَعِظُكُم بِوَاحِدَةٍ ... الیٰ ... إِنَّهُمْ كَانُوا فِي شَكٍّ مُّرِيبٍ ۔

(ربط) ابتدائے سورت سے یہاں تک توحید اور رسالت اور قیامت تینوں مضمون بیان ہوئے اب سورت کو ایک نصیحت پر ختم فرماتے ہیں جس سے توحید اور رسالت اور قیامت یعنی دین کے اصول ثلاثہ کی حقانیت واضح ہو جائے۔ أَن تَقُومُوا لِلَّهِ سے توحید کی طرف اشارہ ہے اور مَا بِصَاحِبِكُم مِّن جِنَّةٍ ۚ إِنْ هُوَ إِلَّا نَذِيرٌ لَّكُم سے رسالت کی طرف اشارہ ہے اور بَيْنَ يَدَيْ عَذَابٍ شَدِيدٍ سے یوم آخرت کی طرف اشارہ ہے تفسیر کبیر ص ۲۴ ج ۶۔

اور قُلْ مَا سَأَلْتُكُم مِّنْ أَجْرٍ سے مشرکین کے اس شبہ کو قطع کرنا ہے کہ آپ کا فرمانا کسی طمع اور غرض پر مبنی ہے بلکہ مقصود تمہاری ہدایت اور اصلاح مقصود ہے۔

اور اسی ذیل میں کافروں کے گزشتہ شبہ کا جواب بھی دے دیا گیا کہ مال اور اولاد کی کثرت کسی کو اللہ کے قہر اور عذاب سے نہیں بچا سکتی۔ مال و دولت والے ہلاک ہوئے اور خدا کے رسول غالب ہوئے ان واقعات کے بیان کرنے کے بعد کافروں کو غور و فکر کرنے کی نصیحت کرتے ہیں تاکہ قرآن پیغمبر کی حقانیت اور صداقت واضح ہو چنانچہ فرماتے ہیں اے نبی آپ ان کافروں سے جو آپ کی نبوت کے منکر ہیں کہہ دیجئے کہ میں تم کو ایک مختصر بات کی نصیحت کرتا ہوں وہ یہ کہ تم محض خدا کے لیے دو دو یا ایک ایک کھڑے ہو پھر خدا کی طرف متوجہ ہو کر خود غور و فکر کرو اور سوچو کہ اس وقت تک میرے تمام احوال اور اطوار کو یاد کرو۔ تاکہ تمہیں معلوم ہو جائے تمہارے اس ساتھی میں جنون کا کوئی نشان نہیں جیسا کہ تم بغیر سوچے سمجھے گمان کیے ہوئے ہو اس کا حال دیکھو اور اس کا قال سنو اس کی ہر بات سے کمال عقل ظاہر ہے اس کی ہر بات حکمت اور ہدایت سے لبریز ہے وہ نہ مجنون ہے اور نہ دیوانہ بلکہ صرف خدا کا رسول ہے اس کا کچھ کام نہیں سوائے اس کے کہ وہ تم کو آئندہ کے سخت عذاب سے ڈرانے والا ہے اور آئندہ کی مصیبت اور آفت سے ڈرانا کمال عاقبت اندیشی ہے اور نبی کے حقیقی ہونے کی دلیل ہے اے نبی آپ ان سے یہ بھی کہہ دیجئے کہ میں تم سے اس نصیحت پر کچھ بدلہ اور صلہ نہیں چاہتا جو کچھ کہتا ہوں اس میں سراسر تمہارا ہی فائدہ ہے اور اگر بالفرض یہ کہنا ہو کہ میں نے تم سے کچھ عوض اور بدلہ مانگا ہو وہ سب تمہارے واسطے ہے وہ تم ہی رکھو۔ مجھے تم سے اجر کی طلب نہیں اللہ تعالیٰ

نہیں میرا اجر میرے اللہ پر ہے۔ اور وہ ہر چیز سے خبردار ہے وہی مجھے میرے کام کا اجر دے گا اب بھی تم اگر مانو تو تم جانو وہ میری نیت اور صداقت اور اخلاص اور بے غرضی پر گواہ ہے۔ وہ آپ ان سے یہ بھی کہہ دیجئے کہ تحقیق میرا پروردگار اوپر سے غیب کا حق بھیجتا جاتا ہے اور باطل پر گراتا جاتا ہے تاکہ باطل پاش پاش ہو جاوے وہ علام الغیوب ہے اس کو پہلے ہی سے معلوم تھا کہ وہ حق کو اوپر سے اتارے گا اور باطل پر گرائے گا اور حق کے گرنے سے وہ باطل چور چور ہو جائے گا۔ لہٰذا آپ کہہ دیجئے کہ اب حق آگیا اور اب اسلام کے سامنے باطل فروغ نہ پائے گا اور باطل کرتا ہے پہلی بار ظہور میں ہوتا ہے اور نہ دوسری بار اب دین باطل مٹتا چلا جائے گا اس سے تم کو میری صداقت اور نبوت کا یقین ہو جانا چاہیے۔ کہہ دیجئے کہ اگر تمہارے گمان میں بالفرض میں گمراہ ہوں تو سوائے اس کے کچھ نہیں کہ میں اپنی ذات پر گمراہ ہوں اس گمراہی کا ضرر مجھ کو ہی پہنچے گا۔ میری گمراہی سے تم کو اس قدر اضطراب اور پریشانی ہے اور اگر میں ہدایت پر ہوں تو اس سبب سے ہے کہ میرا پروردگار مجھ پر وحی بھیجتا ہے تحقیق میرا پروردگار سننے والا ہے اور میرے نزدیک ہے اس کی رحمت اور عنایت کبھی مجھ سے جدا نہیں ہوتی۔

تتمۂ تہدید منکرین و مکذبین

ربط۔ گزشتہ آیات میں منکرین اور مکذبین کی تہدید اور توبیخ تھی۔ کما قال تعالیٰ وَكَذَّبَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَمَا بَلَغُوا مِعْشَارَ مَا آتَيْنَاهُمْ فَكَيْفَ كَانَ نَكِيرِ۔ اب ان آیات میں اسی تہدید اور توبیخ کا تتمہ ہے۔ تفسیر ابو السعود ص [illegible] ج ۴۔

جس کا حاصل یہ ہے کہ منکرین اور مکذبین کو یہ معلوم رہنا چاہیے کہ خدا تعالیٰ اس پر قادر ہے کہ جب چاہے ان کو قریبی جگہ سے اور ان کے قدموں کے نیچے سے پکڑ کر زمین کے اندر چھپا دے (ذکرہ روایت ابن عباس مشتمل بر قصہ عجیبہ تفسیر عزیزی ص ۲۳۳) اس لیے اب آئندہ آیات میں کافروں کے حسرتناک انجام کو بیان فرماتے ہیں۔

اے پیغمبر کاش آپ اس وقت کو دیکھیں کہ جب یہ لوگ بروز قیامت یا بوقت موت گھبرائیں گے اور بھاگنے کی کوشش کریں گے پس بھاگ نہیں سکیں گے۔ عذاب سے بچ جانے کا کوئی مفر نہ ہوگا کسی طرف بھاگ کر نہیں نکل سکیں گے اور قریب ہی جگہ سے پکڑ لیے جاویں گے یعنی بہت ہی آسانی کے ساتھ فوراً گرفتار کر لیے جائیں گے اور اس وقت یہ کہیں گے کہ ہم دین حق پر ایمان لے آئے اور یقین کر لیا کہ پیغمبروں نے جو کہا تھا وہ سب حق تھا اور تمنا کریں گے کہ ہم کو دنیا میں لوٹا دیا جائے۔

حق تعالیٰ فرماتے ہیں اور اتنی دور جگہ سے ایمان کا پکڑنا اور وہاں تک ان کا ہاتھ پہنچنا کیسے

ممکن ہے ایمان کے پکڑنے کی زیادہ جگہ تو دنیا تھی اب جب کہ دنیا سے منتقل کر دیا گیا آخرت میں پہنچ گئے تو یہ تو دار الجزاء ہے جو بہت ہی دور ہے اتنی دور سے ایمان کو کیسے پکڑ سکتے ہیں، اور حال یہ ہے کہ وہ پہلے اس حق کا انکار کرتے تھے اور اس سے پہلے دنیا میں بے دیکھے دور جگہ سے انکل کے تیر چلاتے تھے اللہ ہی کو ساحر اور شاعر اور مجنون بتاتے تھے اور بعث اور حشر ونشر کا انکار کرتے تھے اور خواہشات کے منتظر بیٹھے تھے اب آنکھیں کھلیں تو ایمان کی سوجھی تو جب کہ اب تو ایمان کی جگہ سے بہت دور نکل آئے اور دور جگہ سے ایمان کا ہاتھ آنا محال ہے اور اب ان کے اور ان کی خواہشوں کے درمیان پردہ ڈال دیا گیا ہے قبول ایمان کے بارہ میں ان کی آرزو پوری نہ ہوگی ایمان حاصل کرنے کی جگہ دنیا تھی وہ دور جا پڑی ہے

سدا دور دوراں دکھاتا نہیں — گیا وقت پھر ہاتھ آتا نہیں

جیسا کہ ان کے ہم مشرب کافر لوگوں کے ساتھ بھی یہی سلوک کیا گیا جو ان سے پہلے گزر چکے ہیں اور ان کی خواہشوں میں پردہ ڈال دیا گیا کہ ان کی آرزو پوری نہ ہوئی اور آخرت میں بھی ان کا ایمان مقبول نہ ہوگا۔

تحقیق یہ سب لوگ جب دنیا میں تھے تو ایسے تردد والے شک میں پڑے تھے جو ان کو چین نہیں لینے دیتا تھا۔ اللہ اور رسول کی ہر بات میں ان کو شک رہتا تھا اب جب کہ خدا اور رسول کی باتوں اور خبروں کو آنکھوں سے دیکھ لیا اور پردہ اٹھ گیا تو ایمان کی باتیں کرنے لگے جب ایمان کا وقت تھا تو سخت شک اور اضطراب میں پڑے رہے لہٰذا اب ایمان قبول نہ ہوگا۔

رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوبَنَا بَعْدَ إِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِن لَّدُنكَ رَحْمَةً إِنَّكَ أَنتَ الْوَهَّابُ۔

الحمد للہ کہ آج بتاریخ ۲۶ جمادی الاولیٰ ۱۳۹۲ھ یوم پنجشنبہ بوقت ۹ بجے صبح سورۂ سبا کی تفسیر سے فراغت ہوئی فللہ الحمد حمدًا کثیرًا کثیرًا۔

اے اللہ اپنی رحمت سے اس کو قبول فرما اور باقی تفسیر کے اتمام اور تکمیل کی توفیق عطا فرما اور اپنی عبادت اور اطاعت اور شکر نعمت سے سرفراز فرما اور خاتمہ بالخیر فرما آمین یا رب العالمین۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ سیدنا ومولانا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین

وعلینا معہم یا ارحم الراحمین۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

سُوْرَةُ فَاطِرٍ

یہ سورت مکی ہے جس میں پینتالیس ۴۵ آیتیں اور پانچ رکوع ہیں۔ اس سورت کا نام فاطر ہے جس کے معنی خالق اور ظاہر کرنے کے ہیں اس سورت میں خدا تعالیٰ کے فاطر اور قادر اور ظاہر اور خالق اور رازق ہونے کا بیان ہے جس کے شروع ہی میں اللہ تعالیٰ کی خالقیت اور اس کی رازقیت اور اس کی مشیت کو بیان فرمایا۔

اور اس سورت کا نام سورۃ الملائکہ بھی ہے چونکہ اس سورت میں ملائکہ کا ذکر ہے اس لیے اس سورت کو سورۃ الملائکہ بھی کہتے ہیں گزشتہ سورت میں اس امر کا ذکر تھا کہ مشرکین نے فرشتوں کو اپنا معبود ٹھہرا لیا ہے۔ اب اس سورت میں اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کا ذکر کیا کہ وہ بھی اللہ کی ایک مخلوق ہے اور حکم خداوندی کے لیے مسخر ہے اور تابع فرمان الٰہی ہے دن رات اللہ کی عبادت اور بندگی میں لگے ہوئے ہیں وہ کیسے خدا ہو سکتے ہیں گزشتہ سورت میں یہ ذکر تھا کہ مشرکین فرشتوں کی بھی عبادت کرتے تھے۔ کما قال تعالیٰ ثُمَّ یَقُوْلُ لِلْمَلٰٓئِکَۃِ اَھٰٓؤُلَآءِ اِیَّاکُمْ کَانُوْا یَعْبُدُوْنَ اس لیے اس سورت کے شروع میں فرشتوں کا احکام خداوندی کی تعمیل اور بجا آوری میں مشغول ہونا بیان کیا تا کہ ان کی عبدیت ظاہر ہو کہ فرشتے خدا کے بندے ہیں اور تابع فرمان الٰہی ہیں وہ کیسے کسی کو اپنی عبادت کا حکم دے سکتے ہیں۔

یہ سورت ان پانچ سورتوں کی آخری سورت ہے جن کا آغاز الحمد سے ہوا ان سورتوں میں اللہ تعالیٰ نے چار نعمتوں کو تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے اور تمام نعمتوں کی اصل یہی چار نعمتیں ہیں جن کا مجموعہ سورۃ فاتحہ میں مذکور ہے۔ پہلی نعمت ایجاد اول ہے اور دوسری نعمت بقاء اول ہے۔ اور تیسری نعمت ایجاد دوم ہے اور چوتھی نعمت بقاء دوم ہے تا کہ بندے ان نعمتوں سے آگاہ ہوں اور اللہ کی حمد و ثناء کریں۔ ایجاد اول اور بقاء اول سے دنیاوی زندگی اور سامان حیات مراد ہے اور ایجاد دوم اور بقاء دوم سے اخروی زندگی اور آخرت کی بقاء اور دوام مراد ہے اور یہ ایجاد دوم اور بقاء دوم سب سے اعلیٰ اور ارفع نعمت ہے انسانی پیدائش اور دنیاوی زندگی کا آخری انجام یہی اخروی بقاء اور دوام ہے۔ سورۂ سبا میں زیادہ تر دنیاوی زندگانی اور اس کی نعمتوں کا بیان تھا اور اس سورت میں زیادہ تر اخروی اور روحانی زندگی اور اس کے بقاء اور دوام کا ذکر ہے۔ اور اسی قبیل

میں اللہ تعالیٰ نے اہل سعادت کے انعامات کو اور اہل شقاوت کی مصیبتوں اور ذلتوں کو قدرے تفصیل کے ساتھ بیان کیا اس لیے کہ سعادت سے بڑھ کر کوئی رحمت اور نعمت نہیں اور شقاوت سے بڑھ کر کوئی ذلت اور مصیبت نہیں۔

سورۃ الحمد میں مبدأ اور معاد کی تمام نعمتوں کا اجمالاً ذکر کیا اور باقی ان چار سورتوں میں کسی جگہ کسی نعمت کو تفصیل کے ساتھ اور کسی نعمت کو اجمال اور ایجاز کے ساتھ بیان کیا اور چونکہ یہ سورت ان پانچ سورتوں میں کی آخری سورت ہے جن کو الحمد سے شروع فرمایا اس لیے اس سورت میں آخری انجام یعنی سعادت اور شقاوت کا کافی بیان فرمایا۔ لہٰذا عاقل اور دانا کا کام یہ ہے کہ انجام کی فکر کرے اور اللہ کے وعدہ کو حق جانے اور شیطان کے دھوکہ میں نہ آئے اور بُرے اعمال کو اچھا نہ سمجھے آخرت کی عزت اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت میں ہے اور آخرت کی فکر اور اس کی تیاری یہی سعادت ہے اور آخرت کا انکار اور اس سے غفلت یہی شقاوت ہے۔

مرد آخر بیں مبارک بندۂ ایست

آیاتها ۴۵ | (۳۵) سُوْرَةُ فَاطِرٍ مَكِّيَّةٌ (۴۳) | رکوعاتها ۵

یہ سورۃ مکی ہے اس میں ۴۵ آیات اور ۵ رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ جَاعِلِ الْمَلٰٓئِكَةِ

سب خوبی اللہ کو ہے جس نے بنا نکالے آسمان اور زمین، جس نے ٹھہرائے فرشتے

رُسُلًا اُولِيْٓ اَجْنِحَةٍ مَّثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ ۭ يَزِيْدُ فِي

پیغام لانے والے جن کے پر ہیں دو دو اور تین تین اور چار چار۔ بڑھا دیتا ہے

الْخَلْقِ مَا يَشَاۗءُ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ① مَا

پیدائش میں جو چاہے، بے شک اللہ ہر چیز کر سکتا ہے۔ جو

يَفْتَحِ اللّٰهُ لِلنَّاسِ مِنْ رَّحْمَةٍ فَلَا مُمْسِكَ لَهَا ۚ وَمَا

کھول دے اللہ لوگوں پر مہر، تو کوئی نہیں اس کو روکنے والا اور جو

يُمْسِكْ فَلَا مُرْسِلَ لَهُ مِنْ بَعْدِهِ ۚ وَهُوَ الْعَزِيزُ

روک رکھے تو کوئی نہیں اس کو بھیجنے والا اس کے سوا ۔ اور وہی ہے زبردست

الْحَكِيمُ ﴿٢﴾ يَا أَيُّهَا النَّاسُ اذْكُرُوا نِعْمَتَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ ۚ

حکمتوں والا ۔ لوگو ! یاد کرو احسان اللہ کا اپنے اوپر ۔

هَلْ مِنْ خَالِقٍ غَيْرُ اللَّهِ يَرْزُقُكُمْ مِنَ السَّمَاءِ وَ

کوئی ہے بنانے والا اللہ کے سوا روزی دیتا تم کو آسمان اور

الْأَرْضِ ۚ لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ ۖ فَأَنَّىٰ تُؤْفَكُونَ ﴿٣﴾ وَإِنْ

زمین سے ۔ کوئی حاکم نہیں مگر وہ ۔ پھر کہاں سے الٹے جاتے ہو ۔ اور اگر

يُكَذِّبُوكَ فَقَدْ كُذِّبَتْ رُسُلٌ مِنْ قَبْلِكَ ۚ وَإِلَى

تجھ کو جھٹلاویں تو جھٹلائے گئے کتنے رسول تجھ سے پہلے ۔ اور اللہ

اللَّهِ تُرْجَعُ الْأُمُورُ ﴿٤﴾ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّ وَعْدَ اللَّهِ

تک پہنچتے ہیں سب کام ۔ لوگو ! بے شک وعدہ اللہ کا

حَقٌّ ۖ فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَيَاةُ الدُّنْيَا ۖ وَلَا يَغُرَّنَّكُمْ

ٹھیک ہے ، سو نہ بہکاوے تم کو دنیا کا جینا ۔ اور نہ دغا دے تم کو

بِاللَّهِ الْغَرُورُ ﴿٥﴾ إِنَّ الشَّيْطَانَ لَكُمْ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوهُ

اللہ کے نام سے وہ دغاباز ۔ تحقیق شیطان تمہارا دشمن ہے سو تم سمجھ رکھو اس کو

عَدُوًّا ۚ إِنَّمَا يَدْعُو حِزْبَهُ لِيَكُونُوا مِنْ أَصْحَابِ السَّعِيرِ ﴿٦﴾

دشمن ۔ وہ تو بلاتا ہے اپنے گروہ کو اسی واسطے کہ ہوویں دوزخ والوں میں ۔

الَّذِينَ كَفَرُوا لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيدٌ ۖ وَالَّذِينَ آمَنُوا

جو منکر ہوئے ان کو سخت مار ہے ۔ اور جو یقین لائے

وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ كَبِيْرٌ ۝ اَفَمَنْ

اور کیے بھلے کام ۔ ان کو ہے معافی اور نیگ بڑا ۔ بھلا ایک

زُيِّنَ لَهٗ سُوْٓءُ عَمَلِهٖ فَرَاٰهُ حَسَنًا ۭ فَاِنَّ اللّٰهَ يُضِلُّ

شخص کو بھلا سمجھائی اس کو اس کے کام کی برائی پھر دیکھا اس نے اس کو بھلا ۔ سو اللہ بھٹکاتا ہے

مَنْ يَّشَاۗءُ وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَاۗءُ ڮ فَلَا تَذْهَبْ

جس کو چاہے ۔ اور سمجھاتا ہے جس کو چاہے ۔ سو تیرا جی نہ جاتا رہے

نَفْسُكَ عَلَيْهِمْ حَسَرٰتٍ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِمَا

اُن پر پچھتا پچھتا کر ۔ اللہ کو سب معلوم ہے جو

يَصْنَعُوْنَ ۝

کرتے ہیں ۔

تحمید خداوند حمید مجید برائے اثبات توحید وتذکیر نعم وتحذیر از نقم

قال تعالیٰ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ جَاعِلِ الْمَلٰۗىِٕكَةِ رُسُلًا اُولِيْٓ اَجْنِحَةٍ مَّثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ ... الیٰ ... بِمَا يَصْنَعُوْنَ

ربط: گزشتہ سورت کے اخیر میں کفار ومشرکین کی ہلاکت کا ذکر تھا کہ ان پر خدا کا قہر نازل ہوا ۔ اور ایک اور برباد ہونے ان کافروں کی ہلاکت اور بربادی اللہ کی نعمت ہے جس پر شکر واجب ہے ۔ کما قال تعالیٰ فَقُطِعَ دَابِرُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ۭ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ۔

اس لیے اس سورت کا آغاز اللہ کی حمد وثنا سے کیا گیا (روح المعانی صفحہ ۲۲ ج ۲۲) اور اسی ذیل میں اللہ تعالیٰ نے اپنی ظاہری اور باطنی نعمتوں کا ذکر کرکے شکر پر متنبہ کیا اور ناشکری کے انجام سے ڈرایا۔ اس سورت کا زیادہ تر حصہ اثبات توحید اور ابطال شرک اور منکرین توحید اور منکرین قیامت کی تہدید اور توبیخ میں ہے اور بعض آیات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تسلی کا ذکر ہے کہ آپ کفار

اور چار چار اور یہ بازو ان کی خلقت کے مناسب ہیں جیسے ان کی لطافت نورانی ہے اسی طرح ان کے بازو بھی نورانی ہیں اور اصل حقیقت اور کیفیت تو اللہ ہی کو معلوم ہے اور پھر خدا کے پیغمبر جنہوں نے فرشتوں کو دیکھا ہے وہی کچھ ان کا حال بتا سکتے ہیں فلسفی اور سائنس دان دائرۂ محسوسات میں صرف اتنا بتا سکتے ہیں کہ کبوتر کے دو بازو ہیں اور دو پر ہیں جن سے وہ ہوا میں اُڑتا ہے مگر کس طرح اُڑتا ہے اور اس کے طیران (اڑنے کی) حقیقت اور کیفیت کیا ہے یہ بیان نہیں کر سکتا اور یہ فلسفی دو آنکھوں سے دیکھتا ہے اور دو پیروں سے چلتا ہے مگر اپنے دیکھنے اور چلنے کی حقیقت اور کیفیت کے بتلانے سے قاصر اور عاجز ہے اور اگر اس فلسفی کی چار آنکھیں اور چار پیر ہوتے تو کیسے دیکھتا اور کیسے چلتا یا دو زبانیں ہوتیں تو کیسے بولتا یہاں فلسفی دم بخود ہے فلسفی خدا تعالیٰ کے متعلق تو خوب زبان چلاتا ہے ذرا اپنے متعلق بھی تو کچھ زبان چلائے اور بتلائے جو خدا دو پیر اور دو آنکھیں دینے پر قادر ہے وہی خدا چار آنکھیں اور چار پیر دینے پر بھی قادر ہے اور وہی خدا دونوں آنکھیں پھوڑ دینے اور دونوں ٹانگیں توڑ دینے پر بھی قادر ہے۔ يَزِيدُ فِي الْخَلْقِ مَا يَشَاءُ ۚ إِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ اس کی قدرت کے اعتبار سے دو اور چار اور توڑنا اور پھوڑنا اور جوڑنا سب برابر ہے۔ اور بڑھاتا ہے وہ فاطر (قادر) پیدائش میں کمیت اور کیفیت اور صورت اور صفت کے اعتبار سے جو چاہتا ہے اور جس قدر چاہتا ہے بے شک اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔ لہٰذا فرشتوں کے تین چار بازو سن کر تعجب نہ کرنا چاہئے اس کی صنعت کا کوئی اندازہ نہیں کر سکتا وہ قادر مطلق اور خالق مطلق ہے جس طرح چاہے بنائے اس نے اپنی قدرت اور حکمت سے جس مخلوق کی خلقت اور صنعت میں جتنی چاہی زیادتی کر دی کسی کو دو پایہ بنایا اور کسی کو چار پایہ اور کسی کو چھ پایہ اور کسی کو اپنا بنایا مکھی کی آنکھ بظاہر ایک دکھائی دیتی ہے مگر انکشافات جدیدہ سے یہ معلوم ہوا ہے کہ جب بذریعہ خوردبین دیکھو تو اس کی آنکھیں آٹھ ہزار سے زیادہ نظر آتی ہیں۔ لوگوں کے حواس خمسہ کم و بیش اور مختلف ہیں کوئی کم دیکھتا ہے اور کوئی زیادہ اور کوئی کم سنتا ہے اور کوئی زیادہ۔ کسی کو عقل اتنی زیادہ دی کہ آسمان تک پرواز کر سکے۔ کسی کو بے بال و پر بنایا۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے اپنی کسی حکمت سے فرشتوں کی خلقت میں تفاوت رکھا کسی کے دو اور کسی کے تین اور کسی کے چار بازو بنائے اور کسی کے اس سے بھی زیادہ۔ جیسا کہ حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میں نے شب معراج میں جبرئیل کو دیکھا کہ اس کے چھ سو بازو ہیں۔

زجاج اور فراء اور جمہور مفسرین کہتے ہیں کہ يَزِيدُ فِي الْخَلْقِ مَا يَشَاءُ میں جس زیادتی کا ذکر ہے وہ ملائکہ کے ساتھ مخصوص نہیں بلکہ عام ہے ہر خلقت و صنعت اور قد و قامت اور حواس ظاہرہ اور باطنہ سب کو شامل ہے جس میں حسن صورت اور حسن سیرت اور آنکھوں کی ملاحت اور زبان کی حلاوت اور خوش آوازی اور نغمہ دلکش اور وجاہت اور جسمانی قوت اور عقل کی جودت اور متانت وغیرہ وغیرہ سب يَزِيدُ فِي الْخَلْقِ مَا يَشَاءُ میں داخل ہے کسی خاص نوع کے ساتھ مخصوص نہیں اور

امام رازیؒ نے تفسیر میں اسی عموم کو اختیار کیا ہے اسی طرح سمجھو کہ فرشتے اللہ کی ایک نورانی مخلوق ہے جو ہوا سے زیادہ لطیف ہے اور ان کی خلقت اور پیدائش میں اس نے اپنی حکمت سے تفاوت رکھا ہے کسی کو دو پر عطا کیے۔ اور کسی کو تین اور کسی کو چار اور کسی کو اس سے بھی زیادہ۔ وہ قادر مطلق اور حکیم مطلق ہے وہ اپنی پیدائش اور بناوٹ میں جو کمی اور زیادتی چاہتا ہے اس پر کسی کو چون وچرا کی مجال نہیں سارا عالم اس کی قدرت کے سامنے اور سارے عالم کی عقلیں اس کے علم وحکمت کے سامنے بے بال و پر ہیں کسی کی مجال نہیں اس کے آسمان قدرت وحکمت تک پرواز کر سکے۔ جسم انسانی کی طرح روح انسانی کی بھی ایک خاص شکل اور خاص ہیئت ہے مگر وہ لطیف اور مجرد عن المادہ ہے اور لطافت کی وجہ سے ادراک اور احساس سے بالا اور برتر ہے روح کی شکل اور ہیئت کو انسان کی ظاہری ہیئت پر قیاس نہیں کیا جا سکتا اسی طرح فرشتوں کے پروں اور بازوؤں کو پرندوں کے پروں اور بازوؤں پر قیاس نہیں کیا جا سکتا۔

نکتہ طیور یعنی پرندے جسم خاکی ہیں اللہ تعالیٰ نے ان کو ہوا میں پرواز کرنے کے لیے پر عطا کیے۔ فرشتے جسم نورانی ہیں اللہ تعالیٰ نے ان کو عالم بالا کی پرواز کے لیے نورانی پر عطا کیے جن کی درازی کی کوئی حد نہیں جسم طیور چونکہ خاکی ہے اس لیے بالطبع مائل بہ سفل (پستی) ہے ملائکہ نورانی ہیں اس لیے بالطبع مائل بہ علو (بلندی) ہیں۔ اور چونکہ فرشتے تدابیر عالم پر مامور ہیں اس لیے اللہ تعالیٰ نے ان کو نورانی اور لطیف بال و پر عطا کیے تاکہ عالم علوی اور عالم سفلی کے ہبوط اور صعود میں ان کو مدد دیں (ماخوذ از تفسیر عزیزی ص ۲۳۹)

اور وہ ایسا قادر مطلق ہے کہ کوئی اس کی قدرت میں مزاحم نہیں اس لیے کہ اللہ تعالیٰ لوگوں کے لیے جس جسمانی یا روحانی رحمت اور نعمت کا دروازہ کھول دے جیسے بارش اور روزی اور نعمت وصحت اور امن وعافیت اور علم وحکمت اور ایمان اور ہدایت۔ اسے کوئی بند کرنے والا نہیں اور جس چیز کو وہ روک لے تو کوئی اس کو چھوڑنے والا نہیں اور وہی زبردست اور حکمت والا ہے اس کا کھولنا اور بند کرنا سب حکمتوں پر مبنی ہے جس بندہ کو اللہ تعالیٰ نے کوئی فضیلت اور نعمت عطا کی اسے کوئی روک نہیں سکتا اور جس سے خدا نے کوئی نعمت اور فضیلت روک لی اسے کوئی دے نہیں سکتا تمام خزائن رحمت اسی کے قبضۂ قدرت میں ہیں۔

اے لوگو جب تم نے دیکھ لیا کہ تمام نعمتوں اور رحمتوں کے خزانے اسی کے دست قدرت میں ہیں تو تم اپنے اوپر اللہ کے انعام اور احسان کو یاد کرو۔ اور اپنے منعم اور محسن کا شکر کرو کہ اس نے تم کو عدم سے نکال کر وجود عطا کیا اور بے شمار نعمتیں تم کو عطا کیں اور اس نے تم کو رزق اور سامان بقا دیا ہوشیار ہو جاؤ مطلب یہ ہے کہ نعمت کو یاد کر کے منعم کو پہچانو کہ کس نے تم کو یہ نعمت دی۔ بھلا کیا اللہ کے سوا تمہارا کوئی خالق ہے جو تم کو آسمان اور زمین سے رزق دے کہ آسمان سے بارش برسائے اور زمین سے

لطائف و معارف

ذکر اقوال مختلفہ دربارۂ حقیقت ملائکہ علیہم السلام

۱۔ اہل اسلام کے نزدیک ملائکہ اجسام نورانیہ کا نام ہے جو نور سے پیدا کیے گئے ہیں اور لطیف ہیں اور ہر صورت اور شکل میں نمودار ہو سکتے ہیں صورت اور شکل ان کے حق میں لباس کا حکم رکھتی ہے کھانے اور پینے اور توالد اور تناسل سے اور اللہ تعالیٰ کی معصیت سے پاک اور منزہ ہیں ذکر ہی ان کی غذا ہے اور اللہ تعالیٰ نے ان کو افعال قویہ پر قدرت دی ہے۔ اور یہ باتیں قرآن کریم کی بے شمار آیات اور بے شمار احادیث سے اور صحابہ اور تابعین کے اجماع سے ثابت ہیں، اور تمام کتب سماویہ توریت اور انجیل اور زبور سب کی سب فرشتوں کے اقرار اور اعتراف اور ان پر ایمان کے بارہ میں متفق ہیں لہٰذا فرشتوں کا انکار اور فرشتوں کے نزول کا انکار سب کفر ہے اس لیے کہ یہ باتیں دلیل قطعی سے ثابت ہیں۔

۲۔ قدیم فلاسفہ کے نزدیک ملائکہ ارواح مجردہ کا نام ہے یعنی ایسے حقائق کا نام ملائکہ ہے جو بذات خود قائم ہوں اور جسم اور مادہ سے بالکلیہ پاک اور بری ہوں اور وہ نفوس ناطقہ انسانی سے ایک علیحدہ نوع ہے جو صاحب ادراک و شعور ہے۔ یہ قدیم فلاسفہ کا مذہب ہے۔

۳۔ اور فلاسفہ دہریہ سرے سے وجود ملائکہ کے منکر ہیں۔

۴۔ اور نصاریٰ کی ایک جماعت کا مذہب یہ ہے کہ ملائکہ ان نفوس ناطقہ کا نام ہے جو انسانی جسموں سے علیحدہ ہو جاتے ہیں۔ اگر وہ نیک ہوں تو وہ ملائکہ ہیں اور اگر بد ہوں تو شیاطین ہیں۔

۵۔ بعض بت پرستوں کا مذہب یہ ہے کہ ارواح کواکب کا نام ملائکہ ہے جو سعادت اور نحوست کا اثر دنیا پر ڈالتے ہیں۔

۶۔ اور مجوس کا عقیدہ یہ ہے کہ عالم کی اصل دو چیزیں ہیں۔ نور اور ظلمت۔ نور ہمیشہ اخیار اور پسندیدہ لوگوں کو پیدا کرتا رہتا ہے یہ گروہ ملائکہ کا گروہ ہے۔ اور ظلمت خبیث اور شریر لوگوں کو پیدا کرتی ہے ان کا نام شیاطین ہے۔

۷۔ نیچریوں کے نزدیک جو ہر چیز کو نیچر کا اثر مانتے ہیں۔ ملائکہ اجسام نورانیہ کا نام نہیں بلکہ ان قوائے فطریہ کا نام ملائکہ ہے جو نیکی کی طرف میلان پیدا کرتی ہے اور جو قوتیں برائی کی طرف کھینچتی ہیں ان کا نام شیاطین ہے یہ زمانہ حال کے نیچریوں کا مذہب ہے جو سرسید علی گڑھی کے پیرو ہیں اور جنہوں نے

جس بے باکی سے ملائکہ اور شیاطین کے وجود کا انکار کیا ہے اور آیات اور احادیث میں جو تحریف کی ہے یہود و نصاریٰ میں بھی اس تحریف کی نظیر نہیں۔

نیچریوں کا یہ عقیدہ صریح الحاد اور زندقہ ہے اور صریح آیات قرآنیہ اور احادیث نبویہ کے خلاف ہے سرسید کے نزدیک فرشتہ ایک قوت کا نام ہے جو دکھائی دینے کے قابل نہیں اور قرآن اور حدیث سے یہ امر صاف طور پر ثابت ہے کہ فرشتہ ایک جسم لطیف کا نام ہے جس کا دکھائی دینا ممکن ہے اور انبیاء کرام نے فرشتوں کا مشاہدہ کیا ہے اور مرنے کے وقت ہر شخص فرشتوں کو دیکھتا ہے اور قیامت کے دن کافر بھی فرشتوں کو دیکھیں گے۔ یَوْمَ یَرَوْنَ الْمَلٰٓئِکَۃَ اور حدیث میں ہے کہ مرغ فرشتہ کو دیکھ کر اذان دیتا ہے اور گدھا شیطان کو دیکھ کر آواز نکالتا ہے۔

غرض یہ کہ نیچریوں کا یہ عقیدہ کہ ملائکہ قوائے فطریہ کا نام ہے۔ صریح آیات قرآنیہ اور احادیث نبویہ کے خلاف ہے از روئے اسلام ملائکہ ایک ایسی لطیف اور نورانی مخلوق کا نام ہے۔ جو عالم مادی کے ظلمات سے پاک اور منزہ ہے اللہ کی مخلوقات کی کوئی شمار نہیں اس کی بے شمار مخلوقات میں سے ایک نوع فرشتوں کی بھی ہے جو تمام انواع مخلوقات سے علیحدہ اور جدا ہے اور عالم مادی کی صفات اور کیفیات سے مبرا ہے۔

اب ہم چند آیات قرآنیہ پیش کرتے ہیں جو اس خیال خام کے قلع قمع کے لیے کافی ہیں۔

۱۔ جَاعِلِ الْمَلٰٓئِکَۃِ رُسُلًا اُولِیْٓ اَجْنِحَۃٍ مَّثْنٰی وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ۔

کیا اس آیت کا یہ مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قوائے فطریہ کے کچھ پر اور بازو لگا رکھے ہیں۔

۲۔ وَتَرَی الْمَلٰٓئِکَۃَ حَآفِّیْنَ مِنْ حَوْلِ الْعَرْشِ۔

یعنی فرشتے عرش عظیم کو گھیرے ہوئے ہیں۔

۳۔ وَیَحْمِلُ عَرْشَ رَبِّکَ فَوْقَهُمْ یَوْمَئِذٍ ثَمٰنِیَۃٌ۔

قیامت کے دن عرش کو آٹھ فرشتے اٹھائے ہوئے ہوں گے۔ تو کیا عرش عظیم کو گھیرے میں لینے والے اور اس کو اٹھانے والے یہ قوائے فطریہ ہیں۔

۴۔ فَاِنَّ اللّٰہَ هُوَ مَوْلٰهُ وَجِبْرِیْلُ وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمَلٰٓئِکَۃُ بَعْدَ ذٰلِکَ ظَهِیْرٌ۔

کیا اس آیت کا یہ مطلب ہے کہ قوائے فطریہ اور مؤمنین صالحین نبی کے دوست اور معین اور مددگار ہیں۔

۵۔ وَالْمَلٰٓئِکَۃُ یَدْخُلُوْنَ عَلَیْهِمْ مِّنْ کُلِّ بَابٍ سَلٰمٌ عَلَیْکُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَی الدَّارِ۔

کیا اس آیت کا یہ مطلب ہے کہ قوائے فطریہ ہر دروازہ سے جنت میں داخل ہوں گے اور اہل جنت کو سلام کریں گے۔

۶۔ وَنَادَوْا يَا مَالِكُ لِيَقْضِ عَلَيْنَا رَبُّكَ۔

کیا آیت کا یہ مطلب ہے کہ اہل دوزخ قوائے فطریہ سے یہ درخواست کریں گے کہ آپ خدا تعالیٰ سے ہماری موت کا قطعی فیصلہ کرا دیجیے۔

۷۔ مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ إِلَّا لَدَيْهِ رَقِيبٌ عَتِيدٌ۔

کیا آیت کا یہ مطلب ہے کہ قوائے فطریہ انسان کے الفاظ اور حروف کی نگرانی کرتے ہیں۔

۸۔ وَيُرْسِلُ عَلَيْكُمْ حَفَظَةً۔

کیا آیت کا یہ مطلب ہے کہ انسان کی حفاظت کے لیے اللہ نے قوائے فطریہ کو مقرر کیا ہے۔

۹۔ وَإِنَّ عَلَيْكُمْ لَحَافِظِينَ كِرَامًا كَاتِبِينَ يَعْلَمُونَ مَا تَفْعَلُونَ۔

کیا آنجناب کے نزدیک قوائے فطریہ ان کے اعمال کی کتابت کرتے ہیں۔

۱۰۔ اَللّٰهُ يَصْطَفِي مِنَ الْمَلٰٓئِكَةِ رُسُلًا۔

کیا آیت کا یہ مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بعض قوائے فطریہ کو پیغامبر اور پیغمبر بناتا ہے۔

۱۱۔ بَلْ عِبَادٌ مُّكْرَمُونَ۔

کیا اس آیت کا یہ مطلب ہے کہ قوائے فطریہ خدا کے معزز بندے ہیں۔

۱۲۔ يَوْمَ يَقُومُ الرُّوحُ وَالْمَلٰٓئِكَةُ صَفًّا

کیا اس آیت کا یہ مطلب ہے کہ قیامت کے دن قوائے فطریہ خدا کے سامنے صف بستہ کھڑے ہوں گے۔

۱۳۔ إِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ۔

کیا اس آیت کا یہ مطلب ہے کہ قوائے فطریہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجتے ہیں اور اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ پڑھتے رہتے ہیں۔

۱۴۔ وَإِنَّا لَنَحْنُ الصَّافُّونَ وَإِنَّا لَنَحْنُ الْمُسَبِّحُونَ۔

کیا اس آیت کا یہ مطلب ہے کہ قوائے فطریہ ہر وقت خدا تعالیٰ کے سامنے صف بستہ تسبیح پڑھتے رہتے ہیں۔

۱۵۔ وَهُمْ مِنْ خَشْيَةِ رَبِّهِمْ مُشْفِقُونَ۔

کیا آیت کا یہ مطلب ہے کہ قوائے فطریہ مثلاً کشش ثقل اور قوت اتصال خوف خداوندی سے ڈرتے رہتے ہیں۔

۱۶۔ تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ۔

کیا آیت کا یہ مطلب ہے کہ موت کے وقت اہل ایمان پر قوائے فطریہ کا نزول ہوتا ہے جو انسان

کے قوائے فطریہ پہلے ہی سے موجود ہیں۔

۱۷۔ تَنَزَّلُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ۔

کیا شب قدر میں قوائے فطریہ کا نزول ہوتا ہے۔

۱۸۔ قُلْ يَتَوَفّٰىكُمْ مَّلَكُ الْمَوْتِ ۱۹۔ تَوَفَّتْهُ رُسُلُنَا۔

کیا ان آیات کا یہ مطلب ہے کہ قوائے فطریہ انسان کی روح قبض کرتے ہیں۔

۲۰۔ يَضْرِبُوْنَ وُجُوْهَهُمْ وَاَدْبَارَهُمْ۔

کیا آیت کا یہ مطلب ہے کہ قوائے فطریہ جب کفار کی روح قبض کرنے آتے ہیں تو ان کے منہ اور پشت پر ہتھوڑے مارتے ہیں۔

۲۱۔ عَلَيْهَا تِسْعَةَ عَشَرَ۔

کیا جہنم پر انیس قوائے فطریہ کا پہرہ ہے۔

۲۲۔ زنان مصر نے یوسف علیہ السلام کے جمال جہاں آرا کو دیکھ کر یہ کہا مَا هٰذَا بَشَرًا اِنْ هٰذَآ اِلَّا مَلَكٌ كَرِيْمٌ یہ تو بشر نہیں بلکہ فرشتہ ہے تو کیا زنان مصر کے نزدیک یوسف کسی قوت فطریہ کا نام تھا اور کسی آدمی کا نام نہ تھا۔

الغرض اس قسم کی بے شمار آیتیں ہیں جو اس بحران اور بکواس کو رد کرتی ہیں کہ ملائکہ قوائے فطریہ کا نام ہے۔ صرف قصہ پیدائش آدم پڑھ لیجئے جس میں ملائکہ کا سوال و جواب مذکور ہے کیا یہ سوال قوائے فطریہ کی طرف سے تھا۔ قرآن کریم میں ملائکہ کے انکار اور ان کی دشمنی اور عداوت کو کفر قرار دیا گیا ہے۔

مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّلّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَرُسُلِهٖ وَجِبْرِيْلَ وَمِيْكٰلَ فَاِنَّ اللّٰهَ عَدُوٌّ لِّلْكٰفِرِيْنَ۔

کیا اس آیت میں قوائے فطریہ کی دشمنی کو کفر کہا گیا ہے۔ ہم نے آج تک کسی بیوقوف کو بھی نہیں سنا کہ وہ اپنے قوائے فطریہ یعنی قوت باصرہ اور قوت سامعہ اور قوت شامہ اور قوت ذائقہ اور قوت متفکرہ کو اپنا دشمن سمجھتا ہو۔

ان احمقوں سے کوئی پوچھے تو سہی کہ کیا کراماً کاتبین اور ملائکۃ الموت اور منکر نکیر اور جنت و جہنم کے فرشتے، کیا ان سب سے قوائے فطریہ مراد ہیں۔

احادیث صحیحہ و صریحہ

اور جن احادیث صحیحہ صریحہ میں ملائکہ اور ان کے اقوال اور افعال اور احوال کا ذکر آیا ہے وہ شمار سے باہر ہیں اور اس قدر صریح اور واضح ہیں کہ نہ مجال انکار کی ہے اور نہ کسی تاویل کی ہے۔ حدیث جبریل جو ایک معروف و مشہور ہے جس میں حضور کی وفات سے کچھ پہلے جبریل امین کا آنا اور آنحضرت

نہیں فرمایا اور دوسری کسی مخلوق کو اس کا ادراک عطا فرمایا ہے تو کیا اسی طرح یہ ممکن نہیں کہ فرشتوں کا ادراک اور احساس حضرات انبیاء کو عطا کیا ہو اور عام انسانوں کو اس کا ادراک نہ عطا کیا ہو۔ بلکہ احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض جانوروں کو یہ احساس دیا گیا ہے چنانچہ حدیث میں آیا ہے کہ مرغ فرشتہ کو دیکھ کر بولتا ہے اور گدھا شیطان کو دیکھ کر چیختا ہے۔ شہد کی مکھی کبھی راستہ نہیں بھولتی یہ قوت حافظہ انسان کو نہیں دی گئی چیونٹی سو دو گز کی گہرائیوں میں سے مٹھائی کی خوشبو محسوس کر لیتی ہے یہ اس کی قوت شامہ ہے بندر اور بہت سے حشرات الارض اندھیرے اور اجالے میں یکساں دیکھتے ہیں۔

ریڈیو کے ذریعہ ہزاروں میل کی آوازیں سنائی دیتی ہیں جو بغیر ریڈیو کے نہیں سنائی دے سکتیں ہزاروں میل کی آواز سننے کے لیے کسی آلہ کا ہونا شرط ہے لہٰذا جس کے پاس ریڈیو نہ ہو وہ ہزاروں میل کی آواز نہیں سن سکتا، اسی طرح ممکن ہے کہ فرشتوں کے دیکھنے کے لیے کوئی خاص بینائی شرط ہو جو انبیاء کو عطا کی گئی ہو۔ پس جس طرح ریڈیو کا انکار معتبر نہیں اسی طرح فرشتوں کا انکار بھی معتبر نہیں۔

دوسرا شبہ یہ ہے کہ فرشتے ایسے قوی تصرفات پر کیسے قادر ہوئے جن کا ذکر قرآن اور حدیث میں آتا ہے جیسے کسی فرشتہ یا جن کا طرفۃ العین میں تخت بلقیس کو سلیمان علیہ السلام کے سامنے لا کر رکھ دینا یا فرشتوں کا آسمان سے زمین پر آتے جاتے اور پھر ان کا واپس ہوجانا۔ وغیرہ وغیرہ۔

جواب یہ ہے کہ فرشتے نہایت درجہ لطیف اور نورانی ہیں اور لطیف اور نورانی اشیاء کی تاثیر بھی نہایت قوی ہوتی ہے آگ اور بھاپ اور بجلی اور پانی کی طاقتوں کا حال ہماری نظروں کے سامنے ہے جن کا انکار ممکن نہیں۔ اور اس کے مقابلہ میں عنصر خاکی کو لے لیجئے۔ جس کی دیگر عناصر کے سامنے کوئی حقیقت نہیں سوائے لطافت اور کثافت کے اور کیا فرق ہے بجلی کے کرشمے آج دنیا کے سامنے ہیں پس تم قوم ثمود کا فرشتہ کی چیخ سننے سے کلیجے پھٹ کر مرجانا کیوں مستبعد سمجھتے ہو۔ بارود کو دیکھئے کہ ظاہر میں کچھ نہیں مگر ذرا آگ لگے تو اس میں اتنی قوت آجاتی ہے کہ پہاڑوں کو بھی اڑا کر رکھ دیتی ہے۔ بھاپ اپنی لطافت کی وجہ سے ایک پوری ٹرین کو صدہا میل کھینچ کر لے جاتی ہے اور بجلی کی قوت سے بڑے ثقیلوں کے آلات بڑے بڑے جہازوں کو اوپر اٹھا لیتے ہیں تو اگر کوئی [illegible] کا فرشتہ قوم لوط کی بستیوں کو اٹھا کر الٹ کر دے تو کیوں انکار کرتے ہو۔

تیسرا شبہ فرشتوں کا مختلف شکلوں کے ساتھ متشکل ہونا آیات اور احادیث سے ثابت ہے لیکن عقلاً شئ واحد کا مختلف شکلوں کے ساتھ متشکل ہونا غیر معقول ہے۔

جواب لطیف شئے کا مختلف شکلوں کے ساتھ متشکل ہونا آج کل بھی مشاہدہ سے ثابت

؎ یہ مضمون اصول اسلام مصنفہ ناچیز میں بھی مذکور ہے۔ بمناسبت مقام یہاں ناظرین کرام کی سہولت کے لیے اس کا اعادہ کر دیا گیا۔ تاکہ مضمون سابق کی تکمیل ہو جائے۔

ہے مادہ ایتھر (ایتھر) کا مختلف شکلوں اور مختلف صورتوں میں نمودار ہونا اہل سائنس کے نزدیک مسلّم ہے

قال اللہ تعالیٰ: اِنَّ الشَّيْطٰنَ لَكُمْ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوْهُ عَدُوًّا۔

اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں خبر دی ہے کہ اے بنی آدم یہ شیطان تمہارے وجود سے پہلے ہی تمہارا دشمن ہے اس کو دشمن سمجھو اور دوست نہ بناؤ۔

وکان الفضیل بن عیاض یقول یا کذاب یا مفتری اتق اللہ ولا تسب الشیطان فی العلانیۃ وانت صدیقہ فی السر۔ (تفسیر قرطبی ص ۳۲۳ ج ۱۴)

(جو شخص شیطان کو برا بھلا کہتا تو فضیل ابن عیاضؒ اس سے یہ کہتے کہ اے کذاب اور اے مفتری اللہ سے ڈر اور اعلانیہ طور پر شیطان کو برا مت کہہ حالانکہ اندرونی طور پر تو شیطان کا سچا اور پکا دوست ہے۔

وَاللّٰهُ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ الرِّيٰحَ فَتُثِيْرُ سَحَابًا

اور اللہ ہے جس نے چلائیں ہیں ہوائیں پھر وہ اُبھارتی ہیں بدلی

فَسُقْنٰهُ اِلٰى بَلَدٍ مَّيِّتٍ فَاَحْيَيْنَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ

پھر ہانک لے گئے ہم اس کو ایک مرے ہوئے دیس کی طرف پھر جلا دی ہم نے اس سے زمین اس کے

مَوْتِهَا ۭ كَذٰلِكَ النُّشُوْرُ ⑨ مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْعِزَّةَ

مرگئے پیچھے، اسی طرح ہے جی اٹھنا۔ جس کو چاہئے عزت

فَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ جَمِيْعًا ۭ اِلَيْهِ يَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّيِّبُ وَالْعَمَلُ

تو اللہ کی ہے عزت ساری۔ اس کی طرف چڑھتا ہے کلام ستھرا اور کام نیک

الصَّالِحُ يَرْفَعُهٗ ۭ وَالَّذِيْنَ يَمْكُرُوْنَ السَّيِّاٰتِ لَهُمْ

اس کو اٹھا لیتا ہے۔ اور جو لوگ داؤ میں ہیں برائیوں کے ان کو

عَذَابٌ شَدِيْدٌ ۭ وَمَكْرُ اُولٰۗىِٕكَ هُوَ يَبُوْرُ ⑩

سخت مار ہے۔ اور ان کا داؤ ہی ٹوٹے گا۔

عزت حاصل ہے وہ اندرونی حقیقت کے اعتبار سے ذلت ہے۔ اَيَبْتَغُوْنَ عِنْدَهُمُ الْعِزَّةَ فَاِنَّ الْعِزَّةَ لِلّٰهِ جَمِيْعًا۔ وَاتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اٰلِهَةً لِّيَكُوْنُوْا لَهُمْ عِزًّا كَلَّا۔ اور جن بتوں کو تم معبود بناتے ہو ان کے نزدیک تو عزیز اور ذلیل کا کوئی فرق ہی نہیں اور نہ وہ کسی کے کلام کو سنتے ہیں اور نہ کسی کے عمل کو وہ جانتے ہیں۔

اب آئندہ آیات میں اللہ کے یہاں عزت حاصل کرنے کا طریقہ بتلاتے ہیں جس کا حاصل ذکر الٰہی اور اعمال صالحہ ہیں یعنی قولی اور فعلی اطاعت سے عزت حاصل ہوتی ہے چنانچہ فرماتے ہیں اللہ ہی کی طرف چڑھتے ہیں پاکیزہ کلمات۔ یعنی اس کی بارگاہ قبولیت کی جانب بلند ہوتے ہیں پاکیزہ کلمات میں ذکر اللہ اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر اور تلاوت قرآن اور تسبیح و تہلیل اور تحمید و تمجید سب داخل ہیں۔ اور عمل صالح کو اللہ اوپر اٹھاتا ہے اور بلند کرتا ہے جس سے بندہ کے درجے بلند ہوتے ہیں پس جس کو عزت اور علو اور رفعت درکار ہو وہ ایمان لائے اور اللہ کا ذکر کرے اور اعمال صالحہ بجا لائے۔

نکتہ کلمات اور اذکار کا تعلق چونکہ ذات باری تعالیٰ سے ہے ان کا اوپر کو چڑھنا ان کا ذاتی اور طبعی اقتضاء ہے اس لیے ان کے لیے صعود کا لفظ استعمال کیا گیا اور اعمال صالحہ کا تعلق بندہ سے ہے جو سفلی ہے۔ اعمال صالحہ کا اوپر کو چڑھنا ذاتی اور طبعی نہیں۔ بلکہ کسی کے سہارے سے ہے اس لیے اعمال صالحہ کے لیے لفظ رفع کا استعمال کیا گیا جس کے معنی اوپر اٹھانے کے ہیں جس کے لیے کوئی اٹھانے والا چاہیے اور جو لوگ اس کے خلاف طریقہ اختیار کرتے ہیں مثلاً جو لوگ مکر اور فریب اور برائیوں میں لگے رہتے ہیں ان کے لیے کوئی عزت نہیں ایسے لوگوں کے لیے سخت عذاب ہے جو ان کی ذلت و خواری کا پورا سامان ہوگا اور ان مکاروں کا مکر و فریب عنقریب نیست اور نابود ہو جائے گا۔ اور الٹا انہیں پر پڑے گا۔ کما قال تعالیٰ وَلَا يَحِيْقُ الْمَكْرُ السَّيِّئُ اِلَّا بِاَهْلِهٖ۔

وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ جَعَلَكُمْ اَزْوَاجًا

اور اللہ نے تم کو بنایا مٹی سے، پھر بوند پانی سے، پھر بنایا تم کو جوڑے جوڑے۔

وَمَا تَحْمِلُ مِنْ اُنْثٰى وَلَا تَضَعُ اِلَّا بِعِلْمِهٖ ط وَمَا

اور پیٹ رہتا ہے کسی مادہ کو اور نہ وہ جنتی ہے بن خبر اس کے۔ اور نہ

يُعَمَّرُ مِنْ مُّعَمَّرٍ وَّلَا يُنْقَصُ مِنْ عُمُرِهٖٓ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ ط

عمر پاتا ہے کوئی بڑی عمر والا اور نہ گھٹتی ہے کسی کی عمر مگر لکھا ہے کتاب میں۔

إِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيرٌ ﴿١١﴾ وَمَا يَسْتَوِي الْبَحْرٰنِ ۖ

یہ اللہ پر آسان ہے۔ اور برابر نہیں دو دریا

هٰذَا عَذْبٌ فُرَاتٌ سَائِغٌ شَرَابُهُ وَهٰذَا مِلْحٌ أُجَاجٌ ۖ

یہ میٹھا ہے پیاس بجھاتا ہے پینے میں رچتا اور یہ کھارا کڑوا۔

وَمِنْ كُلٍّ تَأْكُلُونَ لَحْمًا طَرِيًّا وَتَسْتَخْرِجُونَ حِلْيَةً

اور دونوں میں سے کھاتے ہو گوشت تازہ اور نکالتے ہو گہنا جس کو

تَلْبَسُونَهَا ۚ وَتَرَى الْفُلْكَ فِيهِ مَوَاخِرَ لِتَبْتَغُوا مِنْ

پہنتے ہو۔ اور تو دیکھے جہاز اس میں چلتے ہیں پھاڑتے تا تلاش

فَضْلِهِ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ﴿١٢﴾ يُولِجُ اللَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَ

کرو اس کے فضل سے اور شاید تم حق مانو۔ رات پیٹھاتا ہے دن میں اور

يُولِجُ النَّهَارَ فِي اللَّيْلِ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ۖ

دن پیٹھاتا ہے رات میں، اور کام لگایا سورج اور چاند

كُلٌّ يَجْرِي لِأَجَلٍ مُسَمًّى ۚ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ لَهُ

ہر ایک چلتا ہے ایک ٹھہرائے وعدہ پر۔ یہ اللہ ہے تمہارا رب اسی کی

الْمُلْكُ ۚ وَالَّذِينَ تَدْعُونَ مِنْ دُونِهِ مَا يَمْلِكُونَ

بادشاہی ہے۔ اور جن کو تم پکارتے ہو اس کے سوا، مالک نہیں ایک

مِنْ قِطْمِيرٍ ﴿١٣﴾ إِنْ تَدْعُوهُمْ لَا يَسْمَعُوا دُعَاءَكُمْ ۚ وَ

چھلکے کے۔ اگر تم ان کو پکارو سنیں نہیں تمہاری پکار۔ اور

لَوْ سَمِعُوا مَا اسْتَجَابُوا لَكُمْ ۖ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكْفُرُونَ

اگر سنیں پہنچیں نہیں تمہارے کام پر اور دن قیامت کے منکر ہوں گے

نہیں بلکہ اس کی قدرت کا کرشمہ ہے یہ سب اللہ کی قدرت کے کرشمے ہیں کہ کسی دریا کا پانی شیریں بنا یا اور کسی کا تلخ اور پھر دریاؤں میں مختلف قسم کی مچھلیاں اور مختلف قسم کے موتی پیدا کیے۔

دلیلِ دیگر

اور اے مخاطب دیکھتا ہے تو دریا میں کشتیوں کو کہ پانی کو پھاڑتی ہوئی چلتی ہیں تاکہ تم ان میں سفر کرکے اللہ کے فضل کو یعنی معاش کو تلاش کرو یعنی بحری تجارت کر سکو اور تاکہ تم پھر اس نعمت پر خدا کا شکر کرو کہ دریا جیسی ہولناک اور خطرناک چیز کو تمہارے لیے ایک نعمت اور منفعت کا ذریعہ بنا دیا۔ غرض یہ کہ سمندر سمندر ہونے کی حیثیت سے سب برابر ہیں لیکن ہم نے اپنی قدرت سے کسی کو میٹھا کر دیا اور کسی کو کڑوا مگر قابل انتفاع دونوں ہیں۔ دونوں میں مچھلیاں ہیں جن کو تم مزے سے کھاتے ہو اور موتی وغیرہ بھی دونوں سے نکلتے ہیں اور کشتیاں بھی دونوں میں چلتی ہیں اور تم طرح طرح سے فائدے اٹھاتے ہو یہ سب کچھ ہم نے اس لیے کیا تاکہ تم ہماری قدرت پر ایمان لاؤ اور ہماری نعمتوں کا شکر کرو اور ایمان اور عمل صالح سے ہماری بارگاہ میں عزت حاصل کرو۔

بعض مفسرین فرماتے ہیں کہ ان آیات میں مومن اور کافر کی مثال ہے کہ ان دونوں میں برابری کی کوئی صورت نہیں اس لیے کہ ایک حلاوتِ ایمان کی وجہ سے آب شیریں ہے اور دوسرا کفر اور معصیت کی تلخی کی بنا پر آب شور ہے۔

آں آب حیات آمد وایں آتش برآب است ایں عین خطا باشد وآں عین صواب ست

دلیلِ دیگر

اور وہی خدا ہے برحق ہے کہ جو رات کو دن میں داخل کرتا ہے اور دن کو رات میں داخل کرتا ہے۔ سردی میں رات بڑھ جاتی ہے اور دن چھوٹا ہو جاتا ہے اور گرمی میں دن بڑھ جاتا ہے اور رات چھوٹی ہو جاتی ہے۔ دن رات کا مجموعہ تو چوبیس گھنٹے ہی رہا مگر سردی میں رات کی گھڑیوں میں زیادتی ہو گئی اور گرمی میں دن کی ساعت میں زیادتی ہو گئی۔ دن اور رات میں یہ کمی اور زیادتی یہ بھی اسی کی قدرت کا کرشمہ ہے کہ وہ اپنی ذات سے رات کے تاریک اجزاء کو دن میں داخل اور شامل کرکے ان کو روشن کر دیتا ہے اور بعض اوقات دن کے روشن اجزاء کو رات میں داخل اور شامل کرکے ان کو تاریک کر دیتا ہے یہ سب اسی کی قدرت کا کرشمہ ہے جس طرح امکنہ کا اختلاف خدا کی قدرت کا کرشمہ ہے اسی طرح ازمنہ کا اختلاف بھی خدا کی قدرت کا کرشمہ ہے۔

دلیل دیگر

اور اسی خدا نے سورج اور چاند کو اور تمام کواکب اور نجوم کو اپنے حکم کا تابع بنایا اسی کے حکم کے مطابق ہر ایک وقت مقرر تک چلتا رہے گا۔ یعنی قیامت تک اسی طرح حرکت کرتے رہیں گے اور اپنے مقررہ وقت پر طلوع و غروب کرتے رہیں گے طلوع اور غروب کا اختلاف اور دن اور رات اور سردی اور گرمی کا اختلاف یہ سب کچھ شمس و قمر اور کواکب اور نجوم کی طبیعت اور مادہ کا اقتضاء نہیں اور نہ ان کی ذاتی تاثیر ہے بلکہ سب خداوند قدیر کی تسخیر ہے اس دلیل میں اشارہ اس طرف ہے کہ رات اور دن کی طرح کبھی کفر کا غلبہ ہوتا ہے اور کبھی اسلام کا۔ الغرض کے جہاں ہر ایک کی مدت مقرر ہے۔ یہی تمہارا خدا تمہارا پروردگار ہے جس کی قدرت اور حکمت کے کرشمے تمہاری نظروں کے سامنے ہیں اسی کے لیے بادشاہی ہے اسی کی اطاعت ہے۔ اور اسی کے لئے عزت ہے اور ان کے سوا جن کو تم پکارتے ہو وہ اس قدر حقیر و ذلیل ہیں کہ ایک گٹھلی پر جو باریک چھلکا ہوتا ہے اس کے بھی مالک نہیں ایک حقیر اور فقیر کو حاجت روا بنانا سراسر ذلت ہے یہ بت تو ایسے عاجز ہیں کہ اگر تم ان کو پکارو تو تمہاری پکار نہیں سنیں گے اور اگر بالفرض سن بھی لیں تو تمہاری پکار کا جواب نہیں دے سکتے۔ یہ تو دنیا میں ان کا حال ہوا اور قیامت کے دن تمہارے شرک کا صاف انکار کر دیں گے بلکہ تمہارے دشمن ہو جائیں گے۔ وَاِذَا حُشِرَ النَّاسُ كَانُوْا لَهُمْ اَعْدَآءً وَّكَانُوْا بِعِبَادَتِهِمْ كٰفِرِيْنَ اور کہیں گے۔ مَا كُنْتُمْ اِيَّانَا تَعْبُدُوْنَ۔

اور جیسے تم کو شرک کی حقیقت اور انجام سے آگاہ کر دیا ہے ہوش میں آجاؤ۔ خداوند خبردار کی طرح کوئی تم کو آگاہ نہیں کر سکتا۔ اگر دنیا اور آخرت کی عزت چاہتے ہو تو خداوند علیم و خبیر پر ایمان لاؤ اور اسی کی اطاعت کرو ورنہ پچھتاؤ گے۔

فائدہ جلیلہ اس آیت سے معلوم ہوا کہ آفتاب و ماہتاب حسب حکم خداوندی گردش کرتے رہتے ہیں۔ فلاسفہ مغرب نے ایک شوشہ یہ چھوڑا ہے کہ آفتاب زمین کے گرد نہیں گھومتا بلکہ زمین آفتاب کے گرد گھومتی ہے۔

جواب (۱) یہ ہے کہ فلاسفہ مغرب کا یہ خیال محض ایک تخمینہ اور اٹکل ہے جس پر کسی قسم کی بھی ان کے پاس کوئی دلیل نہیں اِنْ هُمْ اِلَّا يَخْرُصُوْنَ یہ لوگ محض اٹکل سے باتیں کرتے ہیں اگر فلاسفہ مغرب کا یہ خیال صحیح ہوتا کہ زمین آفتاب کے گرد گھومتی ہے تو لامحالہ زمین کے گھومنے سے قطب ستارہ ضرور متبدل ہوتا رہتا حالانکہ وہ ہمیشہ اپنی حالت پر بلکہ جامد ٹھیک اسی جگہ رہتا ہے جہاں پہلے تھا بلکہ جو بروج زمین کے شمال اور جنوب میں رہتے ہیں ہر ایک کی جہت متبدل ہو جانی چاہیئے۔

حالانکہ تمام سال میں ہم کسی وقت کسی کی جہت کو متبدل نہیں پاتے بس ثابت ہوا کہ زمین کی گردش کا خیال بالکل غلط ہے۔

(۲)۔ نیز اگر زمین گردش کرتی تو لازم تھا کہ دریاؤں اور کنوؤں کے پانی منقلب ہو جاتے بلکہ گھڑوں اور کٹوروں کے پانی پلٹ جاتے لہذا یہ کہنا کہ کرۂ زمین آفتاب کے گرد بیضوی دورے سے چکر لگاتا ہے، بالکل غلط اور باطل ہے۔

(۳)۔ نیز جدید فلاسفہ کے نزدیک آفتاب سے زمین تک ساڑھے نو کروڑ میل کا فاصلہ ہے۔ یہ بھی محض اٹکل ہے جس پر دلیل کوئی نہیں نہ عقلی اور نہ تجربی بس اگر زمین آفتاب کے گرد گردش کرے تو زمین اس گردش سے آفتاب کے گرد جو دائرہ بنائے گی وہ ستاون کروڑ سے زیادہ کا دورہ ہوگا لہذا اہل فلسفۂ عصر یہ بتائیں کہ آپ کو ساڑھے نو کروڑ میل کے فاصلہ کا اور ستاون کروڑ سے زیادہ دورہ کا علم کیسے ہوا۔ اس بارے میں آپ کے پاس نہ کوئی دلیل عقلی ہے اور نہ دلیل تجربی ہے۔

يَا أَيُّهَا النَّاسُ أَنتُمُ الْفُقَرَاءُ إِلَى اللَّهِ ۖ وَاللَّهُ

لوگو! تم ہو محتاج اللہ کی طرف۔ اور اللہ

هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيدُ ﴿١٥﴾ إِن يَشَأْ يُذْهِبْكُمْ وَيَأْتِ

وہی ہے بے پروا سب خوبیوں سراہا۔ اگر چاہے تم کو لے جاوے اور لے آوے

بِخَلْقٍ جَدِيدٍ ﴿١٦﴾ وَمَا ذَٰلِكَ عَلَى اللَّهِ بِعَزِيزٍ ﴿١٧﴾

ایک نئی خلقت۔ اور یہ اللہ پر مشکل نہیں۔

وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرَىٰ ۚ وَإِن تَدْعُ مُثْقَلَةٌ

اور نہ اٹھاوے گا کوئی اٹھانے والا بوجھ دوسرے کا اور اگر پکارے کوئی بوجھوں مرتا

إِلَىٰ حِمْلِهَا لَا يُحْمَلْ مِنْهُ شَيْءٌ وَلَوْ كَانَ

اپنا بوجھ اٹھانے کو کوئی نہ اٹھاوے اس میں سے کچھ اگرچہ ہو

ذَا قُرْبَىٰ ۗ إِنَّمَا تُنذِرُ الَّذِينَ يَخْشَوْنَ

ناتے والا۔ تو تو ڈر سنا دیتا ہے اُن کو جو ڈرتے ہیں

رَبَّهُمْ بِالْغَيْبِ وَأَقَامُوا الصَّلٰوةَ ۚ وَمَنْ تَزَكّٰى فَإِنَّمَا

اپنے رب سے بن دیکھے۔ اور کھڑی رکھتے ہیں نماز۔ اور جو کوئی سنورے گا تو یہی کہ

يَتَزَكّٰى لِنَفْسِهٖ ۚ وَإِلَى اللّٰهِ الْمَصِيرُ ﴿۱۸﴾ وَمَا يَسْتَوِي

سنورے گا اپنے بھلے کو۔ اور اللہ کی طرف ہے پھر جانا۔ اور برابر نہیں

الْأَعْمٰى وَالْبَصِيرُ ﴿۱۹﴾ وَلَا الظُّلُمٰتُ وَلَا النُّورُ ﴿۲۰﴾

اندھا اور دیکھتا۔ اور نہ اندھیرا اور نہ اُجالا۔

وَلَا الظِّلُّ وَلَا الْحَرُورُ ﴿۲۱﴾ وَمَا يَسْتَوِي الْأَحْيَاءُ وَ

اور نہ سایہ اور نہ لو۔ اور برابر نہیں جیتے اور

لَا الْأَمْوَاتُ ۚ إِنَّ اللّٰهَ يُسْمِعُ مَنْ يَشَاءُ ۖ وَمَا أَنْتَ

نہ مردے۔ اور اللہ سناتا ہے جس کو چاہے اور تو نہیں

بِمُسْمِعٍ مَنْ فِي الْقُبُورِ ﴿۲۲﴾ إِنْ أَنْتَ إِلَّا نَذِيرٌ ﴿۲۳﴾ إِنَّا

سنانے والا قبر میں پڑوں کو۔ تو تو یہی ہے ڈر کی خبر سنانے والا۔ ہم نے

أَرْسَلْنٰكَ بِالْحَقِّ بَشِيرًا وَنَذِيرًا ۚ وَإِنْ مِنْ أُمَّةٍ

بھیجا ہے تجھ کو سچا دین دے کر خوشی اور ڈر سناتا۔ اور کوئی فرقہ نہیں

إِلَّا خَلَا فِيهَا نَذِيرٌ ﴿۲۴﴾ وَإِنْ يُكَذِّبُوكَ فَقَدْ كَذَّبَ

جس میں نہیں ہو چکا کوئی ڈر سنانے والا۔ اور اگر وہ تجھ کو جھٹلادیں تو آگے

الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۚ جَاءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ

جھٹلا چکے ہیں اُن سے اگلے۔ پہنچے ان پاس رسول اُن کے لیکر کھلی باتیں

وَبِالزُّبُرِ وَبِالْكِتٰبِ الْمُنِيرِ ﴿۲۵﴾ ثُمَّ أَخَذْتُ الَّذِينَ

اور ورق اور چمکتی کتاب۔ پھر پکڑا میں نے

مگر آخرت میں یہ ممکن نہیں اور اگر کوئی نفس جو اپنے گناہوں سے سرِبار ہو کسی دوسرے کو اپنا بوجھ بٹانے کے لیے پکارے تو اس میں سے کچھ بھی نہیں اٹھایا جائے گا، اگرچہ وہ اس کا قرابتی ہو کوئی کسی کو جواب بھی نہ دیگا، ہر ایک اپنی اپنی مصیبت میں گرفتار ہوگا حتی کہ اولاد بھی ماں باپ سے عذر کرے گی کہ ہم میں آپ کا بوجھ اٹھانے کی طاقت نہیں۔

فائدہ اور قرآن و حدیث میں جو آیا ہے جو دوسروں کو گمراہ کرے گا اور وہ اس کے کہنے سے گنہگار ہوگا تو اُسکے گناہ کا بوجھ بھی اس کی گردن پر لادا جائے گا سو وہ درحقیقت دوسرے کا بوجھ نہیں بلکہ اپنے، گمراہ اور بہکانے کا بوجھ ہے جس کو یہ اٹھائے گا اور یہ بوجھ اسی کے فعل کا ہے۔ قال تعالیٰ وَلَيَحْمِلُنَّ أَثْقَالَهُمْ وَأَثْقَالًا مَّعَ أَثْقَالِهِمْ یعنی ان پر دوہرا بوجھ ہوگا ایک اپنے ذاتی گناہوں کا اور دوسرا بوجھ دوسروں کے اضلال اور اغواء کا۔

خلاصۂ کلام یہ کہ آپ کی یہ ہدایت اور نصیحت اگرچہ انذار کامل ہے یعنی پورا ڈرانا ہے مگر ان ضدی اور عنادی لوگوں کے حق میں مؤثر اور کارگر نہیں، جو آخرت کے منکر ہیں، جز ایں نیست کہ آپ کا انذار یعنی آپ کا ڈرانا اور نصیحت کرنا انہیں لوگوں کے حق میں مفید ہے جو اپنے پروردگار سے غائبانہ ڈرتے ہیں اور ٹھیک ٹھیک نماز ادا کرتے ہیں ایسے لوگ گناہوں کے بوجھ سے پاک اور ہلکے ہو جاتے ہیں اور جو شخص ایمان لاکر اور اعمال صالحہ کرکے پاکی حاصل کرے تو وہ اپنے ہی نفع کے لیے پاکی حاصل کرتا ہے اللہ تعالیٰ تو غنی حمید ہے اس کو اس کی پاکی سے کوئی نفع نہیں اور سب کو اللہ ہی کی طرف لوٹنا ہے اس وقت ایمان اور عمل صالح کا فائدہ حاصل ہوگا جو کفر اور معصیت سے پاک ہوگا وہ جنت میں جائے گا اور جس نے دنیا میں اللہ کے سامنے عاجزی اور مسکنت کی ہوگی اس کو وہاں عزت حاصل ہوگی اب آئندہ آیت میں مؤمن اور کافر کی مثال بیان فرماتے ہیں کہ دونوں ایک دوسرے کی ضد ہیں چنانچہ فرماتے ہیں اور اندھا اور بینا برابر نہیں ہو سکتے یعنی جیسے اندھا اور بینا یکساں نہیں اسی طرح مؤمن اور کافر بھی یکساں نہیں جیسے نابینا سیاہی اور سفیدی کے فرق کے ادراک سے قاصر ہے اسی طرح کافر حق اور باطل کے فرق کے ادراک سے قاصر ہے۔ بینا اور نابینا اگرچہ بہت سے اوصاف میں ایک دوسرے کے شریک ہیں لیکن دونوں میں زمین و آسمان کا فرق ہے، جیسے عالم اور جاہل میں فرق ہے اسی طرح مؤمن اور کافر میں بھی فرق ہے اور نہ تاریکیاں اور روشنی برابر ہیں یعنی باطل اور حق برابر نہیں اور نہ سایہ اور دھوپ برابر ہیں یعنی ثواب اور عقاب برابر نہیں اور نہ زندہ اور مردے برابر نہیں مؤمن روح ایمان سے زندہ ہے اور کافر روح ایمان سے خالی ہونے کی وجہ سے مردہ اور بے جان ہے۔ اور مردوں کو زندہ کرنا اور انکو سنانا خدا کی قدرت میں تو ہے مگر بندہ کی قدرت میں نہیں بیشک اللہ جس کو چاہے سنائے اور ہدایت دے اور اسلئے نبی آپ میں یہ قدرت نہیں کہ آپ ان لوگوں کو سنا دیں جو قبروں میں مردہ پڑے ہوئے ہیں۔ نبی کا کام یہ ہے کہ اللہ کا پیغام کافروں کے کان تک پہنچا دے باقی کافروں کے مردہ دلوں کو زندہ کرنا یہ نبی کی قدرت میں نہیں اے نبی آپ تو فقط ڈرانے والے اور خدا کی خبر پہنچانے والے ہیں

ایمان کی روح کسی کے دل میں ڈال کر اس کو زندہ کر دینا اور اس کو سنا دینا اور منوا دینا یہ آپ کے اختیار میں نہیں یہ ہمارا کام ہے اگر یہ لوگ آپ کی بات کو نہ مانیں تو غم نہ کریں۔ باقی احادیث میں جو مردوں کو سلام اور کلام کا خطاب آیا ہے سو اس کی حقیقت یہ ہے کہ مردے کی روح سنتی ہے اور قبر میں جو پڑا ہے وہ اس کا مخاطب و نہیں سنتا۔ (باقی مفصل بحث سورۂ نمل کے اخیر میں گذر چکی ہے وہاں دیکھ لی جائے)

ابتدائے کلام میں مومن اور کافر کو اعمیٰ اور بصیر کے ساتھ تشبیہ دی یہ تشبیہ باعتبار اعمیٰ کے تھی اور اخیر آیت میں زندہ اور مردہ کے ساتھ تشبیہ دی اور یہ تشبیہ پہلی تشبیہ سے زیادہ بلیغ ہے۔ اس تمام کلام سے مقصود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تسلی اور تسکین ہے کہ آپ کا کام کلام حق کو ان کے کانوں تک پہنچا دینا ہے باقی دلوں میں اتارنا یہ ہمارا کام ہے تحقیق ہم نے آپ کو حق دے کر بھیجا ہے خوشخبری سنانے والا اور ڈرانے والا۔ جن کے دل زندہ ہیں یا ان میں زندگی کی کچھ رمق باقی ہے وہ کچھ سن لیں گے اور آپ کو بشیر و نذیر بنا کر بھیجنا یہ کوئی عجیب بات نہیں آپ سے پہلے کوئی امت ایسی نہیں کہ جس میں خدا کی طرف سے کوئی ڈرانے والا نہ گذرا ہو۔ پھر ان میں بھی بکثرت کافر گذرے ہیں اسی طرح آپ کی امت میں بھی جو مردہ دل ہیں وہ ایمان نہ لاویں گے۔

اور اگر قریش مکہ آپ کی تکذیب کریں تو نہ تعجب کیجئے اور نہ غم کیجئے ان سے پہلے لوگ بھی پیغمبروں کی تکذیب کر چکے ہیں ان کافروں کے پاس بھی ان کے رسول واضح معجزات اور اللہ کی طرف سے چھوٹے صحیفے اور روشن کتاب لے کر آئے مگر ان کی قوموں نے بھی کفر کیا تو پھر پکڑا میں نے ان لوگوں کو جنہوں نے کفر کیا پس دیکھ لو کہ میرا عذاب ان پر کیسا ہوا ان آیات سے مقصود آپ کی تسلی ہے کہ آپ ان کے ایمان نہ لانے سے رنجیدہ نہ ہوں ہر پیغمبر کی آمد کے بعد لوگ دو گروہ ہو گئے۔ بعضے ایمان لائے اور بعضوں نے تکذیب کی اور اپنے انجام کو پہنچے ان سب کے بعد ہم نے آپ کو یہ کتاب منیر (قرآن کریم) دی اگر یہ لوگ اس کی تکذیب سے باز نہ آئے تو ہو سکتا ہے کہ ان کا بھی وہی انجام ہو۔

أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللَّهَ أَنزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَأَخْرَجْنَا

تو نے نہ دیکھا کہ اللہ نے اتارا آسمان سے پانی، پھر ہم نے نکالے

بِهِ ثَمَرَاتٍ مُّخْتَلِفًا أَلْوَانُهَا ۚ وَمِنَ الْجِبَالِ جُدَدٌ

اس سے میوے طرح طرح ان کے رنگ، اور پہاڑوں میں گھاٹیاں ہیں

بِيضٌ وَحُمْرٌ مُّخْتَلِفٌ أَلْوَانُهَا وَغَرَابِيبُ سُودٌ ﴿٢٧﴾

سفید اور سرخ طرح طرح ان کے رنگ اور بھجنگ کالے۔

وَمِنَ النَّاسِ وَالدَّوَآبِّ وَالْاَنْعَامِ مُخْتَلِفٌ اَلْوَانُهٗ

اور آدمیوں میں اور کیڑوں میں اور چوپایوں میں کئی رنگ کے ہیں

كَذٰلِكَ ؕ اِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا ؕ

اسی طرح۔ اللہ سے ڈرتے وہی ہیں اس کے بندوں میں جن کو سمجھ ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ غَفُوْرٌ ﴿۲۰﴾

تحقیق اللہ زبردست ہے بخشنے والا۔

تہدید بر غفلت از عدم نظر در آثار قدرت

قال اللہ تعالیٰ۔ اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً ۔۔۔ الیٰ ۔۔۔ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ غَفُوْرٌ

ربط: اوپر سے توحید کا مضمون چلا آرہا ہے اب ان آیات میں منکرین توحید کی تہدید ہے کہ آثار قدرت ان کی نظروں کے سامنے ہیں اگر ذرا نظر اٹھا کر دیکھیں تو فوراً سمجھ میں آجائے کہ توحید حق ہے اور شرک باطل ہے اور مخلوقات میں جو اختلاف اور تفاوت ہے وہ سب اسی کی قدرت اور مشیت کا کرشمہ ہے کسی بے شعور مادہ اور طبیعت کا اثر نہیں اس لیے آئندہ آیات میں پھر اپنی انواع قدرت کو ذکر کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ایک ہی نسخے سے مختلف قسم کی چیزیں پیدا کرتا ہے کیا تو نے دیکھا نہیں کہ اللہ نے آسمان سے پانی اتارا پھر ہم نے اس ایک پانی سے زمین سے قسم قسم کے پھل نکالے جن کی قسمیں مختلف ہیں اور ہر ایک کا مزہ اور اس کی خوشبو دوسرے سے جدا ہے۔ باعتبار کمیت کے اور باعتبار کیفیت کے اور باعتبار صورت کے اور باعتبار لذت کے ہر پھل دوسرے پھل سے مختلف ہے حالانکہ پانی سب کا ایک ہے۔ اور اسی طرح پہاڑوں میں مختلف قسم کی اور مختلف رنگوں کی راہیں اور گھاٹیاں ہیں۔ بعض سفید اور بعض سرخ اور طرح طرح ان کے رنگ ہیں اور بعضے بہت گہرے سیاہ ہیں اور ہر ٹکڑے کی تاثیر مختلف ہے اسی طرح راہوں کے رنگ بھی مختلف ہیں۔ اور اسی طرح لوگوں میں سے اور جانوروں میں سے اور چوپایوں میں سے مختلف رنگ والے ہیں۔ جس طرح پھلوں کی انواع اور الوان یعنی ان کی ترکیبیں اور رنگتیں مختلف ہیں اسی طرح دواب اور انعام کی ایک جنس بلکہ ایک نوع کی رنگتیں مختلف ہیں یہ سب خدا کی قدرت کے کرشمے ہیں کہ اصل مادہ سب کا ایک ہے مگر صفات اور کیفیات مختلف ہیں ظاہر ہے کہ یہ اختلافات خود بخود تو پیدا نہیں ہوگئے حالانکہ مادہ سب کا ایک ہے تو یہ بوقلمونی کہاں سے آئی اور علیٰ ہذا زمین کے ٹکڑوں میں اختلاف کر

وَاَنْفَقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا وَّعَلَانِيَةً يَّرْجُوْنَ

اور خرچ کیا کچھ ہمارا دیا چھپے اور کھلے امیدوار ہیں

تِجَارَةً لَّنْ تَبُوْرَ ﴿٢٩﴾ لِيُوَفِّيَهُمْ اُجُوْرَهُمْ

ایک بیوپار کے جو کبھی نہ ٹوٹے۔ تا پورے دے اُن کو نیگ اُن

وَيَزِيْدَهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ ۭ اِنَّهٗ غَفُوْرٌ شَكُوْرٌ ﴿٣٠﴾

کے اور بڑھتی دیوے اپنے فضل سے، تحقیق وہ ہے بخشنے والا قبول کرتا۔

وَالَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ مِنَ الْكِتٰبِ هُوَ الْحَقُّ

اور جو ہم نے تجھ پر اُتاری کتاب وہی ٹھیک ہے۔

مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ

سچا کرتی آپ سے اگلی کو۔ مقرر اللہ

بِعِبَادِهٖ لَخَبِيْرٌۢ بَصِيْرٌ ﴿٣١﴾ ثُمَّ اَوْرَثْنَا الْكِتٰبَ الَّذِيْنَ

اپنے بندوں سے خبر رکھتا ہے دیکھتا۔ پھر ہم نے وارث کیے کتاب کے وہ جو

اصْطَفَيْنَا مِنْ عِبَادِنَا ۚ فَمِنْهُمْ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ ۚ وَ

چنے ہم نے اپنے بندوں میں سے، پھر کوئی ان میں بُرا کرتا ہے اپنی جان کا۔

مِنْهُمْ مُّقْتَصِدٌ ۚ وَمِنْهُمْ سَابِقٌۢ بِالْخَيْرٰتِ بِاِذْنِ

اور کوئی ان میں ہے بیچ کی چال پر اور کوئی ان میں ہے کہ آگے بڑھ گیا لیکر خوبیاں اللہ کے حکم

اللّٰهِ ۭ ذٰلِكَ هُوَ الْفَضْلُ الْكَبِيْرُ ﴿٣٢﴾ جَنّٰتُ عَدْنٍ

سے، یہی ہے بڑی بزرگی۔ باغ ہیں بسنے کے،

يَّدْخُلُوْنَهَا يُحَلَّوْنَ فِيْهَا مِنْ اَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ

جن میں جاویں گے وہاں گہنا پہنائے جاویں ان کو کنگن سونے کے

وَلُؤْلُؤًا ۚ وَلِبَاسُهُمْ فِيهَا حَرِيرٌ ﴿۳۳﴾ وَقَالُوا الْحَمْدُ

اور موتی ۔ اور ان کی پوشاک وہاں ریشمی ہے ۔ اور کہیں گے شکر

لِلّٰهِ الَّذِیْٓ اَذْهَبَ عَنَّا الْحَزَنَ ؕ اِنَّ رَبَّنَا لَغَفُوْرٌ

اللہ کا جس نے دور کیا ہم سے غم ۔ بیشک ہمارا رب بخشتا ہے

شَكُوْرُ ﴿۳۴﴾ ۨالَّذِیْٓ اَحَلَّنَا دَارَ الْمُقَامَةِ مِنْ فَضْلِهٖ ۚ

قبول کرتا ۔ جس نے اتارا ہم کو بسنے کے گھر میں اپنے فضل سے ۔

لَا يَمَسُّنَا فِيْهَا نَصَبٌ وَّلَا يَمَسُّنَا فِيْهَا لُغُوْبٌ ﴿۳۵﴾ وَ

نہ پہنچے اس میں ہم کو مشقت ، اور نہ پہنچے ہم کو اس میں تھکنا ۔ اور

الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَهُمْ نَارُ جَهَنَّمَ ۚ لَا يُقْضٰى عَلَيْهِمْ

جو منکر ہیں ان کو ہے آگ دوزخ کی ۔ نہ ان پر تقدیر پہنچتی ہے کہ

فَيَمُوْتُوْا وَلَا يُخَفَّفُ عَنْهُمْ مِّنْ عَذَابِهَا ؕ كَذٰلِكَ

مر جاویں اور نہ ان پر سے ہلکی ہوتی ہے وہاں کی کچھ کلفت ، یوں ہی

نَجْزِیْ كُلَّ كَفُوْرٍ ﴿۳۶﴾ وَهُمْ يَصْطَرِخُوْنَ فِيْهَا ۚ رَبَّنَآ

سزا دیتے ہیں ہم ہر ناشکر کو ۔ اور وہ چلاتے ہیں اس میں اے رب :

اَخْرِجْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا غَيْرَ الَّذِیْ كُنَّا نَعْمَلُ ؕ اَوَلَمْ

ہم کو نکال کہ ہم کچھ بھلا کام کر لیں ، وہ نہیں جو کرتے تھے ، کیا ہم نے

نُعَمِّرْكُمْ مَّا يَتَذَكَّرُ فِيْهِ مَنْ تَذَكَّرَ وَجَآءَكُمُ

عمر نہ دی تھی تم کو جتنے میں سوچ لے جس کو سوچنا ہو اور پہنچا تم کو

النَّذِيْرُ ؕ فَذُوْقُوْا فَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ نَّصِيْرٍ ﴿۳۷﴾

ڈر سنانے والا ، اب چکھو کہ کوئی نہیں گنہگاروں کا مددگار ۔

کرے اس کو خدا کا فضل سمجھو اپنا استحقاق نہ سمجھو۔

اس آیت میں آخرت کی تجارت کے نفع اور کامیابی کی امید کا طریقہ بتلایا کہ ان تین کاموں کے کرنے سے آخرت کی تجارت میں کامیابی کی امید اور توقع ہے۔ ایک تلاوت قرآن پاک جو تمام اذکار اور عبادات نافلہ کی جڑ ہے اور قرب خداوندی کا ذریعہ ہے اور خدا تعالیٰ سے ہم کلامی کا شرف ہے۔ دوسرے نماز کی درستی اور پابندی جو تمام فرائض اور جسمانی عبادتوں کی جڑ ہے اور دین کا ستون ہے اور تیسرے ظاہر اور پوشیدہ وجوہ پر خیرات وصدقات کرنا جس میں تمام مالی عبادتیں آگئیں سو جو لوگ یہ تینوں کام کرتے ہیں وہ امید رکھتے ہیں کہ ان کی تجارت میں ہرگز خسارہ نہ ہوگا معلوم ہوا کہ توقع اور امید کے لیے عمل ضروری ہے ورنہ بغیر عمل کے تمنا ہے اور جو کوئی امید کی جا سکتی ہے بغیر عمل کے امید اور توقع نہیں بلکہ محض تمنا اور آرزو ہے جیسے بغیر زراعت کے پیداوار کی توقع رکھنا اس کا نام امید نہیں بلکہ ایک خیال خام ہے اسی طرح بغیر اعمال صالحہ کے رحمت اور مغفرت کی امید رکھنا یہ امید نہیں بلکہ ایک خیال خام ہے (ماخوذ از رجاء الغیب ملقب بہ صحیح امید رسالہ نمبر ۱۳ از مواعظ حضرت حکیم الامت تھانویؒ از سلسلہ تبلیغ)

حکایت

امام احمد بن حنبلؒ نے حق جل شانہ کو خواب میں دیکھا عرض کیا کہ آپ تک پہنچنے کا سب سے زیادہ قریبی راستہ کون سا ہے فرمایا تلاوت قرآن یعنی قرآن کا اور میرے کلام کا پڑھنا۔ عرض کیا۔ بفہم او بغیر فہم۔ سمجھ کر یا بلا سمجھے کہ ارشاد ہوا بفہم او بلا فہم۔ یعنی سمجھ کر ہو یا بلا سمجھے ہو دونوں طریقے موجب قرب ہے یہاں تک توحید کا مضمون بیان ہوا اب نبوت و رسالت کا مضمون بیان کرتے ہیں۔ اور جو کتاب ہم نے وحی کے ذریعہ تجھ پر نازل کی ہے وہی حق ہے اور اپنے سے پہلی نازل کردہ کتابوں کی تصدیق کرنے والی ہے۔ جو حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ پر نازل ہوئی تھی۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کا حال جاننے والا اور دیکھنے والا ہے کہ کون اس کی تصدیق کرتا ہے اور کون تکذیب کرتا ہے۔ اور کون اس کا اتباع کرتا ہے اور کون اس سے انحراف کرتا ہے پھر پیغمبر کے بعد ہم نے اپنے بندوں میں سے اس "علم کتاب" کا یعنی قرآن کا ان لوگوں کو وارث بنایا جن کو ہم نے دنیا میں سے اس میراث کے لیے منتخب کیا یعنی ہم نے اپنے برگزیدہ بندوں کو یعنی اہل ایمان کو اس قرآن کا وارث بنایا یعنی ہم نے اسی امت کو اس کتاب ہدایت اور سراپا خیر و برکت کا وارث بنایا جو مجموعی حیثیت سے تمام امتوں سے بہتر و برتر ہے اور ایمان لانے والے کافروں کے لحاظ سے برگزیدہ ہوتے ہیں لیکن ان کے سب افراد یکساں نہیں ان کی تین قسمیں ہیں ان میں سے بعض تو ظالم ہیں کہ فرائض اور واجبات کے بھی تارک ہیں اور وراثت کتاب کے وارث ہونے کے پھر بھی برائیوں اور گناہوں سے دستکش نہیں ایمان کے ساتھ گناہ بھی کرتے ہیں اور اپنے نفس پر ظلم کرتے ہیں اور گناہ ہو جانے کے بعد توبہ بھی کر لیتے ہیں۔ کما قال تعالیٰ وَآخَرُونَ مُرْجَوْنَ لِأَمْرِ اللَّهِ إِمَّا يُعَذِّبُهُمْ وَإِمَّا يَتُوبُ عَلَيْهِمْ۔ وقال تعالیٰ قُلْ يَا عِبَادِيَ الَّذِينَ أَسْرَفُوا عَلَىٰ أَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوا مِنْ رَحْمَةِ اللَّهِ

إِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوبَ جَمِيعًا إِنَّهُ هُوَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ ۔

اور بعض ان میں سے متوسط اور میانہ رو ہیں کہ ان سے اطاعت گزاری اور معصیت ملی جلی ہیں بطریق کما قال تعالیٰ وَاٰخَرُوْنَ اعْتَرَفُوْا بِذُنُوْبِهِمْ خَلَطُوْا عَمَلًا صَالِحًا وَّاٰخَرَ سَيِّئًا ۔ اور بعض ان میں سے نیکیوں میں سبقت کرنے والے اور آگے بڑھنے والے ہیں جو میدان اطاعت میں سب سے آگے نکل گئے جو اللہ کے کامل بندے ہیں جو اللہ کی توفیق سے نیکیوں میں دوسروں سے سبقت لے گئے یہ گروہ جنت میں بلا حساب و کتاب داخل ہوگا۔ اور مقتصد یعنی میانہ رو سے محاسبہ ہوگا اور ظالم اپنے ظلم اور بد عملی کی وجہ سے حزن اور غم کو پہنچے گا حضرت شاہ ولی اللہؒ فرماتے ہیں کہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے بعض مرجع امت مرحومہ کو تین گروہوں پر تقسیم فرمایا ہے جن میں اعلیٰ گروہ سابقین اولین کا تھا۔ اور وہ مہاجرین اور انصار اور صالحین کے ساتھ مخصوص تھا اور اسی گروہ کو مقربین بھی کہا گیا ہے اور دوسرا گروہ اوسط اور میانہ رو ہے وہ اصحاب الیمین اور ابرار کے نام سے پکارا گیا ہے اور سب سے کم تیسرا گروہ ہے جو اپنے نفس پر ظلم کرنے والا ہے اور یہ وہ گروہ ہے جو ایمان اور اعتقاد صحیح رکھتا ہے مگر اعمال میں اس سے کوتاہی واقع ہوئی ہے اور بالآخر بذریعہ توبہ و استغفار اور بذریعہ ندامت اس کا تدارک کرتا ہے۔ اور خلفاء راشدین کے لیے یہ مخصوص ہے کہ گروہ سابقین اور مقربین میں سے ہوں (ازالۃ الخفاء)

اور یہ خدا تعالیٰ کا بڑا ہی فضل ہے کہ ساری دنیا میں سے اس امت کو اس نعمت اور کرامت کے لیے منتخب فرمایا کہ میراث کی طرح بلا مشقت و محنت ان کو ایسی کامل کتاب عطا کی یعنی اللہ تعالیٰ کا اس امت کو اپنے اس علم عظیم کے لیے منتخب کرنا یہ خدا تعالیٰ کا بڑا ہی فضل ہے یا یہ معنی ہیں کہ بعض بندوں کا خیرات اور نیکیوں میں سب سے سبقت لے جانا اور آگے بڑھ جانا یہ اللہ کا بڑا ہی فضل ہے اگر خدا تعالیٰ کی توفیق نہ ہوتی تو خیرات میں سبقت نہ کر سکتے۔

جمہور علماء کا قول یہ ہے کہ آیت میں جن تین قسموں کا ذکر ہے وہ سب اہل ایمان کی قسمیں ہیں اور بعض علماء یہ کہتے ہیں کہ فَمِنْهُمْ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ کا ذکر مصداق کافر پر محمول کیا ہے اور اہل نجات صرف دو فریق ہیں۔ مُقْتَصِدٌ اور سَابِقٌ بِالْخَيْرَاتِ۔ یہ دو گروہ تو جنت میں داخل ہوں گے اور اس قول کی بنا پر جملہ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ جنت میں داخل نہ ہوگا اور یہ قول احادیث مرفوعہ اور جمہور کے خلاف ہے۔

محققین کے نزدیک صحیح اور راجح قول پہلا قول ہے اور اسی کو امام ابن جریرؒ اور ابن کثیرؒ نے اختیار کیا ہے اور آیات کا سیاق و سباق بھی اسی کو مقتضی ہے کہ آیت میں جن تین اقسام کا بیان ہوا ہے وہ سب اہل اصطفاء اور اہل ایمان ہی کی اقسام کا بیان ہے جو کہ کتاب الٰہی کے وارث بنائے گئے اور اس کے وارث بنے اور وارث وہ ہے جس کا نسب صحیح ہو اور وہ صحیح النسب اہل ایمان کا گروہ ہے مگر سب درجات ایک مرتبہ کے نہیں ہیں ان کی تین قسمیں ہیں۔ ذوی الفروض اور عصبات اور ذوی الارحام۔

ابتداء آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے ان برگزیدہ بندوں کا ذکر فرمایا جن کو اس نے اپنی رحمت سے اس کتاب کا وارث بنایا پھر ان برگزیدہ بندوں کی تین قسمیں بیان کیں سب سے اول فَمِنْهُمْ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ کو ذکر کیا اور پھر مُقْتَصِدٌ کو اور پھر سَابِقٌ بِالْخَيْرٰتِ کو، معلوم ہوا کہ ظالم اور مقتصد اور سابق بالخیرات یہ تینوں قسمیں اہل ایمان کی ہیں جو خدا تعالیٰ کے نزدیک من حیث الایمان والاسلام پسندیدہ اور برگزیدہ ہیں اور ظاہر ہے کہ کافر اور منافق کسی درجہ میں خدا کے نزدیک پسندیدہ اور برگزیدہ نہیں ہو سکتے اور نہ کافر و منافق کا دین خدا کے نزدیک پسندیدہ ہے۔ معلوم ہوا کہ ظالم لنفسہ سے کافر مراد نہیں بلکہ گنہگار مسلمان مراد ہے جس نے گناہ کر کے اپنی جان پر ظلم کیا، قرآن کریم میں ظالم کا اطلاق کافر پر بھی آیا ہے اور گنہگار پر بھی، اس لیے کہ ظلم کے درجات ہیں، شرک ظلم عظیم اور معصیت اور گناہ اس سے کم کا ظلم ہے بلکہ قرآن کریم میں ظلم کا اطلاق خلاف اولیٰ پر بھی آیا ہے۔ جیسے حضرت آدمؑ کی دعا میں رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا، اور موسیٰ علیہ السلام کی دعا میں رَبِّ اِنِّیْ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ فَاغْفِرْ لِیْ۔

پھر علماء شریعت آیت میں ثُمَّ اَوْرَثْنَا الْكِتٰبَ الَّذِيْنَ اصْطَفَيْنَا سے امت محمدیہ کے تمام مسلمان مراد ہیں جو علیٰ اختلاف المراتب اس کتاب ہدایت کے وارث بنے اور یہ سب اہل نجات ہیں۔ اور بالآخر سب جنت میں داخل ہوں گے جیسا کہ اخیر آیت میں ہے۔ ابتداء آیت میں اجمالاً اہل ایمان اور اہل اسلام کو ذکر کیا جو اس کتاب ہدایت کے وارث بنے۔

بعد ازاں اہل ایمان کی اقسام کا بیان فرمایا کہ وہ تین قسمیں ہیں۔ ظالم اور مقتصد اور سابق بالخیرات۔ اور یہ تینوں گروہ بالآخر جنت میں داخل ہوں گے پھر جب اہل اسلام کی اقسام کے بیان سے فارغ ہوئے تو اس کے مقابل اہل کفر اور دوزخیوں کا بیان شروع فرمایا۔

خلاصہ کلام یہ کہ آیت میں جن اقسام ثلاثہ کا ذکر ہے وہ سب اہل اصطفاء یعنی اہل اسلام کے اقسام ہیں اب اخیر میں ان اقسام ثلاثہ کی نجات اور دخول جنت کا ذکر کرتے ہیں چنانچہ فرماتے ہیں۔ جَنّٰتُ عَدْنٍ يَّدْخُلُوْنَهَا، یہ تینوں گروہ بالآخر ایسے باغوں میں داخل ہوں گے جن میں ہمیشہ رہنا ہوگا۔ اس آیت میں يَدْخُلُوْنَهَا کی ضمیر اصناف ثلاثہ کی طرف راجع ہے لہٰذا يَدْخُلُوْنَهَا کی ضمیر کو صنف اخیر یعنی سابق بالخیرات کے ساتھ مخصوص کرنا تخصیص بلا دلیل ہے۔

امام قرطبیؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر اور حضرت عثمان اور ابو الدرداء اور ابن مسعود اور عقبہ بن عامر اور عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہم سے بھی یہی مروی ہے کہ يَدْخُلُوْنَهَا کی ضمیر اصناف ثلاثہ کی طرف راجع ہے۔
(تفسیر قرطبی ص ۳۴۹ ج ۱۴)

ف: جن حضرات نے آیت میں ظالم سے کافر و منافق کو مراد لیا ہے ان کا مقصد یہ ہے کہ اس آیت میں اقسام ثلاثہ کا ذکر ہے یہ وہی اقسام ثلاثہ ہیں جو سورۂ واقعہ میں مذکور ہیں یعنی اَصْحٰبُ الْمَشْئَمَةِ۔ مگر عامہ سلف و خلف اور جمہور کے نزدیک صحیح یہ ہے کہ سورۂ فاطر کی آیت میں ظالم سے گنہگار مسلمان مراد ہے۔ اس بات کی تفصیل کے لیے تفسیر ابن جریر و ابن کثیر و تفسیر قرطبی دیکھیں۔

اب دنیا میں دوبارہ واپسی ممکن نہیں جو خود ہی اپنی جان پر ظلم کرے اس کا کون مددگار ہو سکتا ہے۔

لطائف معارف

اَوَلَمْ نُعَمِّرْكُمْ مَّا يَتَذَكَّرُ فِيْهِ مَنْ تَذَكَّرَ وَجَاۗءَكُمُ النَّذِيْرُ، اس آیت میں دو جملے مذکور ہیں ایک اَوَلَمْ نُعَمِّرْكُمْ مَّا يَتَذَكَّرُ فِيْهِ مَنْ تَذَكَّرَ اور دوسرا وَجَاۗءَكُمُ النَّذِيْرُ اور یہ عطف کی قبیل عطف الخاص علی العام ہے۔

اور آیات میں نذیر سے مراد نبی اور آپ کے نائبین اہل علم ہیں جنہوں نے احکام الٰہی کی تبلیغ کی اور داعی حق کی دعوت دی اور بعض نے کہا ہیں کہ نذیر سے بڑھاپا اور ہم عمروں کی موت مراد ہے اور مطلب یہ ہے کہ بڑھاپے میں اور ہم عمروں کی موت سے بھی تمہاری غفلت نہ گئی اور آنکھ نہ کھلی کہ کچھ آخرت کا سامان کرتے بڑھاپا آجانے کے بعد کس چیز کا انتظار رہ گیا۔ اللہ کی حجت تو بلوغ سے ہی پوری ہو جاتی ہے کیونکہ تذکر اور نصیحت کے لیے اس طرح کا زمانہ بھی کافی ہے لیکن اگر بڑھاپے کو پہنچ جانے تو مزید الزام کا مستوجب ہے اس لیے کہ تذکر کی مدت انتہا کو پہنچ گئی اور حجت پوری ہو گئی جوانی میں جب معاش کو سمجھ سکتا ہے تو معاد کو کیوں نہیں سمجھ سکتا۔

اور اَوَلَمْ نُعَمِّرْكُمْ میں خطاب اگرچہ کفار کو ہے مگر مقصود سب کو متنبہ کرنا ہے اس لیے کہ اصل علت غفلت ہے جس میں سب شریک ہیں اگرچہ مراتب غفلت میں فرق ہے تاکہ سب کان لیں اور متنبہ ہو جائیں۔ دیکھئے عدالت میں جب مجرم کو سزا دی جاتی ہے تو اس کا اعلان کیا جاتا ہے جس سے غرض یہ ہوتی ہے کہ جو لوگ مجرم نہیں وہ بھی سن لیں اور متنبہ ہو جائیں اور غفلت میں نہ رہیں غرض یہ کہ اس آیت سے مقصود یہ ہے کہ عمر کے ہر جزو کو عمر کا جزو اخیر سمجھو غفلت سے تنبہ کا یہ بہترین طریقہ ہے۔ آیت میں اجمالاً اس طریق کی طرف اشارہ فرمایا کہ غفلت سے بچنے کا طریقہ مذکور ہے اور حدیث میں اس کا صراحۃً حکم دیا۔ چنانچہ فرمایا: اذا قمت فی صلوتک فصل صلوٰۃ مودع یعنی جب نماز کے لیے کھڑے ہو تو ایسی طرح نماز پڑھو جیسے دنیا کو رخصت کر رہے ہو یعنی یہ سمجھو کہ یہ عمر کا جزو اخیر ہے حدیث میں اگرچہ نماز کا ذکر ہے مگر یہ علت ہر عمل میں پائی جاتی ہے اس لیے زکوٰۃ اور حج اور روزہ وغیرہ سب میں یہی مضمون پیش نظر رہنا چاہئے اس تصور و استحضار کا فائدہ یہ ہوگا کہ طول امل کے مفاسد سے محفوظ ہو جائے گا یا کم از کم کمی ہو جائے گی یہ جو کچھ ہو رہا ہے تمام تر طول امل ہی ہے جس کی حقیقت تمنا یعنی تجویز ہے۔ آپ خود دیکھ لیجئے کہ جو شخص تجویز کرتا ہے کیسی دور کی کیسی کیسی غرضیں نکالتا ہے اور اکثر ان سے ان کے ترک کا معائنہ کراتے ہیں اور ایک حدیث میں ہے: اذا اصبحت فلا تحدث نفسک بالمساء واذا امسیت فلا تحدث نفسک بالصباح یعنی جب تو صبح کرے تو اپنے نفس سے شام کے متصور ہونے کی

الَّذِينَ تَدْعُونَ مِن دُونِ اللَّهِ أَرُونِي مَاذَا خَلَقُوا

جن کو پکارتے ہو اللہ کے سوائے، دکھاؤ تو مجھ کو کیا بنایا انہوں نے

مِنَ الْأَرْضِ أَمْ لَهُمْ شِرْكٌ فِي السَّمَاوَاتِ ۚ أَمْ

زمین میں ! یا کچھ ان کا ساجھا ہے آسمانوں میں ! یا

آتَيْنَاهُمْ كِتَابًا فَهُمْ عَلَىٰ بَيِّنَتٍ مِّنْهُ ۚ بَلْ إِن

ہم نے دی ہے ان کو کوئی کتاب سو یہ سند رکھتے ہیں اس کی ، کوئی نہیں

يَعِدُ الظَّالِمُونَ بَعْضُهُم بَعْضًا إِلَّا غُرُورًا ﴿٤٠﴾ إِنَّ

پر جو وعدہ بتاتے ہیں گنہگار ایک دوسرے کو ، سب فریب ہے ۔ تحقیق

اللَّهَ يُمْسِكُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ أَن تَزُولَا ۚ وَ

اللہ تھام رہا ہے آسمانوں کو اور زمین کو کہ ٹل نہ جاویں ، اور

لَئِن زَالَتَا إِنْ أَمْسَكَهُمَا مِنْ أَحَدٍ مِّن بَعْدِهِ ۚ

اگر ٹل جاویں تو کوئی نہ تھام سکے ان کو اس کے سوا ،

إِنَّهُ كَانَ حَلِيمًا غَفُورًا ﴿٤١﴾

وہ ہے تحمل والا بخشتا ۔

بیان علم و حلم خداوندی

قال اللہ تعالیٰ۔ إِنَّ اللّٰهَ عٰلِمُ غَيْبِ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ ... الی ... إِنَّهُ كَانَ حَلِيمًا غَفُورًا۔

ربط : اوپر کی آیات میں اثبات توحید اور ابطال شرک اور دلائل قدرت اور صفات کمال کا بیان تھا اب ان آیات میں اللہ تعالیٰ اپنے علم کو اور اپنے حلم کو بیان کرتے ہیں کہ وہ باوجود علم و قدرت کے حلیم و غفور بھی ہے مجرموں کے پکڑنے میں جلدی نہیں کرتا۔

كما قال تعالى. تَكَادُ السَّمٰوٰتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْهُ وَتَنْشَقُّ الْأَرْضُ وَتَخِرُّ الْجِبَالُ هَدًّا ۔ أَنْ دَعَوْا لِلرَّحْمٰنِ وَلَدًا. ان کے شرک کا مقتضیٰ تو یہ تھا کہ آسمان و زمین پھٹ جائیں لیکن اللہ کے صبر کی وجہ سے تھمے ہوئے ہیں جیسا کہ اس آیت کے اخیر میں ہے۔ إِنَّهُ كَانَ حَلِيمًا غَفُورًا بے شک اللہ تعالیٰ آسمان و زمین کی تمام پوشیدہ چیزوں کا جاننے والا ہے اللہ تعالیٰ عالم الغیب ہے اس کو پہلے ہی سے معلوم ہے کہ دنیا میں واپس جانے کے بعد بھی وہی کریں گے جو پہلے کرتے تھے اور تمہارا یہ وعدہ کہ ہم دنیا میں واپسی کے بعد نیک عمل کریں گے۔ سب ہی لوگوں کی طرح جھوٹا وعدہ ہے جس سے مقصود وقتی طور پر جان خلاصی کرنی ہے سو وہ اگر تم کو پھر دنیا کی طرف واپس کر دے تو اسے معلوم ہے کہ تم دنیا کی واپسی کے بعد بھی عمل صالح نہ کرو گے ۔ كما قال تعالى وَلَوْ رُدُّوا لَعَادُوا لِمَا نُهُوا عَنْهُ وَإِنَّهُمْ لَكَاذِبُونَ ۔ تحقیق وہ سینوں کی چھپی ہوئی باتوں کو جانتا ہے اس کو معلوم ہے کہ ان کے سینوں میں کفر اور مکر اور جھوٹ چھپا ہوا ہے

اسی خدا نے تم کو زمین میں پہلی امتوں کا قائم مقام بنایا اور تصرف اور اختیار اور اقتدار کی کنجیاں تمہارے ہاتھ میں دیں اور یہ حق تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت تھی مگر یہ ایمان نہ لائے۔ پس جو شخص کفر کرے تو اس کے کفر کا ضرر اسی پر پڑے گا اور نہیں زیادہ کرتا کافروں کا کفر ان کے حق میں مگر آخرت کے خسارہ اور نقصان کو اور بسا اوقات کفر کا نقصان دنیا میں بھی ظاہر ہو جاتا ہے پس آپ ان نادانوں کی توبیخ اور سرزنش کے لیے ذرا ان سے یہ پوچھئے کہ بھلا بتلاؤ تو سہی کہ جن کو تم شریک ٹھہرا رہے ہو اور اللہ کے سوا ان کو اپنی حاجتوں کے لیے پکارتے ہو ذرا مجھے ان کے حال سے آگاہ کرو اور مجھے دکھلاؤ کہ وہ کیا چیز ہے جو انہوں نے زمین میں سے پیدا کی ہے اور زمین کا وہ کونسا حصہ اور جز ہے جو ان کا بنایا ہوا ہے یا آسمانوں کی پیدائش میں ان کا کوئی حصہ ہے کہ انہوں نے بھی کوئی آسمان بنایا ہے بہر حال شرک کے لیے ان کے پاس نہ کوئی دلیل عقلی ہے اور نہ نقلی۔ کیا ہم نے ان کو کوئی کتاب دی ہے جس میں شرک کا حکم ہو لکھا ہوا اور جس میں شرک کی تعلیم و تلقین ہو کہ یہ لوگ اس کتاب کی کسی روشن دلیل پر ہوں جو اس بات پر دلالت کرتی ہو کہ یہ کفر اور شرک ٹھیک اور درست ہے مگر ان میں کوئی بات بھی نہیں مگر کافر اور ظالم آپس میں محض فریب کی رو سے ایک دوسرے سے وعدہ کرتے ہیں کہ یہ بت تمہاری شفاعت کریں گے یہ سب خیال خام ہے اللہ کے حلم سے دھوکہ میں پڑ گئے ہیں اس کی قدرت پر نظر نہیں کرتے کیا اس قدرت عظیمہ پر غور نہیں کرتے کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان اور زمین کو روک رکھا ہے اور تھامے ہوئے ہے کہ اپنی جگہ سے ٹل نہ جائیں یعنی اللہ کی قدرت عظیمہ کا ایک کرشمہ ہے کہ آسمان و زمین باوجود بڑے بڑے اجسام ہونے کے اپنی اپنی جگہ پر قائم ہیں کسی کی یہ مجال نہیں کہ ذرہ برابر اپنی جگہ سے جنبش کر سکے اور اگر آسمان و زمین اپنی جگہ سے ٹل جائیں تو سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی کی مجال نہیں کہ ان کو روک سکے اور تھام سکے۔ كما قال تعالى وَيُمْسِكُ السَّمَاءَ أَنْ تَقَعَ عَلَى الْأَرْضِ إِلَّا بِإِذْنِهِ

معلوم ہوا کہ جس طرح زمین ابتداءً اپنے روشن ہونے میں آفتاب کی محتاج ہے اسی طرح زمین اپنی روشنی کی بقاء میں بھی آفتاب کی محتاج ہے۔

فائدہ ایک روایت میں ہے کہ جناب اللہ موسیٰ علیہ السلام کو دو شیشے دیئے گئے کہ ان کو ہاتھ میں تھامے رکھیں اور جبرئیلؑ کو حکم ہوا کہ موسیٰ علیہ السلام کو سونے نہ دو، تین راتیں تو اس طرح گذار دیں بالآخر نیند کا غلبہ ہوا اور شیشے ہاتھ سے گر کر ٹوٹ گئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے موسیٰؑ! بالفرض اگر مجھ پر نیند اور اونگھ آتی تو شیشہ کی طرح یہ آسمان و زمین ٹوٹ پھوٹ جاتے۔ (تفسیر عزیزی ص۲۴۳)

* * * * * * * * * * * *

وَأَقْسَمُوا بِاللَّهِ جَهْدَ أَيْمَانِهِمْ لَئِن جَاءَهُمْ

اور قسم کھاتے تھے اللہ کی، تاکید کی قسمیں اپنی، اگر آوے اُن پاس کوئی

نَذِيرٌ لَّيَكُونُنَّ أَهْدَىٰ مِنْ إِحْدَى الْأُمَمِ

ڈر سنانے والا، البتہ بہتر راہ چلیں گے اور کسی ایک اُمت سے۔

فَلَمَّا جَاءَهُمْ نَذِيرٌ مَّا زَادَهُمْ إِلَّا

پھر جب آیا اُن پاس ڈر سنانے والا۔ اور زیادہ ہوا ان کو

نُفُورًا ﴿٤٢﴾ اسْتِكْبَارًا فِي الْأَرْضِ وَمَكْرَ

بدکنا۔ غرور کرنا ملک میں اور داؤ کرنا

السَّيِّئِ ۚ وَلَا يَحِيقُ الْمَكْرُ السَّيِّئُ إِلَّا بِأَهْلِهِ ۚ

بُرے کام کا۔ اور برائی کا داؤ الٹے گا اسی داؤ والوں پر۔

فَهَلْ يَنظُرُونَ إِلَّا سُنَّتَ الْأَوَّلِينَ ۚ فَلَن تَجِدَ

پھر اب وہی راہ دیکھتے ہیں اگلوں کے دستور کی۔ سو تو نہ پاوے گا

لِسُنَّتِ اللَّهِ تَبْدِيلًا ۖ وَلَن تَجِدَ لِسُنَّتِ اللَّهِ

اللہ کا دستور بدلتا۔ اور نہ پاوے گا اللہ کا دستور

تَحْوِيلًا ﴿٤٣﴾ أَوَلَمْ يَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَيَنظُرُوا

ٹلنا ۔ کیا پھرے نہیں ملک میں کہ دیکھیں

كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ وَكَانُوا

کیسا ہوا انجام ان کا جو ان سے پہلے تھے اور تھے ان

أَشَدَّ مِنْهُمْ قُوَّةً ۚ وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُعْجِزَهُ مِن

سے سخت زور میں ۔ اور اللہ وہ نہیں جس کو تھکا دے کوئی

شَيْءٍ فِي السَّمَاوَاتِ وَلَا فِي الْأَرْضِ ۚ إِنَّهُ كَانَ

چیز آسمانوں میں نہ زمین میں ۔ وہی ہے

عَلِيمًا قَدِيرًا ﴿٤٤﴾ وَلَوْ يُؤَاخِذُ اللَّهُ النَّاسَ بِمَا كَسَبُوا

سب جانتا کر سکتا ۔ اور اگر پکڑ کرے اللہ لوگوں کو ان کی کمائی پر

مَا تَرَكَ عَلَىٰ ظَهْرِهَا مِن دَابَّةٍ وَلَٰكِن يُؤَخِّرُهُمْ

نہ چھوڑے زمین کی پیٹھ پر ایک ہلنے چلنے والا ، پر ان کو ڈھیل دیتا ہے

إِلَىٰ أَجَلٍ مُّسَمًّى ۖ فَإِذَا جَاءَ أَجَلُهُمْ فَإِنَّ اللَّهَ

ایک ٹھہرے ہوئے وعدہ تک ، پھر جب آیا ان کا وعدہ تو اللہ کی

كَانَ بِعِبَادِهِ بَصِيرًا ﴿٤٥﴾

نگاہ میں ہیں اس کے سب بندے ۔

تشنیع و تقریع بر کفر و مکر

قال اللہ تعالیٰ وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰہِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ ... الیٰ ... فَاِنَّ اللّٰہَ كَانَ بِعِبَادِهٖ بَصِيْرًا

ربط: گزشتہ آیات میں یہ بتلایا کہ یہ مشرکین کفر و شرک کی وجہ سے بھی قہر الٰہی کے مستحق ہیں لیکن

اللہ کے جرم سے بچے ہوئے ہیں اب آئندہ آیات میں ان کے مکر و فریب اور ان کی بدعہدی کو بیان کرتے ہیں کہ یہ لوگ بدعہدی کی وجہ سے مستحق قہر و غضب ہیں چنانچہ فرماتے ہیں اور یہ مشرکین عرب آپ کی بعثت سے پہلے بڑی تاکید کے ساتھ قسمیں کھایا کرتے تھے اور یہ کہا کرتے تھے کہ اگر خدا کی طرف سے ہمارے پاس کوئی ڈرانے والا آتا تو ہم ہدایت اختیار کرنے میں پچھلی امتوں سے بڑھ کر ہوتے یعنی یہود و نصاریٰ کی طرح تکذیب نہ کرتے بلکہ ان سے بہتر ہوتے کما قال تعالیٰ وَإِنْ كَانُوا لَيَقُولُونَ لَوْ أَنَّ عِنْدَنَا ذِكْرًا مِنَ الْأَوَّلِينَ لَكُنَّا عِبَادَ اللَّهِ الْمُخْلَصِينَ ۔

یعنی اگر ہمارے پاس اولین جیسی کوئی ہدایت اور نصیحت ہوتی تو بے شک ہم اللہ کے مخلص بندوں میں سے ہو جاتے پس جب خدا تعالیٰ کی طرف سے ان کے پاس کامل ترین نذیر آگیا اور اپنے ساتھ ایک کتاب ہدایت بھی لے کر آیا تو ساری قسمیں اور سارے وعدے بھلا دیئے اور اس نذیر کے آنے سے بجائے ہدایت اور رغبت کے ان کی نفرت میں اور زیادتی ہو گئی۔ اور اس کی دشمنی پر کمربستہ ہو گئے اور زمین میں سرکشی کرنے لگے اور اس نذیر کے ہلاک کرنے کے برے برے مکر کرنے لگے اور لوگوں کو راہ حق سے روکنے کے لیے طرح طرح کے حیلے بہانے کرنے لگے۔

مطلب یہ ہے کہ یہ کافر کفر بھی کرتے ہیں اور سرکشی بھی کرتے ہیں اور استکبار کا شعار رہا اور مکار اور مسخرے ہیں کہ پیغمبر خدا کی مخالفت پر بیٹھے ہوئے ہیں اور دین کے خلاف سازشوں میں لگے ہوئے ہیں۔ اور نہیں گھیرتا برا مکر مگر مکاروں کی جان کو۔ الٹی چالیں یعنی چال کرنے والوں ہی پر پڑا کرتی ہیں۔ حق اور صواب کو چالوں سے کوئی نقصان نہیں پہنچتا۔ وقتی طور پر اپنی چالاکیوں پر خوش ہو لیں مگر انجام کار دیکھ لیں گے کہ مکر کا نقصان مکار ہی پر پڑتا ہے۔ پس کیا یہ مکار اسی دستور کے منتظر ہیں جو اگلے کافروں اور مکاروں کے ساتھ برتا گیا ہے پس نہ پاؤ گے آپ اللہ کے دستور میں کوئی تبدیلی یعنی کسی میں یہ قدرت نہیں کہ اللہ کے دستور کو بدل دے اور نہ پاؤ گے تو اللہ کے دستور کو ٹلتا ہوا۔ کسی کی مجال نہیں کہ وہ اللہ کے دستور کو اور قانون عذاب کو کافروں اور مکاروں سے پھیر کر دوسری طرف لے جائے اور ان سے دفع کر کے غیروں پر رکھ دے بلکہ وہ عذاب اسی قوم پر واقع ہو گا جس کے لیے مقرر ہو چکا ہے یہ ناممکن ہے کہ عذاب مستحق سے ہٹ کر غیر مستحق پر واقع ہو جائے تبدیل سے مراد عذاب کو رحمت سے بدل دینے کے ہیں اور تحویل سے عذاب کو مجرمین سے غیر مجرمین کی طرف منتقل کر دینے کے ہیں۔

کیا یہ کفر کرنے والے زمین میں چلے پھرے نہیں کہ دیکھیں کہ آخر کیا انجام ہوا ان سے پہلے کفر کرنے والوں اور مکر کرنے والوں کا اور وہ لوگ ان سے قوت اور جاہ و سطوت اور دولت میں بہت زیادہ تھے مگر باوجود اس کے اللہ کے عذاب سے نہیں بچ سکے اور خدا کے مقابلہ میں ان کی کوئی تدبیر کارگر نہ ہوئی اور کوئی چیز آسمانوں اور زمین میں ایسی نہیں کہ خدا تعالیٰ کو ہرانے سے عاجز کر سکے بے شک وہ دانا اور توانا

ہے جو کوئی چیز اس کے علم سے باہر ہے اور نہ اس کی قدرت سے خارج ہے۔ اور اگر اللہ تعالیٰ لوگوں کو ان کی بداعمالیوں کی وجہ سے پکڑنے لگے اور اپنے علم کے موافق ان کو کفر و معصیت پر مہلت نہ دے تو زمین کی پشت پر کسی جاندار کو زندہ باقی نہ چھوڑے لیکن وہ اپنے حلم کی وجہ سے ان کو ایک میعاد معین تک مہلت دے رہا ہے۔ اگر کفر اور معصیت کی نحوست سے انسان ہلاک ہوتے تو حیوانات بھی ہلاک ہو جاتے، جیسے نوح علیہ السلام کے زمانہ میں کفر کی نحوست سے جانور بھی ہلاک ہوئے تو اس وقت بھی اگر کفر و معصیت کے وبال میں پکڑے تو سب نیست و نابود ہو جائیں۔ بارش اللہ تعالیٰ کا انعام ہے جو تمام حیوانات کے لئے سامان حیات ہے جب اگر خدا تعالیٰ بندوں کی بداعمالی کی وجہ سے آسمان سے بارش روک دے تو سب حیوانات مر جائیں لیکن جب ان کے ہلاک ہونے کا وقت آ جائے گا تو پھر ایک دم کی مہلت نہ ملے گی۔ اسی لئے کہ اللہ تعالیٰ اپنے سب بندوں کو دیکھنے والا ہے اور جاننے والا ہے کہ کون ہلاکت کا مستحق ہے اور کون نجات کا۔ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ہر ایک کو اس کے اعمال کے مطابق جزا دے گا۔

الحمد للہ کہ آج بتاریخ ۷ جمادی الثانیہ ۱۳۹۲ھ یوم چہار شنبہ بوقت ۹ بجے سورۂ الملائکہ کی تفسیر سے فراغت نصیب ہوئی للہ الحمد اولہ وآخرہ۔ اللہ اپنی رحمت سے باقی تفسیر کے اتمام کی بھی توفیق دے اور ایمان پر قائم رکھے۔ و اعمال صالح اور انہی مرضیات پر چلنے کی بھی توفیق دے۔ آمین۔

ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم وتب علینا انک انت التواب الرحیم۔ وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ وسیدنا ومولانا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین وعلینا معہم یا ارحم الراحمین۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

تفسیر سورۂ یٰسٓ

یہ سورت مکی ہے اس میں تراسی آیتیں اور پانچ رکوع ہیں۔ انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر چیز کا ایک دل ہوتا ہے اور قرآن کا دل یٰسٓ ہے جو شخص اس سورت کو ایک بار پڑھے گا اللہ اس کو دس قرآن کا ثواب عطا کرے گا۔ (رواہ الترمذی والدارمی والبیہقی)۔

امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس سورت کو قرآن کا قلب (دل) فرمایا ہے جس کی وجہ یہ ہے کہ دل پر زندگی کا دارومدار ہوتا ہے اور روحانی زندگی کا دارومدار ایمان پر ہے جس کے اہم ترین اصول تین ہیں۔ توحید اور رسالت اور قیامت۔ اس سورت میں ایمان کے ان تین اہم اصولوں کو بخوبی کامل اور جامع نہایت مدلل اور مفصل بیان کیا گیا ہے اور ان سب کی جڑ حشر و نشر کا اقرار اور آخرت کی فکر اور تیاری ہے جو اس سورت میں خاص طور پر بیان کی گئی ہے اور منکرین حشر کے شبہ کا نہایت مدلل، مکمل اور مفصل جواب دیا گیا ہے اور ایمانی حیات کا مدار اسی بات پر ہے کہ خدا سے ڈرتا ہو اور آخرت کا یقین رکھتا ہو اور اس کی فکر اور تیاری میں ہو۔ دل قائم ہے کہ خوف خدا اور آخرت کا یقین اور اس کی فکر ہی سارے دین کا دل ہے جس پر روحانی زندگی کا دارومدار ہے جس دل کو آخرت کا فکر ہے وہ دل تو زندہ ہے ورنہ مردہ ہے۔

دین کے اصول تین ہیں توحید اور رسالت اور قیامت۔ سورت کا آغاز رسالت کے مضمون سے فرمایا بعد ازاں دلائل توحید کو بیان کیا پھر اخیر میں حشر و نشر اور معاد جسمانی پر مفصل اور مدلل کلام کیا اور اسی پر سورت کو ختم کیا۔

ربط سورت: گزشتہ سورت میں زیادہ تر توحید اور رسالت کا مضمون تھا اور اخیر سورت میں متکبرین اور منکرین نبوت کی تہدید تھی اَوَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ اب اس سورت کو اثبات رسالت اور متکبرین کی تہدید سے شروع فرماتے ہیں اور حسب سابق آپ کو تسلی دیتے ہیں کہ آپ ان متکبرین کے انکار اور استکبار سے رنجیدہ اور ملول نہ ہوں اور پھر ان متکبرین اور مستہزئین کی تہدید اور عبرت اور نصیحت کے لیے اصحاب قریہ کا قصہ ذکر فرمایا پھر اخیر سورت تک اثبات توحید اور اثبات حشر و نشر کا مضمون چلا گیا جس پر دل اور روح کی زندگی کا دارومدار ہے۔

ربط دیگر: گزشتہ سورت میں کفار کا یہ قول نقل فرمایا۔ وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ لَئِنْ جَآءَهُمْ نَذِيْرٌ لَّيَكُوْنُنَّ اَهْدٰى مِنْ اِحْدَى الْاُمَمِ۔ اب اس سورت میں قسم کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت و رسالت کو بیان کیا اور لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَّآ اُنْذِرَ اٰبَآؤُهُمْ سے یہ بتلایا کہ جس نذیر کے انتظار میں تھے تو ان کے حسب انتظار ان کے انذار کے لیے نبی آ گیا ہے اب چاہیے کہ حسب وعدہ اس نذیر برحق پر ایمان لائیں اور اس کی تصدیق کریں اور نذیر برحق کی تکذیب سے انذار اور تخویف کے لیے اصحاب قریہ کا قصہ ذکر فرمایا تاکہ اس کو نذیر برحق سمجھ کر آخرت کا راستہ معلوم کریں۔

آیاتها ۸۳ ۳۶ سُوْرَةُ يٰسٓ مَكِّيَّةٌ ۴۱ رکوعاتها ۵

سورۂ یٰسین مکی ہے اس میں ۸۳ آیات اور ۵ رکوع ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا۔

يٰسٓ ۝١ وَالْقُرْاٰنِ الْحَكِيْمِ ۝٢ اِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ۝٣

قسم ہے اس پکے قرآن کی ۔ تو تحقیق ہے بھیجے ہوؤں میں سے ۔

عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝٤ تَنْزِيْلَ الْعَزِيْزِ الرَّحِيْمِ ۝٥

اوپر سیدھی راہ کے ۔ اتارا زبردست رحم والے کا ۔

لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَّآ اُنْذِرَ اٰبَاۗؤُهُمْ فَهُمْ غٰفِلُوْنَ ۝٦

کہ تو ڈراوے ایک لوگوں کو کہ ڈر نہیں سنا ان کے باپ دادوں نے سو وہ خبر نہیں رکھتے ۔

لَقَدْ حَقَّ الْقَوْلُ عَلٰٓي اَكْثَرِهِمْ فَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۝٧

ثابت ہو چکی ہے بات ان بہتوں پر ۔ سو وہ نہ مانیں گے ۔

اِنَّا جَعَلْنَا فِيْٓ اَعْنَاقِهِمْ اَغْلٰلًا فَهِيَ اِلَى الْاَذْقَانِ

ہم نے ڈالے ہیں ان کی گردنوں میں طوق ، سو وہ ہیں ٹھوڑیوں تک

فَهُمْ مُّقْمَحُوْنَ ۝٨ وَجَعَلْنَا مِنْۢ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ

پھر ان کے سر الل رہے ہیں ۔ اور بنائی ہم نے ان کے آگے

سَدًّا وَّمِنْ خَلْفِهِمْ سَدًّا فَاَغْشَيْنٰهُمْ فَهُمْ لَا

دیوار اور ان کے پیچھے دیوار پھر اوپر سے ڈھانک دیا سو ان کو

يُبْصِرُوْنَ ۝٩ وَسَوَاۗءٌ عَلَيْهِمْ ءَاَنْذَرْتَهُمْ اَمْ لَمْ

نہیں سوجھتا ۔ اور برابر ہے تو نے ان کو ڈرایا یا نہ

۴۳
۱۲

تُنْذِرْهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۰﴾ اِنَّمَا تُنْذِرُ مَنِ اتَّبَعَ

ڈرا یقین نہیں کرتے۔ تو تو ڈر سنا دے اس کو جو چلے

الذِّكْرَ وَخَشِيَ الرَّحْمٰنَ بِالْغَيْبِ فَبَشِّرْهُ بِمَغْفِرَةٍ

سمجھانے پر اور ڈرے رحمٰن سے بن دیکھے۔ سو اس کو دے خوشخبری معافی کی

وَّاَجْرٍ كَرِيْمٍ ﴿۱۱﴾ اِنَّا نَحْنُ نُحْيِ الْمَوْتٰى وَنَكْتُبُ مَا

اور عزت کے نیگ کی۔ ہم ہیں جو جلاتے ہیں مردے اور لکھتے ہیں جو

قَدَّمُوْا وَاٰثَارَهُمْ ۭ وَكُلَّ شَيْءٍ اَحْصَيْنٰهُ فِيْٓ

آگے بھیج چکے، اور ان کے پیچھے نشان رہے، اور ہر چیز گن لی ہے ہم نے ایک

اِمَامٍ مُّبِيْنٍ ﴿۱۲﴾

کھلی اصل میں۔

اثبات رسالت محمدیہ مؤکد بقسمے کہ آں دلیل نبوت است

مقرون بہ بیان تفاوت استعداد در قبول حق وہدایت وتہدید

مکذبین نبوت و منکرین قیامت

قال اللہ تعالیٰ یٰسٓ وَالْقُرْاٰنِ الْحَكِيْمِ ۔۔۔ الیٰ ۔۔۔ وَكُلَّ شَيْءٍ اَحْصَيْنٰهُ فِيْٓ اِمَامٍ مُّبِيْنٍ۔

ربط: گزشتہ سورت میں کفار کے استکبار اور انکار کا ذکر تھا کہ وہ آپ کی نبوت و رسالت کے منکر ہیں اور آپ کو جھوٹا بتلاتے ہیں اب اس سورت میں آپ کی نبوت و رسالت کو قسم کے ساتھ بیان کرتے ہیں چنانچہ فرماتے ہیں۔ یٰسٓ۔ اس کی مراد اور اس کے معنی کو اللہ ہی خوب جانتا ہے یٰسٓ حروف مقطعات میں سے ہے جو خزانۂ غیب کا ایک سر مکتوم ہے۔ جمہور صحابہ و تابعین کے نزدیک اس کی مراد سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی کو معلوم نہیں اور ابن عباسؓ اور عکرمہؒ اور ضحاکؒ اور حسن بصریؒ اور سفیان بن عیینہؒ سے منقول ہے وہ کہتے تھے کہ یٰسٓ کے معنی یا انسان کے ہیں اس لیے کہ آپ سید البشر اور سید الانس

زبان میں لفظ یٰسین یا انسان کا مخفف ہے اور انسان سے انسانِ کامل مراد ہے جس کا مصداق آں
محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔
قسم ہے اس قرآن حکیم کی جو غایت درجہ محکم ہے اور سراپا علم و حکمت ہے اس کا ہر حرف
علم اور حکمت کا منبع اور سرچشمہ ہے جہاں باطل کا اور سحر کا کہیں گذر نہیں اور نہ اس میں شعر و شاعری کا
کوئی شائبہ ہے جس کو نبی اس قرآن کو پڑھ کر سنا رہا ہے۔ بے شک آپ بلاشبہ خدا کے پیغمبروں میں سے ہیں
اور سیدھے راستے پر ہیں جو سیدھا خدا تک پہنچانے والا ہے۔ صراطِ مستقیم سے دین اسلام اور دین حق مراد ہے
اور یہ کفار ٹیڑھے راستہ پر ہیں یعنی دین باطل پر ہیں اور صراطِ مستقیم پر استقامت ہی منزل مقصود تک پہنچاتی ہے
اور یہی قرآن حکیم جو علم اور حکمت سے بھرا ہوا ہے آپ کی رسالت کی دلیل ہے اور آپ کی گفتار اور کردار
بھی آپ کی نبوت کی دلیل ہے اور اس بات کی دلیل ہے کہ آپ حق پر ہیں اور سیدھی راہ پر ہیں جو آپ اللہ
کی بارگاہ تک پہنچانے والی ہے جس نے اس راستے سے اعراض اور انحراف کیا وہ گمراہ ہوا۔

وَالْقُرْاٰنِ الْحَكِيْمِ قسم ہے اور اِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ
نکتہ: جوابِ قسم ہے۔ اس قسم سے ایک تو کفار کا رد مقصود ہے جو آپ کی تکذیب کیا کرتے
تھے کہ یہ رسول نہیں اس لیے اللہ تعالیٰ نے ان کے جواب میں قسم کھا کر آپ کی نبوت و رسالت کو
بیان کیا کہ آپ بلاشبہ اللہ کے رسول ہیں دوسرا یہ کہ یہ قسم درحقیقت جوابِ قسم کی دلیل ہے۔ دلائل نبوت و
براہین رسالت میں سب سے بڑی دلیل آپ کی نبوت کی یہ قرآن حکیم ہے جس طرح توریت اور انجیل
حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام کی نبوت کی دلیل تھی اسی طرح بلکہ اس سے بڑھ کر یہ قرآن آپ
کی نبوت و رسالت کی دلیل ہے اور اس کے بعد یہ جملہ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ پہلے جملہ کی
تاکید ہے اس لیے کہ جو رسول ہوگا وہ ضرور راہ راست پر ہوگا۔ ان آیات میں قرآن حکیم کی قسم کھا کر آپ
کی رسالت کو بیان کیا قرآن حکیم آپ کی نبوت کی سب سے بڑی علمی دلیل ہے یہ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کی خاص خصوصیت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی نبوت و رسالت کو قسم کے ساتھ بیان کیا آپ
کے سوا کسی اور نبی اور رسول کی رسالت کو قسم کھا کر نہیں بیان فرمایا اور اس کے بعد آنے والے جملہ لِتُنْذِرَ
قَوْمًا سے یہ بتلایا کہ نبی کا کام صرف انذار ہے کہ انذار یعنی نبی کا کام فقط ڈرانے کا ہے باقی ہدایت دینا
اللہ کا کام ہے اور یہ قرآن حکیم ایسے رب العزت کی طرف سے تجھ پر نازل کیا گیا ہے جو بڑا غالب مہربان ہے
اور یہ قرآن تیری نبوت کا سب سے بڑا نشان ہے اور لوگوں کے لیے ہدایت اور رحمت کا نزول
ہے۔ یہ قرآن آپ پر اس لیے نازل کیا گیا ہے تاکہ آپ اس قوم کو عذابِ خداوندی سے ڈرائیں جن کے
قریبی آباء و اجداد قریبی زمانہ فترت میں کسی رسول کے ذریعہ خدا کے قہر سے نہیں ڈرائے گئے پس وہ حق
اور ہدایت سے غافل اور بے خبر ہیں اس لیے وہ اس بات کے محتاج تھے کہ کوئی ہادی برحق آئے اور
ان کو خدا کا راستہ بتلائے اور خواب غفلت سے ان کو بیدار کرے سو اس عزیز و رحیم نے اپنی رحمت سے

آپ کو ان کی طرف رسول بنا کر بھیجا۔

تنبیہ کوئی اس سے یہ خیال نہ کرے کہ آپ صرف عرب کے لیے مبعوث ہوئے تھے آپ تو سارے ہی عالم کے لیے مبعوث ہوئے مگر چونکہ آپ عربی تھے اس لیے آپ کی دعوت اور خطاب کے اولین اور اول مخاطب عرب تھے جو دوسروں کی نفی پر دلالت نہیں کرتا اس لیے کہ آپ کی عموم بعثت بیشمار آیات اور احادیث سے ثابت ہے۔ کما قال تعالیٰ قُلْ یٰاَیُّھَا النَّاسُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ اِلَیْکُمْ جَمِیْعًا وغیرہ ذالک من الاٰیات جس میں ساری دنیا شریک ہے یہ کتاب حکمت جو اللہ نے آپ پر نازل کی ہے وہ بلاشبہ اپنی ذات سے تمام عالم کے لیے اور عرب و عجم کے لیے باران رحمت اور مشعل راہ ہے لیکن البتہ تحقیق ان میں سے اکثر لوگوں پر جو نفس اور شیطان کے اشاروں پر ناچ رہے ہیں پہلے ہی سے تقدیری طور پر ان پر کلمۂ حق اور حکم محکم جاری ہو چکا ہے اور حق القول سے کلمۂ حق لَاَمْلَـَٔنَّ جَہَنَّمَ مِنَ الْجِنَّۃِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ مراد ہے اور اس کے ہم معنی اِنَّ الَّذِیْنَ حَقَّتْ عَلَیْہِمْ کَلِمَتُ رَبِّکَ لَا یُؤْمِنُوْنَ جیسی آیتیں مراد ہیں جن کا مطلب یہ ہے کہ بہت سے کافروں کے دلوں پر مہر لگ چکی ہے پس یہ لوگ ہرگز ایمان نہیں لائیں گے لہٰذا اے نبی آپ ان کے ایمان نہ لانے سے رنجیدہ نہ ہوں یہ آیت ان لوگوں کے حق میں ہے جن کو اللہ تعالیٰ ازل میں جانتا ہے کہ یہ لوگ کفر اور عناد پر مریں گے جیسے ابوجہل اور ابی بن خلف اور عقبہ اور شیبہ واشباہم۔ ان میں سے اکثروں پر خدا کا کہا پورا ہوا جو ازلی بدنصیب اور دل کے اندھے تھے ان کو آفتاب ہدایت کی روشنی سے فائدہ نہ ہوا۔

اب آئندہ آیات میں اس بات کی علت بیان کرتے ہیں کہ یہ لوگ کیوں ایمان نہیں لائیں گے سو عالم اسباب میں اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ لوگ عناد کی وجہ سے توفیق خداوندی سے محروم کر دیئے گئے ہیں چنانچہ فرماتے ہیں کہ تحقیق ہم نے اپنی کسی حکمت اور مصلحت سے ان بدبختوں کی گردنوں میں بڑے بھاری طوق ڈال دیئے ہیں اور ایسے چپکا اور چمٹا دیئے ہیں کہ وہ ان کی گردنوں سے نہ نکل سکیں پس وہ طوق ان کی گردنوں سے لپٹ گئے ہیں اور ان کی ٹھوڑیوں تک پہنچے ہوئے ہیں جو خوب اچھی طرح ان کی گردنوں میں پھنسے ہوئے ہیں۔ اور وہ ان میں بہت سخت جکڑے ہوئے ہیں، پس ان کی حالت اور کیفیت یہ ہے کہ ان کے سر اوپر کو اٹک کر رہ گئے ہیں یعنی اوپر اٹھ گئے ہیں لہٰذا اب وہ اپنا سر نیچے نہیں جھکا سکتے اور ایسے سخت جکڑے ہوئے ہیں کہ اب وہ اپنا سر ہلا بھی نہیں سکتے جیسے کسی جانور کو جب پانی یا چارہ دینا منظور نہیں ہوتا تو اس کا منہ بند کر دیتے ہیں اور سر اس کا باندھ دیتے ہیں تاکہ وہ جانور نہ سر ہلا سکے اور نہ ہاتھ پا سکے یہی حال ان معاندین کا ہے جو نفسانیت اور عناد کے طوقوں میں ایسے جکڑ دیئے گئے ہیں کہ وہ حق کے سامنے سر نہیں جھکا سکتے ان آیات میں جو مثال ذکر کی گئی ہے وہ اس کا فوٹو ہے جس نے حق کو خوب پہچان لیا اور پھر بجائے اس کے قبول کرنے کے اس کی دشمنی اور عداوت پر تل گیا۔

اور علاوہ ازیں ہم نے ایک آڑ اور بڑی دیوار تو ان کے سامنے کھڑی کردی ہے اور ایک آڑ اور بڑی دیوار ان کے پیچھے کھڑی کردی ہے اور پھر اس کے علاوہ ہم نے ان کی آنکھوں پر پردہ ڈال دیا ہے کما قال تعالیٰ ۔ وَعَلٰٓی اَبْصَارِهِمْ غِشَاوَةٌ تاکہ آنکھ پس پردہ کی کسی چیز کو نہ دیکھ سکے۔ لہٰذا ایسی حالت میں یہ لوگ حق کو نہیں دیکھ سکتے جب آگے اور پیچھے سے دیوار حائل ہو اور اوپر سے آنکھوں پر پردہ ڈال دیا گیا تو پھر راہ کیسے نظر آئے۔ ان آیات میں حق تعالیٰ نے ان کی شقاوت ازلیہ کی مثال بیان فرمائی ہے کہ فرض کرو کسی کے گلے میں اتنا بڑا طوق ہے کہ وہ ٹھوڑی تک اس میں جکڑا ہوا ہے تو لامحالہ اس کا منہ اوپر کو اٹھ جائے گا اور وہ اپنے زیر قدم اور پاس کی راہ کو بلکہ کسی چیز کو بھی نہ دیکھ سکے گا اور مزید برآں جب آگے اور پیچھے بڑی بڑی دیواریں کھڑی کردی جائیں اور اوپر سے آنکھوں پر کوئی پردہ ڈال دیا جائے تو پھر دور اور نزدیک کی کسی چیز کے نظر آنے کی کوئی صورت نہیں۔

کفار کی اس کیفیت اور حالت کو بیان کرنے سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تسلی مقصود ہے کہ آپ ان کے ایمان لانے کی امید نہ رکھیں ان کے دلوں اور کانوں پر مہر لگ چکی ہے اور آنکھوں پر پردہ پڑ چکا ہے۔ اور جب یہ لوگ ضد اور ہٹ دھرمی کی وجہ سے اس حالت کو پہنچ گئے تو اے رسول ان کو عذاب الٰہی سے ڈرانا اور نہ ڈرانا سب برابر ہے یہ لوگ ایمان نہیں لائیں گے اس لیے کہ اب ان میں ایمان کی صلاحیت ہی باقی نہیں رہی اور یہ برابری ان کے حق میں ہے نبی کے حق میں نہیں نبی کو بہر حال انذار کا اجر ملے گا۔ اللہ کے علم ازلی میں یہ ثابت ہو چکا ہے کہ یہ لوگ ایمان نہیں لائیں گے بلکہ کفر پر مریں گے ایسے لوگوں کو انذار اور تبلیغ اتمام حجت کے لیے ہے ہاں البتہ آپ کا ڈرانا صرف ایسے شخص کو سودمند ہو سکتا ہے جس میں ایمان اور قبول حق کی کوئی صلاحیت تو موجود ہو اور وہ وہ شخص ہے کہ جو نصیحت کی پیروی کرے یعنی نصیحت کو سنے اور اس کے سمجھنے کی کوشش کرے اور سمجھ میں آجانے کے بعد اس پر عمل کرنے کی کوشش کرے اور بغیر دیکھے غائبانہ خدا سے ڈرتا ہو خدا سے بغیر دیکھے ڈرنا اور بغیر دیکھے آخرت اور قیامت کے احوال اور اہوال سے ڈرنا کہ دیکھئے آخرت میں مجھ پر کیا گزرے گی یہ خوف ہی طلب حق پر آمادہ کرتا ہے۔

مطلب یہ ہے کہ ڈرانا ایسے ہی شخص کو سودمند ہو سکتا ہے کہ جو طالب حق ہو اور خدا سے ڈرتا ہو اور جو شخص سرے ہی سے خدا کا قائل نہ ہو یا اس کے دل میں خدا کا ڈر ہی نہ ہو اس کو ڈرانا اور نہ ڈرانا سب برابر ہے پس ایسے خدا ترس بندہ کو گزشتہ تقصیرات پر خدا کی مغفرت کی اور طاعات پر آئندہ زمانہ میں بڑے اچھے ثواب اور انعام کی خوشخبری کا سنا دیجئے جو اس کو اس عالم سے گزرنے کے بعد ملے گا۔ بے شک ہم قیامت کے دن مردوں کو دوبارہ زندہ کریں گے تاکہ دنیا میں انذار اور تبشیر کے ثمرہ کو ظاہر کریں اور یہ ثمرہ دوبارہ زندگی ہی میں ظاہر ہوگا اور ہم یعنی ہمارے کراماً کاتبین ہمارے حکم سے ان کے اعمال کو لکھتے جاتے ہیں جو انہوں نے اپنی زندگی میں کیے اور ان آثار و نشانات کو بھی لکھتے جاتے ہیں جو انہوں نے اپنے مرنے کے بعد چھوڑے۔ آثار سے وہ اعمال مراد ہیں جن کا اثر مرنے کے بعد بھی باقی رہے جیسے علم دین

کے بارہ میں کوئی کتاب لکھی یا کوئی ناول اور ڈرامہ لکھا یا مسجد اور دینی مدرسہ بنا کر چھوڑا یا سینما اور کلب بنا کر چھوڑا، اسی کے مطابق جزا و سزا ملے گی۔ غرض یہ کہ لفظ آثار، عام ہے خواہ وہ آثار حسیہ ہوں یا معنویہ، سب کے سب نامۂ اعمال میں درج ہیں اور مذکورہ بالا تمام چیزیں ان الفاظ کے عموم میں داخل ہیں۔ حتیٰ کہ بعض احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ مسجد میں جاتے وقت جو قدم زمین پر پڑتے ہیں وہ بھی اس میں داخل ہیں ان پر بھی اجر ہے جیسا کہ بعض احادیث صحیحہ میں آیا ہے، دیارکم تکتب آثارکم اس لئے کہ محققین کے نزدیک آثارہم سے مطلق آثار مراد ہیں خواہ وہ آثار حسی ہوں یا معنوی اس لئے آثارہم میں وہ نشان قدم بھی داخل ہوں گے جو طاعت اور معصیت اور مسجد اور سینما کی طرف چلنے میں ظاہر ہوں۔

اور ہمارا علم اتنا وسیع اور محیط ہے کہ ہم اس کتابت کے محتاج نہیں جو وقوع عمل کے بعد ہوئی ہے کیونکہ ہم نے تو پہلے ہی سے لوح محفوظ میں ہر چیز کو شمار کر رکھا ہے اللہ تعالیٰ کو پہلے ہی سے سب چیزوں کا علم ہے اور ہر چیز پہلے ہی سے ہمارے احاطہ علم میں ہے مگر جزاء اور سزا وقوع کے بعد متعلق ہے، ہر چیز وقوع سے پہلے لوح محفوظ میں لکھی ہوئی ہے اور وقوع کے بعد نامۂ اعمال میں لکھی ہوتی ہے، "امام مبین" سے لوح محفوظ مراد ہے جو کتاب اعمال کے علاوہ ہے جس میں بندوں کے اعمال لکھے جاتے ہیں اور جو قیامت کے دن بندوں کے ہاتھوں میں دیئے جائیں گے۔

وَاضْرِبْ لَهُمْ مَّثَلًا اَصْحٰبَ الْقَرْيَةِ ۘ اِذْ جَآءَهَا

اور بیان کر ان کے واسطے ایک کہاوت لوگ اس گاؤں کے جب آئے اس میں

الْمُرْسَلُوْنَ ﴿۱۳﴾ اِذْ اَرْسَلْنَآ اِلَيْهِمُ اثْنَيْنِ

بھیجے ہوئے۔ جب بھیجے ہم نے ان کی طرف دو

فَكَذَّبُوْهُمَا فَعَزَّزْنَا بِثَالِثٍ فَقَالُوْٓا اِنَّآ اِلَيْكُمْ

تو ان کو جھٹلایا پھر ہم نے زور دیا تیسرے سے تب کہا ہم تمہاری طرف

مُّرْسَلُوْنَ ﴿۱۴﴾ قَالُوْا مَآ اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا ۙ وَمَآ

آئے ہیں بھیجے۔ وہ بولے تم تو یہی انسان ہو جیسے ہم۔ اور رحمٰن

اَنْزَلَ الرَّحْمٰنُ مِنْ شَيْءٍ ۙ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا تَكْذِبُوْنَ ﴿۱۵﴾

نے کچھ نہیں اتارا۔ تم سارا جھوٹ کہتے ہو۔

قَالُوْا رَبُّنَا يَعْلَمُ اِنَّاۤ اِلَيْكُمْ لَمُرْسَلُوْنَ ﴿۱۶﴾ وَمَا عَلَيْنَاۤ

کہا ہمارا رب جانتا ہے ہم بیشک تمہاری طرف بھیجے آئے ہیں۔ اور ہمارا ذمہ

اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ﴿۱۷﴾ قَالُوْۤا اِنَّا تَطَيَّرْنَا بِكُمْ ۚ لَئِنْ

یہی ہے پہنچا دینا کھول کر۔ بولے ہم نے نامبارک دیکھا تم کو۔ اگر تم

لَّمْ تَنْتَهُوْا لَنَرْجُمَنَّكُمْ وَلَيَمَسَّنَّكُمْ مِّنَّا عَذَابٌ

نہ چھوڑو گے تو ہم تم کو سنگسار کریں گے اور تم کو لگے گی ہمارے ہاتھ سے

اَلِيْمٌ ﴿۱۸﴾ قَالُوْا طَآئِرُكُمْ مَّعَكُمْ ۭ اَئِنْ ذُكِّرْتُمْ ۭ بَلْ

دکھ کی مار۔ کہنے لگے تمہاری نامبارکی تمہارے ساتھ ہے، کیا اس سے کہ تم کو سمجھایا؟ کوئی

اَنْتُمْ قَوْمٌ مُّسْرِفُوْنَ ﴿۱۹﴾ وَجَآءَ مِنْ اَقْصَا الْمَدِيْنَةِ

نہیں، پر تم لوگ ہو کہ حد پر نہیں رہتے۔ اور آیا شہر کے پرلے سرے سے

رَجُلٌ يَّسْعٰى قَالَ يٰقَوْمِ اتَّبِعُوا الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۲۰﴾

ایک مرد دوڑتا۔ بولا، اے قوم! چلو راہ پر ان بھیجے ہوؤں کے۔

اتَّبِعُوْا مَنْ لَّا يَسْئَلُكُمْ اَجْرًا وَّهُمْ مُّهْتَدُوْنَ ﴿۲۱﴾

چلو راہ پر ایسوں کی جو تم سے نیگ نہیں مانگتے اور راہ سوجھے ہیں۔

قصۂ اصحاب القریہ برائے عبرت و نصیحت مکذبین رسالت

قال اللہ تعالیٰ: وَاضْرِبْ لَهُمْ مَّثَلًا اَصْحٰبَ الْقَرْيَةِ ... الیٰ ... وَهُمْ مُّهْتَدُوْنَ۔

(ربط) گزشتہ آیات میں معاندین اور مکذبین رسالت کا ذکر تھا اب آگے ان کی تہدید اور عبرت کے لیے ایک آبادی کا قصہ بیان کرتے ہیں تاکہ مشرکین مکہ کو معلوم ہو جائے کہ متکبرین اور منکرین نبوت کا کیا انجام ہوتا ہے اور ایسوں کو ڈرانا اور نہ ڈرانا برابر ہے اس قصہ کے ذکر کرنے سے مسئلہ نبوت و رسالت

کی تائید اور تکذیب کرنے والوں کی تہدید مقصود ہے تاکہ مکذبین رسالت اس سے عبرت پکڑیں، اور جان میں کر ذکر اور نصیحت سے اعراض کا کیا انجام ہوتا ہے۔

جمہور مفسرین یہ کہتے ہیں کہ اس قصہ میں جس قریہ کا ذکر ہے اس سے شہر انطاکیہ مراد ہے جو شام کے علاقہ میں ایک بستی ہے اور اس قصہ میں جن مرسلین کا ذکر ہے ان سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواری مراد ہیں جو شہر انطاکیہ میں وعظ اور نصیحت اور تبلیغ اور دعوت کی غرض سے آئے تھے۔ تاکہ وہاں کے بت پرستوں کو توحید اور رسالت اور قیامت پر ایمان لانے کی دعوت دیں ۔۔۔۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے رفع الی السماء سے کچھ پہلے ان تین حواریوں کو انطاکیہ کی طرف بھیجا کہ ان کو دین حق کی دعوت دیں اور چونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ان حواریوں کو اللہ کے حکم سے بھیجا تھا اس لیے اِذْ اَرْسَلْنَآ اِلَيْهِمُ اثْنَيْنِ میں ان کے ارسال کو خدا وند ذوالجلال کی طرف منسوب کیا گیا ہے غرض یہ کہ اس رکوع میں جن کو مرسلین کہا گیا وہ خدا وند کے بلا واسطہ رسول نہ تھے بلکہ نائب رسول یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے فرستادہ تھے اور وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مبلغ اور ایلچی تھے ان کی طرف سے لوگوں کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لانے کی اور ان کی شریعت کے اتباع کی دعوت دیتے تھے اس لیے اہل قریہ نے ان مبلغین کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا قائم مقام اور وکیل سمجھ کر اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا کہا۔ اہل قریہ کی طرف سے ظاہر میں یہ خطاب حواریین کو تھا مگر در پردہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو تھا اس لیے کہ اصل رسول تو عیسیٰ علیہ السلام تھے اور یہ حواری ان کے وکیل اور قائم مقام اور نمائندہ تھے اور مرسل اور مرسلین کے معنی فرستادہ کے ہیں۔ خواہ خدا تعالیٰ کے رسول مرسل ہوں یا کسی نبی کے فرستادہ ہوں لفظ مرسل کا اطلاق صحیح آتا ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس فرشتوں کی ایک جماعت آئی تو یہ فرمایا۔ قَالَ فَمَا خَطْبُكُمْ اَيُّهَا الْمُرْسَلُوْنَ اس آیت میں مرسلین سے فرشتے مراد ہیں جن کو خدا تعالیٰ نے بھیجا تھا۔

اور ملکہ بلقیس نے جو سلیمان علیہ السلام کے پاس قاصد اور ایلچی بھیجے تھے ان پر بھی مرسلین کا اطلاق آیا ہے۔ اِنِّىْ مُرْسِلَةٌ اِلَيْهِمْ بِهَدِيَّةٍ فَنٰظِرَةٌۢ بِمَ يَرْجِعُ الْمُرْسَلُوْنَ۔

اسی طرح ہو سکتا ہے کہ ان آیات میں مرسلین سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے فرستادہ مراد ہوں۔

اور بعض علماء تفسیر یہ کہتے ہیں کہ یہ تینوں شخص بلا واسطہ خدا کے رسول تھے اس قریہ والوں کی طرف ان کو رسول بنا کر بھیجے گئے۔ جیسا کہ اہل مصر کی طرف اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام کو رسول بنا کر بھیجا۔ دیکھو تفسیر قرطبی صفحہ ۱۴ ج ۱۵[1]

[1] قال الامام القرطبی قیل ھم رسل من اللہ علی الابتداء وقیل ان عیسی علیہ السلام بعثہم الی انطاکیۃ للدعاء الی اللہ تعالیٰ وھو قولہ تعالیٰ اذ ارسلنا الیہم اثنین واضاف الرب ذلک الی نفسہ لان عیسی علیہ السلام ارسلہما بامر الرب وکان ذلک حین رفع عیسی الی السماء اھ تفسیر قرطبی صفحہ ۱۴۔

غرض یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اس قریہ والوں کی طرف اول دو رسول بھیجے پھر بعد میں ان کی تائید اور تقویت کے لیے تیسرا رسول بھیجا تینوں نے مل کر ان بت پرستوں کو توحید کی دعوت دی۔ اہل قریہ نے ان کے جواب میں کہا مَآ اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا کہ تم لوگ تو ہم ہی جیسے بشر اور آدمی ہو۔ اہل قریہ کا یہ کہنا اس بات کی دلیل ہے کہ یہ تینوں شخص بلاواسطہ خدا کے رسول تھے جن کو اللہ تعالیٰ نے اہل انطاکیہ کی طرف رسول بنا کر بھیجا تھا۔ عیسیٰ علیہ السلام کے فرستادہ نہ تھے بلکہ اگر یہ لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مبلغ اور ایلچی یا ان کے فرستادہ ہوتے تو اہل قریہ ان سے یہ نہ کہتے مَآ اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا کیونکہ آدمی کی طرف سے آدمی کے ایلچی ہونے کے وہ بھی منکر نہ تھے نیز اگر یہ تینوں حضرت عیسیٰؑ کے ایلچی ہوتے تو وہ خود کہتے کہ ہم عیسیٰ علیہ السلام کی طرف سے یہ پیام لے کر آئے ہیں اس لیے ہم ان کے قاصد اور ایلچی ہیں اس لیے حافظ ابن کثیرؒ فرماتے ہیں کہ میرے نزدیک اس قریہ سے قریہ انطاکیہ مراد نہیں بلکہ گزشتہ زمانہ کی کوئی بستی مراد ہے جہاں یہ واقعہ گزرا ہے مگر اس کی تفصیل و تعیین معلوم نہیں نیز یہ بستی حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر سب سے پہلے ایمان لانے والی بستیوں میں سے ہے۔ منکر نہیں اور مکذبین رسالت سے نہیں اور نہ یہ بستی عذاب الٰہی سے ہلاک ہوئی۔ معلوم ہوا کہ اس کا مطلب یہ ہے جس قریہ کا قصہ ذکر کیا گیا ہے اس سے انطاکیہ مراد نہیں بلکہ پہلے زمانہ کی کوئی بستی مراد ہے جس کا ہمیں علم نہیں اور یہ قصہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے پہلے زمانہ کے مکذبین رسالت کا ہے جہاں اول بار خدا تعالیٰ نے دو رسول بھیجے اور پھر ان کی مدد کے لیے تیسرا رسول بھیجا پھر ان تین رسولوں کی مدد کے لیے شہر کے کنارہ سے ایک مرد صالح آیا جس نے رسولوں کی اطاعت اور اتباع کے متعلق نہایت معقول اور مدلل تقریر کی جس پر نالائقوں نے برافروختہ ہو کر اس مرد صالح کو قتل کر دیا یا خدا تعالیٰ نے اپنی رحمت اور عنایت سے اس کو صحیح سالم زندہ آسمان پر اٹھا لیا بہرحال اس قریہ سے قریہ انطاکیہ مراد نہیں بلکہ کوئی اور بستی مراد ہے اور قرآن کریم اور حدیث صحیح سے یہ ثابت نہیں کہ یہ قصہ کس بستی کا ہے۔ اور یہ سوال ہی غیر ضروری کے لائق کا یہ واقعہ ہے لہٰذا بہتر یہ ہے کہ بستی کی تعیین سے سکوت کیا جائے اس لیے کہ ان آیات کی تفسیر اس قریہ کی اور رسولوں کی تعیین پر موقوف نہیں اس قصہ کے بیان سے منکرین رسالت کی تہدید مقصود ہے وہ بہر صورت حاصل ہے۔

مقصود کفار مکہ کو سنانا ہے کہ سن لیں منکرین نبوت و رسالت کا یہ انجام ہوتا ہے جو اہل قریہ کا ہوا پس اے محمد ﷺ آپ یہ قصہ اہل مکہ کو سنا دیجئے تاکہ جو ایمان کی صلاحیت رکھتے ہیں وہ ایمان لے آئیں اور جو کفر کا فیصلہ کر چکے ہیں وہ دوزخ کے لیے تیار ہو جائیں۔ غرض یہ کہ آیات قرآنیہ قصۂ قریہ کے بارے میں مبہم ہیں اس لیے اب ہم بھی تعیین سے سکوت کرتے ہیں اور قرآن کریم نے جس اجمال اور ابہام کے ساتھ اس قصہ کو ذکر کیا ہے اسی کے مطابق ہم اس کی تفسیر کرتے ہیں چنانچہ حق جل شانہ فرماتے ہیں اے نبی آپ ان مکذبین رسالت کے لیے اگلوں کی تکذیب اور ان کی بد انجامی کی ایک داستان بیان کیجئے جس سے ان کو معلوم ہو کہ ان سے پہلے ایک قوم نے پیغمبروں کی تکذیب کی پھر وہ لوگ کس مصیبت سے جلد ہی دنیا میں

عذاب میں گرفتار ہوئے یعنی ان کے سامنے اس بستی والوں کا حال بیان کر جس میں تین رسول آئے تھے۔ اول بار ہم نے ان کی طرف دو رسول بھیجے پس لوگوں نے ان کو جھٹلایا اور سنتے ہی فوراً ان کی تکذیب کردی۔ پھر دوسری بار ہم نے تیسرے رسول سے ان کو قوت دی۔ ان دونوں کی تائید اور تقویت کے لیے تیسرے کو ہم نے وہاں جانے کا حکم دیا تاکہ تین کے جمع ہو جانے سے دعوت اور تبلیغ میں قوت پیدا ہو۔ پس ان تینوں رسولوں نے بستی والوں سے کہا کہ ہم تینوں من جانب اللہ تمہاری طرف بھیجے گئے ہیں تاکہ تم کو خدا کا راستہ بتلائیں۔ بت پرستی کو چھوڑو اور توحید و رسالت پر ایمان لاؤ اہل قریہ نے جواب دیا کہ تم کچھ نہیں سوائے اس کے کہ تم ہم ہی جیسے آدمی ہو صفات بشریہ میں ہم اور تم یکساں ہیں پس خدا نے تم کو نبوت اور رسالت کے ساتھ کیوں خاص کیا اور علاوہ ازیں مسئلۂ نبوت و رسالت سرے ہی سے غلط ہے اس لیے کہ تمہارے قول کی بنا پر نبوت کا دار و مدار وحی الٰہی ہے اور اللہ نے کسی بشر پر کوئی چیز یعنی وحی اور کتاب نازل نہیں کی جیسے یہود نے عناد میں کہا تھا۔

مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلٰى بَشَرٍ مِّنْ شَيْءٍ ۔ اسی طرح حسد اور عناد میں ان لوگوں نے بھی یہی کہہ دیا کہ اللہ نے کسی بشر پر کوئی چیز نازل نہیں کی لہٰذا تمہارا یہ کہنا کہ ہم خدا کے فرستادہ ہیں اور خدا نے بذریعہ وحی کے ہم کو یہ حکم دیا ہے یہ سب غلط ہے وحی کوئی چیز نہیں۔ اور بولے کہ نہیں ہو تم مگر جھوٹ بولتے ہو کہ اللہ نے ہم کو نبی بنا کر بھیجا ہے اور ہم پر یہ وحی نازل کی ہے۔ اللہ کو اگر پیغام دینا منظور ہوتا تو کسی فرشتہ کو بھیجتا انہوں نے کہا کہ ہمارا پروردگار خوب جانتا ہے کہ ہم نے اپنی طرف سے کوئی جھوٹ نہیں بنایا بلکہ حقیقۃً اللہ تعالیٰ نے ہم کو بھیجا ہے بلاشبہ ہم تمہاری طرف خدا کا پیغام دے کر بھیجے گئے ہیں سو وہ ہم نے تم تک پہنچا دیا ہے اور ہمارا کام تو صرف اللہ کے پیغام اور احکام کو ٹھیک ٹھیک پہنچا دینا ہے اب آگے ماننا اور نہ ماننا وہ تمہارا کام ہے اس کے بعد شاید اہل شہر قحط اور دیگر مصائب میں مبتلا کر دیئے گئے ہوں۔ جیسا کہ اللہ کی سنت ہے کہ عذاب نازل کرنے سے پہلے نافرمانوں کو قحط وغیرہ میں مبتلا کرتے ہیں، تاکہ متنبہ ہو جائیں۔ مگر وہ بدبخت ان پیغمبروں پر الزام لگانے لگے اور بولے کہ تحقیق ہم نے تم کو منحوس پایا۔ کہ تمہاری وجہ سے ہم کو یہ نحوست پہنچی جب سے تمہارے منحوس قدم اس شہر میں آئے بارش نہیں برسی اور ہماری سب کھیتیاں خشک ہو گئیں اور قوم میں نااتفاقی ہو گئی اور بولے تحقیق ہم تم کو منحوس سمجھتے ہیں، جب سے تم آئے ہو ہم طرح طرح کی مصیبتوں میں گرفتار ہیں جب سے تم اس شہر میں آئے ہو اس وقت سے بارش نہیں ہوئی اور ہماری سب کھیتیاں خشک ہو گئیں۔ اگر تم اپنے اس دعوے سے اور اپنی اس تبلیغ اور دعوت سے اور ایسی باتوں سے باز نہ آئے تو یقین رکھو کہ ہم تم کو سنگسار کر دیں گے اور تمہارا کام تمام کر دیں گے اور بلکہ اس سے پہلے ہی تم کو ہماری طرف سے سخت تکلیف پہنچے گی یعنی طرح طرح سے ہم تم کو ستائیں گے۔ ان رسولوں نے کہا کہ تمہارا یہ شگون بد اور یہ نحوست سب تمہارے ساتھ ہے ہم سے اس کا کوئی تعلق نہیں یہ نحوست جو تم کو پہنچی ہے۔ وہ تمہاری طرف سے آئی ہے اور اس پر ڈھٹائی یہ ہے کہ ڈراتے اور دھمکاتے ہو ہم کو، ہم اللہ

کے فرستادہ ہیں اور مجسم رحمت ہیں حق اور ہدایت لے کر آئے ہیں جس چیز کو تم نے نحوست سمجھا ہے وہ محض تمہارا گمان ہے اور اپنی وہمی اور خیالی نحوست کو ہماری طرف منسوب کرنا یہ بھی تمہارا خواب و خیال ہے جس پر عقلاً و نقلاً کوئی دلیل نہیں نحوست کا اصل منشا کفر اور معصیت ہے جو تمہیں چمٹا ہوا ہے کیا محض اس لیے کہ ہماری طرف سے تم کو نصیحت کی گئی ہے تم ہمیں الزام دینے لگے اور نصیحت اور دعوت حق کو نحوست بتلانے لگے اور ہمیں دھمکانے اور ڈرانے لگے تمہاری یہ بات بالکل غلط ہے بلکہ اصل حقیقت یہ ہے کہ تم خود حد سے گذر جانے والے لوگ ہو اور یہ معصیت اور نحوست تمہارے اعمال بد کا نتیجہ ہے بلاوجہ اور بلادلیل تم اس کو ہماری طرف منسوب کرتے ہو اور ہماری نصیحت کو نحوست کا سبب بتلانے لگے ہو۔ اور ہم جو کچھ لائے ہیں وہ سامان سعادت و سعودت ہے نہ کہ نحوست۔ اور جب اس گفتگو کی خبر تمام شہر میں پھیل گئی تو اسی اثنا میں ایک چوتھا شخص یعنی ایک مرد کامل منتہائے شہر سے مرسلین کی تائید اور اعانت کے لیے دوڑتا ہوا آیا۔ اور لوگوں کو نصیحت کرنے لگا اور یہ کہا کہ اے میری قوم عقل کا تقاضا یہ ہے کہ تم خدا کے ان فرستادوں کا اتباع اور ان کی پیروی کرو جو حق دے کر تمہاری طرف بھیجے گئے ہیں لہٰذا ان کا کہنا مانو۔ بالکل سچے لوگ ہیں۔ خدا کی طرف سے تمہارے پاس نیک پیغام لے کر آئے ہیں اور تم کو صدق اور امانت اور عفاف اور صلہ رحمی اور مکارم اور محاسن اعمال اور توحید اور حسن عبادت کا حکم دیتے ہیں جس سے مقصود محض تمہاری خیر خواہی ہے اور جو شخص ایسی پاکیزہ باتوں کا حکم دے وہ کبھی منحوس نہیں ہو سکتا۔ عقل کا فتویٰ یہ ہے کہ ایسی پاکیزہ ہستیوں کا اتباع عقلاً واجب ہے اور ان کی پیروی سراسر خیر و برکت ہے اور باعث سعادت ہے اور اس سے اعراض نحوست ہے نیز ان کے واجب الاتباع ہونے کی ایک وجہ یہ ہے کہ عقل سلیم یہ حکم دیتی ہے کہ ایسے ناصح مخلص کی پیروی کرو جو تم سے کوئی اجرت اور معاوضہ نہیں مانگتا۔ وہ ناصح مخلص ہے وہ تم سے نہ مال کا طالب ہے اور نہ جاہ کا طالب ہے۔ بے غرض ہے بے حرص اور طمع سے بالکلیہ پاک ہے محض تمہاری شفقت اور خیر خواہی کے لیے تم نادانوں کی طرف سے یہ مشقتیں برداشت کر رہا ہے ایسے شخص کی پیروی میں کیا تردد ہے مخلص اور بے غرض ناصح کا اتباع عقلاً واجب ہے اور علاوہ ازیں ان کے واجب الاتباع ہونے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ یہ لوگ خود راہ راست پر ہیں اور ہدایت یافتہ ہیں اور تم کو بھی راہ راست پر چلانا چاہتے ہیں لہٰذا ان کے اتباع اور پیروی سے گریز میں تمہارے لیے کوئی عذر نہیں مگر ان بدبختوں اور بدعقلوں نے ایک نہ سنی۔ بالآخر اس چوتھے شخص کو شہید کر ڈالا۔ جیسا کہ عنقریب آتا ہے۔

نکتہ حضرت شاہ ولی اللہ قدس سرہٗ فرماتے ہیں کہ اس آیت میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے بعد ایک جماعت ایسی بھی ہے جو کلمۂ حق کی شہادت میں اپنی جان دیتی ہے اور انبیاء علیہم السلام کی پیروی کر کے خلق اللہ کو کلمۂ حق کی دعوت دیتی ہے۔ آخرت میں انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے بعد جو مراتب و منازل ہیں وہ ان کو عطا کیے جائیں گے اور یہ صفت خلافت خاصہ کے لوازم میں سے ہے۔ (ازالۃ الخفاء)

وَمَا لِيَ لَآ أَعْبُدُ الَّذِي فَطَرَنِي وَإِلَيْهِ

اور مجھ کو کیا ہے کہ میں بندگی نہ کروں اسکی جس نے مجھ کو بنایا اور اسی کی طرف

تُرْجَعُونَ ﴿٢٢﴾ ءَأَتَّخِذُ مِن دُونِهِۦٓ ءَالِهَةً إِن يُرِدْنِ

پھر جاؤ گے بھلا میں پکڑوں اسکے سوا اوروں کو پوجنا کو اگر مجھ پر چاہے

الرَّحْمَٰنُ بِضُرٍّ لَّا تُغْنِ عَنِّي شَفَٰعَتُهُمْ شَيْـًٔا وَلَا

رحمٰن تکلیف، کچھ کام نہ آوے مجھ کو انکی سفارش اور نہ وہ مجھ

يُنقِذُونِ ﴿٢٣﴾ إِنِّيٓ إِذًا لَّفِي ضَلَٰلٍ مُّبِينٍ ﴿٢٤﴾ إِنِّيٓ ءَامَنتُ

کو چھڑا دیں تو تو میں بھٹکتا رہوں صریح میں یقین لایا

بِرَبِّكُمْ فَٱسْمَعُونِ ﴿٢٥﴾ قِيلَ ٱدْخُلِ ٱلْجَنَّةَ ۖ قَالَ يَٰلَيْتَ

تمہارے رب پر مجھ سے سن لو حکم ہوا کہ چلا جا بہشت میں بولا کسی طرح

قَوْمِي يَعْلَمُونَ ﴿٢٦﴾ بِمَا غَفَرَ لِي رَبِّي وَجَعَلَنِي مِنَ

میری قوم معلوم کرلیں کہ بخشا مجھ کو میرے رب نے اور کیا مجھ کو

ٱلْمُكْرَمِينَ ﴿٢٧﴾ وَمَآ أَنزَلْنَا عَلَىٰ قَوْمِهِۦ مِنۢ بَعْدِهِۦ مِن

عزت والوں میں اور اتاری نہیں ہم نے اسکی قوم پر اس کے پیچھے کوئی

جُندٍ مِّنَ ٱلسَّمَآءِ وَمَا كُنَّا مُنزِلِينَ ﴿٢٨﴾ إِن كَانَتْ إِلَّا

فوج آسمان سے اور ہم اتارا نہیں کرتے بس تھی ایک

صَيْحَةً وَٰحِدَةً فَإِذَا هُمْ خَٰمِدُونَ ﴿٢٩﴾ يَٰحَسْرَةً عَلَى ٱلْعِبَادِ ۚ

چنگھاڑ، پھر تبھی سب بجھ رہے کیا افسوس ہے بندوں پر

مَا يَأْتِيهِم مِّن رَّسُولٍ إِلَّا كَانُوا۟ بِهِۦ يَسْتَهْزِءُونَ ﴿٣٠﴾

کوئی رسول نہیں آیا ان پاس جس سے ٹھٹھا نہیں کرتے

أَلَمْ يَرَوْا كَمْ أَهْلَكْنَا قَبْلَهُم مِّنَ الْقُرُونِ أَنَّهُمْ

کیا نہیں دیکھتے کتنی کھپا چکے ہم ان سے پہلے سنگتیں کہ وہ

إِلَيْهِمْ لَا يَرْجِعُونَ ﴿٣١﴾ وَإِن كُلٌّ لَّمَّا جَمِيعٌ لَّدَيْنَا

ان پاس پھر نہیں آتے اور ساروں میں کوئی نہیں جو اکٹھے ہو آویں

مُحْضَرُونَ ﴿٣٢﴾

ہمارے پاس پکڑے

بقیہ قصہ مردِ صالح مشتمل بر پند و نصائح برائے اصلاح قوم

قال اللہ تعالیٰ وَمَا لِيَ لَا أَعْبُدُ الَّذِي فَطَرَنِي .... الیٰ .. وَإِن كُلٌّ لَّمَّا جَمِيعٌ لَّدَيْنَا مُحْضَرُونَ

خلاصۂ کلام یہ کہ شہر کے پرلے سرے سے ایک مرد صالح دوڑتا ہوا آیا اور اپنی قوم کو نصیحت کرنے لگا کہ تم مرسلین کی پیروی کرو کیونکہ یہ لوگ خود غرضی سے بالکلیہ پاک ہیں جو واجب الاتباع ہے اس لیے کہ وہ تم سے کسی قسم کا معاوضہ نہیں مانگتے لَا يُرِيدُونَ عُلُوًّا فِي الْأَرْضِ وَلَا فَسَادًا کے مصداق کامل ہیں اور خود حق اور راہ راست پر ہیں اور تم کو بھی حق اور راہ راست کی دعوت دے رہے ہیں جو اتباع اور پیروی کا داعی اور مقتضی ہے اور میں نے تو حق کو پہچان لیا اور دل وجان سے اسکو قبول کر لیا اور جو بات میں نے اپنے لیے پسند کی ہے وہی تمہارے لیے پسند کرتا ہوں اور آخر مجھے کیا ہوا کہ حق واضح ہو جانے کے بعد تمہاری طرح شرک اور بت پرستی میں مبتلا ہوں اور کیا وجہ ہے کہ میں اس ذات کی عبادت نہ کروں جس نے مجھے پیدا کیا اور پردۂ عدم سے نکال کر وجود کا خلعت مجھ کو پہنایا اور نیست سے ہست کیا ہم پر خالص حق اسی ذات کا ہے جس نے ہم کو پیدا کیا جس میں میں اور تم برابر ہیں ایک بندہ اور پروردہ اپنے آقا اور مربی کے کیسے برابر ہو سکتا ہے بندہ پر حق ہے کہ وہ اپنے خالق کی بندگی کرے جس نے اسکو وجود بخشا اور پالا اور آخر کار اس چند روزہ زندگی کے بعد پھر تم سب اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے جس خالق اور فاطر کے پاس سے تم آئے تھے پھر اسی کی طرف تم کو جانا اور لوٹنا ہے اور اس کے سامنے پیش ہونا ہے کیا منہ دکھاؤ گے تم اس کے دائرۂ حکومت سے نکل کر بھاگ نہیں سکتے وہی ہمارا مبدأ ہے اور وہی ہمارا منتہا ہے تم ہر طرف سے گھرے ہوئے ہو بھاگنے کا کوئی راستہ نہیں فطرت کا تقاضا یہ ہے کہ انسان اپنے خالق اور فاطر کے پیغام کو سنے اور اپنے مبدأ اور معاد کو پہچانے اسی وجہ سے حدیث میں آیا ہے کل مولود یولد

علی الفطرۃ اور قرآن کریم میں ہے فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِیْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا وہ انسان ہی کیا ہوا جسے اپنے خالق اور مربی سے انس نہ ہو۔

نکتہ وَمَا لِیَ لَآ اَعْبُدُ الَّذِیْ فَطَرَنِیْ وَاِلَیْهِ تُرْجَعُوْنَ اس مرد صالح نے بات اپنے اوپر رکھ کر قوم کو سنادی اور وَاِلَیْهِ تُرْجَعُوْنَ سے قوم کو خطاب کیا کہ اپنے مآل اور انجام کی فکر کرو۔

یہ تو خالق کے مستحق عبادت ہونے کو بیان کیا اب آگے بت پرستی کا رد ہے کہ تمہارے یہ بت کس طرح لائق عبادت نہیں کیا میں اپنے خالق اور مالک کو چھوڑ کر ان بتوں کو اپنا معبود بنالوں جو بالکل عاجز ہیں کہ باختیار خود اپنی جگہ سے جنبش بھی نہیں کر سکتے اور جن کی درماندگی اور عاجزی کی یہ کیفیت ہے کہ اگر خدائے مہربان اپنی کسی رحمت اور حکمت سے کسی وقت مجھے کسی تکلیف اور ضرر پہنچانے کا ارادہ کرے تو میرے لیے ان بتوں کی نہ تو کوئی سفارش کام آئے گی اور نہ یہ بت اپنی قدرت یا قوت سے مجھے اللہ کے عذاب سے چھڑا سکیں گے تحقیق میں ایسی حالت میں اگر انکو معبود مان لوں تو صریح گمراہی میں جا پڑوں تم لوگ غور نہیں کرتے کہ تم کیس صریح گمراہی میں مبتلا ہو میری نصیحت کو گراں نہ جانو میں تمہارا صریح خیر خواہ ہوں تحقیق میں تمہارے پروردگار پر ایمان لے آیا ہوں جس نے تم کو پیدا کیا اور تم کو پرورش کرتا ہے پس تم میری بات سنو اور تم بھی اپنے خالق اور پروردگار پر ایمان لے آؤ۔

(یا یہ معنی ہیں) کہ اگر تم ایمان نہیں لاتے تو تم میرا کلمۂ ایمان سن لو اور میرے ایمان پر گواہ ہوجاؤ تاکہ تم دنیا اور آخرت میں میرے ایمان کی گواہی دے سکو۔

نکتہ بِرَبِّكُمْ کے لفظ میں اشارہ اس طرف ہے کہ جو میرا خالق اور پروردگار ہے وہی تمہارا بھی پروردگار ہے پھر اس سے برگشتگی کی کیا وجہ پس جب مرد صالح نے اپنا کلام نصیحت التیام اس حد تک پہنچا دیا تو اہل قریہ سن کر غصہ میں جامہ سے باہر ہوگئے اور اس مرد صالح و ناصح پر ٹوٹ پڑے اور پتھروں سے یا گلا گھونٹ کر نہایت بے دردی سے اسکو مار ڈالا۔

اور بعض علماء سلف جیسے حسن بصریؒ سے یہ منقول ہے کہ اہل قریہ اس مرد صالح کو ابھی قتل کرنے نہ پائے تھے اسکے مار ڈالنے کا ارادہ ہی کر رہے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے اسکو زندہ صحیح سالم آسمان پر اٹھالیا اور اسکو یہ حکم ہوا کہ جنت میں داخل ہوجا دنیا کے جیل خانہ سے تو نکل اب ہمارے مہمان خانہ میں قیام کر کما قال تعالیٰ یٰۤاَیَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِیْۤ اِلٰی رَبِّكِ رَاضِیَةً مَّرْضِیَّةً فَادْخُلِیْ فِیْ عِبٰدِیْ وَادْخُلِیْ جَنَّتِیْ۔ جنت میں داخل ہونے کے بعد اس مرد صالح کو پھر اپنی قوم

لہ قال الامام القرطبی وقال الحسن لما اراد القوم ان یقتلوہ رفعہ اللّٰہ الی السماء فھو فی الجنۃ لا یموت الا بفناء السماء (تفسیر قرطبی ص ۱۹)

کی فکر ہوئی اور کہنے لگا کاش میری قوم جانتی کہ اللہ تعالیٰ نے ایمان اور انبیاء کے اتباع کی برکت سے میری مغفرت کر دی اور مجھ کو عزت اور کرامت والوں میں سے بنا دیا اگر میری قوم کو میرا حال معلوم ہو جائے تو وہ سب ایمان لے آئیں پس جب اہل قریہ مرسلین کی تکذیب کر چکے اور خدا کے ایک ولی کے قتل کے درپے ہوئے تو غضب الٰہی جوش میں آیا کہ ان متکبروں سے اس کا انتقام لیا جائے چنانچہ فرماتے ہیں اور اس مرد صالح کے قتل کے بعد یا اس کے رفع الی السماء کے بعد یا تکذیب مرسلین کے بعد یا اس سارے ماجرے کے بعد ہم نے اس خبیث قوم سے انتقام لینے کے لیے آسمان سے فرشتوں کا کوئی لشکر نہیں اتارا اور نہ ہمیں اتارنے کی حاجت اور ضرورت تھی ان کا ہلاک کرنا کچھ مشکل نہ تھا کفار خواہ کتنے ہی کیوں نہ ہوں خدا کی نظر میں اس قدر ذلیل اور حقیر ہیں کہ ان کے ہلاک کرنے کیلئے آسمانی لشکر اتارنے کی ضرورت نہیں یہ تفسیر عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے منقول ہے خدا تعالیٰ کے لیے تو آسمان اور زمین کا اور سارے عالم کو تباہ کرنا بھی مشکل نہیں ایک بستی کی تو حقیقت ہی کیا ہے اور اہل قریہ کے ہلاک کرنے کیلئے کچھ نہیں ہوا مگر صرف ایک چیخ کافی ہوئی چنانچہ جبریل امین نے یا کسی اور فرشتے نے اس شہر کے کنارہ پر ایک چیخ ماری جس سے یکلخت سب کے سب تباہ اور برباد ہو گئے پس ناگاہ اسی وقت سب بجھے ہوئے ہو گئے جبریل اور فرشتہ کی ایک کرخت آواز سے سب کے کلیجے پھٹ اور بجھی ہوئی آگ کی طرح سب ٹھنڈے ہو گئے اور حیات کی حرارت ختم ہوئی اور کوئی باقی نہ رہا خدا تعالیٰ دشمنوں سے اپنے دوستوں کا اس طرح انتقام لیتا ہے سن لو اور سمجھ لو مطلب یہ ہے کہ ہماری حکمت اور مصلحت اس بات کو مقتضی نہیں کہ کسی قوم کے ہلاک کرنے کے لیے آسمان سے فرشتوں کا کوئی لشکر اتاریں اور نہ ہمیں اس کی ضرورت تھی ہمارے نزدیک تو سارے جہان کا ہلاک کرنا بھی آسان ہے ہمارے نزدیک سب ہیچ اور ناچیز ہیں گذشتہ قوموں نے جب خدا کی نافرمانی کی اور پیغمبروں کا مقابلہ کیا تو خدا تعالیٰ نے کسی قوم کو ہوا سے تباہ کیا اور کسی قوم پر پتھر برسائے اور کسی قوم کو سخت آواز سے پکڑا اور کسی کو زمین میں دھنسایا اور کسی کو دریا میں غرق کیا۔

غرض یہ کہ گذشتہ قومیں اس طرح ہلاک کی گئیں ان کے ہلاک کرنے کے لیے آسمان سے فرشتوں کا کوئی لشکر نازل نہیں کیا گیا۔ کما قال تعالیٰ فَكُلًّا أَخَذْنَا بِذَنْبِهِ فَمِنْهُم مَّنْ أَرْسَلْنَا عَلَيْهِ حَاصِبًا وَمِنْهُم مَّنْ أَخَذَتْهُ الصَّيْحَةُ وَمِنْهُم مَّنْ خَسَفْنَا بِهِ الْأَرْضَ وَمِنْهُم مَّنْ أَغْرَقْنَا۔

خدا تعالیٰ نے اس عالم کو عالم اسباب بنایا ہے اس لیے گذشتہ قوموں کے ہلاک کرنے کے لیے خدا تعالیٰ نے یہ اسباب پیدا کیے ورنہ خدا تعالیٰ کو تو اس کی بھی ضرورت نہ تھی وہ چاہتا تو دم کے دم میں سب کا دم نکل جاتا۔

اور جنگ بدر اور جنگ احزاب اور جنگ حنین میں فرشتوں کے جو لشکر اتارے گئے اس سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا اعزاز اور اکرام مقصود تھا یہ آپ کی خصوصیت تھی آپ کی عظمت شان اور جلالت قدر

کے اظہار کیلئے فرشتوں کے لشکر اتارے گئے نیز یہ معاملہ صحابہ کرامؓ کی دلجوئی اور انکی قدر افزائی کے لیے تھا ورنہ ابوجہل کا لشکر ہلاک کرنے کیلئے فرشتوں کے لشکر کی ضرورت نہ تھی اسی طرح یہ کہ جنگ بدر اور جنگ احزاب میں فرشتوں کا لشکر اتارنا محض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے شرف اور کرامت اور جلالت شان کو ظاہر کرنے کے لیے اور صحابہ کرام کی بشارت اور انکی سکینت اور طمانیت کے لیے تھا کما قال تعالیٰ وَمَا جَعَلَهُ اللّٰهُ اِلَّا بُشْرٰى لَكُمْ وَلِتَطْمَئِنَّ قُلُوْبُكُمْ بِهٖ وَمَا النَّصْرُ اِلَّا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ورنہ ہزار کافروں کے ہلاک کرنے کیلئے ایک فرشتہ بھی کافی تھا قوم لوط کی تمام بستیوں کو یکلخت اوپر سے نیچے پھینک دیا دیکھو تفسیر کبیر للامام الرازیؒ ص۲۶۸ ج ۷ و حاشیہ شہزادہ علی تفسیر البیضاوی ص۱۲۰ ج ۴۔

خلاصہ کلام یہ کہ جنگ بدر میں جو فرشتوں کا لشکر اتارا گیا اس سے قریش کے لشکر کو ہلاک کرنا مقصود نہ تھا بلکہ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت اور صحابہ کرامؓ کی کرامت تھی محض صحابہ کی تقویت قلوب کے لیے فرشتوں کا لشکر اتارا گیا اور کفار قریش صحابہ کرام کے ہاتھوں مارے گئے اور قید کیے گئے دیکھو روح المعانی ص۲ ج ۲۳ و روح البیان ص۳۶۸ ج ۷۔

اسی طرح سمجھو کہ اللہ تعالیٰ نے ان اصحاب قریہ کی سرکشی اور شرارت کی سزا کے لیے فرشتوں کا کوئی لشکر نہیں اتارا اور نہ اسکی ضرورت تھی ایک شخص واحد نے سب کا خاتمہ کر ڈالا فرشتہ کی ایک چیخ سب کی ہلاکت کے لیے کافی ہوئی۔

نکتہ اور وَمَا اَنْزَلْنَا عَلٰى قَوْمِهٖ مِنْۢ بَعْدِهٖ مِنْ جُنْدٍ مِّنَ السَّمَآءِ میں مِنْۢ بَعْدِهٖ کی قید شاید اس لیے لگائی گئی تاکہ اشارہ ہو جائے کہ اگرچہ بعد میں بھی اس قسم کے لوگ ہوئے کہ جو اس قسم کے عذاب کے مستحق ہوئے مگر ہم نے اپنی رحمت سے انکے ہلاک کرنے کے لیے آسمان سے کوئی لشکر نہیں اتارا آگے انکے اس عمل بد پر اظہار افسوس کا بیان ہے اے حسرت و افسوس تو کہاں ہے یہ وقت تیرے حاضر ہو جانے کا ہے تو حاضر ہو کر ان بندوں اور گندوں پر نازل ہو جا جو خدا کے نبیوں کی تکذیب اور استہزاء میں اور خدا کے ولیوں کی تذلیل اور تحقیر میں کوئی کسر نہ چھوڑتے تھے۔

ان سرکشوں کا حال یہ ہے کہ نہیں آیا انکے پاس کوئی رسول مگر انکے ساتھ ٹھٹھا کرتے انبیاء اور اولیاء کے ساتھ استہزاء اور تمسخر بھی انکی حسرت کا سبب بنا پھر تعجب کی بات یہ ہے کہ یہ حاضرین گذشتہ امتوں کے حال بد احوال سے بھی عبرت نہیں پکڑتے اور نصیحت حاصل نہیں کرتے کیا ان لوگوں نے نہیں دیکھا اور نہیں جانا کہ ہم نے ان سے پہلے کتنی قوموں کو تکذیب رسل اور انکے ساتھ استہزاء کی سزا میں غارت اور ہلاک کر ڈالا اور باوجود انکے پھر بھی تکذیب رسل اور ان کے ساتھ استہزاء سے باز نہیں آتے کیا انہوں نے دیکھا نہیں کہ جو سرکش ہلاک کر دیئے گئے اور عذاب کی چکی میں پیس دیئے گئے اور انکا قصہ ختم ہوا اب وہ لوٹ کر انکی طرف نہیں آتے یعنی وہ پھر دنیا میں انکے پاس نہیں آتے جو آکر لوگوں کو اپنا حال بتلائیں مرنے کے بعد کسی مردہ میں یہ قدرت نہیں کہ وہ باختیار خود عالم آخرت سے عالم دنیا میں لو

چار گھنٹے ہی کیلئے آجاتے اور جن مردوں کا دوبارہ زندہ ہونا قرآن اور حدیث سے ثابت ہے وہ محض اللہ کے حکم سے کسی حکمت کی بنا پر تھا باختیار خود نہ تھا اور کوئی نہیں مگر قیامت کے دن سب کے سب جمع کر کے ہمارے حضور میں حاضر کیے جائیں گے اور اپنے کیے کا بدلہ پائیں گے اور مجرم تو یا طوقوں زنجیروں میں جکڑے ہوئے حاضر کیے جائیں گے آپ تو انجام کو سوچ لیں۔

وَآيَةٌ لَّهُمُ الْأَرْضُ الْمَيْتَةُ ۖ أَحْيَيْنَاهَا

اور ایک نشانی ہے انکو زمین مردہ انکو ہم نے جلا دیا

وَأَخْرَجْنَا مِنْهَا حَبًّا فَمِنْهُ يَأْكُلُونَ ﴿٣٣﴾ وَجَعَلْنَا فِيهَا

اور نکالا اس میں سے اناج سو اسی میں سے کھاتے ہیں اور بنائے ہم نے اس

جَنَّاتٍ مِّن نَّخِيلٍ وَأَعْنَابٍ وَفَجَّرْنَا فِيهَا مِنَ

میں باغ کھجور کے اور انگور کے اور بہائے اس میں چشمے

الْعُيُونِ ﴿٣٤﴾ لِيَأْكُلُوا مِن ثَمَرِهِ وَمَا عَمِلَتْهُ أَيْدِيهِمْ

کہ کھاویں اس کے میووں سے اور وہ بنایا نہیں انکے ہاتھوں نے

أَفَلَا يَشْكُرُونَ ﴿٣٥﴾ سُبْحَانَ الَّذِي خَلَقَ الْأَزْوَاجَ كُلَّهَا

پھر کیوں شکر نہیں کرتے پاک ذات ہے جس نے بنائے جوڑے سب

مِمَّا تُنبِتُ الْأَرْضُ وَمِنْ أَنفُسِهِمْ وَمِمَّا لَا يَعْلَمُونَ ﴿٣٦﴾

چیز کے اس قسم سے جو اگتی ہے زمین میں اور آپ ان میں اور ان چیزوں میں کہ ان کو خبر نہیں

وَآيَةٌ لَّهُمُ اللَّيْلُ ۚ نَسْلَخُ مِنْهُ النَّهَارَ فَإِذَا هُم

اور ایک نشانی ہے انکو رات ادھیڑ لیتے ہیں ہم اس سے دن پھر تبھی یہ رہ جاتے ہیں

مُّظْلِمُونَ ﴿٣٧﴾ وَالشَّمْسُ تَجْرِي لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا ۚ ذَٰلِكَ

اندھیرے میں اور سورج چلا جاتا ہے اپنے ٹھہرے ہوئے راہ پر یہ سادھا

تَقْدِيرُ الْعَزِيزِ الْعَلِيمِ ﴿۳۸﴾ وَالْقَمَرَ قَدَّرْنٰهُ مَنَازِلَ حَتّٰى

ہے اس زبردست باخبر کا اور چاند کو ہم نے بانٹ دی ہیں منزلیں یہاں

عَادَ كَالْعُرْجُونِ الْقَدِيمِ ﴿۳۹﴾ لَا الشَّمْسُ يَنْبَغِي لَهَا

تک کہ پھر آ رہے جیسے ٹہنی پرانی نہ سورج کو ہوسکے کہ پکڑلے

أَنْ تُدْرِكَ الْقَمَرَ وَلَا اللَّيْلُ سَابِقُ النَّهَارِ ۚ وَكُلٌّ

چاند کو اور نہ رات آگے بڑھے دن سے اور ہر

فِي فَلَكٍ يَسْبَحُونَ ﴿۴۰﴾ وَآيَةٌ لَهُمْ أَنَّا حَمَلْنَا ذُرِّيَّتَهُمْ

کوئی ایک ایک گھیرے میں پھرتے ہیں اور ایک نشانی ہے ان کو کہ ہم نے اٹھالی انکی نسل

فِي الْفُلْكِ الْمَشْحُونِ ﴿۴۱﴾ وَخَلَقْنَا لَهُمْ مِنْ مِثْلِهِ

اس بھری کشتی میں اور بنا دیئے ہم نے انکو اس طرح کے

مَا يَرْكَبُونَ ﴿۴۲﴾ وَإِنْ نَشَأْ نُغْرِقْهُمْ فَلَا صَرِيخَ

جس پر چڑھتے ہیں اور اگر ہم چاہیں تو انکو ڈبا دیں پھر کوئی نہ پہنچے

لَهُمْ وَلَا هُمْ يُنْقَذُونَ ﴿۴۳﴾ إِلَّا رَحْمَةً مِنَّا وَمَتَاعًا

انکی فریاد کو اور نہ وہ خلاص کئے جاویں مگر ہم اپنی مہر سے اور کام چلانے کو

إِلٰى حِينٍ ﴿۴۴﴾

ایک وقت تک

ذکر دلائل قدرت برائے اثبات وحدانیت و امکان حشر و نشر

قال اللہ تعالیٰ وَآيَةٌ لَهُمُ الْأَرْضُ الْمَيْتَةُ ...... الیٰ ...... وَمَتَاعًا إِلٰى حِينٍ ۔

ربط: گذشتہ آیات میں ان سرکشوں کا حال بیان کیا جو توحید کے بھی منکر تھے اور نبوت و رسالت کے بھی

کیے جن میں سے اکثر کا پانی شیریں اور خوشگوار ہے جو نالوں اور نہروں اور ندیوں کی طرح جاری ہے تاکہ لوگ ان باغات کے پھلوں سے کھائیں جنکو اللہ نے پیدا کیا اور یہ سب کچھ ان کے ہاتھوں نے نہیں بنایا اور نہ انکے معبودوں نے تخم ریزی اور آبپاشی کی بظاہر اگرچہ انکے ہاتھوں نے کی ہے مگر غلوں اور پھلوں کا پیدا ہونا یہ تو خدا ہی کے دست قدرت کا کرشمہ ہے پس کیا یہ لوگ اللہ کی ان نعمتوں کا شکر نہیں کرتے جس نے یہ نعمتیں پیدا کیں اور خالص اللہ کی عبادت نہیں کرتے کہ جو ان نعمتوں کا خالق ہے۔

پاک ہے وہ ذات جس نے اپنی قدرت کاملہ سے تمام متقابل اور متضاد انواع و اقسام کو پیدا کیا از قسم نباتات جن کو زمین اگاتی ہے کوئی چھوٹا اور کوئی بڑا کوئی شیریں اور کوئی تلخ اور خود آدمیوں کی ذاتوں میں سے کسی کو مرد اور کسی کو عورت اور کسی کو عرب اور کسی کو عجم اور کسی کو شامی اور کسی کو حبشی۔

اور ان چیزوں سے جن کو یہ نہیں جانتے مختلف اقسام پیدا کیں جیسے اس نے قسم قسم کے چرند اور پرند اور حشرات الارض پیدا کیے پس جو ذات تنہا ان بے شمار مخلوقات کی خالق ہے اسکی عبادت کریں اور اسی کو خدائے وحدہ لاشریک مانیں مخلوقات میں ایک دوسرے کا مقابل موجود ہے مگر خدا تعالیٰ کا کوئی مقابل نہیں کما قال تعالیٰ وَمِنْ كُلِّ شَيْءٍ خَلَقْنَا زَوْجَيْنِ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ پس جس ذات کا کوئی جوڑ اور مقابل نہیں وہی لائق پرستش ہے لاجیت مخلوق کی صفت ہے اور فردیت خداتعالیٰ وحدہٗ لاشریک لہٗ کی صفت ہے۔

دلیل دوم

قال تعالیٰ وَآيَةٌ لَّهُمُ اللَّيْلُ نَسْلَخُ مِنْهُ النَّهَارَ ... الیٰ ... وَكُلٌّ فِي فَلَكٍ يَسْبَحُونَ

یہ اسکی قدرت کی دوسری دلیل ہے کہ اس نے لیل و نہار کو اور شمس و قمر کو پیدا کیا دن رات کا یکے بعد دیگرے آنا اور رات کا اندھیرا اور دن کی روشنی اور آفتاب و ماہتاب کا ایک خاص روشنی پر رہنا جس میں نہ کبھی کمی ہوتی ہے اور نہ زیادتی یہ بھی اسکے کمال قدرت کی دلیل ہے جس کی حقیقت کے ادراک سے دنیا کی عقلیں حیران ہیں تمام عالم مل کر بھی اس پر قادر نہیں کہ لیل و نہار اور طلوع و غروب میں کوئی تغیر کر سکے۔

گزشتہ آیت میں زمین کی نشانی کو ذکر فرمایا جو باشندگان عالم کا مکان ہے اب آئندہ آیت میں لیل و نہار کی نشانی کو ذکر فرماتے ہیں جو لوگوں کے لیے زمان ہے اور مکان اور زمان میں مناسبت ظاہر ہے چنانچہ فرماتے ہیں اور انکے لیے ہماری قدرت کی ایک نشانی رات ہے جس کے اندر سے ہم دن کو کھینچ لیتے ہیں یعنی اس میں سے دن کی روشنی کو کھینچ لیتے ہیں پس وہ اس وقت تاریکی اور اندھیرے میں داخل ہو جاتے ہیں سلخ کے معنی لغت میں بدن سے پوست (کھال) اتار لینے کے ہیں زمانہ اور

وقت میں اصل ظلمت یعنی تاریکی ہے اور آفتاب کی روشنی امر عارضی ہے اور آفتاب اور دن کی روشنی رات کے وقت کو مثل پوست کے ساتھ ہے یعنی اپنے اندر چھپائے ہوئے ہے پس جب اللہ تعالیٰ اس روشنی کو اس وقت اور زمانہ سے یا اس ہوا اور فضا سے یا روشنی کے مکان سے کھینچ لیتا ہے تو لوگ اسی دم تاریکی میں داخل ہو جاتے ہیں اور ان پر رات آجاتی ہے دنیا کی روشنی رات کو کھال کی طرح اپنے اندر چھپائے ہوئے تھی جب خدا تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ سے اس کھال کو اتار دیا تو رات نمودار ہو گئی جس طرح جانور کی کھال کھینچ لینے سے اندر کا گوشت ظاہر ہو جاتا ہے اسی طرح جب فضا اور ہوا سے روشنی کھینچ لی گئی تو اندر سے ظلمت اور تاریکی اور اندھیرا ظاہر ہو گیا اور لوگ روشنی سے نکل کر تاریکی اور اندھیرے میں داخل ہو گئے پس سمجھ لو کہ جس ذات کے ہاتھ میں ان تقلبات اور تصرفات کی باگ ہے وہی تمہارا معبود برحق ہے۔

غرض یہ کہ آیت ہذا میں نَسْلَخُ مِنْهُ النَّهَارَ میں لفظ سلخ بطور استعارہ استعمال کیا گیا بقدر ضرورت حضرات مدرسین کے لیے اس کی تشریح کر دی گئی حضرات اہل علم اس کی تفصیل کے لیے روح المعانی اور حاشیہ شیخ زادہ علی تفسیر البیضاوی دیکھیں۔

اور اللہ کی قدرت کی ایک نشانی آفتاب ہے جو کہ مدار مقرر کی انتہائی قرار گاہ یعنی اپنے ٹھکانے کی طرف چلتا رہتا ہے جو اس کے لیے مقرر ہے یہ اندازہ ہے جو مقرر کردہ ہے خدائے غالب اور باخبر کا یعنی آفتاب کی یہ سیر خدائے عزیز کا مقرر کردہ اندازہ ہے جس کی کوئی مخالفت نہیں کر سکتا اور علیم و حکیم کا مقرر کیا ہوا ہے جس میں غلطی اور خطا کا امکان نہیں یہ سب خداوند عزیز و علیم کی تقدیر ہے آفتاب کی مجال نہیں کہ خدا کی مقرر کردہ سیر سے ذرہ برابر انحراف کر سکے حق تعالیٰ نے جو اس کی چال مقرر کر دی ہے لہٰذا بال برابر اس سے علیحدہ نہیں ہو سکتا خدا کے حکم کے مطابق طلوع و غروب کرتا ہے حق جل شانہ نے اپنی قدرت کاملہ سے آفتاب کے نور کی ایک خاص حد اور خاص مقدار مقرر فرما دی ہے اسی طرح اس کی حرکت اور مسافت کی بھی ایک حد مقرر فرما دی ہے اور یہ سب کچھ اس علیم و قدیر کا مقرر کردہ اندازہ ہے جس کا علم تمام کائنات کو محیط ہے آفتاب باذن خداوندی اسی طرح چلتا رہے گا اور مشرق سے طلوع ہوتا رہے گا یہاں تک کہ جب قیامت آئے گی تو اس کو حکم ہو گا کہ جہاں سے تو آیا ہے یعنی جدھر سے تو غروب ہوا ہے ادھر ہی لوٹ جا پس اس وقت آفتاب مغرب سے طلوع کرے گا۔

مستقر کے معنی قرار گاہ یعنی منتہائے سیر کے ہیں جہاں پہنچ کر اس کا دورہ ختم ہو جاتا ہے اس آیت میں لفظ مستقر سے یا تو روزانہ کا منتہائے سیر مراد ہے یا سال بھر کا منتہائے سیر مراد ہے یعنی منازل بروج مراد ہے جن کو آفتاب سال بھر میں قطع کرتا ہے آفتاب برابر چلتا رہتا ہے یہاں تک کہ ایک سال میں اس کا دورہ بروج ختم ہوتا ہے الخ یا مستقر سے دائرۂ نصف النہار مراد ہے جہاں پہنچ کر آفتاب کا ارتفاع اور بلندی ختم ہو جاتا ہے اور انحطاط اور زوال شروع ہو جاتا ہے یہاں تک کہ

غروب ہو جاتا ہے اور یا مستقر سے منتہائے عمر دنیا یعنی روز قیامت مراد ہے جو آفتاب کی سیر و حرکت کا منتہیٰ ہے قیامت تک آفتاب اسی طرح چلتا رہے گا جب قیامت آجائے گی اس وقت اس کا طلوع اور غروب ختم ہو جائے گا اس وقت آفتاب کو قرار حاصل ہو جائے گا جب قیامت آجائے گی تو آفتاب ٹھہر جائے گا اور اس کی حرکت باقی نہ رہے گی اور روز قیامت آفتاب کا مستقر زمانی ہے کہ اس روز بساط عالم ہی لپیٹ دی جائے گی (۳) یا مستقر شمس یعنی آفتاب کی قرارگاہ اور منتہا سے زیر عرش الٰہی مراد ہے جیسا کہ بخاری اور مسلم کی حدیث میں ہے کہ آفتاب غروب کے بعد زیر عرش کے نیچے جاتا ہے اور وہاں جا کر سجدہ کرتا ہے اور طلوع کے لیے اذن مانگتا ہے تو اس کو اذن دیا جاتا ہے تب وہ طلوع کرتا ہے الیٰ آخر الحدیث معلوم ہوا کہ آفتاب کا مستقر زیر عرش ہے اور یہ آفتاب کا مستقر مکانی ہے جیسا کہ روز قیامت آفتاب کا مستقر زمانی ہے۔

بہتر یہ معلوم ہوتا ہے کہ مستقر سے عام معنی مراد لیے جائیں جو ان تمام امور کو شامل ہوں جو اقوال میں ذکر کیے گئے یعنی مستقر سے مطلق قرارگاہ اور ٹھکانا مراد لیا جائے خواہ وہ حرکت یومیہ کے اعتبار سے ہو یا سالانہ دورہ کے اعتبار سے ہو یا منتہائے عمر دنیا کے اعتبار سے ہو اور مطلب یہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے آفتاب کی رفتار اور حرکت کے لیے جو خط اور حد متعین کر دی ہے آفتاب قیامت تک اپنی حد معین پر بلا کم و کاست اسی طرح برابر حرکت کرتا رہے گا یہ سب عزیز و علیم کی تقدیر اور تسخیر ہے کوئی اس میں ذرہ برابر تغیر و تبدل نہیں کر سکتا الخ جب خدا تعالیٰ خود چاہیں گے تو اس نظام کو درہم برہم کر دیں گے طلوع و غروب کا یہ نظام خدا تعالیٰ کے کمال قدرت اور کمال حکمت کی دلیل ہے۔

اس آیت میں آفتاب کے جریان اور استقرار کو بیان فرمایا اب آئندہ آیت میں قمر کا حال بیان کرتے ہیں کہ وہ سورج کی طرح ایک حال پر نہیں رہتا گھٹتا بڑھتا رہتا ہے چنانچہ فرماتے ہیں اور چاند کی سیر و رفتار کے لیے ہم نے منزلیں مقرر کی ہیں جن کو وہ برابر طے کرتا رہتا ہے منازل قمر اٹھائیس ہیں ہر رات قمر ایک منزل میں نزول کرتا ہے وہاں سے آگے بڑھتا ہے اور پھر اس سے آگے بڑھتا ہے ابتداء میں ماہتاب کا نور شب بہ شب زیادہ ہوتا جاتا ہے یہاں تک کہ چودھویں رات میں اس کا نور پورا ہو جاتا ہے پھر اس کے بعد کمی شروع ہو جاتی ہے یہاں تک کہ اخیر ماہ میں چاند کھجور کی پرانی ٹہنی کی طرح باریک اور پتلا ہو جاتا ہے جو مہینہ کے آخر میں اور مہینہ کے شروع میں چاند کمان کی طرح باریک ہو جاتا ہے اخیر مہینہ میں جب چاند باریک اور پتلا ہو جاتا ہے تو دو رات کے لیے پوشیدہ ہو جاتا ہے پھر شروع مہینہ میں پتلی ہلال ہو کر ظاہر ہوتا ہے چاند کا اس طرح گھٹنا اور بڑھنا یہ بھی

۱؎ قال ابن الشیخ حتی صار القمر فی اخر الشھر واول الشھر انما فی دقتہ و تقوسہ واصفرارہ کالعرجون القدیم روح البیان ص۳۹۱ ج۷۔

اسکی قدرت کی نشانی ہے غرض یہ کہ شمس اور قمر دونوں اللہ کی قدرت کی نشانیاں ہیں ہر ایک کی سیر اور رفتار کیلئے اور طلوع اور غروب کیلئے اللہ تعالیٰ نے ایک حد مقرر کر دی ہے جس سے وہ تجاوز نہیں کر سکتے لہٰذا سورج کی یہ مجال ہے کہ وہ چاند کو پکڑ لے اور اسکی منزل میں نزول کر جائے اور اسکی حد میں داخل ہو جائے اور نہ چاند کی یہ مجال ہے کہ وہ سورج کو پکڑ لے حالانکہ ماہتاب تیز رفتار ہے اور آفتاب سست رفتار ہے سورج سال بھر میں اپنی منزلیں قطع کرتا ہے اور چاند ایک مہینہ میں اپنی منزلیں قطع کر لیتا ہے غرض یہ کہ دونوں کی سیر اور رفتار اللہ تعالیٰ کی تسخیر اور تقدیر کے تابع ہے دونوں کا ایک منزل میں جمع ہونا ناممکن اور محال ہے اور ایک کا دوسرے کے وقت میں ظہور اور طلوع ناممکن ہے خدا تعالیٰ نے زمین کے حس غلط اور حصہ میں طلوع و غروب کا جو نظام مقرر کر دیا ہے کسی کی مجال نہیں کہ اس میں رد و بدل کر سکے اور نہ رات کی یہ مجال ہے کہ وہ دن سے آگے نکل جائے یعنی یہ ممکن نہیں کہ دن پورا ہونے سے پہلے ہی رات آجائے دن ہو یا رات اپنے مقرر وقت سے پہلے نہیں آسکتا۔

چاند اور سورج سب کے سب اپنے اپنے آسمان میں یا اپنے اپنے دائرہ میں تیرتے اور گھومتے اور چلتے رہتے ہیں کسی کی مجال نہیں کہ اپنے دائرہ یا مدار سے باہر قدم نکال سکے اور کسی سیارہ سے جا کر ٹکرا جائے سب ستارے آفتاب و ماہتاب وغیرہ اپنے اپنے آسمان میں تیرتے رہتے ہیں جیسے مچھلیاں پانی میں تیرتی رہتی ہیں۔

غرض یہ کہ چاند اور سورج اور سیارات سب کے سب حسب تسخیر خداوندی اپنے اپنے برج اور اپنے اپنے دائرہ میں تیرتے رہتے ہیں جو خدا تعالیٰ نے انکے لئے مقرر کر دیا ہے کوئی سیارہ دوسرے سیارہ سے مزاحم نہیں ہو سکتا ہر سیارہ اپنی جگہ اس طرح حرکت کرتا رہتا ہے کہ گویا کہ مچھلیاں دریا میں تیرتی پھرتی ہیں۔

لطائف و معارف

(۱) وَالشَّمْسُ تَجْرِي لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا الخ سے معلوم ہوا کہ چاند اور سورج حرکت کرتے رہتے ہیں اور آسمان اور زمین ساکن ہیں۔

(۲) شمس اور قمر اور ہر سیارہ کی خدا تعالیٰ نے ایک حد مقرر کر دی ہے جو انکو معلوم ہے اسی کے مطابق وہ حرکت کرتے ہیں اور بے شمار آیات اور احادیث سے ثابت ہے کہ شمس اور قمر اور کواکب اور نجوم اور جمادات اور نباتات میں ایک قسم کا شعور اور ادراک ہے یہ سب چیزیں اللہ کی تسبیح اور تحمید کرتی ہیں اور اسکو سجدہ کرتی ہیں
وَإِنْ مِّنْ شَيْءٍ إِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهِ

سجود الشمس

(۱) اسی طرح حدیث میں آیا ہے کہ آفتاب غروب کے بعد عرش کے نیچے جاتا ہے اور سجدہ کرتا ہے اور خدا تعالیٰ سے طلوع کی اجازت مانگتا ہے سو اسکو مل جاتی ہے مگر قیامت کے قریب جب وہ زیر عرش سجدہ کرے گا اور چلنے کی اجازت چاہے گا تو اسکو اجازت نہ ملے گی اور یہ کہا جائے گا کہ جدھر سے آیا ہے ادھر ہی پھر لوٹ جا اور وہیں سے طلوع کر چنانچہ وہ مغرب کی طرف سے طلوع کرے گا اسکے بعد توبہ کا دروازہ بند ہو جائے گا اور کسی کا ایمان قبول نہ ہوگا۔

(۲) انسان کی طرح کائنات عالم کے لیے تسبیح و تحمید اور رکوع و سجود ثابت ہے مگر ہر نوع کا رکوع اور سجود اسکے جسم اور وجود کے لائق اور مناسب ہے۔

مثلاً انسان کے سجدہ کے یہ معنی ہیں کہ وہ اپنی پیشانی زمین پر رکھ دے لیکن شمس اور قمر اور شجر کا سجدہ انکی شان کے لائق ہے جس کی حقیقت اللہ ہی کو معلوم ہے انسان کی تسبیح اور تحمید کے معنی یہ ہیں کہ وہ زبان سے سبحان اللہ اور الحمد للہ کہے مگر شجر اور حجر اور پہاڑوں کی تسبیح اور تحمید کے یہ معنی نہیں کُلٌّ قَدْ عَلِمَ صَلَاتَهُ وَتَسْبِيحَهُ ۔

بہرحال سجود شمس حق ہے اب رہا یہ امر کہ وہ سجدہ روحانی ہے یا جسمانی ہے آنی ہے یا زمانی ہے اسکی حقیقت اللہ تعالیٰ ہی کو معلوم ہے۔

حدیث مطرب و مئی گو و راز دہر کمتر جو ۔ کہ کس نکشود و نکشاید بحکمت این معما را

دلیل سوم

قال اللہ تعالیٰ وَآيَةٌ لَّهُمْ أَنَّا حَمَلْنَا ذُرِّيَّتَهُمْ فِي الْفُلْكِ الْمَشْحُونِ ... الی ... إِلَّا رَحْمَةً مِّنَّا وَمَتَاعًا إِلَىٰ حِينٍ

یہ اس کی قدرت کی تیسری دلیل ہے کہ خدا تعالیٰ اپنی قدرت سے گراں بار کشتیوں کو دریا میں چلاتا ہے جن پر تم جیسے لیے سفر کرتے ہو اگر وہ غرق کر دے تو کون ہے جو تمہاری فریاد رسی کر سکے یہ اس کی رحمت ہے کہ وہ تمہیں غرق نہیں کرتا یہ گراں بار کشتیاں اسکی قدرت کی بھی دلیل ہیں اور اسکی نعمت اور رحمت کی بھی دلیل ہیں ایک سمندر میں بڑے سے بڑے جہاز کی ایک تنکے کے برابر بھی حقیقت نہیں اللہ کی رحمت سے سہولت کے ساتھ سفر طے ہو جاتا ہے۔

چنانچہ فرماتے ہیں اور ایک نشانی انکے لیے یہ ہے کہ ہم نے انکی ذریت کو بھری ہوئی کشتی میں

بٹھایا

سوار کیا کہ وہ بھری ہوئی کشتی بھرے پانی میں تخت کی طرح چلتی ہے جس کا آغاز نوح علیہ السلام سے ہوا اور انکے علاوہ ہم نے ان کے لئے کشتی کی مانند ایسی چیزیں پیدا کیں جس پر وہ سواری کرسکیں جیسے اونٹ اور گھوڑے اور خچر وغیرہ وغیرہ۔

اور بعض علماء یہ کہتے ہیں کہ خَلَقْنَا لَهُمْ مِّنْ مِّثْلِهٖ مَا يَرْكَبُوْنَ سے وہ تمام قسم کے جہاز اور کشتیاں مراد ہیں جو کشتی اول کے بعد اسکی مماثلت اور مشابہت میں بنائی گئیں یہ معنی ابن عباسؓ اور حسن بصریؒ سے منقول ہیں (تفسیر قرطبی ص ۳۵ ج ۱۵) بہرحال لوگوں کو چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کی ان نعمتوں کے شکر گذار ہوں کہ اس نے اپنی رحمت سے بر اور بحر میں تمہاری سواری اور بار برداری کا انتظام کر دیا اور اگر ہم چاہیں تو اہل کشتی کو دریا میں غرق کر دیں پس کوئی ڈوبتے ہوئے کی فریاد رس نہ ہو اور نہ انکو غرق سے بچایا جائے اور نہ یہ لوگ مصیبت اور آفت سے چھٹکارا پا سکتے ہیں مگر یہ کہ رحمت کریں ہم اپنی طرف سے اور فائدہ پہنچاویں انکو ایک وقت مقرر تک دنیوی زندگی تک یعنی جب ہم انکو ایک خاص وقت تک فائدہ پہنچانا چاہتے ہیں تو انکو نہیں ڈبوتے یہ سب ہماری رحمت اور عنایت ہے ورنہ وہ تو کفر اور شرک کی وجہ سے غرق ہی کے مستحق تھے۔

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ اتَّقُوْا مَا بَيْنَ اَيْدِيْكُمْ

اور جب کہئے انکو بچو اپنے سامنے آنے سے اور اپنے

وَمَا خَلْفَكُمْ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ﴿۴۵﴾ وَمَا تَاْتِيْهِمْ مِّنْ

پیچھے چھوڑے سے شاید تم پر رحم ہو اور کوئی حکم نہیں پہنچتا انکو

اٰيَةٍ مِّنْ اٰيٰتِ رَبِّهِمْ اِلَّا كَانُوْا عَنْهَا مُعْرِضِيْنَ ﴿۴۶﴾

اپنے رب کے حکموں سے جسکو ٹلا نہیں دیتے

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ اَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ قَالَ الَّذِيْنَ

اور جب کہئے انکو خرچ کرو کچھ اللہ کا دیا کہتے ہیں

كَفَرُوْا لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اَنُطْعِمُ مَنْ لَّوْ يَشَآءُ اللّٰهُ اَطْعَمَهٗ

منکر ایمان والوں کو ہم کیوں کھلاویں ایسے کو کہ اللہ چاہتا تو اسکو کھلاتا

اور نہ مخلوق پر رحم ہے بڑے ہی سنگدل ہیں اور اپنے بخل کیلئے خدا کی مشیت کو بہانہ بناتے ہیں تاکہ فقیروں کو دے کر اپنے عزیزوں اور محتاجوں اور محبوبوں میں فرق نہ آسکے۔

خدا نے جو امیروں کو فقیروں پر خرچ کرنے کا حکم دیا ہے سو اس کا مطلب یہ ہے کہ اے میرے بندو! میں نے تم کو جو مال و دولت دیا ہے اس کا اصل مالک میں ہوں میں تم کو حکم دیتا ہوں کہ تم میری اس دی ہوئی دولت کا کچھ حصہ میرے غریب بندوں کی مدد میں خرچ کرو جس طرح میں تمہاری ذات کا مالک ہوں اسی طرح تمہارے پاس جو دولت ہے اس کا مالک بھی میں ہی ہوں اور یہ تمام مال و دولت جو تمہارے ہاتھ میں ہے وہ سب میری امانت ہے جب چاہوں واپس لے سکتا ہوں میں نے ہی تو دیا ہے میرے حکم کے مطابق خرچ کرو میری مشیت کو بہانہ نہ بناؤ میں نے اپنی حکمت سے کسی کو امیر بنایا اور کسی کو فقیر بنایا تم کون ہو جو ہماری مشیت میں دخل دو۔ ہم نے جو حکم دیا اسکی تعمیل کرو تم ہمارے بندے ہو اور ہم تمہاری جان و مال کے مالک ہیں ہمارا حکم ہے کہ ہماری دی ہوئی دولت میں سے تم فقیروں کی امداد کرو ہماری مشیت یہ ہے کہ ہم کسی حکمت اور مصلحت سے بعض بندوں کو بعض بندوں کے ہاتھ سے رزق پہنچانا چاہتے ہیں۔

اب آئندہ آیات میں انکی سنگدلی کو بیان کرتے ہیں کہ کیسے ہی خطروں سے انکو ڈرایا جائے تو ڈرنا تو کیا ان باتوں کو سنتے تک نہیں چنانچہ فرماتے ہیں اور جب ان سنگدلوں سے کہا جاتا ہے کہ اس عذاب سے ڈرو جو تمہارے ہاتھوں کے سامنے ہے اور جو تمہارے پیچھے ہے یعنی دنیا اور آخرت کے عذاب سے ڈرو یا اس عذاب سے ڈرو جو تم سے پہلے تکذیب کرنے والے گروہوں پر آچکا ہے اور اس عذاب سے جو تمہارے پیچھے یعنی آخرت میں آنے والا ہے یعنی ایمان لے آؤ شاید تم پر رحم ہو تو ڈرنا تو کیا ان باتوں کو سنتے تک نہیں اعراض کرتے ہیں اور التفات بھی نہیں کرتے اور اس نصیحت کی کوئی تخصیص نہیں وہ تو ایسے سنگدل ہیں کہ کوئی نشانی اللہ کی نشانیوں میں سے انکے پاس نہیں آتی مگر وہ اس سے اعراض کرتے ہیں اور اسکی طرف التفات نہیں کرتے اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ اللہ نے تم کو جو روزی دی ہے اس میں سے کچھ حصہ خدا کی راہ میں اس کے محتاج بندوں پر خرچ کرو تو یہ کافر اہل ایمان سے بطور طعن و استہزاء کہتے ہیں ہم کیوں ایسے شخص کو کھانا دیں کہ اگر اللہ چاہتا تو وہ خود اسکو کھانا دے دیتا مطلب یہ ہے کہ جب مسلمان کافروں کو کچھ خیر و خیرات کرنے کو کہتے تو انکے نزدیک

؎ اشارہ اس طرف ہے کہ وَاِذَا قِیْلَ کی جزا محذوف ہے کما قال القرطبی والجواب محذوف والتقدیر اِذَا قِیْلَ لَهُمْ ذٰلِكَ اعرضوا ودلیلہ قولہ بعد وَمَا تَاْتِيْهِمْ مِّنْ اٰيَةٍ مِّنْ اٰيٰتِ رَبِّهِمْ اِلَّا كَانُوْا عَنْهَا مُعْرِضِيْنَ فاكتفى بهذا عن ذالك (تفسیر قرطبی ص ۳۴ ج ۱۵)

بھی امر مستحسن ہے اور وہ خود اس پر فخر کرتے ہیں تو بطور طعن مسلمانوں سے یہ کہتے کہ تم یہ کہتے ہو کہ خدا تعالیٰ ہی سب کو روزی دیتا ہے پس جب خدا نے انکو روزی نہیں دی تو ہم کیوں دیں اگر خدا کو دینا ہوتا تو وہ خود دے دیتا ہم تو خدا کی مشیت پر چلتے ہیں جسے خدا نے کھانے کو نہیں دیا ہم بھی اسکو نہیں دیتے اے گروہ مومنین! تم صریح گمراہی میں ہو کہ تم ہم کو مشیت الٰہی کے خلاف کرنے کا حکم دیتے ہو۔

اور بعض علماء یہ کہتے ہیں کہ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ کافروں کے قول کا تتمہ نہیں بلکہ اللہ عزوجل کا قول ہے جس سے کافروں کے شبہ اور وسوسہ کا رد ہے اور اللہ کی طرف سے کفار کو خطاب ہے کہ تم کیسی بہکی بہکی باتیں کرتے ہو کسی کو یہ علم نہیں کہ اللہ تعالیٰ فلاں کے حق میں کیا چاہتا ہے اپنے بخل اور خست کیلئے اور نیک کام نہ کرنے کیلئے خدا کی تقدیر اور مشیت کو بہانہ بنانا یہ صریح گمراہی ہے مثلاً اگر ان کا کوئی بچہ بھوکا ہو تو اسے بھی کھانا نہ دینا چاہیئے اور یہی کہہ دینا چاہیئے کہ اگر خدا اسے کھانا دینا چاہتا تو خود کھلا دیتا سب کو معلوم ہے کہ اللہ نے ساری مخلوق کو یکساں نہیں بنایا بعضوں کو مالدار اور بعضوں کو فقیر بنایا تاکہ فقیر صبر کریں اور امیر شکر کریں اور امیروں کو حکم دیا کہ ہماری دی ہوئی دولت میں سے محتاجوں کی مدد کریں پس خدا کی مشیت اور تقدیر کو بہانہ بنانا اور خیر و خیرات کے بارہ میں خدا نے جو حکم دیا ہے اسکو چھوڑ دینا یہ عقل خطا اور صریح ظلم و جفا ہے اور کھلی گمراہی ہے۔

(نظم)

درویش را خدا بتوانگر حوالہ کرد ٭ تا کار او بسازد و فارغ کند دلش

از روئے بخل گر نشود ملتفت بدو ٭ فردا بود ندامت و اندوہ حاصلش

قیل ان ابابکر الصدیق رضی اللہ عنہ کان یطعم مساکین المسلمین فلقیہ ابوجہل فقال یا ابابکر اتزعم ان اللہ قادر علی اطعام ھؤلاء قال نعم قال فما بالہ لم یطعمھم قال ابتلی قوما بالفقر وقوما بالغنی وامر الفقراء بالصبر وامر الاغنیاء بالاعطاء فقال واللہ یا ابابکر ما انت الا فی ضلال اتزعم ان اللہ قادر علی اطعام ھؤلاء وھو لا یطعمھم ثم تطعمھم انت فنزلت ھذہ الآیۃ ونزل قولہ تعالیٰ فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰی وَاتَّقٰی

روایت کی گئی کہ صدیق اکبرؓ مسلمان مسکینوں کو کھانا کھلایا کرتے تھے اتفاق سے ابوجہل آپ کو مل گیا اور کہنے لگا کہ اے ابوبکر کیا تمہارا یہ زعم ہے کہ اللہ تعالیٰ انکے کھلانے پر قادر ہے۔

ابوبکرؓ نے کہا ہاں بلاشبہ اللہ تعالیٰ انکے کھلانے پر قادر ہے ابوجہل نے کہا پھر کیا وجہ ہے کہ اللہ نے انکو بھوکا رکھا اور کھانے کو نہیں دیا ابوبکر صدیقؓ نے کہا کہ یہ اللہ کی طرف سے امتحان اور آزمائش ہے کسی قوم کو اللہ نے فقر سے آزمایا اور کسی قوم کو اللہ نے مالداری سے آزمایا اور فقراء کو صبر کا حکم دیا اور دولت مندوں کو شکر اور

وَصَدَّقَ بِالْحُسْنٰی الآیات (تفسیر قرطبی ص...)

جود و کرم کا حکم دیا ابوجہل نے کہا اے ابوبکرؓ خدا کی قسم تو ظاہر گمراہی میں ہے کیا تیرا یہ گمان ہے کہ اللہ تعالیٰ ان فقیروں کے کھانا کھلانے پر قادر ہے اور باوجود قدرت کے پھر انکو کھانا نہیں دیتا اور پھر تو انکو کھانا کھلاتا ہے اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ وَاِذَا قِیْلَ لَهُمْ اَنْفِقُوْا الیٰ قولہ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ اور یہ آیت نازل ہوئی فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰی وَاتَّقٰی وَصَدَّقَ بِالْحُسْنٰی الیٰ آخر الآیات

اللہ تعالیٰ نے کسی کو تندرستی اور توانائی عطا کی اور کسی کو بیماری اور لاچاری اور اسی طرح کسی کو امیری دی اور کسی کو فقیری اور کسی کو حسن و جمال عطا کیا اور کسی کو سیاہ فام بنایا یہ اختلاف اور تفاوت اور تنوع معاذ اللہ کسی بخل اور مشیت پر مبنی نہیں بلکہ حکمت اور مصلحت پر ہے خداوند ذوالجلال کے خزانہ میں کسی چیز کی کمی نہیں اور اسکے جود و کرم کی انتہا نہیں اس نے جس کسی کو فقیر اور نادار بنایا وہ حکمت اور مصلحت پر مبنی ہے بخلاف ان لوگوں کے جو فقراء اور مساکین کے نہ دینے کیلئے خدا کی مشیت کا حوالہ دیتے ہیں یہ سراسر بخل اور خست پر مبنی ہے اور صریح جہالت اور ضلالت اور حماقت ہے اور فقراء اور مساکین کی امداد کے بارہ میں ان لوگوں کا یہ کہنا کہ اگر اللہ چاہتا تو خود انکو کھلا دیتا یہ سب انکی سنگدلی اور بے رحمی کی دلیل ہے یہ تمام عالم خیر و شر کا اور پاک اور ناپاک کا مجموعہ ہے جس میں عطر اور گلاب بھی ہے اور پاخانہ اور پیشاب بھی ہے سب خدا ہی کی مشیت سے ہے اس نے پاک اور پاکیزہ چیزوں کے استعمال کا حکم اور ناپاک اور گندی چیزوں کے استعمال کو منع فرمایا بندہ کا کام یہ ہے کہ خدا کے حکم پر چلے نہ کہ اسکی قدرت اور مشیت کو اپنے بُرے فعل کیلئے بہانہ بنائے۔

وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ

اور کہتے ہیں کب ہے یہ وعدہ اگر تم

صٰدِقِيْنَ ﴿۴۸﴾ مَا يَنْظُرُوْنَ اِلَّا صَيْحَةً

سچے ہو یہ نہیں راہ دیکھتے ہیں ایک چنگھاڑ کی

وَّاحِدَةً تَاْخُذُهُمْ وَهُمْ يَخِصِّمُوْنَ ﴿۴۹﴾

جو ان کو پکڑے گی جب آپس میں جھگڑ رہے ہوں گے

فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ تَوْصِيَةً وَّلَآ اِلٰٓى اَهْلِهِمْ يَرْجِعُوْنَ ﴿۵۰﴾

پھر نہ سکیں گے کہ کچھ کہہ مریں اور نہ اپنے گھر کو پھر جاویں گے

وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَاِذَا هُمْ مِّنَ الْاَجْدَاثِ اِلٰى رَبِّهِمْ

اور پھونکا جاوے نرسنگا پھر تبھی وہ قبروں سے اپنے رب کی طرف پھیل

يَنْسِلُوْنَ ﴿۵۱﴾ قَالُوْا يٰوَيْلَنَا مَنْۢ بَعَثَنَا مِنْ مَّرْقَدِنَا ٚ

پڑیں گے کہیں گے اے خرابی ہماری! کس نے اٹھا دیا ہم کو ہماری نیند کی جگہ سے

هٰذَا مَا وَعَدَ الرَّحْمٰنُ وَصَدَقَ الْمُرْسَلُوْنَ ﴿۵۲﴾ اِنْ

یہ وہ ہے جو وعدہ دیا تھا رحمٰن نے اور سچ کہا تھا بھیجے ہوؤں نے بس

كَانَتْ اِلَّا صَيْحَةً وَّاحِدَةً فَاِذَا هُمْ جَمِيْعٌ لَّدَيْنَا

ہوگی ایک چنگھاڑ پھر تبھی وہ سارے ہمارے پاس

مُحْضَرُوْنَ ﴿۵۳﴾ فَالْيَوْمَ لَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْـًٔا وَّلَا

پکڑے آئے پھر آج کے دن ظلم نہ ہوگا کسی جی پر کچھ۔ اور وہی

تُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۵۴﴾ اِنَّ اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ

بدلہ پاؤ گے جو کرتے تھے تحقیق بہشت کے لوگ

الْيَوْمَ فِيْ شُغُلٍ فٰكِهُوْنَ ﴿۵۵﴾ هُمْ وَاَزْوَاجُهُمْ فِيْ

آج ایک دھندے میں ہیں باتیں کرتے وہ اور ان کی عورتیں

ظِلٰلٍ عَلَى الْاَرَآئِكِ مُتَّكِـُٔوْنَ ﴿۵۶﴾ لَهُمْ فِيْهَا فَاكِهَةٌ

سایوں میں تختوں پر بیٹھے ہیں تکیے لگائے ان کو وہاں ہے میوہ

وَّلَهُمْ مَّا يَدَّعُوْنَ ﴿۵۷﴾ سَلٰمٌ ۣ قَوْلًا مِّنْ رَّبٍّ رَّحِيْمٍ ﴿۵۸﴾

اور ان کو ہے جو مانگ لیں سلام بولنا ہے رب مہربان سے

وَامْتَازُوا الْيَوْمَ اَيُّهَا الْمُجْرِمُوْنَ ﴿۵۹﴾ اَلَمْ اَعْهَدْ اِلَيْكُمْ

اور تم الگ ہو جاؤ آج اے گنہگارو میں نے نہ کہہ رکھا تھا تم کو!

يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ اَنْ لَّا تَعْبُدُوا الشَّيْطٰنَ ۚ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ

اے آدم کی اولاد کہ نہ پوجیو شیطان کو وہ کھلا دشمن

مُّبِيْنٌ ﴿۶۰﴾ وَّاَنِ اعْبُدُوْنِيْ ۭ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ ﴿۶۱﴾

ہے تمہارا اور یہ کہ پوجو مجھ کو یہ راہ ہے سیدھی

وَلَقَدْ اَضَلَّ مِنْكُمْ جِبِلًّا كَثِيْرًا ۭ اَفَلَمْ تَكُوْنُوْا

اور وہ بہکا لے گیا تم میں سے بہت خلق کو پھر کیا تم کو بوجھ

تَعْقِلُوْنَ ﴿۶۲﴾ هٰذِهٖ جَهَنَّمُ الَّتِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ﴿۶۳﴾

نہ تھی یہ دوزخ ہے جس کا تم کو وعدہ تھا

اِصْلَوْهَا الْيَوْمَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ ﴿۶۴﴾ اَلْيَوْمَ نَخْتِمُ عَلٰٓي

پیٹھو اس میں آج کے دن بدلہ اپنے کفر کا آج ہم مہر کر دیں گے

اَفْوَاهِهِمْ وَتُكَلِّمُنَآ اَيْدِيْهِمْ وَتَشْهَدُ اَرْجُلُهُمْ بِمَا

اُن کے منہ پر اور بولیں گے ہم سے ان کے ہاتھ اور بتلائیں گے ان کے پاؤں جو

كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿۶۵﴾ وَلَوْ نَشَاۗءُ لَطَمَسْنَا عَلٰٓي اَعْيُنِهِمْ

کچھ وہ کماتے تھے اور اگر ہم چاہیں مٹا دیں ان کی آنکھیں

فَاسْتَبَقُوا الصِّرَاطَ فَاَنّٰى يُبْصِرُوْنَ ﴿۶۶﴾ وَلَوْ نَشَاۗءُ لَمَسَخْنٰهُمْ

پھر دوڑیں راہ لینے کو پھر کہاں سے سوجھے اور اگر ہم چاہیں صورت بدل

عَلٰي مَكَانَتِهِمْ فَمَا اسْتَطَاعُوْا مُضِيًّا وَّلَا يَرْجِعُوْنَ ﴿۶۷﴾

دیں ان کی جہاں کی تہاں پھر نہ سکیں گے چلنا اور نہ وہ الٹے پھر آویں

وَمَنْ نُّعَمِّرْهُ نُنَكِّسْهُ فِي الْخَلْقِ ۭ اَفَلَا يَعْقِلُوْنَ ﴿۶۸﴾ وَمَا

اور جس کو ہم بوڑھا کریں اوندھا کریں خلقت میں پھر کیا ان کو بوجھ نہیں رکھتے اور ہم نے

عَلَّمْنٰهُ الشِّعْرَ وَمَا يَنْۢبَغِيْ لَهٗ ۭ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ وَّ

نہیں سکھلایا انکو شعر کہنا اور یہ انکے لائق نہیں یہ تو نری نصیحت ہے اور

قُرْاٰنٌ مُّبِيْنٌ ﴿۶۹﴾ لِّيُنْذِرَ مَنْ كَانَ حَيًّا وَّيَحِقَّ الْقَوْلُ

قرآن ہے صاف تا ڈر سنادے اسکو جس میں جان ہو اور ثابت ہو بات

عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ﴿۷۰﴾ اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّا خَلَقْنَا لَهُمْ مِّمَّا عَمِلَتْ

منکروں پر ۔ اور کیا نہیں دیکھتے کہ ہم نے بنا دیئے ان کو اپنے

اَيْدِيْنَآ اَنْعَامًا فَهُمْ لَهَا مٰلِكُوْنَ ﴿۷۱﴾ وَذَلَّلْنٰهَا

ہاتھوں بنانے سے چوپائے پھر وہ انکے مال ہیں اور عاجز کر دیا

لَهُمْ فَمِنْهَا رَكُوْبُهُمْ وَمِنْهَا يَاْكُلُوْنَ ﴿۷۲﴾ وَلَهُمْ فِيْهَا

ان کو انکے آگے ، پھر ان میں کوئی ہے انکی سواری اور کسی کو کھاتے ہیں اور انکو ان میں

مَنَافِعُ وَمَشَارِبُ ۭ اَفَلَا يَشْكُرُوْنَ ﴿۷۳﴾ وَاتَّخَذُوْا مِنْ

فائدے ہیں اور پینے کے گھاٹ پھر کیوں شکر نہیں کرتے اور پکڑتے ہیں اللہ

دُوْنِ اللّٰهِ اٰلِهَةً لَّعَلَّهُمْ يُنْصَرُوْنَ ﴿۷۴﴾ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ

کے سوا اور حاکم کہ شاید انکو مدد پہنچے نہ سکیں گے انکی مدد

نَصْرَهُمْ ۙ وَهُمْ لَهُمْ جُنْدٌ مُّحْضَرُوْنَ ﴿۷۵﴾

کرنی اور یہ انکی فوج ہو کر پکڑے آویں گے

فَلَا يَحْزُنْكَ قَوْلُهُمْ ۘ اِنَّا نَعْلَمُ مَا يُسِرُّوْنَ

اب تو غم نہ کھا انکی بات سے ہم جانتے ہیں جو چھپاتے

وَمَا يُعْلِنُوْنَ ﴿۷۶﴾

ہیں اور جو کھولتے ہیں

منکرین حشر و نشر کی تہدید اور وعید

قال اللہ تعالیٰ وَيَقُولُونَ مَتَىٰ هَٰذَا الْوَعْدُ ... الیٰ ... إِنَّا نَعْلَمُ مَا يُسِرُّونَ وَمَا يُعْلِنُونَ

(ربط) گذشتہ آیات میں زیادہ تر دلائل توحید کا ذکر تھا اور اس سے ذرا پہلے وَإِن كُلٌّ لَّمَّا جَمِيعٌ لَّدَيْنَا مُحْضَرُونَ میں مسئلہ حشر و نشر کا ذکر تھا اب پھر مسئلہ حشر و نشر کی طرف رجوع فرماتے ہیں اور ان کا ایک سوال نقل فرماتے ہیں وَيَقُولُونَ مَتَىٰ هَٰذَا الْوَعْدُ إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ ۔ یعنی یہ لوگ یہ کہتے ہیں کہ قیامت کا وعدہ کب پورا ہوگا اللہ تعالیٰ نے اس کے جواب میں اس کے وقت کے اظہار سے مصلحۃً اعراض فرمایا اور اجمالی طور پر صرف اتنا بتادیا کہ قیامت ناگہاں آئے گی جب لوگ اپنے کاروبار میں مصروف ہوں گے ناگہاں صور پھونکا جائے گا اور پھر اس دن کے بعض ہولناک واقعات سے آگاہ کردیا اور بعد ازاں حشر و نشر کے مکذبین اور مستبعدین پر تہدید فرمائی اور بتلایا کہ تم عذاب آخرت کے منکر ہو یہ بھی ممکن ہے کہ خدائے قہار کی طرف سے دنیا ہی میں تم پر کوئی عذاب آجائے اور اپنے اس ارشاد وَلَوْ نَشَاءُ لَطَمَسْنَا عَلَىٰ أَعْيُنِهِمْ الخ میں دنیاوی عذاب سے تہدید ہے کہ تم آخرت کے عذاب کا انکار کرتے ہو خدا کی قدرت سے یہ بھی ممکن ہے کہ وہ تم پر دنیا ہی میں کوئی عذاب بھیج دے خدا تعالیٰ دنیا ہی میں تمہارے طمس اور مسخ پر قادر ہے اور اس کے بعد وَمَن نُّعَمِّرْهُ نُنَكِّسْهُ فِي الْخَلْقِ سے بڑھاپے کے تغیر کو ذکر کیا جو طمس اور مسخ کے قریب قریب ہے اور طمس اور مسخ کا ایک نمونہ ہے اس قسم کی باتوں سے قرآن بھرا پڑا ہے یہ سب خدا کی قدرت کے براہین قاطعہ اور دلائل ساطعہ ہیں اور حق شناس کے لیے کافی اور شافی ہیں مگر یہ معاندین قرآن کریم کے اس قسم کے حقائق اور معارف کو اور حکمت اور موعظت کی باتوں کو سن کر یہ کہتے ہیں کہ یہ سب شاعرانہ باتیں ہیں جن کو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) شاعرانہ رنگ میں بیان کرتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کے جواب میں فرماتے ہیں کہ ان کی یہ بات بالکل بیہودہ اور غلط ہے وَمَا عَلَّمْنَاهُ الشِّعْرَ وَمَا يَنبَغِي لَهُ ہم نے اپنے نبی کو ہرگز شعر کی تعلیم نہیں دی اور نہ یہ منصب نبوت کے لائق اور مناسب ہے یہ قرآن تو خدا تعالیٰ کا کلام ہے جو حکمت اور موعظت سے بھرا پڑا ہے پھر اس کے بعد شرک کی برائی بیان کی اور دلائل قدرت سے توحید کا اثبات فرمایا اور اسی پر سورت کو ختم کیا۔

(ربط دیگر) گذشتہ آیات میں اشقیاء کی غفلت اور قساوت کو اور نصیحتوں اور دعوتوں سے اعراض کو بیان کیا اب آئندہ آیات میں ان کی وجہ بیان فرماتے ہیں کہ اس قسم کے لوگوں کی بداخلاقی اور بداعمالی اور اعراض کی اصل وجہ یہ ہے کہ آخرت پر ایمان نہیں چنانچہ فرماتے ہیں اور حضرت آدم کے وقت سے خاتم الانبیاء کے وقت تک تمام انبیاء قیامت کی اور آخرت کی جزاء و سزا کی متواتر اور برابر خبر دیتے چلے آئے جس میں ذرہ برابر شک نہیں مگر یہ گمراہ اس کو بعید سمجھتے ہیں اور نہایت بیباکی سے یہ کہتے ہیں کہ کہاں ہے وہ قیامت کا وعدہ جس سے تم ہم کو ڈراتے ہو اگر تم سچے ہو تو دکھلاؤ حق تعالیٰ فرماتے ہیں یہ لوگ نہیں انتظار کرتے مگر ایک سخت آواز کا جو ان کو آکر

حَتّٰٓى اِذَا مَا جَآءُوْهَا شَهِدَ عَلَيْهِمْ سَمْعُهُمْ وَاَبْصَارُهُمْ وَجُلُوْدُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ

جو اعضاء اور جوارح دنیا میں انکے مددگار تھے آج وہ خود انکے خلاف گواہی دیں گے دنیا میں زبان انکے حکم سے بولتی تھی اب آخرت میں اللہ کے حکم سے بولے گی گویائی اللہ تعالیٰ کا عطیہ ہے اسکو اختیار ہے کہ جسکو چاہے عطا کر دے جیسا کہ قرآن کریم میں منقول ہے قَالُوْٓا اَنْطَقَنَا اللّٰهُ الَّذِيْٓ اَنْطَقَ كُلَّ شَيْءٍ غرض یہ کہ قیامت کے دن کافر کی گویائی ختم کر دی جائے گی اور اسکے اعضاء اور جوارح کو گویائی عطا کر دی جائے گی تاکہ اس پر اللہ کی حجت پوری ہو جائے یہ عذاب تو آخرت میں ہوگا اور اگر ہم چاہتے تو دنیا ہی میں انکی آنکھیں پٹ کر دیتے یعنی اگر ہم چاہتے تو دنیا ہی میں انکی ظاہری آنکھیں بھی چٹ کر دیتے اور مطلق اندھا بنا دیتے تو پھر راستہ کی طرف دوڑتے کہ راستہ دیکھ پائیں لیکن پھر کہاں راستہ پا سکتے جب آنکھ ہی نہ رہی تو راستہ کہاں سے نظر آتے یعنی جس طرح دنیا میں ہم نے انکو دل کا اندھا بنا دیا کہ راہ حق انکو نظر نہیں آتی اسی طرح اگر چاہتے تو ہم دنیا میں انکو ظاہری آنکھوں کا بھی اندھا بنا دیتے۔

اور اسی طرح اگر ہم چاہتے تو ہم انہیں کی جگہ پر انکی صورتیں مسخ کر دیتے پھر وہ نہ آگے چلنے پر قادر ہوتے اور نہ پیچھے لوٹنے پر قادر ہوتے یعنی اگر ہم چاہتے تو انکے کفر اور عناد کی وجہ سے انکی آنکھوں کو مٹا دیتے یعنی انکے چہرہ کو ایک سطح تختہ بنا دیتے کہ آنکھ اور پلک کا اس میں نام و نشان نہ رہے یا انکی صورتیں بدل ڈالتے اور انسانی صورت کے عوض کسی جانور یا پتھر کی صورت میں تبدیل کر دیتے ہم اس پر قادر تھے لیکن ہم نے اپنی رحمت سے ایسا نہیں کیا یہ ہماری عنایت ہے کہ ہم نے انکو دنیا میں عطا کی کہ یہ دیکھتے اور چلتے اور پھرتے رہیں اور ہماری قدرت سے ان باتوں کو مستبعد نہ سمجھو اور دیکھو کہ جس کی عمر ہم دراز کرتے ہیں اس کو ہم بہت بوڑھا کر دیتے ہیں تو خلقت اور بناوٹ میں اسکو اندھا اور الٹا کر دیتے ہیں کہ وہ دن بدن کمزور ہوتا چلا جاتا ہے اور اسکی قوت نامیہ اور نامیرہ گھٹتی ہی جاتی ہے جتنی عمر زیادہ ہوتی جاتی ہے اتنا ضعف بڑھتا جاتا ہے کیا اپنے اس تغیر اور تبدیل کو دیکھ کر لوگ سمجھتے نہیں کہ خدا تعالیٰ تمہارے طمس اور مسخ پر بھی قادر ہے کیا ان کفار کو اتنی عقل نہیں کہ اپنی اس تدریجی معکوسی کو دیکھ کر یہ سمجھ لیں کہ ہمارے وجود کی باگ حق تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے وہ جب چاہے ہماری صورت اور ہیئت کو تبدیل کر سکتا ہے اتنا نہیں سمجھتے کہ جو صورت بنانے پر قادر ہے وہ صورت کے بدلنے پر قادر ہے۔

قدرت کا دامن تو دراز ہست　　　٭　　　کوتاہ دامن شمار نہ کن کارگاہ رحمت

غرض یہ کہ قرآن کریم اسی قسم کی حکمت اور عقل و دانائی اور نصیحت اور موعظت کی باتوں سے بھرا پڑا ہے جن کا عین حقیقت اور عین حکمت ہونا روز روشن کی طرح واضح ہے مگر کفار نابکار جب ان حکمت اور موعظت کی باتوں کو سنتے ہیں اور جواب سے عاجز ہو جاتے ہیں تو یہ

کہتے ہیں کہ یہ سب شاعرانہ خیالات اور تک بندیاں ہیں تو اللہ تعالیٰ انکی اس بات کا رد فرماتے ہیں اور نہیں سکھائی ہم نے اپنے نبی کو شاعری اور نہ وہ آپ کی طبیعت اور فطرت کے لائق اور مناسب ہے آپ کی زبان سے جو نکلتا ہے وہ سراپا حقیقت اور نصیحت اور موافقت اور حکمت اور موعظت ہوتا ہے اور شاعری کا دارومدار تکلف اور تصنع اور تخیل اور مبالغہ اور تعلی اور تفاخر پر ہوتا ہے اور نبی ان سب باتوں سے پاک اور منزہ ہوتا ہے ۔

اور نہ یہ لائق ہے اس قرآن کو شاعری سے کوئی واسطہ نہیں، نہیں ہے یہ قرآن جس کو ہم نے آپ پر نازل کیا اور جو ہم نے آپ کو سکھایا مگر خالص پند و نصیحت ہے اور وہ ایسی کتاب ہے جو دلائل واضحہ جلالت خالق اور عظمت خالق میں پڑھی جاتی ہے اور حقائق اور معارف اور احکام اور حدود کو ظاہر کرتی ہے تاکہ یہ کتاب ہدایت و حکمت اور سرچشمہ موعظت اس شخص کو ڈرا دے جو زندہ دل ہے اور حق و باطل کے فرق کو سمجھتا ہے اور کافروں اور منکروں پر جن کے دل انوار حق سے خالی ہیں اور حقیقت کے قبول سے محروم ہیں ان پر اس روشن کتاب سے خدا کی حجت پوری ہو کر قیامت کے دن وہ یہ عذر نہ کر سکیں کہ ہمیں کسی نے نہیں سمجھایا اور نہیں بتلایا ہم نے اپنی رحمت سے لوگوں کی نصیحت اور ہدایت کے لیے ایسی واضح روشن کتاب نازل کر دی جو دین اور دنیا کی نصیحتوں اور ہدایتوں پر مشتمل ہے اور ان پر اپنی حجت پوری کر دی مگر یہ نادان اس بے مثل کتاب کو کبھی شعر اور کبھی سحر اور کبھی کہانت بتلاتے ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو امّی بنایا ہے خط و کتابت سے آپ کو کوئی واسطہ نہیں تاکہ لوگوں پر اللہ کی حجت پوری ہو اور لوگ سمجھ جائیں کہ اس امّی اور ان پڑھ کی زبان فیض ترجمان سے جو حقائق و معارف کا دریا بہہ رہا ہے وہ اللہ کی جانب سے ہے بندہ کا ساختہ پرداختہ نہیں اور یہ قرآن جو اس نبی امّی پر نازل ہو رہا ہے وہ سب کے سامنے ہے کہ وہ سراسر موعظت و حکمت اور احکام ہدایت پر مشتمل ہے دین و دنیا اور آخرت کی سعادت کی کنجی ہے اسکو شعر اور سحر اور کہانت سے کیا واسطہ ہے مدت العمر آپ نے کبھی کوئی شعر نہیں بنایا آپ خود تو کیا شعر کہتے کسی کا شعر اگر آپ اپنی زبان سے پڑھتے تو وہ آپ کی زبان سے اس طرح نکلتا کہ اسکا وزن صحیح سالم نہ رہتا ۔

فائدہ اور بعض آیات قرآنیہ اور بعض کلمات نبویہ اگرچہ اوزان شعریہ پر موزون ہیں لیکن انکو شعر نہیں کہا جا سکتا اس لیے کہ انکی موزونیت اتفاقی ہے من حیث الشعریت اور بالقصد نہیں اللہ تعالیٰ کا یا انکے رسول کا مقصود اظہار علم و حکمت ہے انکو شعر کے ارادہ اور قصد سے بطور شعر نہیں لایا گیا انکی موزونیت محض اتفاقی ہے متکلم کا ہرگز یہ مقصود نہیں کہ اس کلام کی موزونیت من حیث الشعریت ہو ظاہر ہے کہ جب کہ قرآن خود اپنے شعر ہونے کی نفی کرتا ہے اور نبی کریم کے شاعر ہونے کی نفی کرتا ہے جب تک کوئی شخص قصداً موزون کہنے کا ارادہ نہ کرے وہ شاعر نہیں ہوتا اور جو کلام موزون بلا قصد زبان پر جاری ہو جائے وہ شعر شمار نہیں ہوتا شعر اور شاعری کے لیے موزونیت کا قصد

آپ ان کی باتوں سے آزردہ اور غمگین نہ ہوں ہم ان کے ظاہر و باطن کو خوب جانتے ہیں یہ بچ کر ہم سے کہاں جائیں گے۔

بے شک ہم خوب جانتے ہیں جو کچھ بغض اور عداوت یہ دل میں چھپائے ہوئے ہیں اور جو کچھ کلمات کفر و شرک زبان سے یہ ظاہر کرتے ہیں ہم سب کا بدلہ لیں گے آپ غمگین نہ ہوں ان پر لازم ہے وہ وقت جب ان سے حساب ہوگا اور انکو سزا دیگا آپ انکی خرافات پر صبر کیجئے۔

با تو گفتار تو عیاں بہر چہ گوئی دگفتی ۔ بخدا بد تو دانستے گفتار تو نہاں

أَوَلَمْ يَرَ الْإِنسَانُ أَنَّا خَلَقْنَاهُ مِن نُّطْفَةٍ فَإِذَا هُوَ

کیا دیکھا نہیں آدمی نے کہ ہم نے اس کو بنایا ایک بوند سے پھر تبھی ہو گیا

خَصِيمٌ مُّبِينٌ ﴿٧٧﴾ وَضَرَبَ لَنَا مَثَلًا وَنَسِيَ خَلْقَهُ

جھگڑنے والا بولتا اور بٹھاتا ہے ہم پر کہاوت اور بھول گیا اپنی پیدائش

قَالَ مَن يُحْيِي الْعِظَامَ وَهِيَ رَمِيمٌ ﴿٧٨﴾ قُلْ يُحْيِيهَا

کہنے لگا کون جلا دے گا ہڈیاں جب کھوکھری ہو گئیں تو کہہ ان کو جلا دے گا

الَّذِي أَنشَأَهَا أَوَّلَ مَرَّةٍ وَهُوَ بِكُلِّ خَلْقٍ عَلِيمٌ ﴿٧٩﴾

جس نے بنایا اُن کو پہلی بار اور وہ سب بنانا جانتا ہے

الَّذِي جَعَلَ لَكُم مِّنَ الشَّجَرِ الْأَخْضَرِ نَارًا فَإِذَا أَنتُم

جس نے بنا دی تم کو سبز درخت سے آگ پھر اب تم اس

مِّنْهُ تُوقِدُونَ ﴿٨٠﴾ أَوَلَيْسَ الَّذِي خَلَقَ السَّمَاوَاتِ

سے سلگاتے ہو کیا جس نے بنائے آسمان

وَالْأَرْضَ بِقَادِرٍ عَلَىٰ أَن يَخْلُقَ مِثْلَهُم بَلَىٰ وَ

اور زمین نہیں سکتا کہ بنا دے ایسے آدمی کیوں نہیں اور

ہے

هُوَ الْخَلّٰقُ الْعَلِيْمُ ﴿٨١﴾ اِنَّمَآ اَمْرُهٗٓ اِذَآ اَرَادَ شَيْـًٔا اَنْ

وہ ہے اصل بنانے والا سب جانتا اس کا حکم یہی ہے جب چاہے کسی چیز کو کہ

يَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ﴿٨٢﴾ فَسُبْحٰنَ الَّذِيْ بِيَدِهٖ

کہے اس کو کہ ہو تو وہ ہو جاوے سو پاک ہے وہ ذات جس کے ہاتھ

مَلَكُوْتُ كُلِّ شَيْءٍ وَّاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿٨٣﴾

ہے حکومت ہر چیز کی اور اسی کی طرف پھر جاؤ گے۔

منکرین حشر کا ایک شبہ یا وسوسہ اور اس کا جواب

قال اللہ تعالیٰ اَوَلَمْ يَرَ الْاِنْسَانُ اَنَّا خَلَقْنٰهُ مِنْ نُّطْفَةٍ ..... الیٰ ..... فَسُبْحٰنَ الَّذِيْ بِيَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَيْءٍ وَّاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ

ربط: گزشتہ آیات میں دلائل اور براہین سے وحدانیت کو ثابت کر دیا اور اسی ضمن میں انکار حشر کا بھی ذکر تھا اب آئندہ آیات میں ثبوت حشر و نشر پر دلائل قائم کرتے ہیں اور منکرین حشر کے ایک شبہ اور استبعاد کا جواب دیتے ہیں یہ لوگ حشر و نشر کو ناممکن اور محال اور بعید از عقل جانتے تھے اور عجیب عجیب باتیں کرتے تھے چنانچہ ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ ایک روز اُبی بن خلف یا عاص بن وائل ایک بوسیدہ ہڈی لے کر حضور پرنور کی مجلس میں حاضر ہوا جبکہ سرداران قریش بھی موجود تھے اس ہڈی کو ہاتھ میں لے کر ریزہ ریزہ کر کے اڑاتا جاتا تھا اور ہوا میں اڑاتا جاتا تھا اور یہ کہتا جاتا تھا کہ اے محمد! کیا تمہارا یہ گمان ہے کہ خدا ان متفرق ہڈیوں کو دوبارہ زندہ کرے گا آپ نے فرمایا ہاں بے شک تجھ کو مارے گا اور دوبارہ زندہ کرے گا اور پھر تجھ کو جہنم میں دھکیلے گا۔ یہ آیتیں یعنی اَوَلَمْ يَرَ الْاِنْسَانُ اَنَّا خَلَقْنٰهُ مِنْ نُّطْفَةٍ سے اخیر سورت تک اسی کے بارہ میں نازل ہوئیں جن میں اس کے اس استبعاد کا مکمل اور مفصل اور مدلل جواب دیا گیا اور ایسا کافی اور شافی جواب دیا گیا کہ جس میں کسی بلید اور عدیم الفہم کو بھی دم مارنے کی مجال نہیں جو شخص اس دلیل کو کسی فرد منصف کے سامنے پیش کرے گا تو وہ فَبُهِتَ الَّذِيْ كَفَرَ کی حالت کا تماشا دیکھے گا۔

حق جل شانہٗ نے منکرین حشر کے اس استبعاد کے جواب میں جو ارشاد فرمایا اس کا خلاصہ یہ ہے کہ جو خدا تم کو پہلی بار ایک نطفہ اور پانی کے ایک ناپاک قطرہ سے پیدا کرنے پر قادر ہے وہ دوسری بار تمہارے پیدا کرنے پر کیوں کر قادر نہیں۔

تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ نطفہ درحقیقت جسم انسانی کے مختلف اور متفرق اجزاء کا مجموعہ ہے اور انسان کے اعضاء متفرقہ کا خلاصہ اور لب لباب ہے اس ایک قطرۂ آب نطفہ میں سر اور آنکھ اور کان اور ہاتھ اور کمر اور ٹانگوں اور پیروں کے تمام اجزاء لطیفہ جمع ہیں اور یہ تمام اجزاء لطیفہ اجزاء ارضیہ سے مستخرج شدہ ہیں اس لیے کہ منی کے تمام اجزاء دراصل غذاء سے پیدا شدہ ہیں جو غذائے عظیم و تدریجی پہلی بار جسم کے ان اجزاء متفرقہ سے انسان کو پیدا کر سکتا ہے وہ مرنے کے بعد گلی اور سڑی ہڈیوں کے متفرق ریزوں کو جمع کر کے آدمی کو دوبارہ بھی زندہ کر سکتا ہے پہلی بار پیدا کرنا اور دوسری بار پیدا کرنا خدا کی قدرت کے اعتبار سے سب برابر ہے دوسرا جواب اللہ تعالیٰ نے اس استبعاد کا یہ دیا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے سرسبز درخت سے آگ نکالی پس جو خدا سبز درخت سے آگ نکال سکتا ہے اور ایک ضد سے دوسری ضد پیدا کر سکتا ہے اور جو بار اول انسان کو نطفہ جیسی ناچیز منی سے پیدا کر سکتا ہے وہ دوسری بار انسان کو گلی سڑی ہڈیوں سے بھی پیدا کر سکتا ہے اور پھر اَوَلَیْسَ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ سے استبعاد کا تیسرا جواب دیا خاص جہت کے بعد ایک عام جہت ذکر فرمائی کہ وہ خدا جس کی قدرت کا یہ عالم ہے کہ اس نے آسمان و زمین جیسی باعظمت مخلوق کو پیدا کیا وہ کیوں ایک انسان کو مرنے کے بعد دوبارہ پیدا کرنے پر قادر نہ ہوگا اسکی قدرت کا تو یہ عالم ہے کہ وہ جس چیز کو پیدا کرنا چاہے تو اس کا صرف یہ کہنا کافی ہے کہ ہو جا وہ چیز فوراً ہو جاتی ہے ہر چیز اسکے قبضۂ قدرت میں ہے اسی طرح مرنے کے بعد دوبارہ پیدا کرنا بھی اسکی قدرت میں ہے اس جواب کے بعد انکی قدرت کے آثار عجیبہ کو ذکر کیا اور اسی مضمون پر سورت کو ختم کیا۔

فائدہ جلیلہ دربارۂ معاد جسمانی

ناظرین کرام ان آیات کی تفسیر کو غور و فکر سے پڑھیں جن سے معلوم ہو جائے گا کہ قرآن اور حدیث میں جس معاد اور حشر کی خبر دی گئی ہے وہ حشر جسمانی ہے اس جسم انسانی کی بوسیدہ ہڈیاں دوبارہ زندہ کی جائیں گی اور روح کا دوبارہ تعلق انہی اجزاء ترابیہ کے ساتھ ہوگا جن سے دنیاوی جسم مرکب ہے اور اسی بدن عنصری کے ساتھ علیٰ وجہ الکمال والتمام انسان دوبارہ زندہ کیا جائیگا اور حشر کے بعد جو جسم عطا ہوگا وہ ہو بہو پہلے جسم کے برابر اور مشابہ ہوگا جو اسکو دنیا میں حاصل تھا اور اسی حشر جسمانی پر تمام انبیاء و مرسلین کا تمام صحابہ و تابعین کا اور تمام اہل سنت والجماعت کا اجماع ہے صرف فلاسفہ معاد جسمانی کے منکر ہیں اور معاد روحانی کے قائل ہیں اور فلاسفہ جو معاد جسمانی کے منکر ہیں انکا انکار اس بات پر مبنی ہے کہ انکے نزدیک اعادۂ معدوم محال ہے جس پر فلاسفہ آج تک کوئی دلیل قائم نہیں کر سکے تفصیل کیلئے روح المعانی دیکھیں علامہ آلوسیؒ نے اس مقام پر معاد جسمانی اور روحانی کے متعلق مفصل کلام کیا ہے۔

کیا انسان نے یہ نہیں دیکھا اور نہیں جانا کہ ہم نے اسکو ایک بوند سے پیدا کیا کہ جو بظاہر ایک

سب روحانی چیز ہے اور اس میں ہوش و حواس اور اعضاء اور جوارح کچھ بھی نظر نہیں آتے لیکن جب وہ قدرت الٰہی سے پیدا اور زندہ ہوگیا حالانکہ وہ اس سے پہلے کچھ بھی نہ تھا تو بڑا جھگڑالو ظاہر ہوا کہ کمال بے ادبی اور نہایت حماقت اور بے وقوفی سے ہماری قدرت میں جھگڑنے لگا اور ہمارے لئے ایک مثال بیان کرنے لگا اور اپنی پیدائش کو بھول گیا اور ایک بوسیدہ ہڈی کو ہاتھ میں لے کر کہنے لگا کہ ان بوسیدہ اور گلی سڑی ہڈیوں کو کون زندہ کرے گا جیسے اُبی بن خلف یا عاص بن وائل یا دونوں جو بعث اور حشر کے منکر تھے وہ یہی کہتے تھے ۔

اے ہمارے نبی آپ اس سے کہہ دیجئے کہ ان ہڈیوں کو وہی زندہ کرے گا جس نے اپنی قدرت کاملہ سے انکو اول مرتبہ پیدا کیا اور وہ ہر مخلوق کو اور ہر قسم کی پیدائش کو تفصیل کے ساتھ خوب جانتا ہے کوئی مخلوق اپنی پیدائش سے اتنی آگاہ نہیں جتنا کہ خالق اپنی مخلوق اور اسکی پیدائش سے آگاہ ہے اس کو ذرہ ذرہ کی کنہ و حقیقت کا کمال علم حاصل ہے اور ذرہ ذرہ اسکے قبضۂ قدرت میں مسخر ہے جو ذرہ ہوا میں اڑتا پھرتا ہے وہ بھی اسی کے قبضۂ قدرت میں مسخر ہے وہ جب چاہے ان ہوا کے ذرات کو جمع کرکے زندہ کرسکتا ہے اور یہ تمام ذرات جو ہوا میں اور فضاء میں پراگندہ ہیں وہ سب اسکو تفصیل کے ساتھ معلوم ہیں وہ ہر شخص کے اجزاء کو متفرق اور پراگندہ ہونے کی حالت میں خوب جانتا اور پہچانتا ہے وہ ان اجزاء کے جمع کرنے اور اکٹھا کرنے اور ملانے پر خوب قادر ہے جس طرح وہ ان اجزاء کے متفرق کرنے پر قادر ہے اسی طرح وہ انکے جمع کرنے پر بھی قادر ہے آخر کیا یہ نطفہ انسان کے متفرق اجزاء کا مجموعہ نہیں جس سے یہ انسان پیدا ہوا ہے ۔

بوسیدہ ہڈیوں کو دوبارہ زندہ کردینا اتنا عجیب نہیں جتنا کہ انسان کے جسم میں سے اجزاء بسیطہ کو ایک نطفہ کی شکل میں نکال کر انسان کو پیدا کرنا عجیب و غریب ہے یہ نادان انسان اپنی اصل خلقت کو بھول گیا کہ اللہ تعالیٰ نے کس طرح اسکے تمام بدن سے ذرات بسیط اور اجزاء لا تتجزیٰ کو نطفہ کی شکل میں جمع کیا اس نطفہ میں تمام جسم کے اجزاء لا تتجزیٰ جمع ہیں اس نطفہ میں آنکھ اور کان اور منہ اور ہاتھ اور پیر اور گوشت پوست اور ہڈیاں سب جمع ہیں اور سب اللہ کے علم میں ہیں جس طرح ایک تخم میں درخت کی تمام شاخیں اور پتے اور پھول اور پھل ذرات بسیطہ و لا تتجزیٰ کی شکل میں اجمالاً موجود ہوتے ہیں۔

اسی طرح سمجھو کہ تمام اعضاء انسانی کے ذرات بسیطہ اور اجزاء لا تتجزیٰ اجمالاً نطفہ میں جمع ہوتے ہیں یہ ناپاک اور گندہ قطرہ جب رحم میں داخل ہوجاتا ہے تو چند ماہ میں اس سے اُبی بن خلف اور عاص بن وائل جیسا جھگڑالو انسان پیدا ہوتا ہے اور ایک بوسیدہ ہڈی کو ہاتھ میں لے کر اتراتا ہے اور خداوند قدیر کے بارے میں ایک مثال بیان کرتا ہے اور اس وقت اسکی عقل ایسی بوسیدہ اور پراگندہ ہو جاتی ہے کہ اپنی پیدائش کو بھول جاتا ہے کہ خدا نے مجھ کو کس طرح پیدا کیا ہے ۔

جس ذات نے اسکو پہلی بار نطفہ سے (یعنی جسم کے اجزاء متفرقہ سے) بنایا اور پہلی بار اسکو پیدا کیا ہے

پس وہ ذات پاک دوسری بار بھی انکے اجزاء متفرقہ کو جمع کرکے زندہ کرنے پر قادر ہے انسان جس طرح اپنا اشیاء معلومہ اور مصنوعہ کے اجزاء متفرقہ کے جمع اور تفریق پر قادر ہے تو اس پوسیدہ عقل والے کو خدا تعالیٰ کی جمع و تفریق میں کیوں شبہ لاحق ہوا وَهُوَ بِكُلِّ خَلْقٍ عَلِيمٌ خدا تعالیٰ پر کوئی شے پوشیدہ نہیں وہ اپنی مخلوقات کی حقیقت اور کیفیت سے پورا پورا باخبر ہے بخلاف بندہ کے کہ اسکو اپنی مصنوعات کا بھی پورا علم نہیں ہوتا بندہ کا علم اور اسکی قدرت ناقص اور عارضی ہے اور خدا تعالیٰ کا علم اور اسکی قدرت ازلی اور ابدی ہے وہ اپنی ہر مخلوق کو اجمالاً اور تفصیلاً خوب جانتا ہے اسکی قدرت کے اعتبار سے پہلی بار پیدا کرنا اور دوسری بار پیدا کرنا سب برابر ہے۔

دوسرا جواب

اور خدائے قادر وہ خدا ہے کہ جس نے تمہارے لیے سرسبز اور ہرے بھرے درخت سے آگ پیدا کی پس تم اس درخت سے آگ جلاتے ہو اس درخت سے مرخ اور عفار کا درخت مراد ہے جو سرزمین حجاز میں پیدا ہوتا ہے وہاں جب کسی کو آگ نہیں ملتی تو وہ ان درختوں کے پاس آکر انکی دو شاخیں لے کر آپس میں رگڑتا ہے تو اس سے آگ پیدا ہوتی ہے جیسے چقماق کے پتھر سے آگ نکالی جاتی ہے اسی طرح اس سرسبز درخت سے آگ نکالی جاتی ہے حالانکہ آگ اور پانی ایک دوسرے کی ضد ہیں خدا کی قدرت کا کرشمہ ہے کہ مرخ اور عفار کی دو سرسبز ٹہنیاں جن سے پانی ٹپکتا ہو آپس میں رگڑنے سے ان میں سے آگ نکل پڑتی ہے پس جو خدا ایک سرسبز درخت سے آگ نکالنے پر قادر ہے تو جو چیز پہلے زندہ اور ترو تازہ اور پھر خشک ہوگئی اس کو دوبارہ حسب سابق طراوت اور تازگی پر لانے پر کیوں قادر نہیں۔

تیسرا جواب

أَوَلَيْسَ الَّذِي خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ بِقَادِرٍ عَلَىٰ أَنْ يَخْلُقَ مِثْلَهُمْ

کیا وہ ذات جس نے آسمان و زمین جیسے اجسام عظیمہ پیدا کیے وہ اس پر قادر نہیں کہ وہ ان جیسے پانچ سات فٹ کے انسان کو دوبارہ پیدا کر دے کیا جس خدا نے اتنے بڑے بڑے اجسام آسمان اور زمین بنائے کیا وہ مشت خاک کے دوبارہ بنانے پر قادر نہیں حالانکہ آسمان و زمین اتنے بڑے ہیں کہ روئے زمین کے اربہا ارب انسان خدا کی پیدا کردہ زمین پر ایسے معلوم ہوتے ہیں جیسے کسی بڑے میدان میں چند دانے پڑے ہوں اگر روئے زمین کے درختوں کے پتے اور کیڑے اور مکوڑے اور حیوانات اور سمندر کی مچھلیاں اور بیابانوں کے ذرات کو جمع کیا جائے تو روئے زمین کے اربہا ارب انسانوں کو ان سے وہ نسبت بھی نہ ہوگی جو ایک کو ایک

اور سب سے آخر یہ کہ جو خدا اس عظیم الشان کائنات کا پیدا کرنے والا ہے اس کے لئے زمین کے انسانوں کا دوبارہ پیدا کرنا کیا مشکل ہے بالیٰ کیوں نہیں وہ بلاشبہ دوبارہ پیدا کرنے پر قادر ہے اور کیوں نہ ہو وہ تو تمام کائنات کا پیدا کرنے والا ہے اور ہر چیز کی حقیقت اور کنہ کو جاننے والا ہے، ایسے انسان کا دوبارہ پیدا کرنا کیا مشکل ہے جس کی شان یہ ہے کہ وہ جب کسی چیز کا عدم سے نکال کر وجود میں لانے کا ارادہ کرتا ہے تو اسکو کسی آلہ اور مدد کی ضرورت نہیں بلکہ جو چیز اسکے علم میں ہے اس سے یہ کہہ دیتا ہے کہ ہو جا سو وہ چیز فوراً ہو جاتی ہے اس لئے کسی چیز کا پیدا کرنا کوئی مشکل نہیں اسکی ایجاد اور تخلیق کیلئے صرف اس کا ارادہ اور مشیت کافی ہے پس تم کو چاہئیے کہ اپنی بے ہودہ عقل کو چھوڑو اور اس کی قدرت کاملہ پر ایمان لاؤ اور اس ذات کی تسبیح و تقدیس کرو جس کے قبضۂ قدرت میں ہر چیز کی بادشاہی اور ملکیت ہے اور اسکے ملکوت میں کوئی اس کا شریک اور سہیم نہیں اور یقین رکھو کہ تم سب اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے اگرچہ تم اس وقت دوبارہ زندگی کا انکار کرو مگر جانا تم کو اسی کے پاس ہے جس نے تم کو پہلی بار پیدا کیا تھا دوبارہ زندہ ہو کر اس کے سامنے پیش ہونا ہے اس وقت تم کو اپنے کفر اور انکار کی سزا ملے گی۔ یہ آیتیں ابی بن خلف کے بارہ میں یا عاص بن وائل کے بارہ میں یا دونوں کے حق میں نازل ہوئیں جو کچھ بھی ہو آیات مذکورہ اپنے عموم کے اعتبار سے تمام دنیا کے ہر منکر بعث کا جواب ہیں۔

خلاصۂ کلام یہ کہ ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے منکرین بعث و حشر کے ایک استبعاد اور وسوسہ کا جواب دیا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کا علم اور قدرت ہر ہر ذرہ کو محیط ہے جس نے اپنی قدرت کاملہ سے انسان کو پہلی بار وجود عطا کیا اور زندگی بخشی اور جب تک چاہا اسکو زندہ رکھا اسی طرح مرنے کے بعد جب چاہے گا اسکو زندہ کرے گا اس لئے کہ وہ اسکے ہر ہر ذرہ کو خوب جانتا ہے جہاں وہ متفرق پڑا ہے۔

حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کہتے سنا کہ گذشتہ امتوں میں سے ایک شخص پر موت آئی جو بدعمل تھا اس نے اپنے اہل و عیال کو جمع کرکے وصیت کی کہ جب میں مر جاؤں تو لکڑیوں کا ایک بڑا انبار جمع کرنا اور پھر اس میں آگ لگانا جب آگ خوب تیز ہو جائے تو مجھ کو اس میں ڈال کر جلا دینا یہاں تک کہ جب میرا گوشت پوست سب کوئلہ ہو جائے تو اسکو باریک پیس کر آدھا خشکی میں اور آدھا سمندر میں اڑا دینا اسکے اہل و عیال نے حسب وصیت اس کی راکھ کو ہوا میں اڑا دیا اللہ تعالیٰ نے بحر و بر کو حکم دیا کہ اس کی راکھ کے ذرات کو جہاں جہاں ہوں جمع کرکے حاضر کریں جب وہ تمام ذرات جمع ہو گئے تو اللہ نے انکو زندہ ہو جانے کا حکم دیا اس طرح سے وہ شخص دوبارہ زندہ ہو کر موجود ہو گیا اللہ عزوجل نے اس سے پوچھا کہ یہ حرکت تو نے کیوں کی اس نے عرض کیا کہ اے پروردگار میں نے یہ حرکت تیرے خوف کی وجہ سے کی اور تو اندرونی حال کو خوب جانتا ہے اللہ تعالیٰ نے اسکو بخش دیا (رواہ احمد والبخاری ومسلم وغیرہم)

قطرۂ کو در ہوا شد یا کہ ریخت ✽ از خزینہ قدرت تو کے گریخت

گر در آید در عدم یا صد عدم ✽ چوں بخواہد آورد زاں سر قدم

غرض یہ کہ خدا تعالیٰ نے جس کو عقل سلیم دی ہے وہ خوب جانتا ہے کہ حق تعالیٰ ہزار بار پیدا کرنے اور ہزار بار موت دینے اور ہزار بار زندہ کرنے پر قادر ہے اور یہ امر خدا کی قدرت کاملہ کے اعتبار سے نہ محال ہے اور نہ بعید ہے۔

الحمد للہ کہ آج شب یکشنبہ میں بعد نماز عشاء بتاریخ دوم ذی الحجۃ الحرام ۱۳۹۱ھ کو سورۂ یٰسین کی تفسیر سے فراغت ہوئی والحمد للہ اولاً وآخراً ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم وتب علینا انک انت التواب الرحیم ویا رب یسر لی اتمام تفسیر بقیۃ القرآن الکریم فانک انت المیسر لکل عسیر وعلی ما تشاء قدیر وبالاجابۃ جدیر۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تفسیر سورۃ الصافات

سورۂ صافات بالاتفاق مکی ہے اس میں ایک سو بیاسی آیتیں اور پانچ رکوع ہیں۔

ربط سورت: گذشتہ سورت میں زیادہ تر تین مضمون تھے توحید و رسالت اور قیامت، جس سورت کا آغاز مضمون رسالت سے فرمایا اور اس سورت کا آغاز توحید کے مضمون سے فرمایا اس سورت میں بھی انہیں مضامین کا بیان ہے دونوں سورتوں کے مضامین ملتے جلتے ہیں چند دونوں سورتوں میں مناسبت ظاہر ہے پہلی سورت میں مبدأ اور معاد کی تحقیق زیادہ تھی اور اس سورت میں توحید و رسالت کی تحقیق زیادہ ہے۔

نیز مشرکین بت پرستی کرتے تھے اور توحید کے منکر تھے اور ستاروں کی تاثیر کے قائل تھے کہ وہ قضاء وقدر میں شریک ہیں اس لیے انکی پرستش کرتے تھے اور جنوں اور شیاطین کے متعلق یہ عقیدہ تھا کہ یہ آسمان پر جا کر کچھ اوپر کی خبریں لا کر لوگوں کو دیتے ہیں اور کاہنوں کے بھی بڑے معتقد تھے اور قیامت کے منکر تھے اس سورت میں مشرکین کی ان تمام اقوال کا دلائل اور براہین سے رد ہے۔

آیاتہا ۱۸۲ ۳۷ سورۃ الصّٰفّٰت مکیۃ ۵۶ رکوعاتہا ۵

سورۂ صافات باتفاق مکی ہے اس میں ایک سو بیاسی آیتیں اور پانچ رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بیحد مہربان نہایت رحم والا ہے

وَالصّٰٓفّٰتِ صَفًّا ۝۱ فَالزّٰجِرٰتِ زَجْرًا ۝۲ فَالتّٰلِيٰتِ ذِكْرًا ۝۳ اِنَّ اِلٰهَكُمْ لَوَاحِدٌ ۝۴ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا وَرَبُّ الْمَشَارِقِ ۝۵ اِنَّا زَيَّنَّا السَّمَاۗءَ الدُّنْيَا بِزِيْنَةِۨ الْكَوَاكِبِ ۝۶ وَحِفْظًا مِّنْ كُلِّ شَيْطٰنٍ مَّارِدٍ ۝۷ لَا يَسَّمَّعُوْنَ اِلَى الْمَلَاِ الْاَعْلٰى وَيُقْذَفُوْنَ مِنْ كُلِّ جَانِبٍ ۝۸ دُحُوْرًا وَّلَهُمْ عَذَابٌ وَّاصِبٌ ۝۹ اِلَّا مَنْ خَطِفَ الْخَطْفَةَ فَاَتْبَعَهٗ شِهَابٌ ثَاقِبٌ ۝۱۰

قسم صف باندھنے والوں کی قطار ہو کر پھر ڈانٹنے والوں کی جھڑک کر پھر پڑھنے والوں کی یاد کر بے شک حاکم تمہارا ایک ہے رب آسمانوں کا اور زمین کا اور جو ان کے بیچ ہے اور رب مشرقوں کا ہم نے رونق دی ورلے آسمان کو ایک رونق جو تارے ہیں اور بچاؤ بنایا ہر شیطان سرکش سے سن نہیں سکتے اوپر کی مجلس تک اور پھینکے جاتے ہیں ہر طرف سے ان کے بھگانے کو اور ان کے لئے مار ہے ہمیشہ کی مگر جو کوئی اچک لایا جھپٹ کر پھر پیچھے لگا اس کے انگارا چمکتا

سیقت

اثبات توحید و منکرین حشر کی تردید اور تہدید و وعید

قال اللہ تعالیٰ وَالصّٰفّٰتِ صَفًّا ۔۔۔۔ الیٰ ۔۔۔۔ فَاَتْبَعَهٗ شِهَابٌ ثَاقِبٌ

قسم ہے ان فرشتوں کی جو بارگاہ الوہیت اور مقام عبودیت میں اپنے اپنے مقام پر ادب سے صف باندھ کر کھڑے ہوتے ہیں اور حکم الٰہی کے منتظر رہتے ہیں اور اس کھڑے ہونے میں آداب عبودیت کا پورا پورا لحاظ رکھتے ہیں جیسے دنیا میں اہل دنیا عبادت میں خدا کے سامنے صف باندھ کر کھڑے ہوتے ہیں جیسا کہ اسی سورت میں آگے آنے والا ہے وَّاِنَّا لَنَحْنُ الصَّآفُّوْنَ

پس جس طرح ہم صف باندھ کر اللہ کے سامنے کھڑے ہوتے ہیں اسی طرح فرشتے قطار باندھ کر اللہ کا حکم سننے کے انتظار میں صف بستہ کھڑے ہوتے ہیں یا یہ معنی ہیں کہ فرشتے بوقت عبودیت اللہ کے سامنے صف باندھ کر کھڑے ہوتے ہیں اور مل کر کھڑے ہوتے ہیں جیسے نمازی نماز میں اور مجاہدین جہاد میں صف باندھ کر کھڑے ہوتے ہیں۔

اور قسم ہے ان فرشتوں کی جو اللہ کے حکم سے اجرام علویہ اور سفلیہ کی تدبیر پر مامور ہیں وہ ان شیاطین کو ڈانٹ کر ہنکاتے اور ہٹاتے ہیں جو اوپر جا کر چوری چھپے سے اللہ کی باتیں اور آسمان کی خبریں سننا چاہتے ہیں کہ ملأ اعلیٰ اور آسمانوں میں فرشتوں کی جو باتیں ہو رہی ہیں ان میں کوئی بات سن کر کاہنوں کے کانوں میں اس کا القاء کریں کہ آسمانوں میں یہ باتیں ہو رہی ہیں جیسا کہ اسی آیت میں آگے آنے والا ہے وَیُقْذَفُوْنَ مِنْ کُلِّ جَانِبٍ دُحُوْرًا ان کلمات سے ان بے ادب کافروں کا رد مقصود ہے کہ جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی نسبت یہ خیال کرتے تھے کہ کوئی شیطان آپ کے پاس آکر آپ کو غیب کی خبریں سنا جاتا ہے ایسے اباطیل کی طرف اشارہ فرمایا کہ وہاں تک شیطانوں کی رسائی نہیں عالم بالا کی خبریں انکو حاصل نہیں ہو سکتیں اگر کوئی شیطان ملأ اعلیٰ کی طرف جانے کا قصد کرتا ہے تو وہ ایک آتشیں شعلہ سے مار بھگا دیا جاتا ہے یا یہ معنی ہیں کہ قسم ہے ان فرشتوں کی جو بادلوں کو ہنکاتے ہیں اور جس زمین پر بارش کا حکم ہوتا ہے وہاں انکو لے جاتے ہیں یا یہ معنی ہیں کہ قسم ہے ان فرشتوں کی کہ جو جنات اور شیاطین کو بنی آدم کے ایذاء اور تکلیف پہنچانے سے ڈانٹتے اور روکتے ہیں یا یہ معنی ہیں کہ قسم ہے ان فرشتوں کی جو شیاطین کو الہامات فاسدہ کے القاء سے روکتے ہیں اور قسم ہے ان فرشتوں کی جو ذکر الٰہی کی تلاوت کرتے ہیں اور لیل و نہار اللہ کی تسبیح و تقدیس میں اور اسکی یاد میں لگے رہتے ہیں جیسا کہ اسی سورت میں آنے والا ہے وَّاِنَّا لَنَحْنُ الْمُسَبِّحُوْنَ یا یہ معنی ہیں کہ قسم ہے ان فرشتوں کی جو اللہ کا حکم سننے کے منتظر رہتے ہیں پھر جب وہ حکم اوپر سے اتر جاتا ہے تو ایک دوسرے کو پڑھ کر سناتے ہیں۔

یا یہ معنی ہیں کہ قسم ہے ان فرشتوں کی جو انبیاء کرام پر نازل ہوتے ہیں اور کلمات الٰہیہ کی ان

یہ تلاوت کرتے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اور عبداللہ بن عباسؓ اور مسروقؒ اور سعید بن جبیرؒ اور عکرمہؒ اور مجاہدؒ
اور قتادہؒ اور سدیؒ اور ربیع بن انسؒ وغیرہ سے یہی قول ہے کہ ان آیات میں صافات اور زاجرات اور تالیات
سے ملائکہ کی اقسام مراد ہیں جو مقام عبودیت میں تعمیل حکم کے لئے صف بستہ کھڑے رہتے ہیں اور بادلوں
کو ڈانٹ کر چلاتے ہیں اور خدا کا ذکر کرتے ہیں۔

غرض یہ کہ ان قسموں سے خواہ فرشتے مراد ہوں یا عبادت گزار انسان مراد ہوں یا غازی اور مجاہدین
مراد ہوں جو جہاد میں گھوڑوں کو ہنکاتے ہیں یا دو میدان جہاد میں صف بستہ ہو کر کافروں کا مقابلہ کرتے ہیں
اور پھر گھوڑوں کو للکار کر اور ہنکا کر دشمن پر حملہ کرتے ہیں اور اس حالت میں وہ اللہ کے ذکر سے غافل
نہیں یا علماء ربانیین مراد ہوں جو وعظ و نصیحت کے ذریعہ لوگوں کو اللہ کی معصیت سے زجر اور توبیخ
کرتے ہیں اور احکام الٰہی کی ان پر تلاوت کرتے ہیں اور یاد الٰہی سے غافل نہیں رہتے اور ان کے علاوہ
اور بھی اقوال ہیں یہ الفاظ اپنے عموم کی وجہ سے ان تمام معانی کو محتمل ہیں اور یہ تمام چیزیں قابل قسم ہیں
کہ اللہ کے نزدیک باعظمت اور باتوقیر ہیں اور آیات قدرت میں سے ہیں بہر حال جو بھی مراد ہو اللہ تعالیٰ ان
قسموں کے بعد ارشاد فرماتے ہیں۔

بے شک تمہارا معبود اپنی ذات و صفات میں اور اپنے افعال میں ایک ہے یعنی یکتا
اور یگانہ ہے ان تین قسموں کے بعد قسم کھا کر اپنی توحید الوہیت کو بیان فرمایا اب آئندہ آیت میں
اپنی توحید ربوبیت کو بیان کرتے ہیں مطلب یہ ہے کہ آسمان و زمین کے تمام فرشتے اس بات
کی گواہی دیتے ہیں کہ الٰہ معبود برحق ایک ہے اور وہی آسمان و زمین کا خالق ہے اور وہی سارے
عالم میں متصرف ہے جس کی دلیل یہ ہے کہ وہ رب السموات والارض ہے اور تمام کواکب اور سیارات
سب اس کے حکم کے مطابق مسخر ہیں جیسا چاہتے ہیں وہی رب ہے آسمانوں کا اور زمین کا اور ان کے درمیان
تمام چیزوں کا اور وہی رب ہے تمام مشرقوں کا آفتاب اور ماہتاب اور جو کوکب ہر روز جس
مشرق سے بھی طلوع کرتا ہے وہ اسی کے حکم سے طلوع کرتا ہے۔

نکتہ مشارق کا ذکر کیا اور فقط اسی کے ذکر پر اکتفا کیا اور مغارب کا ذکر نہ کیا اس لئے کہ دو
ضدوں میں سے ایک ضد کا ذکر دوسری ضد کی طرف اشارہ ہوتا ہے جیسے سَرَابِیْلَ
تَقِیْکُمُ الْحَرَّ میں فقط حر کا ذکر کیا اور مراد حر اور برد دونوں ہیں۔
یا یہ وجہ ہے کہ اس لفظ سے کواکب پرستوں کے رد کی طرف اشارہ ہے جو کواکب کی الوہیت کے
قائل تھے سو کسی کی الوہیت پر قوی تر احتمال ان کے طلوع اور ظہور ہیت سے ہو سکتا ہے مگر غروب
سے ثابت ہے کہ غروب ہونے والی ذات ناقص ہے جیسا کہ ابراہیم علیہ السلام کے قصہ میں
گزرا فَلَمَّا اَفَلَ قَالَ لَآ اُحِبُّ الْاٰفِلِیْنَ اور غروب ایک قسم کی ذلت اور پستی اور زوال ہے
غروب کی علامت ہے کہ کواکب کی الوہیت کا قائل ہونا کوئی امکان نہیں اس لئے مغارب کا ذکر نہیں کیا

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے ان چیزوں کی قسم کھا کر اپنی توحید کو بیان فرمایا قرآن کریم میں جا بجا اس قسم کی قسمیں جواب قسم کی تاکید اور اہتمام کیلئے لائی گئی ہیں اور عموماً جس چیز کی قسم لائی گئی ہے وہ درحقیقت جواب قسم کی دلیل ہے اسلئے کہ فرشتوں کا مقام عبودیت میں صف بستہ کھڑا ہونا اور آسمانوں کا پہرہ دار بننا اور ہر وقت اللہ کی تسبیح وتقدیس میں لگے رہنا یہ سب اس بات کی دلیل ہے کہ اللہ ایک ہے جسکی تعظیم میں یہ فرشتے صف بستہ اور اسکی اطاعت اور عبودیت میں سرگرم اور اسکی قدرت اور عظمت اور جلال کے سامنے دست بستہ ہیں معلوم ہوا کہ فرشتوں میں الوہیت کی صلاحیت نہیں بہر حال آسمانوں اور زمین کی کوئی چیز رب نہیں۔

اب آئندہ آیات میں دلائل قدرت اور براہین الوہیت کا نمونہ بیان فرماتے ہیں تحقیق ہم نے آسمان دنیا کو جو انکے سروں سے بہت قریب ہے ستاروں کے ذریعہ زینت بخشی جو ہماری قدرت کا عجیب منظر ہے کہ انکے سروں پر آسمان سائبان اور چھت کی طرح بارونق اور مزین ہے ہم نے اپنی قدرت اور حکمت سے آسمان کو پیدا کیا اور ہم ہی نے ستاروں کے ذریعہ ان سے نزدیک تر آسمان کو آراستہ کیا یہ چیزیں خود بخود نہیں ہو گئیں مطلب یہ ہے کہ یہ کواکب آسمان دنیا کی آرائش اور زینت ہیں اور ہم نے ان ستاروں کے ذریعہ آسمان کو ہر شیطان سرکش کی رسائی سے محفوظ کر دیا کہ کسی شیطان کی وہاں تک رسائی نہ ہو سکے شیاطین میں یہ طاقت نہیں کہ ملأ اعلیٰ تک یعنی فرشتوں کی مجلس اعلیٰ تک رسائی پا سکیں اور انکی باتوں کو سن سکیں یعنی شیاطین میں یہ طاقت نہیں کہ وہ اوپر جا کر کان لگا کر ملأ اعلیٰ کی باتوں کو سن سکیں کواکب کے ذریعہ ہم نے آسمانوں کو شیاطین کی رسائی سے محفوظ کر دیا ہے بہر حال مقصود یہ ہے کہ ستارے رب نہیں اور نہ الوہیت میں شریک ہیں اور نہ تغیرات عالم میں مؤثر ہیں۔

اور اگر شیاطین اوپر جانے کی کوشش کرتے ہیں تو وہیں سے بھگانے اور دھتکارنے کیلئے ہر طرف سے مارے جاتے ہیں تو وہاں بیٹھنے کی گنجائش نہیں پاتے اور فرشتے دھکے دے کر انکو بھگا دیتے ہیں اور شیاطین کے لیے اس دنیوی عذاب کے علاوہ ایک اخروی عذاب ہے جو انکو لازم ہوگا اور وہ کبھی ان سے منقطع نہ ہوگا۔

غرض یہ کہ کسی شیطان کی یہ مجال نہیں کہ ملأ اعلیٰ تک پہنچ کر اور وہاں بیٹھ کر ان احکام کو سن سکے جو تدبیر عالم کے متعلق جاری ہوتے ہیں مگر یہ کہ کسی وقت کوئی شیطان چوری چھپے سے کوئی بات اچک کرلے جاتے اور سن کر وہاں سے بھاگے تو ایک روشن شعلہ اسکے پیچھے لگ لیتا ہے جس سے وہ کبھی مارا جاتا ہے اور کبھی بچ جاتا ہے اور بچنے والے کو وہ خبر پہنچا دیتا ہے اور جو کچھ بھی ہوتا ہے وہ سب اللہ کی مشیت سے ہوتا ہے ان آیات سے مقصود اللہ کی کمال عظمت وقدرت کو بیان کرنا ہے کہ ہم نے آسمان دنیا کو کواکب سے مزین اور آراستہ کیا اور انہی کواکب کو آسمان تک شیاطین کی رسائی سے حفاظت کا ذریعہ بنایا اور ہر طرف سے دحم کا مطلب یہ ہے کہ شیاطین جس طرف سے

بھی جانتے ہیں قرآن پیدا علم ہوتا ہے اور استدلال پر قادر نہیں مگر شاذ و نادر کبھی کوئی بات سن اڑتے ہیں اور اسکو جادوگروں اور کاہنوں پر القا کرتے ہیں وہ اس میں سو جھوٹی باتیں ملا کر مشہور کرتے ہیں۔

قرآن کریم میں متعدد جگہ اس بات کا ذکر آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان دنیا کو کواکب و نجوم کے ذریعہ زینت بخشی اور انکو سرکش شیطانوں سے حفاظت کا ذریعہ بنایا کہ شیاطین آسمانوں تک نہ پہنچ سکیں اور اگر کسی وقت کوشش کر کے آسمان کے قریب پہنچ بھی جائیں تو ستاروں سے ہلاک کر دیئے جائیں۔ مطلب یہ ہے کہ ستاروں کے پیدا کرنے میں دو فائدے ہیں ایک تو یہ کہ آسمان دنیا کی زینت بنیں اور دنیا والوں کو جگمگاتی ہوئی قندیلیں دکھائیں دیکھنے والوں کو ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے نیلگوں چھت پر بہت سے انوار و جواہر چمک رہے ہیں جس سے آسمان نہایت خوبصورت اور پر رونق نظر آتا ہے دوسرا فائدہ کواکب کا یہ ہے کہ سرکش شیاطین سے آسمان کی حفاظت ہو جاتی ہے کہ شیاطین وہاں پہنچ کر کوئی خبر نہ سن سکیں جس کی تفصیل سورۂ حجر کی تفسیر میں گذر چکی ہے۔

علماء اسلام میں مشہور قول یہ ہے کہ ستارے آسمان میں گڑے ہوئے ہیں اور بعض علماء اسلام یہ کہتے ہیں کہ ستارے آسمان و زمین کے مابین معلق ہیں اور بعض علماء کا قول یہ ہے کہ [illegible] آسمان دنیا سے نیچے ہیں ان علماء کے نزدیک آسمان دنیا کے لیے آفتاب و ماہتاب کی زینت ہونے کے معنی یہ ہیں کہ دیکھنے والوں کو آسمان دنیا ہی کی زینت دکھائی دیتی ہے اگرچہ وہ آسمان سے نیچے ہیں اور فلاسفہ متاخرین کہتے ہیں کہ کواکب فضاء میں قوت جاذبہ کے تعلق پر قائم ہیں نہ کہ آسمان میں گڑے ہوئے ہیں [illegible] بہرحال اگر کسی دلیل قطعی سے یہ امر ثابت ہو جائے کہ کواکب فضاء ہی میں معلق ہیں تو [illegible] کہ اللہ تعالیٰ نے کواکب کو آسمان دنیا کی زینت بنایا ہے اسکے یہ معنی بیان کیے جائیں گے کہ ظاہر میں [illegible] دیکھنے والوں کے اعتبار سے وہ آسمان کی زینت ہیں۔

خلاصہ کلام یہ کہ اللہ تعالیٰ نے ایک خبر تو یہ دی ہے کہ اس نے کواکب سے آسمان کو زینت دی جس کا یہ بیان ہوا اور دوسری خبر اس سے یہ دی ہے کہ اس نے کواکب کو شیاطین کے روکنے کے لیے اور ان کے سنگسار کرنے کے لیے بنایا ہے تاکہ وہ ملائکہ کی باتیں چوری سے سننے کے لیے آسمان کے قریب نہ پہنچ سکیں۔

تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ بڑے بڑے سیارے جیسے چاند اور سورج انکی سنگساری کے لیے اوپر سے نیچے پھینکے جاتے ہیں تاکہ یہ شبہ کیا جائے کہ اگر بڑے بڑے ستارے زمین پر پھینک دیئے جائیں تو زمین کو بڑا نقصان پہنچے اور آبادی تباہ ہو جائے بلکہ مطلب یہ ہے کہ کواکب سے شعلے جدا ہو کر شیاطین کو سنگسار کرتے ہیں اور انہی شعلوں کو ہم شہاب ثاقب یا ٹوٹتے ہوئے ستارے کہتے ہیں جیسا کہ امام رازیؒ نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے (دیکھو تفسیر کبیر)

اس کا حاصل یہ ہے کہ ٹوٹنے والے اور گرنے والے ستارے یہ کواکب ثوابت نہیں بلکہ کواکب [illegible]

کی فضا میں لو (ر) شعلے ہیں جو شیاطین پر گرتے ہیں اور انکو ہلاک کرتے ہیں۔

حضرت شاہ عبدالقادرؒ لکھتے ہیں کہ انہیں تاروں کی روشنی سے آگ نکلتی ہے جس سے شیطانوں کو مار پڑتی ہے جیسے سورج اور آتشی شیشہ سے۔ انہیں بعض اہل علم ستاروں سے اپنے محل پر رہتے ہیں اور جو شعلے انکی روشنی سے نکلتے ہیں ان سے شیاطین کو مارا جاتا ہے اور بعض علماء یہ کہتے ہیں کہ ستارے دو قسم کے ہیں ایک بڑے بڑے جو لوگوں میں معروف و مشہور ہیں اور دوسرے چھوٹے چھوٹے انکو اللہ تعالیٰ نے فضاء آسمانی میں معلق کر دیا ہے اس قسم کے ستاروں کو اللہ تعالیٰ شیاطین کے رجم کے لیے تیار کرتا ہے یا وہ پہلے سے موجود ہیں مگر نظر نہیں آتے لیکن جب وہ شیاطین پر پھینکے جاتے ہیں تو حرکت کی تیزی کی وجہ سے شعلہ کی صورت میں ہو کر شیاطین پر گرتے ہیں۔

علامہ مرحوم یہ کہ اللہ تعالیٰ نے ستاروں کو آسمان دنیا کی زینت کیلئے بنایا ہے اور شیاطین کی سنگباری کیلئے بنایا ہے بڑے بڑے ستارے آسمان کی زینت ہیں اور چھوٹے چھوٹے ستارے شیاطین کی سنگساری کے لیے ہیں لہٰذا یہ تحقیق موجودہ علم الافلاک کے اصول مسلمہ کے بھی خلاف نہ ہوگی فرق صرف اتنا ہوگا کہ علماء علم الافلاک کے نزدیک چھوٹے چھوٹے ستاروں کا زمین پر گرنا اس بنا پر ہوگا کہ یہ چھوٹے چھوٹے ستارے جب کسی وقت زمین کے قریب ہو جاتے ہیں تو زمین کی کشش کے باعث زمین کی طرف ٹوٹ کر گر پڑتے ہیں جب یہ ستارے زمین کے قریب ہو جاتے ہیں تو زمین انکو اپنی طرف کھینچ لیتی ہے اور اہل اسلام یہ کہتے ہیں کہ یہ ستارے اللہ کے حکم سے شیاطین کو سنگسار کرنے کے لیے پھینکے جاتے ہیں اور فلاسفۂ عصر نے جو زمین کے لیے قانون کشش بنا رکھا ہے انکے پاس اسکی دلیل قطعی تو کیا ہوتی اثبات کشش کیلئے انکے پاس کوئی دلیل ظنی بھی نہیں محض انکا گمان اور تخمینہ ہے جس کا ماننا عقلاً ضروری نہیں اور نہ انکی کوئی دلیل ہے کہ یہ ستارے خاص خاص اوقات ہی میں کیوں زمین کے قریب ہو جاتے ہیں۔

(۲) حق جل شانہٗ کے اس ارشاد سے یعنی اِنَّا زَيَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْيَا سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ کواکب آسمان دنیا میں ہیں اور اہل ہیئت کواکب کے جدا جدا آسمان پر ہونے کے قائل ہیں لیکن انکے پاس نہ کوئی دلیل قطعی ہے اور نہ کوئی دلیل ظنی ہے۔

(۳) جنات اور شیاطین کا مادہ اگرچہ ناری اور آتشی ہے مگر شہاب ثاقب سے ان کا جل جانا ایسا ہی ہے جیسا کہ انسان کا اصل مادہ خاک ہے مگر اینٹ اور پتھر کے مارنے سے وہ زخمی ہو جاتا ہے اور کبھی ہلاک بھی ہو جاتا ہے۔

فَاسْتَفْتِهِمْ أَهُمْ أَشَدُّ خَلْقًا أَمْ مَّنْ

اب پوچھ ان سے یہ مشکل ہیں بنانے میں یا جتنی

خَلَقْنَا ۭ اِنَّا خَلَقْنٰهُمْ مِّنْ طِيْنٍ لَّازِبٍ ⑪

خلقت ہم نے بنا ان ہم نے ہی ان کو بنایا ہے ایک گارے چپکتے سے

بَلْ عَجِبْتَ وَيَسْخَرُوْنَ ⑫ وَاِذَا ذُكِّرُوْا

بلکہ تو کرتا ہے تعجب اور وہ کرتے ہیں ٹھٹھے اور جب سمجھایئے

لَا يَذْكُرُوْنَ ⑬ وَاِذَا رَاَوْا اٰيَةً يَّسْتَسْخِرُوْنَ ⑭ وَقَالُوْٓا

نہیں سوچتے اور جب دیکھیں کچھ نشانی ہنسی میں ڈال دیتے ہیں اور کہتے ہیں

اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ⑮ ءَاِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا وَّ

اور کچھ نہیں یہ جادو ہے کھلا کیا جب ہم مر گئے اور ہو گئے مٹی اور

عِظَامًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ ⑯ اَوَاٰبَاۗؤُنَا الْاَوَّلُوْنَ ⑰ قُلْ

ہڈیاں کیا ہم کو پھر اٹھنا ہے کیا اور ہمارے باپ دادوں کو اگلے تو کہہ

نَعَمْ وَاَنْتُمْ دٰخِرُوْنَ ⑱ فَاِنَّمَا هِيَ زَجْرَةٌ وَّاحِدَةٌ

ہاں! اور تم ذلیل ہو گے سو وہ تو ہے ایک جھڑکی

فَاِذَا هُمْ يَنْظُرُوْنَ ⑲ وَقَالُوْا يٰوَيْلَنَا هٰذَا يَوْمُ الدِّيْنِ ⑳

پھر تبھی یہ لگیں گے دیکھنے اور کہیں گے اے خرابی ہماری یہ آیا دن جزا کا

هٰذَا يَوْمُ الْفَصْلِ الَّذِيْ كُنْتُمْ بِهٖ تُكَذِّبُوْنَ ㉑ اُحْشُرُوا

یہ ہے دن فیصلے کا جس کو تم جھٹلاتے تھے جمع کرو

الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا وَاَزْوَاجَهُمْ وَمَا كَانُوْا يَعْبُدُوْنَ ㉒ مِنْ

گنہگاروں کو اور ان کے جوڑوں کو اور جو کچھ پوجتے تھے اللہ کے

دُوْنِ اللّٰهِ فَاهْدُوْهُمْ اِلٰى صِرَاطِ الْجَحِيْمِ ㉓ وَقِفُوْهُمْ

سوا پھر چلاؤ ان کو راہ پر دوزخ کی اور کھڑا رکھو ان کو

إِنَّهُم مَّسْـُٔولُونَ ﴿٢٤﴾ مَا لَكُمْ لَا تَنَاصَرُونَ ﴿٢٥﴾ بَلْ هُمُ

ان سے پوچھنا ہے　کیا ہوا تم کو ایک دوسرے کی مدد نہیں کرتے　کوئی نہیں

الْيَوْمَ مُسْتَسْلِمُونَ ﴿٢٦﴾ وَأَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ

وہ آج آپ کو پکڑواتے ہیں　اور منہ کیا بعضوں نے بعضوں کی طرف

يَتَسَاءَلُونَ ﴿٢٧﴾ قَالُوا إِنَّكُمْ كُنتُمْ تَأْتُونَنَا عَنِ الْيَمِينِ ﴿٢٨﴾

لگے پوچھنے　بولے تم ہی تھے کہ آتے تھے ہم پر داہنے سے

قَالُوا بَل لَّمْ تَكُونُوا مُؤْمِنِينَ ﴿٢٩﴾ وَمَا كَانَ لَنَا

وہ بولے کوئی نہیں! پر تم ہی نہ تھے یقین لانے والے　اور ہمارا تم پر کچھ

عَلَيْكُم مِّن سُلْطَانٍ ۖ بَلْ كُنتُمْ قَوْمًا طَاغِينَ ﴿٣٠﴾ فَحَقَّ

زور نہ تھا　پر تم ہی تھے لوگ سرکش　والے　سو ثابت ہوئی

عَلَيْنَا قَوْلُ رَبِّنَا ۖ إِنَّا لَذَائِقُونَ ﴿٣١﴾ فَأَغْوَيْنَاكُمْ إِنَّا

ہم پر بات ہمارے رب کی ہم کو مزہ چکھنا　پھر ہم نے تم کو گمراہ کیا ہم

كُنَّا غَاوِينَ ﴿٣٢﴾ فَإِنَّهُمْ يَوْمَئِذٍ فِي الْعَذَابِ مُشْتَرِكُونَ ﴿٣٣﴾

تھے آپ گمراہ　سو وہ اس دن تکلیف میں　شریک　ہیں

إِنَّا كَذَٰلِكَ نَفْعَلُ بِالْمُجْرِمِينَ ﴿٣٤﴾ إِنَّهُمْ كَانُوا إِذَا قِيلَ

ہم ایسا ہی کرتے ہیں گنہگاروں کے حق میں　وہ تھے کہ ان سے جب کوئی

لَهُمْ لَا إِلَٰهَ إِلَّا اللَّهُ يَسْتَكْبِرُونَ ﴿٣٥﴾ وَيَقُولُونَ أَئِنَّا

کہتا کسی کی بندگی نہیں سوا اللہ کے تو غرور کرتے　اور کہتے　کیا ہم

لَتَارِكُو آلِهَتِنَا لِشَاعِرٍ مَّجْنُونٍ ﴿٣٦﴾ بَلْ جَاءَ بِالْحَقِّ

چھوڑ دیں گے اپنے ٹھاکروں کو کہنے سے ایک شاعر دیوانے کے　کوئی نہیں! وہ لایا ہے سچا دین

ع ۲

وَصَدَّقَ الْمُرْسَلِينَ ﴿٣٧﴾ إِنَّكُمْ لَذَائِقُوا الْعَذَابِ

اور سچا مانا ہے رسولوں کو بے شک تم کو چکھنی دکھ والی

الْأَلِيمِ ﴿٣٨﴾ وَمَا تُجْزَوْنَ إِلَّا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿٣٩﴾ إِلَّا

مار اور وہی بدلہ پاؤ گے جو کچھ تم کرتے تھے مگر

عِبَادَ اللَّهِ الْمُخْلَصِينَ ﴿٤٠﴾ أُولَٰئِكَ لَهُمْ رِزْقٌ مَعْلُومٌ ﴿٤١﴾

جو بندے ہیں اللہ کے چنے ہوئے وہ جو ہیں ان کی روزی ہے مقرر

فَوَاكِهُ ۖ وَهُمْ مُكْرَمُونَ ﴿٤٢﴾ فِي جَنَّاتِ النَّعِيمِ ﴿٤٣﴾ عَلَىٰ

میوے اور ان کی عزت ہے باغوں میں نعمت کے تختوں

سُرُرٍ مُتَقَابِلِينَ ﴿٤٤﴾ يُطَافُ عَلَيْهِمْ بِكَأْسٍ مِنْ مَعِينٍ ﴿٤٥﴾

پر ایک دوسرے کے سامنے لوگ لئے پھرتے ہیں ان کے پاس پیالے شراب نتھرے کے

بَيْضَاءَ لَذَّةٍ لِلشَّارِبِينَ ﴿٤٦﴾ لَا فِيهَا غَوْلٌ وَلَا هُمْ

سفید رنگ مزہ دینے پینے والوں کو نہ اس میں سر پھرتا ہے اور نہ وہ اس

عَنْهَا يُنْزَفُونَ ﴿٤٧﴾ وَعِنْدَهُمْ قَاصِرَاتُ الطَّرْفِ عِينٌ ﴿٤٨﴾

سے بہکتے ہیں اور ان کے پاس ہیں عورتیں نیچی نگاہ رکھتیاں بڑی آنکھوں والیاں

كَأَنَّهُنَّ بَيْضٌ مَكْنُونٌ ﴿٤٩﴾ فَأَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلَىٰ

گویا وہ انڈے ہیں چھپے دھرے پھر منہ کیا ایک نے دوسرے کی طرف

بَعْضٍ يَتَسَاءَلُونَ ﴿٥٠﴾ قَالَ قَائِلٌ مِنْهُمْ إِنِّي كَانَ

لگے پوچھنے بولا ایک بولنے والا ان میں مجھ کو تھا

لِي قَرِينٌ ﴿٥١﴾ يَقُولُ أَئِنَّكَ لَمِنَ الْمُصَدِّقِينَ ﴿٥٢﴾ أَإِذَا

ایک ساتھی کہتا کیا تو یقین کرتا ہے کیا جب

مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا وَعِظَامًا أَإِنَّا لَمَدِينُونَ ﴿٥٣﴾ قَالَ هَلْ

مر گئے اور ہو گئے مٹی اور ہڈیاں کیا ہم کو بدلہ ملنا ہے کہنے لگا بھلا تم

أَنتُم مُّطَّلِعُونَ ﴿٥٤﴾ فَاطَّلَعَ فَرَآهُ فِي سَوَاءِ الْجَحِيمِ ﴿٥٥﴾

جھانک کر دیکھو گے پھر جھانکا تو اس کو دیکھا بیچوں بیچ دوزخ کے

قَالَ تَاللَّهِ إِن كِدتَّ لَتُرْدِينِ ﴿٥٦﴾ وَلَوْلَا نِعْمَةُ رَبِّي

بولا قسم اللہ کی تو تو لگا تھا کہ مجھ کو گڑھے میں ڈالے اور اگر نہ ہوتا میرے رب کا فضل

لَكُنتُ مِنَ الْمُحْضَرِينَ ﴿٥٧﴾ أَفَمَا نَحْنُ بِمَيِّتِينَ ﴿٥٨﴾ إِلَّا

تو میں بھی ہوتا ان میں جو پکڑے آئے کیا اب ہم کو نہیں مرنا مگر

مَوْتَتَنَا الْأُولَىٰ وَمَا نَحْنُ بِمُعَذَّبِينَ ﴿٥٩﴾ إِنَّ هَٰذَا

جو پہلی بار مر چکے اور ہم کو تکلیف نہیں پہنچنی بے شک یہی ہے

لَهُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ﴿٦٠﴾ لِمِثْلِ هَٰذَا فَلْيَعْمَلِ الْعَامِلُونَ ﴿٦١﴾

بڑی مراد ملنی ایسی چیزوں کے واسطے چاہئے محنت کریں محنت والے

أَذَٰلِكَ خَيْرٌ نُّزُلًا أَمْ شَجَرَةُ الزَّقُّومِ ﴿٦٢﴾ إِنَّا جَعَلْنَاهَا

بھلا یہ بہتر ہے مہمانی یا درخت سینڈھ کا ہم نے اس کو رکھا ہے

فِتْنَةً لِّلظَّالِمِينَ ﴿٦٣﴾ إِنَّهَا شَجَرَةٌ تَخْرُجُ فِي أَصْلِ

خرابی کرنا ظالموں کو وہ ایک درخت ہے نکلتا ہے دوزخ کی

الْجَحِيمِ ﴿٦٤﴾ طَلْعُهَا كَأَنَّهُ رُءُوسُ الشَّيَاطِينِ ﴿٦٥﴾ فَإِنَّهُمْ

جڑ میں اس کا خوشہ جیسے سر شیطانوں کے سو وہ

لَآكِلُونَ مِنْهَا فَمَالِئُونَ مِنْهَا الْبُطُونَ ﴿٦٦﴾ ثُمَّ إِنَّ لَهُمْ

کھاویں گے اس میں سے پھر بھریں گے اس سے پیٹ پھر ان کو اس کے

عَلَيْهَا لَشَوْبًا مِّنْ حَمِيمٍ ﴿٦٧﴾ ثُمَّ إِنَّ مَرْجِعَهُمْ لَإِلَى الْجَحِيمِ ﴿٦٨﴾ إِنَّهُمْ أَلْفَوْا آبَاءَهُمْ ضَالِّينَ ﴿٦٩﴾ فَهُمْ عَلَىٰ آثَارِهِمْ يُهْرَعُونَ ﴿٧٠﴾ وَلَقَدْ ضَلَّ قَبْلَهُمْ أَكْثَرُ الْأَوَّلِينَ ﴿٧١﴾ وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا فِيهِم مُّنذِرِينَ ﴿٧٢﴾ فَانظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُنذَرِينَ ﴿٧٣﴾ إِلَّا عِبَادَ اللَّهِ الْمُخْلَصِينَ ﴿٧٤﴾

اوپر ملونی جلتے پانی کی پھر ان کو جانا آگ کے ڈھیر میں انہوں نے پایا اپنے باپ دادوں کو بہکتے ہوئے سو وہ انہی کے قدموں پر دوڑتے ہیں اور بہک چکے ہیں ان سے آگے بہت لوگ پہلے اور ہم نے بھیجے ہیں ان میں ڈر سنانے والے اب دیکھ کیسا ہوا آخر ڈرائے ہوؤں کا مگر جو بندے اللہ کے ہیں چنے

منکرین حشر اور مکذبین رسالت کی تردید اور انکی جہالت اور حماقت کا اظہار

قال اللہ تعالیٰ فَاسْتَفْتِهِمْ أَهُمْ أَشَدُّ خَلْقًا ... الیٰ ... إِلَّا عِبَادَ اللَّهِ الْمُخْلَصِينَ

یہاں تک توحید کا مضمون تھا اب آگے ان لوگوں کی تردید فرماتے ہیں جو حشر و نشر کے منکر تھے اور اسکو محال اور ناممکن بتلاتے ہیں اور ان کافروں کی سرکشی کو بیان کرتے ہیں کہ باوجود ان قاہرہ قدرتوں کے خدا کے قادر ہونے کا یقین نہیں آتا اور حشر و نشر کو محال بتلاتے ہیں اور قیامت کا مذاق اڑاتے ہیں چنانچہ فرماتے ہیں پس جب دلائل مذکورہ سے حق جل شانہ کی کمال قدرت ظاہر ہو گئی تو جو لوگ دار آخرت کے منکر ہیں اور حشر و نشر کو محال اور ناممکن سمجھتے ہیں آپ ذرا ان سے دریافت کیجئے کہ یہ لوگ کیوں حشر و نشر اور بعث کو محال اور ناممکن سمجھتے ہیں کیا یہ لوگ پیدائش میں مضبوط اور سخت تر ہیں یا وہ چیزیں جنکی پیدائش کا ابھی ذکر ہوا وہ زیادہ مضبوط اور سخت ہیں جیسے آسمان اور زمین اور پہاڑ ظاہر ہے کہ ان اجسام عظیمہ کے مقابلہ میں انسان جیسے ضعیف البنیان ہستی کی کیا حقیقت ہے جو طلب معاش میں رات دن سرگرداں پھرتا ہے تحقیق ہم نے انسانوں کو چپکتی ہوئی مٹی سے پیدا کیا ہے جو آسمان اور زمین

سے کسی طرح سخت اور مضبوط نہیں ہو سکتا اور انسان کا اصل مادہ زمین ہے اور پانی ہے یعنی جب انسان ابتداءً زمین کے اجزاء سے پیدا کیا گیا تو اسکے دوبارہ زمین سے پیدا ہونے کا کیوں انکار کرتے ہو اور کیوں اسے محال ٹھیراتے ہو اور اگر یہ خیال ہے کہ فاعل کو ان چیزوں پر قدرت نہیں تو جو خدا آسمان و زمین کے پیدا کرنے پر قادر ہے تو انکے اجزاء کو دوبارہ ملانے اور ان میں زندگی ڈالنے پر بھی قادر ہے قدرت اس کی صفت ذاتی ہے جس کی نسبت تمام چھوٹی اور بڑی چیزوں کے ساتھ برابر ہے اور یہ امر بالکل بدیہی ہے اس کا انکار قابل تعجب معلوم ہوتا ہے اور آپ کا کافروں سے استفسار تفصیل علم کیلئے نہیں بلکہ بطور تعجب ہے آپ کو اس بات سے تعجب آتا ہے کہ باوجودیکہ قدرت الٰہیہ کے آثار ظاہر اور روشن ہیں تو پھر دوبارہ زندہ ہونے کو کیوں محال سمجھتے ہیں اور اس انکار سے بڑھ کر یہ ہے کہ وہ بعث اور حشر و نشر کا تمسخر کرتے ہیں یعنی اس کا ٹھٹھا اور مذاق اڑاتے ہیں اور جب انکو دلائل عقلیہ سے بعث اور حشر و نشر کا امکان سمجھایا جاتا ہے تو سمجھتے نہیں بے ہودہ والتزامی اعتراض کرتے ہیں اور جب کوئی معجزہ دیکھتے ہیں جو نبی کی صداقت پر دلالت کرے تو ٹھٹھا کر تمسخر کرتے ہیں کہ پاک نفس اور ٹھٹھے کو دعوت دے کر جادو سے ہیں اور بجائے تصدیق کے ٹھٹھوں میں لیے جاتے ہیں کوشش کرتے ہیں ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ اس آیت میں نشانی سے مراد انشقاق قمر ہے اور کہتے ہیں کہ نہیں ہے یہ مگر کھلا جادو یعنی ایسی اور عجیب چیز کا اس طرح سے انکار صریح جہالت اور حماقت ہے اور برابر یہی کہے چلے جاتے ہیں کہ کیا جب ہم مر گئے اور مٹی اور خاک ہو گئے تو کیا ہم دوبارہ زندہ کر کے اٹھائے جائیں گے یا ہمارے گزشتہ آباؤ اجداد جو ہم سے صدہا سال پہلے مر چکے اور مختلف مواضع میں دفن ہو چکے وہ بھی دوبارہ زندہ کر کے مختلف مواضع سے اٹھائے جائیں گے۔

مطلب یہ ہے کہ خیر ہم تو ابھی مرے ہوں گے شاید ہم دوبارہ زندہ ہو جائیں مگر جو ہم سے صدہا سال پہلے مر چکے ہیں انکا دوبارہ زندہ ہونا تو بالکل ہی محال معلوم ہوتا ہے مشرکین اپنے گمان میں اس چیز کو خدا کی قدرت سے باہر جانتے تھے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اے نبی آپ انکے جواب میں کہدیجئے کہ ہاں مرنے کے بعد تم اور تمہارے تمام آباؤ اجداد سب اٹھائے جاؤ گے درانحالیکہ تم سب سخت ذلیل اور خوار ہو گے اور تمہارا تکبر کچھ نہ چلے گا پس جس قیامت کو تم محال سمجھ رہے ہو وہ اللہ پر بہت آسان ہے تو اس کی نسبت کہ وہ صرف ایک ہولناک آواز اور سخت آواز ہو گی اس سے مراد نفخۂ ثانیہ ہے کہ جب دوسری بار صور پھونکا جائے گا تو اس وقت سب زندہ ہو کر قبروں سے نکل کھڑے ہوں گے اور قیامت کے اس ہولناک منظر کو ٹکٹکی لگائے ہوئے دیکھتے ہوں گے اور خوف و دہشت کی وجہ سے سب کے ہوش اڑ جائیں گے اور پچھتاویں گے اور حسرت سے یہ کہیں گے ہائے ہماری بربادی یہ تو روز جزا معلوم ہوتا ہے جس کا انبیاء نے ہم سے وعدہ کیا تھا اور یہ وہی فیصلہ کا دن ہے کہ جس کو تم دنیا میں تکذیب کیا کرتے تھے اور جسکو تم محال بتلایا کرتے تھے بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آخری اس تکذیب کا مزہ چکھنے کا دن ہے بعد ازاں اللہ تعالیٰ کی طرف سے فرشتوں کو حکم ہو گا کہ تم ان ظالموں

دو نہیں بالکل نہیں! معلوم ہوا کہ بلکہ تم خود حق سے برگشتہ تھے اور از خود تم کفر اور ضلال میں حد سے گذرنے والے
تھے تابعین کا کہنا تو نہ مانا ہمارے کہنے اور بہکانے میں آگئے اپنی گمراہی کی نسبت ہماری طرف کیوں
کرتے ہو جیسا کہ دوسری جگہ شیطان جہنم میں اپنے متبعین اور الزام دینے والوں سے یہ کہے گا وَمَا كَانَ
لِيَ عَلَيْكُم مِّن سُلْطَانٍ إِلَّا أَن دَعَوْتُكُمْ فَاسْتَجَبْتُمْ لِي فَلَا تَلُومُونِي وَلُومُوا أَنفُسَكُم ۔ یعنی
میرا تم پر کوئی زور نہ تھا میں نے تم کو فقط کفر کی دعوت دی تھی تم نے از خود میری دعوت کو قبول کیا
اور انبیاء کی دعوت کو رد کیا پس آج مجھے ملامت نہ کرو اپنے نفسوں کو ملامت کرو ۔ پس ہم دونوں سردار
یہ کہیں گے کہ بس اصل بات یہ ہے کہ ہم پر مغضوب اور معاتب کے ساتھ اللہ کا کلمہ عذاب لازم اور ثابت
ہو گیا پس ہم سب بلا شبہ اب آخرت کے عذاب کا مزہ چکھنے والے ہیں خدا تعالیٰ کی طرف سے ہمارے
لیے جو مقدر ہو چکا تھا وہ آج ہم پر ٹھیک پڑا اور قسمت کا لکھا ہوا پیش آیا بالآخر ہم کیا کریں غرض یہ
کہ جو کچھ بھی ہو چکا اور انجام یہ ہے کہ ہم سب پر اللہ کا حکم جاری ہوا اور تقدیر کا ہوا اور قسمت کا لکھا ہوا
سامنے آگیا اور ہم اپنی حقیقت یہ ہے کہ ہم نے تم کو بہکایا سو اسکی وجہ یہ تھی کہ تحقیق ہم خود بہکے ہوئے
تھے جس کفر اور گمراہی پر خود تھے اسی کو ہم نے تمہارے لیے اچھا کر کے دکھایا تاکہ تم بھی بہکو جیسے ہم
بہکے غرض یہ کہ ہم نے تم کو جبراً و قہراً گمراہ نہیں کیا ۔

احکم الحاکمین کی طرف سے مشرکوں کو وعید

فَإِنَّهُمْ يَوْمَئِذٍ فِي الْعَذَابِ مُشْتَرِكُونَ ‎﴿٣٣﴾‏ إِنَّا كَذَٰلِكَ نَفْعَلُ بِالْمُجْرِمِينَ

فریقین کی اس مخاصمت اور باہمی ملامت کے بعد احکم الحاکمین کی طرف سے یہ فیصلہ ہوگا کہ تم دونوں
ہی فریق مجرم ہو پس تحقیق کافروں کے یہ دونوں فریق آج کے دن عذاب میں باہم شریک ہوں گے اس لیے
کہ کفر اور گمراہی میں دونوں شریک تھے اگرچہ عذاب کے درجات میں فرق ہو تحقیق ہم مجرموں کے ساتھ
ایسا ہی معاملہ کرتے ہیں کفر کے سردار اور انکے تابعین سب ہی کفر اور گمراہی کے جرم میں شریک تھے
اسلئے دونوں فریق عذاب میں بھی شریک ہوں گے تحقیق ان لوگوں کا جرم یہ تھا کہ یہ لوگ توحید اور رسالت
کے منکر تھے ۔ ان سب کی حالت یہ تھی کہ جب ان سے لا الٰہ الا اللہ کہا جاتا کہ خدا کے سوا کوئی معبود
برحق نہیں تو تکبر کرتے اور اکڑتے اور ناک بھوں چڑھاتے اور اس بات کے منکر ہو جاتے اور خالص
اللہ کی الوہیت سے منہ موڑتے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب انکو توحید اور حق کی دعوت دیتے
تو ازراہ تکبر و غرور یہ کہتے کہ کیا ہم ایک دیوانہ شاعر کے کہنے سے اپنے معبودوں کو چھوڑ دیں گے اللہ تعالیٰ
فرماتے ہیں کہ آپ نہ شاعر ہیں اور نہ مجنون بلکہ حق اور ہدایت لے کر آئے ہیں اور آپ سے پہلے
جس قدر پیغمبر حق اور ہدایت لے کر آئے تھے آپ نے ان سب کی تصدیق کی اور سب کو سچا بتلایا اور ظاہر ہے

کہ جو حق اور ہدایت لے کر آئے ہیں وہ مجنون نہیں ہو سکتا اور نہ شاعر ہو سکتا ہے معمولی دین میں آپ اور تمام انبیاء متفق اور متحد ہیں اور ظاہر ہے کہ جس کا کلام کل عقلاء اور مرسلین کے مطابق ہو اور سراپا حقیقت اور واقعیت پر مبنی ہو وہ شاعر اور مجنون کیسے ہو سکتا ہے پھر فرشتوں کی زبانی انکو حکم سنایا جائے گا کہ بیشک تم سب دردناک عذاب کا مزہ چکھنے والے ہو جس طرح تم دوسروں کو تکذیب میں شریک تھے اسی طرح تم سب دردناک عذاب میں شریک ہو گے اور یہ کوئی ظلم نہیں مگر صرف تمہارے اعمال کی جزا ہے جاؤ جہنم میں اور کفر کا مزہ چکھو تمہارا کفر اور تکبر اس سزا کا باعث بنا ہاں اللہ کے وہ بندے عذاب سے نجات پائیں گے جو کفر اور شرک کی نجاست سے اور نیک عمل کے میل کچیل سے بھی پاک و صاف تھے جو عمل کرتے تھے وہ خالص اللہ کیلئے کرتے تھے اس میں انکی کوئی دنیاوی غرض شامل نہ ہوتی تھی یہ لوگ قیامت کی ذلت اور رسوائی سے محفوظ رہیں گے۔

اب آگے عباد مخلصین کے انعام و اکرام کا ذکر فرماتے ہیں ایسے لوگوں کیلئے عزت و کرامت کی جو روزی مقرر ہے وہ سب کو معلوم ہے جو قرآن میں جابجا مذکور ہے ہر ایک کو انکے عمل کے مطابق رزق کریم یعنی کہ انکے لئے قسم قسم کے میوے ہوں گے جو انکو بعزت و کرامت ملیں گے جن سے وہ لذت اندوز ہوں گے اشارہ اس طرف ہے کہ جنت کا رزق بطور لذت و فرحت ہوگا نہ کہ بطور ضرورت اِنَّ لَكَ اَلَّا تَجُوْعَ فِيْهَا اور یہ لوگ بڑی عزت والے ہوں گے اور ناز و نعمت کے باغوں میں عیش و آرام سے ہوں گے اور تختوں پر آمنے سامنے بیٹھے ہوں گے اور انکے سامنے لطیف اور بہتی ہوئی شراب کا ایک جام پھرایا جاتا ہوگا جو دیکھنے میں سفید ہوگی اور پینے والوں کو لذیذ اور مزہ دار معلوم ہوگی اس شراب میں نہ کسی قسم کی خرابی ہوگی یعنی انکے پینے سے انکے پیٹ میں کوئی درد نہ ہوگا اور نہ وہ لوگ اس شراب سے بدمست ہوں گے کہ اسکو پی کر بیہودہ اور بہکی بہکی باتیں کرنے لگیں یعنی جنتی شراب دنیا کی شراب کی طرح نہ ہوگی کہ عقل خراب کر دے یا کھانسی اور خرابی ڈالے اور ان تختوں پر انکے پاس نیچی نگاہ والی اور بڑی آنکھ والی عورتیں ہوں گی یعنی وہ عورتیں باوجود کمال حسن و جمال کے عفیفہ ہوں گی کہ سوائے اپنے شوہروں کے کسی پر نظر نہیں ڈالیں گی اور وہ عورتیں رنگت میں ایسی صاف و شفاف ہوں گی جیسے انڈے ہوں کسی پردہ میں پوشیدہ جو گرد و غبار سے بالکل محفوظ ہوں انڈے کا رنگ سفید ہوتا ہے مگر مائل بہ زردی ہوتا ہے اور تمام رنگوں میں یہ رنگ نہایت خوشنما اور غایت درجہ پسندیدہ ہوتا ہے اور اہل جنت کی عیش و سرور کیا ہوں گے کہ ایک دوسرے پر متوجہ ہو کر ان کے ایک کا منہ دوسرے کے سامنے ہوگا اور اس وقت تذکرہ ایک دوسرے سے دنیا کے واقعات کے متعلق کچھ دریافت کریں گے اسی دوران گفتگو میں اہل جنت میں سے ایک کہنے والا اہل مجلس سے کہے گا کہ دنیا میں میرا ایک ساتھی ایک ہم نشین تھا جو بعث کا منکر تھا اور مجھے احمق سمجھا کرتا تھا اور وہ بطور تعجب و استبعاد اور بطریق تکذیب و تمسخر مجھ سے یہ کہا کرتا تھا کہ کیا تو اس بات کو سچ سمجھتا ہے کہ جب ہم مر جائیں گے اور خاک مٹی ہو جائیں گے

ہم مرنے والے نہیں دنیا میں تو ہم کو ایک مرتبہ موت آچکی تو کیا پھر اس پہلی موت کے بعد ہم کو موت نہیں آئے گی اب تو موت کی موت آچکی ہے اور ہمارے سامنے موت ذبح کردی گئی ہے موت کے ذبح ہوجانے کے بعد اہل جنت فرشتوں سے یہ سوال کریں گے أَفَمَا نَحْنُ بِمَيِّتِينَ الخ تو فرشتے انکو بشارت دیں گے کہ ہاں اب موت نہیں بلکہ خلود ہی خلود ہے بلا موت کے اور دوام ہی دوام ہے جلالین کے یہ بشارت سن کر اہل جنت مطمئن ہو جائیں گے کہ اس زندگانی کے بعد موت نہیں اور نہ آخرت میں کسی عذاب کا خطرہ ہے ابتدا میں اہل جنت کو یہ علم نہ تھا کہ جنت میں کبھی موت نہیں آئے گی موت کے ذبح کے بعد اہل جنت کو اس کا علم ہوگا کہ اب موت نہیں فرشتوں کے اس اعلان کو سن کر اہل جنت کی خوشی دو چند ہو جائے گی اور اہل دوزخ کا رنج و غم بڑھ جائے گا اور نا امید ہو جائیں گے کہ اب اس عذاب سے ہم کو کبھی رہائی نہ ہوگی تفصیل کے لیے تفسیر کبیر ص ۲۳۸ ج ۲ اور تفسیر قرطبی ص ۸۴ ج ۱۵ اور تفسیر روح المعانی ص ۹۴ ج ۲۳ دیکھیں۔

خلاصہ کلام یہ کہ موت کے ذبح کے بعد اہل جنت کا فرشتوں سے یہ سوال اور استفہام أَفَمَا نَحْنُ بِمَيِّتِينَ محض دریافت کرنے کیلئے نہ ہوگا بلکہ اظہار مسرت کے علاوہ اس مشاہدہ کی مزید تاکید کیلئے ہوگا کہ ہم نے جو سمجھا ہے وہ بالکل صحیح اور درست ہے اور کفار کی زجر و توبیخ کے لیے مستعمل ہوگا جو بعث کا انکار کیا کرتے تھے اور کہا کرتے تھے کہ صرف دنیا کا مرنا ہے اور بس ان دونوں قولوں میں پہلا قول اولیٰ اور بہتر ہے اکثر مفسرین کے اقوال سے یہی معلوم ہوتا ہے۔

حق تعالیٰ شانہ اہل جنت کی یہ بات نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں یہ خطاب الٰہی کہ ایسی ہی چیزوں کے واسطے عمل کرنے والوں کو چاہیے کہ عمل کریں بھلا یہ بہتر ہے مہمانی کے لحاظ سے جو نعمتیں اور راحتیں اہل جنت کو حاصل ہیں یا درخت زقوم جسکو سینڈھ کا درخت کہتے ہیں جو نہایت بدبودار اور زہریلا درخت ہے دوزخ کے اندر حق تعالیٰ نے ایک درخت اگایا ہے جو دوزخ ہی کی آگ سے نشو و نما پاتا ہے جو درحقیقت ظالموں اور کافروں کے واسطے عذاب جہنم کی ایک خاص قسم ہے کہ دوزخ میں انکے واسطے رکھا گیا ہے کہ جب دوزخی بھوک میں مبتلا ہوں گے تو یہ کھانے کیلئے دیا جائے گا جس کی بدبو اور مرارت کی تلخی سے یہ ممکن ہی نہ ہوگا کہ انکو حلق سے نیچے اتارا جاسکے یہ آزمائش اور عذاب ہے جس میں انکو مبتلا کیا گیا کفار نے جب یہ سنا تو مذاق اڑانے لگے اور اعتراض کرنے لگے کہ کوئی درخت آگ میں کیونکر اگ سکتا ہے اور کیسے اس میں باقی رہ سکتا ہے اس احمقانہ بات یا اعتراض کا جواب آئندہ آیت میں دیا جا رہا

ملے زقوم کا درخت دنیا کے درختوں میں ایک نہایت مسموم اور بدبودار اور بد شکل درخت ہے اگرچہ غیر معروف ہے اور وہ ایسا مسموم ہے کہ اگر بدن سے مس کر جائے تو بدن میں ورم ہو جائے اور وہ مر جائے۔

ہے باقی ان کلمات اور اہل جنت کی نعمتوں کے بیان اور اہل جہنم کے عذاب اور اُنکی شدتوں کو ذکر کرنے
کی غرض صرف یہ ہے کہ یہ کفار اس قدر احمق ہیں کہ عذاب اور ثواب اور عزت اور ذلت کے فرق کو
نہیں سمجھتے ورنہ مقصود استفہام نہیں۔

اب اگلے اس اعتراض کا کہ درخت آگ میں کیونکر ہو سکتا ہے جواب دیا جا رہا ہے کہ تحقیق ہم نے
اس درخت کو ظالموں کے لئے ایک فتنہ کر دیا ہے دیکھیں کون مانتا ہے اور کون نہیں کافروں کو یقین نہیں
آتا کہ آگ میں بھی درخت ہو سکتا ہے کہ جو انکی مزید گمراہی کا سبب بن گیا اس لئے کہ تحقیق وہ ایسا درخت
ہے جو جہنم کی جڑ سے نکلتا ہے کافر یہ سن کر کہنے لگے کہ بھلا آگ میں درخت کیسے پیدا ہو سکتا ہے ان نادانوں
کو یہ معلوم نہیں کہ آگ میں ایک کیڑا پیدا ہوتا ہے جس کا نام سمندر ہے اور آگ ہی میں وہ جیتا ہے اور
آگ ہی سے وہ لذت حاصل کرتا ہے اور آگ ہی سے اسکا نشو ونما ہوتا ہے۔

پس جب خدا تعالیٰ آگ میں ایک حیوان (جانور) کو پیدا کر سکتا ہے اور آگ ہی کو اسکی غذا بنا سکتا
ہے تو کیا وہ اس پر قادر نہیں کہ کافروں کے کھانے کے لیے جو مجرم اور بدذات کے ہیں آگ کے اندر
بحکم خلقت آگ میں ایک درخت پیدا کر دے اور اسی درخت کو آگ سے محفوظ رکھے۔

حافظ ابن کثیرؒ فرماتے ہیں کہ زقوم ایک خاص درخت ہے جس کی شاخیں تمام جہنم میں پھیلی ہوئی
ہیں جیسے طوبیٰ جنت میں ایک درخت ہے جسکی شاخیں تمام جنت میں پھیلی ہوئی ہیں اور اس
درخت کے خوشے خبیث اور بدشکل ہوتے ہیں شیطانوں کے سر کے مشابہ ہیں شیطانوں کے سر
سے اس لیے تشبیہ دی گئی کہ اگرچہ لوگوں نے شیطانوں کو نہیں دیکھا مگر عام طبیعتوں میں شیطانوں
کے سروں کا بدشکل اور بدرنگ اور قبیح المنظر ہونا راسخ اور جاگزیں ہے اور تشبیہ کے لیے دیکھنا ضروری
نہیں فی الجملہ علم کافی ہے خواہ وہ حسن ہو یا قبیح جس طرح اس آیت میں ہے مَا هٰذَا بَشَرًا اِنْ
هٰذَآ اِلَّا مَلَكٌ كَرِيْمٌ عرب کا محاورہ ہے کہ جب کسی کے حسن و جمال کو بے مثال دیکھتے ہیں تو
اسکو فرشتے کے ساتھ تشبیہ دیتے ہیں اور جو چیز قبیح المنظر ہوتی ہے تو اس کو یہ کہہ دیا کرتے ہیں
کأنہ رأس الشیطان

اردو زبان میں دیکھو تو ہر بری بات کو کہتے ہیں کہ بات کیا ہے شیطان کی آنت ہے کیا شیطان
کی آنت کسی نے دیکھی ہے غرض یہ کہ تشبیہ محاورۂ عرب کے مطابق اور عرف کے موافق ہے عرب اور
عجم میں یہ محاورہ ہے کہ جب کسی کی بدصورتی کو بیان کرنا ہوتا ہے تو یہ کہتے ہیں کہ شیطان کی صورت ہے اور
جب کسی کی خوبصورتی بیان کرتے ہیں تو یہ کہتے ہیں کہ یہ فرشتہ کی شکل ہے۔

پس تحقیق کفار جبرًا و قہرًا اسی بدبودار اور بدمزہ درخت سے کھائیں گے اور یہ نہ ہوگا کہ زبردستی کی
وجہ سے اس میں سے کچھ چکھ لیں اور پھر چھوڑ دیں بلکہ اس سے اپنے پیٹوں کو بھرنے والے ہوں گے یعنی ان
پر زبردستی کی جائے گی کہ وہ اس سے کھائیں اور خوب کھائیں یہاں تک کہ ان کے پیٹ بھر جائیں۔

ہیں جن پر عذاب نازل ہوا مگر اللہ کے مخلص بندے کہ وہ ایمان اور اخلاص کی وجہ سے اس برے انجام سے اور دنیاوی عذاب سے محفوظ رہے اور اسی طرح وہ آخروی عذاب سے بھی محفوظ رہیں گے اب آگے چند انبیاء کرام کے واقعات ذکر فرماتے ہیں اور ان بعض حضرات کا ذکر کرتے ہیں جن کی امتوں نے سرکشی کی اور دنیا میں تباہ اور برباد ہوئے تو موجودہ زمانے کے کفار کو چاہیے کہ ان سے عبرت پکڑیں۔

وَلَقَدْ نَادٰىنَا نُوْحٌ فَلَنِعْمَ الْمُجِيْبُوْنَ ﴿۷۵﴾ وَنَجَّيْنٰهُ وَ

اور ہم کو پکارا تھا نوح نے سو کیا خوب پہنچنے والے ہیں پکار پر اور بچا دیا اس کو اور

اَهْلَهٗ مِنَ الْكَرْبِ الْعَظِيْمِ ﴿۷۶﴾ وَجَعَلْنَا ذُرِّيَّتَهٗ هُمُ

اس کے گھر کو اس بڑی گھبراہٹ سے اور رکھی اس کی اولاد وہی رہ

الْبٰقِيْنَ ﴿۷۷﴾ وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْاٰخِرِيْنَ ﴿۷۸﴾ سَلٰمٌ عَلٰى

جانے والی اور باقی رکھا اس پر پچھلی خلق میں کہ سلام ہے

نُوْحٍ فِي الْعٰلَمِيْنَ ﴿۷۹﴾ اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۸۰﴾

نوح پر سارے جہان والوں میں ہم یوں بدلہ دیتے ہیں نیکی والوں کو

اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۸۱﴾ ثُمَّ اَغْرَقْنَا الْاٰخَرِيْنَ ﴿۸۲﴾

وہ ہے ہمارے بندوں ایمان دار میں پھر ڈبا دیا ہم نے دوسروں کو

قصۂ اوّل نوح علیہ السلام

قال اللہ تعالیٰ وَلَقَدْ نَادٰىنَا نُوْحٌ فَلَنِعْمَ الْمُجِيْبُوْنَ ... الیٰ ... ثُمَّ اَغْرَقْنَا الْاٰخَرِيْنَ

ربط: گزشتہ آیات میں توحید اور جنت اور جہنم کا مضمون بیان فرمایا اور پھر اسکو ختم پر یہ فرمایا۔ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا فِيْهِمْ مُّنْذِرِيْنَ اب آگے چند پیغمبروں کے واقعات ذکر فرماتے ہیں جن سے یہ بتلانا مقصود ہے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ نے اپنے عباد مخلصین کو اور ان کے پیروؤں کو دنیا کے عذاب سے بچا لیا اسی طرح وہ انکو آخرت میں عذاب سے بچا لے گا اس سلسلہ میں سات قصے ذکر کیے سب سے پہلے نوح علیہ السلام

بِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۸۷﴾ فَنَظَرَ نَظْرَةً فِي النُّجُوْمِ ﴿۸۸﴾ فَقَالَ

جہان کے صاحب کو ۔ پھر نگاہ کی ایک بار تاروں میں ۔ پھر کہا

إِنِّيْ سَقِيْمٌ ﴿۸۹﴾ فَتَوَلَّوْا عَنْهُ مُدْبِرِيْنَ ﴿۹۰﴾ فَرَاغَ إِلٰٓى

میں بیمار ہوں ۔ پھر الٹے گئے اس سے پیٹھ دے کر ۔ پھر جا گھسا

اٰلِهَتِهِمْ فَقَالَ أَلَا تَأْكُلُوْنَ ﴿۹۱﴾ مَا لَكُمْ لَا تَنْطِقُوْنَ ﴿۹۲﴾

انکے بتوں میں پھر بولا تم کیوں نہیں کھاتے ۔ تم کو کیا ہے جو نہیں بولتے

فَرَاغَ عَلَيْهِمْ ضَرْبًا بِالْيَمِيْنِ ﴿۹۳﴾ فَأَقْبَلُوْٓا إِلَيْهِ يَزِفُّوْنَ ﴿۹۴﴾

پھر گھسا اُن پر مارتا داہنے ہاتھ سے ۔ پھر لوگ آئے اس پر دوڑ کر گھبراتے

قَالَ أَتَعْبُدُوْنَ مَا تَنْحِتُوْنَ ﴿۹۵﴾ وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ وَمَا

بولا کیوں پوجتے ہو جو آپ تراشتے ہو ۔ اور اللہ نے بنایا تم کو اور جو تم

تَعْمَلُوْنَ ﴿۹۶﴾ قَالُوا ابْنُوْا لَهٗ بُنْيَانًا فَأَلْقُوْهُ فِي الْجَحِيْمِ ﴿۹۷﴾

بناتے ہو ۔ بولے بناؤ اسکے واسطے ایک چنائی پھر ڈالو اسکو آگ کے ڈھیر میں

فَأَرَادُوْا بِهٖ كَيْدًا فَجَعَلْنٰهُمُ الْأَسْفَلِيْنَ ﴿۹۸﴾ وَقَالَ إِنِّيْ

پھر چاہنے لگے اس پر برا داؤ پھر ہم نے ڈالا انہی کو نیچے ۔ اور بولا میں

ذَاهِبٌ إِلٰى رَبِّيْ سَيَهْدِيْنِ ﴿۹۹﴾ رَبِّ هَبْ لِيْ مِنَ

جاتا ہوں اپنے رب کی طرف وہ مجھ کو راہ دے گا ۔ اے رب بخش مجھ کو کوئی

الصّٰلِحِيْنَ ﴿۱۰۰﴾ فَبَشَّرْنٰهُ بِغُلٰمٍ حَلِيْمٍ ﴿۱۰۱﴾ فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ

نیک بیٹا ۔ پھر خوشخبری دی ہم نے اسکو ایک لڑکے کی جو ہوگا تحمل والا ۔ پھر جب پہنچا اسکے ساتھ

السَّعْيَ قَالَ يٰبُنَيَّ إِنِّيْٓ أَرٰى فِي الْمَنَامِ أَنِّيْٓ أَذْبَحُكَ

دوڑنے کو کہا اے بیٹے ! میں دیکھتا ہوں خواب میں کہ تجھ کو ذبح کرتا ہوں

فَانْظُرْ مَاذَا تَرٰى ۚ قَالَ يٰۤاَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ ۖ

پھر دیکھ تو تو کیا دیکھتا ہے بولا اے باپ کر ڈال جو تجھ کو حکم ہوتا ہے

سَتَجِدُنِيْۤ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰبِرِيْنَ ﴿۱۰۲﴾ فَلَمَّاۤ

تو مجھ کو پاوے گا اگر اللہ نے چاہا سہارنے والا پھر جب

اَسْلَمَا وَتَلَّهٗ لِلْجَبِيْنِ ﴿۱۰۳﴾ وَنَادَيْنٰهُ اَنْ يّٰۤاِبْرٰهِيْمُ ﴿۱۰۴﴾

دونوں نے حکم مانا اور پچھاڑا اس کو ماتھے کے بل اور ہم نے اس کو پکارا یوں کہ اے ابراہیم

قَدْ صَدَّقْتَ الرُّءْيَا ۚ اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۰۵﴾

تو نے سچ کر دکھایا خواب ہم یوں دیتے ہیں بدلہ نیکی کرنے والوں کو

اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْبَلٰٓؤُا الْمُبِيْنُ ﴿۱۰۶﴾ وَفَدَيْنٰهُ بِذِبْحٍ

بے شک یہی ہے صریح جانچنا اور اس کا بدلہ دیا ہم نے ایک جانور

عَظِيْمٍ ﴿۱۰۷﴾ وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْاٰخِرِيْنَ ﴿۱۰۸﴾ سَلٰمٌ عَلٰۤى

ذبح کو بڑا اور باقی رکھا ہم نے اس پر پچھلے لوگوں میں کہ سلام ہے

اِبْرٰهِيْمَ ﴿۱۰۹﴾ كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۱۰﴾ اِنَّهٗ مِنْ

ابراہیم پر ہم یوں دیتے ہیں بدلہ نیکی کرنے والوں کو وہ ہے ہمارے

عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۱۱﴾ وَبَشَّرْنٰهُ بِاِسْحٰقَ نَبِيًّا مِّنَ

بندوں ایمان دار میں اور خوشخبری دی ہم نے اس کو اسحق کی جو نبی ہوگا

الصّٰلِحِيْنَ ﴿۱۱۲﴾ وَبٰرَكْنَا عَلَيْهِ وَعَلٰۤى اِسْحٰقَ ۭ وَمِنْ

نیک بختوں میں اور برکت دی ہم نے اس پر اور اسحق پر اور دونوں کی

ذُرِّيَّتِهِمَا مُحْسِنٌ وَّظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ مُبِيْنٌ ﴿۱۱۳﴾

اولاد میں نیکی والے ہیں اور بدکار بھی ہیں اپنے حق میں صریح

منزل ۶

تنبیہ: دیکھو کید شیعت "دوم از مکائد شیعہ تحفہ اثنا عشریہ"

شیعہ کس کو کہتے ہیں اور سُنّی کس کو کہتے ہیں

شیعہ اسکو کہتے ہیں جو اہل بیت کی محبت کا مدعی ہو اور حضرت علیؓ کو سب سے افضل سمجھتا ہو اور خلافت نبوی کا آپ کو اور آپ کی اولاد کو مستحق سمجھتا ہو اور صحابہ کو فاسق اور غاصب سمجھتا ہو کہ حضرت علیؓ سے حق خلافت غصب کیا اور ان سے نفرت اور کراہت رکھتا ہو اور ان سے تبرا کرنے کو ذکر اللہ سے افضل سمجھتا ہو غرض یہ کہ شیعت کی بنیاد حضرات صحابہؓ سے بغض اور عداوت پر ہے۔

سُنّی کس کو کہتے ہیں

اور سُنّی اسکو کہتے ہیں جو سنت نبوی اور جماعت صحابہؓ کے طریقہ پر ہو اور تمام صحابہؓ اور تمام اہل بیت اور ازواج مطہرات کی محبت اور عظمت کو فرض اور لازم اور جزو ایمان سمجھتا ہو۔

اے نبی اپنی قوم کے سامنے اس وقت کا حال ذکر کیجئے کہ جب ابراہیم اپنے رب کی طرف قلب سلیم لے کر متوجہ ہوئے کہ جو دل عقائد اور اخلاق اور اعمال کی برائیوں سے اور عیبوں سے اور آلائشوں سے پاک تھا جب کہ انہوں نے اپنے باپ سے اور اپنی قوم کے لوگوں سے جو بت پرست تھے یہ کہا کہ وہ کیا چیز ہے جسکی تم عبادت کرتے ہو کیا جھوٹ موٹ ہی لائے ہو حق کو چھوڑ کر ان جھوٹے معبودوں کی طلب اور تلاش میں پڑے ہوئے ہو اور انکی پرستش میں لگے ہوئے ہو پس تم نے تمام جہانوں کے حقیقی پروردگار کے ساتھ کیا خیال اور گمان رکھا ہے کہ وہ کیا چیز ہے اور اسکی کیا شان ہے ابراہیمؑ کی قوم کے لوگ بت پرست ہونے کے علاوہ ستارہ پرست بھی تھے ایک بار کا واقعہ ہے کہ اپنی قوم کے لوگ اپنے ایک میلہ میں جانے لگے تو ابراہیم علیہ السلام سے بھی کہا کہ تم بھی ہمارے ساتھ چلو۔

قوم کے لوگ نجومی تھے پس ابراہیمؑ نے انکے دکھلانے کیلئے ستاروں کی طرف ایک نظر کی اور کہا کہ میں بیمار ہوں اس لیئے میں تمہارے ساتھ نہیں جا سکتا اور چونکہ وہ لوگ نجوم کے معتقد تھے اور کواکب کو حوادث عالم میں متصرف سمجھتے تھے اور عام طور پر علم نجوم استعمال بھی کرتے تھے اور کہا جاتا ہے کہ اس ستارہ کا طلوع قوم کے نزدیک علامت طاعون کی سمجھی جاتی تھی اس لیئے انہوں نے حضرت ابراہیمؑ پر کوئی اصرار نہ کیا اور ان لوگوں کو یہ ڈر ہوا کہ کہیں انکے ساتھ لے جانے سے اسکی بیماری ہم کو نہ لگ جائے اور حضرت ابراہیمؑ کا ستاروں کی طرف دیکھنا بطور ایہام اور توریہ تھا لوگوں کو یہ گمان ہوا کہ ابراہیمؑ کو نجوم کا کوئی قاعدہ معلوم ہو گا اس لیئے لوگوں نے ان پر نہ کوئی انکار کیا اور نہ ساتھ چلنے پر اصرار کیا اور حضرت ابراہیمؑ

کا اِنِّیْ سَقِیْمٌ کہنے سے مطلب یہ تھا کہ میری طبیعت ناساز ہے ٹھیک نہیں بیمار ہوا چاہتا ہوں یعنی مجھ کو اپنے اضمحلال سے بیمار ہونے کا اندیشہ ہے نیز ہر شخص کو زمانہ آئندہ کے اعتبار سے مرض الموت کا اندیشہ لگا رہتا ہے یا یہ معنی ہیں کہ تم لوگ جو خدائے برحق کو چھوڑ کر بتوں کو پوجتے ہو اس سے میرا دل بیمار اور رنجیدہ اور خستہ ہے اور عجب نہیں کہ حضرت ابراہیمؑ اس وقت کچھ بیمار بھی ہوں اگرچہ ظاہر ہے وہ محسوس نہ ہو لہٰذا یہ نہیں کہا جا سکتا کہ ابراہیم علیہ السلام کا یہ قول کذب اور خلاف واقع ہو بلکہ ایک قسم کا توریہ تھا اور توریہ کے معنی کذب کے نہیں بلکہ توریہ کے معنی یہ ہیں کہ کلام متکلم کی مراد کے اعتبار سے تو صحیح لیکن مخاطب اپنی کم عقلی کی وجہ سے متکلم کی اصل مراد کو نہ پہنچ سکے اور اس توریہ اور ابہام سے ابراہیم علیہ السلام کا مقصد یہ تھا کہ ان کے جانے کے بعد ان کے ساتھ کوئی کید اور تدبیر کریں تاکہ ان پر حجت لازم ہو جائے پس انہوں نے بیماری کا بہانہ کیا تاکہ ان کے ساتھ عید میں نہ جائیں ستاروں کی طرف نظر کر کے کہا کہ میں بیمار ہوں یعنی اپنے اندر بیماری کے کچھ آثار محسوس کر رہا ہوں مجھے اپنے اضمحلال سے ایسا نظر آتا ہے کہ شاید میں بیمار ہو جاؤں نیز موت ہر شخص کیلئے قطعی اور یقینی ہے اور جس پر موت مسلط ہونی ہے وہ لامحالہ سقیم اور بیمار ہونا ہی ہے چنانچہ بعض لوگوں کا قول ہے کہ الحی برید للموت بحاذر کو ذاکیہ ہے۔

اور حضرت ابراہیمؑ کا یہ کہنا کہ اِنِّیْ سَقِیْمٌ ایک قسم کا توریہ اور ایہام تھا جس سے مقصود احقاق حق اور ابطال باطل تھا اور ستاروں کی طرف نظر کرنا ایک قسم کا حیلہ تھا جو محض ان کے دکھلانے کیلئے تھا کیونکہ وہ لوگ نجوم کی تاثیر کے قائل تھے اس لیے انہوں نے اپنے اعتقاد کے مطابق حضرت ابراہیمؑ کی بات کا یقین کر لیا اور ان کو چھوڑ کر چلے گئے اور ساتھ چلنے پر اصرار نہ کیا اس توریہ اور ایہام سے حضرت ابراہیمؑ کی غرض غایت درجہ محمود تھی کہ ان کے جانے کے بعد ان کے بتوں کے ساتھ کوئی کید کریں جس سے ان کا عاجز ہونا اور نا اہل الوہیت ہونا ثابت ہو جائے پس وہ لوگ ان کا یہ عذر سن کر ان کو چھوڑ کر چلے گئے کہ خواہ مخواہ بیمار کو کیا ساتھ لے جائیں ایسا نہ ہو کہ اس کی بیماری ہم کو لگ جائے اچھا ہے ان سے کوئی جھگڑا نہیں کیا۔

پس ان کے چلے جانے کے بعد ابراہیمؑ ان کے بت خانہ میں داخل ہوئے اور ان کے معبودوں کی طرف متوجہ ہوئے اور بطور تہکم اور استہزاء اور تمسخر ان کی طرف متوجہ ہو کر کہا کہ یہ کھانے جو تمہارے سامنے رکھے ہوئے ہیں ان کو کھاتے کیوں نہیں آخر تمہیں کیا ہوا کہ تم بولتے بھی نہیں وہ خوب جانتے تھے کہ یہ سب جمادات اور پتھر ہیں یہ کیا بولیں گے عید میں جاتے وقت لوگ بتوں کے سامنے کھانا چھوڑ گئے تھے تاکہ وہ متبرک ہو جائے بعد ازاں ابراہیمؑ پوشیدہ طور پر ان بتوں کے پاس آئے اور داہنے ہاتھ سے یا پوری قوت سے ان بتوں کو مارنے لگے اور تبر وغیرہ سے ان کو توڑنے لگے یہاں تک کہ ان کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے اور توڑ پھوڑ کر وہاں سے چل دیئے پس جب قوم کے لوگ عید سے واپس آئے اور بت خانہ میں داخل ہوئے اور بتوں کا یہ حال دیکھا تو سمجھ گئے کہ یہ کام ابراہیمؑ کا ہے اس لئے وہ غصہ میں بھرے ہوئے اور دوڑتے ہوئے ابراہیمؑ کے پاس آئے کہ ان سے باز پرس کریں اور ان پر ملامت اور زجر و توبیخ کریں چنانچہ ان سے باز پرس شروع کی اور کہا

کر ان کو نمرود کے پاس لائے اور گفتگو شروع ہوئی ابراہیم علیہ السلام نے کہا کیا تم اس چیز کو پوجتے ہو جسکو تم خود اپنے ہاتھوں سے تراشتے ہو وہ چیز کیسے معبود ہو سکتی ہے جو خود تمہارے ہاتھوں کی تراشیدہ ہو جو چیز کسی کے تراشنے سے تیار ہو وہ مخلوق اور وہ تراشیدہ چیز ذلیل اور خوار ہوگی پھر یہ کہ تراشنے سے اس چیز کی نئی شکل بن جاتی ہے جو پہلے شکل تھی وہ ہیئت باقی نہیں رہتی دوسری ہیئت بن جاتی ہے گویا اگر یہ چیز مثلاً تمہارے تراشنے اور اس نئی شکل بنانے سے معبود بن گئی پہلے سے معبود نہ تھی جس کا فاسد اور باطل ہونا واضح ہے کہ ایک چیز پہلے تو معبود نہ تھی اور اب وہ معبود بن گئی۔

اور حالانکہ اللہ ہی نے تم کو پیدا کیا اور جو چیز تم بناتے ہو اور جو عمل تم کرتے ہو اسکو بھی اللہ ہی نے پیدا کیا یعنی جس طرح تمہاری ذات اللہ کی مخلوق ہے اسی طرح تمہارے ہاتھ کی بنائی ہوئی چیزیں اور تمہاری صنعت اور کاریگری بھی اللہ ہی کی پیدا کی ہوئی ہے جس طرح شجر اور حجر کی ذات کو اللہ نے پیدا کیا اسی طرح اس صنعت اور کاریگری کو جس سے تم نے یہ بت بنایا اور تراشا ہے وہ بھی اللہ ہی نے پیدا کیا ہے پس جو چیز تمہاری صنعت اور کاریگری سے تیار ہوئی وہ خدا کیسے ہو سکتی ہے کیا خدا بھی کسی کی صنعت اور کاریگری سے تیار ہوا کرتا ہے خالق لائق عبادت ہے ہاتھ کی بنائی ہوئی چیز قابل عبادت نہیں ہو سکتی لائق عبادت وہ ذات ہے جو ذوات اور صفات اور اعراض اور افعال سب میں موثر ہو۔

قوم کا مقصود اس بازپرس سے حضرت ابراہیمؑ کی ملامت اور زجر و توبیخ تھی حضرت ابراہیمؑ نے اس دلیل اور برہان سے انکی ایسی حماقت ثابت کی جو زجر و توبیخ کی منتہا تھی اور یہ آیت اس بات کی صریح دلیل ہے کہ ہر عمل اللہ کی مخلوق ہے حذیفہ بن الیمانؓ سے روایت ہے کہ اللہ تعالی ہر صانع اور ہر صنعت کو پیدا کرتا ہے (رواہ البخاری فی خلق الافعال)

پس جب ان پر حجت قائم ہو گئی جس کے دفع پر وہ قادر نہ ہوئے اور نہ اسکا انکار کر سکے تو غیظ و غضب میں آکر ایک دہکتی ہوئی آگ تیار کی جس کے شعلے آسمان سے باتیں کر رہے تھے تو منجنیق کے ذریعہ ابراہیمؑ کو اس دہکتی ہوئی آگ میں ڈالا اللہ کی قدرت اور رحمت سے جب وہ آگ ابراہیمؑ پر برد و سلام ہو گئی تو اس سے حضرت ابراہیمؑ کی نبوت واضح اور روشن ہو گئی بتوں کے توڑنے سے شرک باطل ہو گیا اور آگ کے برد و سلام ہو جانے سے حضرت ابراہیمؑ کی نبوت و رسالت ثابت ہو گئی غرض یہ کہ اس طرح سے توحید اور رسالت دونوں کا اثبات ہو گیا۔

خلاصۂ کلام یہ کہ جب ابراہیم علیہ السلام نے دلیل اور برہان سے انکو قائل کر دیا کہ خود تراشیدہ چیز ہرگز ہرگز قابل عبادت نہیں ہو سکتی تو قوم کے لوگ اس جواب باصواب سے مبہوت اور حیران رہ گئے اور جھلا کر بولے کہ ابراہیم کے لیے ایک بڑا آتش خانہ بناؤ جو آگ سے لبریز ہو پھر دہکتی ہوئی آگ میں ابراہیمؑ کو ڈال دو پس ان لوگوں نے ابراہیمؑ کے ساتھ بڑے ہی مکر کا ارادہ کیا کہ اسکو دہکتی ہوئی آگ میں ڈال دیں کہ جل کر راکھ ہو جائے اور یہ فتنہ ہی ختم ہو جائے ہم نے انکو زیر کر دیا اور سب کو نیچا دکھایا

کہ اس دہکتی ہوئی آگ کو ان پر باغ و بہار بنا دیا جس سے حضرت ابراہیمؑ کی حقانیت اور صداقت ثابت ہوگئی اور یہ ثابت ہوگیا کہ اللہ اپنے عباد مخلصین کی اس طرح سے حفاظت کرتا ہے اور یہ معجزہ انکی نبوت و رسالت کی دلیل تھا جسکا مفصل قصہ سورۂ انبیاء میں گزر چکا ہے۔

اور ابراہیم علیہ السلام آگ سے نکلنے کے بعد جب انکے ایمان لانے سے بالکل ناامید ہوگئے تو وطن کے اندر رہنا شاق گذرا تو ارادہ ہجرت کا فرمایا کہ کافروں سے مفارقت اور علیحدگی ہی میں دین و دنیا کی خیر و برکت ہے تو یہ کہا کہ اب میں اپنے پروردگار کی طرف جاتا ہوں جہاں میرا پروردگار مجھ کو لے جائے امید ہے کہ وہ مجھے ایسی جگہ پہنچا دے گا جہاں میرے دین اور دنیا کی صلاح اور فلاح ہو گی چنانچہ بحکم خداوندی سرزمین شام کی طرف ہجرت فرمائی اور حضرت سارہؑ اور حضرت ہاجرہؑ ہمراہ تھیں اور جب شام پہنچے تو اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کی کہ اے اللہ مجھ کو ایسا فرزند عطا فرما جو تیرے نزدیک نیکوکاروں میں سے ہو پس ہم نے انکی دعا قبول کی اور انکو ایک بردبار فرزند کی بشارت دی جس سے مراد اسماعیل علیہ السلام ہیں حسب بشارت حضرت ہاجرہؑ کے بطن سے غلام حلیم پیدا ہوا جس کا حلم ظاہر ہوتا تھا حضرت ابراہیمؑ کی دعا اور التجاء کے بعد اسمٰعیلؑ فرزند عطا کیا جس کی نسبت توریت میں ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اے ابراہیم! اسمعیلؑ کے حق میں میں نے تیری سنی دیکھ میں اسے برکت دوں گا اور اسے برومند کروں گا اور اسے بہت بڑھاؤں گا اور اس سے بارہ سردار پیدا ہوں گے اور میں اس سے بڑی قوم بناؤں گا (توریت سفر پیدائش باب ۱۷ درس ۲۰) بعد چندے حضرت ابراہیمؑ بحکم خداوندی حضرت ہاجرہؑ اور حضرت اسمٰعیلؑ کو مکہ معظمہ میں بیت اللہ کے پاس جس خاندان کے قریب انکو چھوڑ کر ملک شام واپس ہوگئے وقتاً فوقتاً براق پر سوار ہو کر حضرت اسمعیلؑ کو دیکھنے کے لئے آیا کرتے تھے۔

پس جب وہ غلام حلیم اس عمر کو پہنچا کہ باپ کے ساتھ چلنے اور دوڑنے لگے اور بقول بعض سات برس کے اور بقول بعض تیرہ برس کے ہو گئے اتفاق سے اس زمانہ میں ابراہیم علیہ السلام شام سے حضرت ہاجرہؑ اور حضرت اسمعیلؑ کو دیکھنے کے لئے آئے تھے تو تین رات مسلسل یہ خواب دیکھا کہ وہ اس فرزند کو ذبح کر رہے ہیں پہلی رات جب یہ خواب دیکھا تو کچھ تردد ہوا پھر جب تین دن تک یہی خواب دیکھا تو اشارۂ خداوندی کو سمجھ گئے اور اس غلام حلیم کے ذبح کا عزم کر لیا۔

پس جب ابراہیم علیہ السلام ذبح فرزند کا عزم کر چکے تو مناسب جانا کہ اس فرزند سے بھی اس خواب کا ذکر کر دیا جائے جس کے ذبح کے متعلق یہ خواب دیکھا ہے تاکہ اسکی رائے بھی معلوم ہو جائے اور اسکے حلم اور صبر کا اور کمسنی میں باپ کی اطاعت اور فرمانبرداری کا امتحان ہو جائے تو اپنے اس فرزند سے بطور مشورہ کہا اے میرے چھوٹے سے بیٹے یا بنی یہ تصغیر ترحم و شفقت کے لیے ہے تحقیق میں برابر خواب میں تجھ کو ذبح کرتے ہوئے دیکھ رہا ہوں پس تو دیکھ لے اور سوچ لے کہ اس بارہ میں تیری کیا رائے ہے اور تیرا دل کیا کہتا ہے یہ سوال مشورہ نہ تھا بلکہ حضرت ابراہیمؑ کا اس ذکر سے مقصد یہ تھا کہ ان کے

حلم اور صبر کا امتحان کریں اور دیکھیں کہ خدا کی راہ میں قربان ہونے کیلئے کس درجہ تیار ہیں بیٹے نے باپ کی یہ بات سن کر کہا اے میرے باپ آپ کو جو خدا کی طرف سے حکم دیا جا رہا ہے آپ اسکو بلا تامل وتردد کر گذریئے اور اس میں دیر نہ کیجئے اور میری تکلیف کا ذرہ برابر خیال نہ کیجئے اور انشاء اللہ آپ مجھ کو ضرور صابروں میں سے پائیں گے میں دل وجان سے بسر وچشم خدا کی راہ میں قربان ہونے کے لئے تیار ہوں اے پدر بزرگوار اللہ کی طرف سے آپ کو جو حکم ہوا ہے وہ فوراً بجا لائیے اسمٰعیل علیہ السلام نے صبر کا وعدہ فرمایا مگر اسکو اللہ کی مشیت کے ساتھ معلق کیا یعنی اس کے ساتھ لفظ انشاء اللہ کہا جو انکی کمال معرفت اور تواضع کی دلیل ہے کہ انہوں نے اپنی قوت پر بھروسہ نہیں کیا کہ میں خود صبر کرسکوں بلکہ اللہ کی مشیت پر اسکو معلق کیا پس جب دونوں نے اپنے آپ کو اللہ کے سپرد کر دیا اور اس کے حکم کے سامنے گردن ڈال دی اور ابراہیمؑ تو بیٹے کو فدا بر فدا کرنے کے لیے اور بیٹا خدا کے لیے قربان ہونے کے لیے آمادہ ہوگیا اور خود حضرت اسماعیلؑ نے کہا اے باپ مجھے اوندھا کر دیجئے تاکہ میری صورت سامنے ہونے سے شفقت پدری حکم خداوندی کی تعمیل میں مانع نہ بنے اور میری ماں کو میرا سلام کہہ دینا۔

اور ابراہیم نے بیٹے کو پیشانی کے بل زمین پر گرا دیا تاکہ انکو ذبح کریں اور منہ کے بل انکو اوندھا لٹا کر انکے گلے پر چھری چلانے لگے باتفاق روایات یہ ثابت ہے کہ چھری کند ہوگئی اور گلو نہ کٹ سکا۔ اللہ تعالیٰ نے فرزند کو سلامت رکھا اور اس کے فدیہ میں مینڈھے کے ذبح کا حکم دیا اور اس طرح ابراہیمؑ کو ذبح ولد کے طبعی رنج وغم سے بچا لیا اور جب ابراہیمؑ اس طرح سے ہمارا حکم بجا لایا تو ہم نے ابراہیمؑ کو آواز دی کہ اے ابراہیم تو نے اپنا خواب سچ کر دکھایا خواب میں تو نے جو کچھ دیکھا تھا اس کے موافق عملدرآمد کرنے میں تو نے کوئی قصور اور کوتاہی نہیں کی ابراہیم علیہ السلام نے اگرچہ بیٹے کو ذبح نہیں کیا مگر جتنا کام انکے امکان میں تھا وہ کر گزرے اگرچہ ذبح واقع نہیں ہوا لیکن تو نے تعمیل حکم میں کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا تو فرشتہ نے آواز دی کہ تم نے خواب سچ کر دکھایا پس ابراہیمؑ نے فرشتہ کی آواز سن کر اس طرف توجہ کی تو دیکھا کہ ایک سفید مینڈھا بڑے سینگوں والا اور بڑی آنکھوں والا سامنے کھڑا ہے جسکو اللہ تعالیٰ نے فدیہ کے لیے بھیجا ہے۔

حضرت استاذ مولانا سید انور شاہؒ یہ فرماتے تھے کہ حضرت ابراہیمؑ نے خواب میں یہ نہیں دیکھا تھا کہ انّی ذبحتک کہ میں نے اسمٰعیل کو ذبح کر دیا بلکہ یہ دیکھا تھا کہ انّی اذبحک کہ میں ذبح کر رہا ہوں یعنی ذبح کا جو فعل ہے گردن پر چھری چلانا وہ کر رہا ہوں سو اتنا کرنے سے وہ خواب میں سچے ہوگئے جتنا خواب دیکھا تھا اتنا پورا ہوگیا چونکہ ابراہیم علیہ السلام نے تعمیل حکم میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی اسلئے اللہ تعالیٰ نے بیٹے کو ذبح سے بچا لیا تحقیق ہم اسی طرح امتحان عظیم کے بعد نیکوکاروں کو ایسی ہی جزائے جمیل عطا کرتے ہیں کافروں کی عزت ووجاہت وقتی ہوتی ہے اصل عزت ایمان اور احسان کی ہے امتحان بے شک سخت تھا مگر تو پورا اترا ابراہیم بھی خوش ہوئے اور تیرے فرزند کے عوض فدیہ کیلئے

یہ مینڈھا بھیجتے ہیں جبرئیل علیہ السلام اسکو لے کر آئے اور حضرت اسمٰعیلؑ کی بجائے وہ ذبح ہوا تحقیق یہ بات جو ابراہیمؑ کو پیش آئی کھلی اور صریح آزمائش تھی جس سے مخلص اور غیر مخلص میں خوب تمیز ہو جاتی ہے اشارہ اس طرف ہے کہ اس حکم سے ہمارا مقصود فقط ابتلاء اور امتحان یعنی آزمانا تھا حقیقۃً ذبح ولد مقصود نہ تھا سو امتحان میں تو پورا اترا اور کامیاب رہا اور ہم نے ابراہیمؑ کو فرزند کے فدیہ میں قربانی کا ایک عظیم جانور عطا کیا جو نہایت سفید اور بڑے سینگوں والا اور بڑی آنکھوں والا تھا وہ بڑا فربہ تھا حسن بصریؒ حضرت علیؓ سے راوی ہیں کہ وہ مینڈھا ثبیر پہاڑ سے اترا تھا اور ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ یہ وہ مینڈھا تھا جس کو ہابیل نے قربان کیا تھا اور منجانب اللہ اسکو قبول کر لیا تھا اور اس وقت سے لے کر اس وقت تک وہ جنت میں چرتا رہا یہاں تک کہ وہ جنت سے حضرت اسماعیلؑ کے فدیہ کے لیے اتارا گیا دیکھو تفسیر قرطبی صفحہ ۱۰۷ ج ۱۵ اس طرح سے فدیہ نے اسمٰعیلؑ کی جان بچائی اور آئندہ کے لیے قربانی کا قانون مقرر کر دیا کہ لوگوں کو چاہیے کہ سنت ابراہیمی کے مطابق قربانی کیا کریں اور جو شخص حیوان کی قربانی کرے گا اس کو ذبح ولد کا ثواب ملے گا۔

اور ہم نے ابراہیمؑ کا ذکر خیر پچھلی امتوں میں باقی چھوڑا کہ بعد میں آنے والی امتیں انکو ذکر خیر کے ساتھ یاد کرتی رہیں خاص کر یہ آخری امت یعنی امت محمدیہ تشہد میں درود ابراہیمی پڑھتی ہے سلام ہو ابراہیمؑ پر بعد میں آنے والے ان پر صلاۃ وسلام پڑھیں گے ہم اپنے نیکوکاروں کو ایسی جزاء دیا کرتے ہیں بے شک ابراہیمؑ ہمارے باتوفیق بندوں میں سے تھا جنہوں نے ایمان اور اخلاص اور عبودیت کا حق ادا کر دیا۔

دوسری بشارت کا ذکر

وَبَشَّرْنٰهُ بِاِسْحٰقَ نَبِيًّا مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ۔۔ الٰى ۔۔۔ وَظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ مُبِيْنٌ۔

گذشتہ آیات میں پہلے فرزند یعنی حضرت اسماعیل علیہ السلام کی بشارت کا ذکر تھا جو حضرت ابراہیمؑ کے پہلے اور اکلوتے بیٹے تھے اور انکے ذبح اور فدیہ کا مفصل ذکر کیا اب اسکے بعد انکے دوسرے فرزند یعنی اسحاقؑ کی بشارت کا ذکر کرتے ہیں چنانچہ فرماتے ہیں اور اسماعیلؑ کے بعد ہم نے ابراہیمؑ کو ایک دوسرے فرزند کی بشارت دی کہ تمہارے ایک اور فرزند ہوگا جس کا نام اسحٰق ہوگا اور وہ نبی ہوگا اور صالحین میں سے ہوگا اور باتفاق علماء حضرت اسمٰعیلؑ حضرت اسحٰقؑ سے تیرہ سال بڑے تھے۔[1] تفسیر قرطبی صفحہ ۱۰۵ ج ۱۵

---

[1] قال القرطبی ولیس یختلف الرواۃ ان اسمٰعیل کان اکبر من اسحاق بثلاث عشرۃ سنۃ (تفسیر قرطبی ص ۱۱۲ ج ۱۵)

یعنی حضرت سارہ کے جن سے پیدا ہوئے اور انکی نسل میں ہزاروں نبی اور بادشاہ ہوئے اور برکت نازل کی ہم نے اس پر اور اسحاق پر یعنی ہم نے ابراہیم پر برکتیں نازل کیں اور انکے بیٹے اسحاق پر کہ ان کی نسل میں کثرت سے انبیاء ہوئے۔

حق جل شانہ کی طرف سے حضرت ابراہیمؑ کو دو بشارتیں ملیں اول غلام حلیم کی بشارت ملی جو انکی دعا اور التجا اور سوال کے بعد ملی یعنی رَبِّ هَبْ لِي مِنَ الصّٰلِحِيْنَ کے بعد غلام حلیم یعنی اسمٰعیلؑ کی بشارت ملی اور دوسری بشارت یعنی اسحٰق علیہ السلام کی بشارت ہے وہ بلا سوال اور دعا کے ملی جس وقت حضرت اسمٰعیل علیہ السلام پیدا ہوئے اس وقت حضرت ابراہیمؑ کی عمر چھیاسی سال کی تھی اور جب اسحٰق علیہ السلام پیدا ہوئے اس وقت حضرت ابراہیمؑ کی عمر ننانوے سال کی تھی۔

اور پھر آگے چل کر ان دونوں کی نسل سے نیکوکار بھی ہوں گے اور بدکار بھی جو اپنی جان پر صریح ظلم کرنیوالے ہوں گے یعنی آئندہ چل کر ان دونوں کی نسل میں سے نیکوکار اور بدکار دونوں قسم کے لوگ ہوں گے معلوم ہوا کہ بدون ایمان اور عمل صالح کے محض نسب پر فخر بیکار ہے عام طور پر مفسرین نے بٰرَكْنَا عَلَيْهِ کی ضمیر ابراہیم علیہ السلام کی طرف راجع کی اور وَمِنْ ذُرِّيَّتِهِمَا کی ضمیر تثنیہ بھی ابراہیمؑ اور اسحاقؑ کی طرف راجع کی ہے مگر حضرت شاہ عبدالقادرؒ نے اسمٰعیلؑ اور اسحاقؑ کی طرف راجع کی ہے چنانچہ فرماتے ہیں برکت دی دونوں بیٹوں کو اسمٰعیلؑ اور اسحٰقؑ کو۔ دونوں سے بہت اولاد پھیلی اسحٰقؑ کی اولاد میں نبی گذرے بنی اسرائیل کے اور اسمٰعیلؑ کی اولاد میں عرب جن میں ہمارے پیغمبر ہوئے۔ انتہٰی۔ اور سیاق و سباق کے مناسب یہی معلوم ہوتا ہے کہ علیہ کی ضمیر پہلے بیٹے یعنی اسمٰعیلؑ کی طرف راجع کی جائے اور وَعَلٰٓى اِسْحٰقَ کا اس پر عطف ہو کر ایک ہی جملہ میں ابراہیم علیہ السلام کے دونوں بیٹوں پر برکتیں نازل کرنے کی خبر دی کہ ہم نے ابراہیمؑ کے دونوں بیٹوں کو دینی اور دنیاوی برکتوں سے نوازا اور آئندہ آیت وَمِنْ ذُرِّيَّتِهِمَا میں دونوں بیٹوں کی نسل اور اولاد کے متعلق خبر دی گئی ہے ضمیر تثنیہ لانے سے کوئی خاص تخصیص اور بشارت نہیں معلوم ہوتی اس لئے کہ ابراہیمؑ اور اسحاقؑ کی ذریت اور اولاد علیحدہ نہیں دو بیٹوں اور دو بھائیوں کی اولاد کو علیحدہ علیحدہ نسل اور خاندان کہا جا سکتا ہے بیٹے کی اولاد بعینہٖ باپ کی اولاد ہے امام قرطبیؒ نے بٰرَكْنَا عَلَيْهِ وَعَلٰٓى اِسْحٰقَ کی تفسیر میں اول مشہور قول کی بنا پر علیہ کی ضمیر ابراہیم علیہ السلام کی طرف راجع کی اور پھر دوسرا قول یہ نقل کیا کہ علیہ کی ضمیر اسماعیل علیہ السلام کی طرف راجع ہے اور کہا کہ یہی اور راجح قول اور ظاہر قرآن کے مطابق یہی معلوم ہوتا ہے کہ علیہ کی ضمیر اسمٰعیل ذبیح کی طرف راجع کی جائے کیونکہ ماقبل میں تمام قصہ اسمٰعیل ذبیح کا ذکر فرمایا اور پھر حضرت اسحاقؑ کی بشارت کا ذکر فرمایا وَبَشَّرْنٰهُ بِاِسْحٰقَ نَبِيًّا مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ اور پھر دونوں یعنی اسماعیلؑ اور اسحاقؑ کے ذکر کے بعد فرمایا وَبٰرَكْنَا عَلَيْهِ وَعَلٰٓى اِسْحٰقَ ای بارکنا علی اسماعیل واسحاق۔

چونکہ ما قبل میں اسمٰعیل علیہ السلام کا ذکر ہو چکا ہے اس لیے علیہ کی ضمیر اسمٰعیل علیہ السلام کی طرف راجع کرنا زیادہ مناسب ہے کیونکہ دو بیٹوں اور دو بھائیوں کو ملا کر عطف کے ساتھ ذکر کرنا زیادہ مناسب اور موزوں ہے اور معلوم ہوا کہ حرف ذریتہما کی ضمیر تثنیہ بھی اسمٰعیلؑ اور اسحاقؑ کی طرف راجع ہے دیکھو تفسیر قرطبی صفحہ ۱۱۳ ج ۱۵

ذبیح اللہ کی بحث

ان آیات میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ایک فرزند صالح کی دعا کا ذکر ہے اور پھر اس دعا کے بعد جو لڑکا پیدا ہوا خدا تعالیٰ کے لیے اس کو قربانی کے لیے پیش کرنے کا ذکر ہے اہل اسلام کے نزدیک وہ لڑکا جو اللہ کے نام پر ذبح ہوا وہ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام ہیں اہل کتاب یہود و نصاریٰ یہ کہتے ہیں کہ وہ اسحاق علیہ السلام تھے اہل کتاب نے اہل اسلام پر حسد کی بنا پر حضرت اسحاقؑ کو ذبیح اللہ قرار دیا کہ یہ فضیلت حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کے لیے ثابت نہ ہو لیکن آیات قرآنیہ اور احادیث صحیحہ سے یہی ثابت ہے کہ ذبیح اللہ اسمٰعیل علیہ السلام ہیں ذکر اسحٰق علیہ السلام بعد میں جمہور اہل سنت والجماعت کا مذہب ہے اور یہی صحیح قول ہے کہ ذبح کا تمام واقعہ اسماعیلؑ سے متعلق ہے کیونکہ یہ واقعہ حضرت ابراہیمؑ کی ہجرت کے بعد کا ہے جو مکہ میں پیش آیا ذکر ملک شام میں اور بعض علماء اہل سنت سے جو یہ منقول ہے کہ ذبیح اللہ حضرت اسحاقؑ تھے سو ان کا یہ قول صحیح نہیں ان کا یہ قول علماء اہل کتاب سے ماخوذ ہے یا توریت سے ماخوذ ہے اور موجودہ توریت اول تو وہ توریت نہیں جو موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوئی تھی جس کے معنی یہاں توریت کا کہیں نام و نشان نہیں دوم یہ کہ جو توریت موسیٰ علیہ السلام سے موسوم ہے۔ وہ درحقیقت ان مضامین کا مجموعہ ہے جو بعد میں تصنیف ہوئے پھر وہ بھی تحریف سے خالی نہیں بلکہ تغیر و تبدل سے مملو ہے۔

(۱) حضرت ابراہیم علیہ السلام جب ہجرت کر کے ارض مقدس میں آئے تو زمانہ تنہائی میں اللہ

سنہ قال الامام القرطبی قوله تعالیٰ وبارکنا علیه وعلی اسحاق ای بارکنا علی ابراهیم واولاده وعلی اسحاق حین اخرج انبیاء بنی اسرائیل من صلبه وقد قیل ان الکنایة فی علیه تعود علی اسمعیل وانه هو الذبیح قال المفضل الصحیح الذی یدل علیه القرآن انه اسمعیل وذلک انه قص قصة الذبیح فلما قال فی آخر القصة وفدیناه بذبح عظیم ثم قال وبارکنا علیه یعنی اسمعیل وعلی اسحاق کنی عنه لانه قد تقدم ذکره ثم قال ومن ذریتهما فدل علی انها ذریة اسمعیل واسحاق ۱ه ص ۱۱۳ ج ۱۵

ثابت

اور محبت کے لئے ایک فرزند صالح کی دعا مانگی اور عرض کیا رَبِّ هَبْ لِي مِنَ الصَّالِحِينَ اے اللہ مجھ کو ایک نیک فرزند عطا فرما جو تیرے نیک بندوں میں سے ہو اور تیری طاعت میں اور دین کی خدمت میں میری مدد کرے اور سفر (ہجرت) میں میرے لئے باعث انس ہو اور میرے بعد میرا جانشین ہو اللہ تعالیٰ نے انکی دعا قبول کی اور ایک غلام حلیم کی انکو بشارت دی فَبَشَّرْنَاهُ بِغُلَامٍ حَلِيمٍ چنانچہ اس دعا اور بشارت کے بعد حضرت ہاجرہؑ کے بطن سے حضرت اسمٰعیلؑ پیدا ہوئے پیدائش کے کچھ دنوں بعد حضرت ابراہیمؑ بحکم خداوندی حضرت اسمٰعیلؑ اور انکی والدہ ہاجرہؑ کو وادی غیر ذی زرع فاران کے جنگل اور بیابان یعنی مکہ کی سرزمین میں چھوڑ آئے اور اس بارہ میں اہل اسلام اور اہل کتاب کا کوئی اختلاف نہیں کہ حضرت اسمٰعیلؑ حضرت ابراہیمؑ کے پہلے فرزند اور پلوٹھے بیٹے ہیں اور اس وقت حضرت ابراہیم کی عمر چھیاسی سال کی تھی اور حضرت اسحاقؑ ابھی پیدا بھی نہ ہوئے تھے ابراہیم علیہ السلام کا اصلی قیام ملک شام میں اپنی بیوی سارہؑ کے ساتھ تھا اور اس وقت حضرت سارہؑ کے کوئی اولاد نہ تھی مگر حضرت ہاجرہؑ اور حضرت اسمٰعیلؑ کی خبر گیری کے لئے حضرت ابراہیمؑ شام سے مکہ مکرمہ آتے رہتے تھے اور یہ آمد ورفت براق پر ہوتی تھی دیکھ کر واپس ہو جاتے صبح کو گئے اور شام کو واپس ہو جاتے دیکھو البدایۃ والنہایۃ[1] لابن کثیر ص ۱۵۳ ج ۱۔

کچھ عرصہ بعد اسمٰعیل علیہ السلام بڑے ہو گئے اور چلنے پھرنے لگے تو اس وقت اللہ تعالیٰ نے بذریعہ خواب حضرت ابراہیمؑ کو یہ اشارہ فرمایا کہ اپنے فرزند وحید اور اکلوتے بیٹے کو ہمارے نام پر ذبح کرو جس سے مقصود حضرت ابراہیمؑ کی محبت کا امتحان تھا چنانچہ حضرت ابراہیمؑ دل وجان سے اس حکم کی تعمیل کیلئے آمادہ ہو گئے اور یہ تمام واقعہ حضرت اسحاقؑ کی ولادت سے بہت پہلے کا ہے معلوم ہوا کہ فَبَشَّرْنَاهُ بِغُلَامٍ حَلِيمٍ سے اسمٰعیلؑ کی ولادت کی بشارت مراد ہے اور ذبیح اللہ بھی غلام حلیم ہے اور فَدَيْنَاهُ بِذِبْحٍ سے اسی غلام حلیم کے ذبح کا فدیہ مراد ہے۔

(۲) اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں غلام حلیم کی بشارت اور اسکے ذبح اور اسکے فدیہ کے بعد حضرت اسحاقؑ کی بشارت کا ذکر فرمایا اور وَبَشَّرْنَاهُ بِإِسْحَاقَ کو مستقل طور پر ذکر فرمایا اور یہ دوسری بشارت ہے کہ جو پہلی بشارت کے بعد دی گئی اور اس بشارت کو بحرف عطف ذکر کیا جس کا پہلی بشارت فَبَشَّرْنَاهُ بِغُلَامٍ حَلِيمٍ پر عطف ہے معلوم ہوا کہ یہ بشارت اور یہ قصہ پہلی بشارت اور قصہ سے مختلف ہے اور مغایر ہے اس لئے کہ عطف مغایرت پر دلالت کرتا ہے پہلی خوشخبری حضرت اسمٰعیلؑ کے متعلق تھی اور دوسری خوشخبری حضرت اسحاقؑ کے متعلق ہے جو واقعہ ذبح کے بعد دی گئی۔

[1] فقد روی ان الخليل كان يذهب في كثير من الاوقات راكبا على البراق الى مكة يطلع على الولد ثم يرجع كذا في البداية والنهاية

حضرت ابراہیمؑ جب بیٹے کے ذبح پر حسب حکم الٰہی مستعد ہو گئے اور امتحان میں پورے اترے تو اللہ تعالیٰ نے فدیہ بھیج کر انکو بچالیا اور کمال عنایت والطاف سے بعد چندے ایک اور فرزند کی بشارت دی یعنی اسحٰق علیہ السلام کی ولادت کی بشارت دی اور فرمایا وَبَشَّرْنٰهُ بِاِسْحٰقَ ان آیات میں دو بشارتوں کا ذکر ہے ایک فرزند کی بشارت تو حضرت ابراہیمؑ کے سوال اور التجا کے بعد ہوئی اور دوسرے فرزند کی بشارت بدون سوال اور التجا کے اور مختلف وقتوں میں ہوئی اول اللہ تعالیٰ نے بڑے بیٹے اور اکلوتے بیٹے کی بشارت کا ذکر کیا اور پھر انکے چھوٹے بھائی اسحاق علیہ السلام کی بشارت کا ذکر کیا اور اس دوسری بشارت کو پہلی بشارت پر عطف کیا معلوم ہوا کہ یہ دوسری بشارت پہلی بشارت سے مغایر اور مختلف ہے اور حضرت اسمٰعیلؑ حضرت اسحاقؑ سے تقریباً چودہ سال بڑے تھے۔

(۳) پھر دونوں فرزندوں کی بشارت کے بعد حق تعالیٰ یہ فرماتے ہیں وَبٰرَكْنَا عَلَيْهِ وَعَلٰٓى اِسْحٰقَ اور برکت نازل کی ہم نے اس پر اور اسحاقؑ پر عموماً مفسرین نے عَلَيْهِ کی ضمیر ابراہیم علیہ السلام کی طرف راجع کی ہے اور علیٰ ہذا انکے بعد والی آیت وَمِنْ ذُرِّيَّتِهِمَا مُحْسِنٌ وَّظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ مُبِيْنٌ ضمیر تثنیہ بھی ابراہیمؑ اور اسحاقؑ کی طرف راجع کی ہے مگر سیاق و سباق کے زیادہ مناسب یہ ہے کہ بٰرَكْنَا عَلَيْهِ کی ضمیر اسمٰعیل علیہ السلام کی طرف راجع کی جائے جن کے ذبح کا مفصل قصہ قریب ہی ذکر ہو چکا ہے اور اب عَلَيْهِ پر وَعَلٰٓى اِسْحٰقَ کا عطف نہایت مناسب ہے اس لئے کہ عَلَيْهِ کی ضمیر پہلے اور بڑے بیٹے کی طرف راجع ہے اور بٰرَكْنَا عَلَيْهِ میں اول پہلے بیٹے پر برکت کے نزول کا ذکر ہے اور وَعَلٰٓى اِسْحٰقَ کا عَلَيْهِ پر عطف ہے جس میں دوسرے بیٹے پر برکت کے نزول کا ذکر ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ پہلے بیٹے کی طرح ہم نے ابراہیمؑ کے دوسرے بیٹے پر بھی برکت نازل کی اور علیٰ ہذا وَمِنْ ذُرِّيَّتِهِمَا مُحْسِنٌ وَّظَالِمٌ کی ضمیر تثنیہ عام طور پر مفسرین نے ابراہیمؑ اور اسحاقؑ کی طرف راجع کی ہے مگر شاہ عبدالقادرؒ نے اسمٰعیلؑ اور اسحاقؑ کی طرف راجع کی ہے غرض یہ کہ وَبٰرَكْنَا عَلَيْهِ وَعَلٰٓى اِسْحٰقَ میں علیہ کی ضمیر کا اسمٰعیلؑ کی طرف راجع ہونا اور پھر وَعَلٰٓى اِسْحٰقَ کا اس پر عطف ہونا، اس بات کی واضح دلیل ہے کہ وہ ذبیح اسحاقؑ نہیں بلکہ اسمٰعیلؑ ہیں عطف مغایرت کو چاہتا ہے ایک بھائی کو دوسرے بھائی کے اور ایک بیٹے کو دوسرے بیٹے کے مغایر کہا جا سکتا ہے مگر بیٹے کو باپ کے مغایر نہیں کہا جا سکتا۔

(۴) نیز حق تعالیٰ نے جب حضرت اسحاقؑ کی ولادت کی بشارت دی تو انکے ساتھ ساتھ یہ بھی فرمایا نَبِيًّا وہ نبی بھی ہوں گے معلوم ہوا کہ اسحاقؑ ذبیح نہ تھے اس لئے کہ جب حضرت ابراہیمؑ کو یہ بھی بتلا دیا گیا کہ اسحاقؑ نبی بھی ہوں گے تو ایسی صورت میں امتحان میں انکے ذبح کا حکم دینا بے معنی ہے پھر اس بشارت کے ساتھ یہ بھی مذکور ہے وَمِنْ وَّرَآءِ اِسْحٰقَ يَعْقُوْبَ کہ اسحاقؑ کا بیٹا بھی ہوگا جس کا نام یعقوب ہوگا معلوم ہوا کہ اسحاقؑ اتنی عمر کو پہنچیں گے کہ انکے بیٹا بھی ہوگا تو ایسی حالت میں اگر ذبح کا حکم ہوتا تو نہ نبوت ملتی اور نہ نکاح ہوتا اور نہ بیٹا ہوتا نیز حضرت اسحاقؑ کی بشارت کو وَبَشَّرْنٰهُ

باسحاق سے مستقلاً ذکر کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ یہ تذکرہ مستقل ہے جس کا پچھلے قصہ سے تعلق نہیں۔

(۵) نیز جس ولد کے ذبح کا حکم دیا گیا وہ اسکے بلوغ سے پہلے دیا گیا اس لیے کہ نص قرآنی میں یہ قید مذکور ہے فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْيَ کہ جب وہ کام کاج میں چلنے پھرنے کے قابل ہو گیا تب اسکے ذبح کا حکم آیا اور یہ حالت بلوغ سے بہت پہلے ہوتی ہے اور حضرت اسحاقؑ کی بشارت میں نَبِيًّا مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ کے علاوہ وَمِنْ وَّرَاۗءِ اِسْحٰقَ يَعْقُوْبَ بھی فرمایا جس کا صاف مطلب یہ ہے کہ اسحاق بلوغ کو پہنچیں گے اور صاحب اولاد ہوں گے اگر انکے ذبح کا حکم ہوتا تو اسکی صورت یقینی ہوتی اور عقلاً یہ بات غیر معقول ہے کہ اولاد عطا کئے جانے سے پہلے ہی ذبح کر دیئے جائیں نیز نوبت عمر تا چالیس سال کی عمر میں ملتی ہے۔

(۶) نیز ——— اہل اسلام اور اہل کتاب کے اتفاق سے اور تورات سفر پیدائش باب ۲۲ سے واضح یہ بات ثابت ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کو اکلوتے بیٹے کے ذبح کا حکم ہوا تھا تورات کے قدیم نسخوں میں وحید و اکلوتا کا لفظ موجود ہے اور باتفاق یہود ونصاریٰ اکلوتے بیٹے اسمٰعیل علیہ السلام تھے نہ کہ اسحاق علیہ السلام اس لیے کہ اسحاق علیہ السلام تو ذبح کے بعد پیدا ہوئے ہیں وہ اکلوتے بیٹے نہ تھے امتحان کے لیے اکلوتے بیٹے کے ذبح کا حکم ہوا تھا حضرت اسماعیلؑ کی موجودگی میں حضرت اسحاقؑ کیسے اکلوتے بیٹے ہو سکتے ہیں جو حضرت اسمٰعیلؑ کے بعد پیدا ہوئے اور تورات کے بعض نسخوں میں جو وحید اور اکلوتے بیٹے کے بعد لفظ اسحاقؑ کا بڑھا دیا ہے وہ یہود کی دیدہ و دانستہ تحریف ہے اکلوتا بیٹا وہ ہے کہ جس کی موجودگی میں کوئی دوسرا بیٹا نہ ہو اور یہ بات صرف اسمٰعیل پر صادق آتی ہے کہ انکی موجودگی میں انکے سوا اور کوئی بیٹا نہ تھا۔

(۷) اس کے علاوہ یہ واقعہ کہ جب پیش آیا اور اسکے آثار اور یادگاروں کا مکہ اور منیٰ میں ہونا اور مدتوں تک فدیہ کے مینڈھے کے سینگوں کا خانہ کعبہ میں معلق رہنا یہ تمام باتیں اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ تمام واقعہ مکہ میں پیش آیا نہ کہ ملک شام میں جیسے کہتے ہیں کہ میں نے فدیہ کے دنبہ کے دونوں سینگوں کو خانہ کعبہ کے اندر دیکھا ہے اور اسمٰعیل علیہ السلام بچپن سے مکہ مکرمہ میں رہتے تھے اور اسحاق علیہ السلام ملک شام کے شہر کنعان میں رہتے تھے اور کنعان نہ مقام حج ہے اور نہ قربان گاہ ہے بخلاف منیٰ کے کہ وہ قربان گاہ ہے اور مکہ مقام حج ہے اور بطور یادگار ابراہیمی و اسمٰعیلی حج اور قربانی اور صفا اور مروہ کے درمیان سعی اور رمی جمرات کی سنت آج تک بنی اسمٰعیلؑ میں جاری ہے اور حج اور قربانی ملت اسلام کا عظیم شعار ہے جو حضرت ابراہیمؑ کے وقت سے اب تک مکہ و منیٰ میں چلا آرہا ہے۔

(۸) اصمعیؒ کہتے ہیں کہ میں نے ابو عمرو بن علاءؒ سے پوچھا کہ دو بیٹوں میں سے ذبیح کون تھا تو مجھ سے کہا اے اصمعی تیری عقل کہاں جاتی رہی کہ تجھ کو یہ پوچھنے کی ضرورت پیش آئی کیونکہ مکہ میں اسحاقؑ کہاں تھے مکہ میں تو اسمٰعیلؑ تھے اور ذبح اور قربانی کا اہتمام بھی مکہ کی سرزمین میں ہوا ہے اور اسمٰعیلؑ ہی نے اپنے باپ کو خانہ کعبہ کی تعمیر میں مدد کی تھی تفسیر قرطبی صفحہ ۱۰۰ ج ۱۵

تنبیہ

(۹) اور حضرت معاویہؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا یا ابن الذبیحین اے دو ذبیح کے فرزند آپ کو اللہ نے جو عطا کیا ہے اس میں سے مجھ کو بھی کچھ عطا کیجئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہ سن کر مسکرائے اور جب حضرت معاویہؓ نے یہ روایت اپنی مجلس میں بیان کی تو حاضرین میں سے کسی نے کہا اے امیر المؤمنین وہ دو ذبیح کون ہیں تو فرمایا ایک ذبیح تو حضرت اسماعیلؑ حضورؐ کے جدّ امجد ہیں اور دوسرے ذبیح آپؐ کے والد ماجد حضرت عبد اللہ ہیں جن کا قصہ یہ ہے کہ عبد المطلب نے جب چاہ زمزم کے کھودنے کا حکم دیا تو اللہ سے یہ نذر کی کہ اگر اللہ نے یہ کام آسان کر دیا تو ایک بیٹے کو خدا کے نام پر ذبح کروں گا۔

عبد المطلب کے دس بیٹے تھے قرعہ اندازی میں ذبح کا قرعہ عبد اللہ کے نام پر نکلا خاندان اور دیگر احباب نے بیٹے کے ذبح سے انکو روکا اور یہ مشورہ دیا کہ فدیہ میں سو اونٹ قربان کرو تو عبد المطلب نے اسکو منظور کیا اور عبد اللہؓ کی طرف سے فدیہ میں سو اونٹ دیئے اس طرح سے حضرت عبد اللہ بھی ذبیح اللہ ہو گئے اس لئے حاضر ہونے والے شخص نے حضورؐ کو یا ابن الذبیحین سے خطاب کیا اے دو ذبیح کے بیٹے پہلے ذبیح اللہ حضرت اسمٰعیلؑ ہیں جو حضور پُرنور کے جد امجد ہیں اور دوسرے ذبیح اللہ آپؐ کے والد ماجد حضرت عبد اللہ تھے رواہ الحاکم فی المستدرک وابن جریر فی تفسیرہ وغیرھما روح المعانی ص۱۲۳ ج ۲۳ و تفسیر قرطبی ص۱۰۰ ج ۱۵۔

(۱۰) نیز اسی طرح ایک مرفوع حدیث میں یہ بھی آیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا انا ابن الذبیحین میں دو ذبیح کا بیٹا ہوں دیکھو البحر المحیط ص۳۷۰ ج ۷ اور روح المعانی ص۱۲۳ ج ۲۳۔ حافظ عراقی فرماتے ہیں کہ میں اس حدیث کی سند پر مطلع نہیں ہوا واللہ اعلم۔

خلاصہ کلام یہ کہ ظاہر قرآن سے یہی معلوم اور مفہوم ہوتا ہے کہ ذبیح اللہ حضرت اسمٰعیلؑ ہیں اور جمہور صحابہ اور تابعین کا بھی یہی قول ہے اور بعض سلف اور خلف سے جو منقول ہوا ہے کہ ذبیح اللہ حضرت اسحاقؑ تھے وہ در حقیقت کعب احبارؓ سے منقول ہے ان سے سن کر صحابہ و تابعین نے اس قول کو نقل کیا اور اہل کتاب کے صحیفوں سے ماخوذ ہے جس کی بنا پر قرآن کریم کے صریح اور ظاہر مدلول سے عدول ہرگز جائز نہیں دیکھو البدایۃ والنہایۃ لابن کثیر ص۱۵۹ حافظ ابن قیم زاد المعاد میں فرماتے ہیں کہ صحیح قول یہی ہے کہ ذبیح اللہ اسمٰعیل علیہ السلام ہیں جمہور صحابہ و تابعین کا یہی قول ہے اور یہ کہنا کہ ذبیح اسحاق علیہ السلام ہیں یہ قول کسی وجہ سے باطل ہے واللہ اعلم۔

؎ قال ابن کثیر وقد قال بانہ اسحاق طائفۃ کثیرۃ من السلف وغیرھم وانما اخذوہ واللہ اعلم من کعب الاحبار او صحف اہل الکتاب ولیس فی ذلک حدیث صحیح عن المعصوم حتی نترک لاجلہ ظاہر الکتاب العزیز ولا یفہم ھذا من القرآن بل المفہوم بل المنطوق بل النص عند التامل علی انہ اسمٰعیل علیہ السلام ھو ص۱۵۹ ج۱

وَلَقَدْ مَنَنَّا عَلٰى مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ ﴿۱۱۴﴾ وَنَجَّيْنٰهُمَا وَ

اور ہم نے احسان کیا موسیٰ اور ہارون پر اور بچا دیا ان کو اور

قَوْمَهُمَا مِنَ الْكَرْبِ الْعَظِيْمِ ﴿۱۱۵﴾ وَنَصَرْنٰهُمْ

ان کی قوم کو اس بڑی گھبراہٹ سے اور ان کی مدد کی

فَكَانُوْا هُمُ الْغٰلِبِيْنَ ﴿۱۱۶﴾ وَاٰتَيْنٰهُمَا الْكِتٰبَ

تو رہے وہی زبر اور دی ان کو کتاب

الْمُسْتَبِيْنَ ﴿۱۱۷﴾ وَهَدَيْنٰهُمَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ﴿۱۱۸﴾

واضح اور سجھائی ان کو سیدھی راہ

وَتَرَكْنَا عَلَيْهِمَا فِي الْاٰخِرِيْنَ ﴿۱۱۹﴾ سَلٰمٌ عَلٰى مُوْسٰى

اور باقی رکھا ان پر پچھلی خلق میں کہ سلام ہے موسیٰ

وَهٰرُوْنَ ﴿۱۲۰﴾ اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۲۱﴾ اِنَّهُمَا مِنْ

اور ہارون پر ہم یوں دیتے ہیں بدلہ نیکی کرنے والوں کو وہ دونوں ہیں

عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۲۲﴾

ہمارے بندوں ایمان دار میں

قصۂ سوم حضرت موسیٰ و ہارون علیہما السلام

وقال تعالیٰ وَلَقَدْ مَنَنَّا عَلٰى مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ ۔۔۔ الیٰ ۔۔۔ اِنَّهُمَا مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِيْنَ

ربط: اب یہ تیسرا قصہ ہے جس میں ان انعامات خداوندی کا ذکر کرتے ہیں جو موسیٰ اور ہارون علیہما السلام پر مبذول ہوئے اور پھر ان انعامات کا ذکر کرتے ہیں جو کلیم اللہ کی اتباع کی برکت سے بنی اسرائیل پر مبذول ہوئے کہ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو فرعون کی غلامی اور قید اور ظلم و ستم سے نجات دی اور قوم نوح کی طرح قوم فرعون کو غرق کیا اور انکے اموال اور املاک کا بنی اسرائیل کو وارث بنایا اور پھر انکو توریت جیسی

روشن کتاب عطا کی جو حدود اور احکام پر مشتمل تھی اور صراط مستقیم اور راہ ہدایت کو ان پر واضح کرنے والی تھی جو اس راہ پر چلا اس نے فلاح پائی چنانچہ فرماتے ہیں اور بے شک ہم نے احسان کیا موسیٰ اور ہارون پر نبوت و رسالت کے علاوہ کمالات ظاہرہ اور باطنہ سے انکو سرفراز کیا اور ان دونوں کو اور ان دونوں کی قوم کو سخت مصیبت سے نجات دی اور صرف مصیبت اور تکلیف سے نجات دی بلکہ دشمن کے مقابلہ میں انکی مدد کی پس وہی دشمن پر غالب ہونے والے ہوئے اور انکی املاک کے وارث بنے اور ہم نے موسیٰ اور ہارون کو ایک روشن اور نورانی کتاب دی جس سے مراد توریت ہے جس میں احکام کو واضح طور پر بیان کیا تھا اور ہم نے ان دونوں کو سیدھی راہ دکھائی جو سیدھی منزل مقصود تک پہنچانے والی تھی اور انکے بعد آنے والی قوموں میں ان کا ذکر خیر باقی چھوڑا کہ وہ کہیں سلام ہو موسیٰ اور ہارون پر چنانچہ دونوں کے ساتھ علیہ السلام کا لفظ کہا جاتا ہے بے شک ہم اپنے نیک بندوں کو اسی طرح نیک بدلہ دیا کرتے ہیں کہ انکو مستحق ثناء و تحسین بنا دیتے ہیں بے شک وہ دونوں ہمارے خاص الخاص ایماندار بندوں میں سے تھے اشارہ اس طرف ہے کہ ایمان ہی تمام کمالات اور انعامات کا منبع اور سرچشمہ ہے۔

وَإِنَّ إِلْيَاسَ لَمِنَ الْمُرْسَلِينَ ﴿۱۲۳﴾ إِذْ قَالَ

اور تحقیق الیاس ہے رسولوں میں جب کہا

لِقَوْمِهِ أَلَا تَتَّقُونَ ﴿۱۲۴﴾ أَتَدْعُونَ بَعْلًا وَ

اپنی قوم کو کیا تم کو ڈر نہیں کیا تم پکارتے ہو بعل کو اور

تَذَرُونَ أَحْسَنَ الْخَالِقِينَ ﴿۱۲۵﴾ اللَّهَ رَبَّكُمْ وَ

چھوڑتے ہو بہتر بنانے والے کو جو اللہ ہے رب تمہارا اور

رَبَّ آبَائِكُمُ الْأَوَّلِينَ ﴿۱۲۶﴾ فَكَذَّبُوهُ فَإِنَّهُمْ لَمُحْضَرُونَ ﴿۱۲۷﴾

رب تمہارے اگلے باپ دادوں کا پھر انکو جھٹلایا سو وہ پکڑے آتے ہیں

إِلَّا عِبَادَ اللَّهِ الْمُخْلَصِينَ ﴿۱۲۸﴾ وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْآخِرِينَ ﴿۱۲۹﴾

مگر جو بندے ہیں اللہ کے چنے اور باقی رکھا اس پر پچھلی خلق میں

سَلَامٌ عَلَىٰ إِلْ يَاسِينَ ﴿۱۳۰﴾ إِنَّا كَذَٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ ﴿۱۳۱﴾

کہ سلام ہے الیاس پر ہم یوں دیتے ہیں بدلہ نیکی کرنے والوں کو

پانچواں قصہ لوط علیہ السلام کا ہے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے حقیقی بھتیجے تھے انکی قوم لواطت اور بدفعلی میں مبتلا تھی اور یقیناً لوط علیہ السلام بھی خدا کے پیغمبروں میں سے تھے اور حضرت ابراہیم کے بھتیجے تھے جنکو اللہ تعالیٰ نے سدوم کی طرف پیغمبر بنا کر بھیجا جہاں کے باشندے بت پرست اور لواطت اور قسم قسم کی بے حیائیوں اور بدکاریوں میں مبتلا تھے انکی ہدایت کے لئے حضرت لوط علیہ السلام کو مبعوث فرمایا جب قوم نے نہ مانا تو ان پر اللہ کا قہر اور عذاب آیا پس اے نبی آپ اس وقت کا حال لوگوں کے سامنے بیان کیجئے جبکہ ہم نے لوط کو اور انکے سب اہل خانہ کو اپنے عذاب سے نجات دی جو ان پر ایمان لے آئے تھے سوائے ایک کافرہ بڑھیا کے جو انکی زوجہ تھی اسکو عذاب سے نجات نہیں دی بلکہ وہ پیچھے رہنے والوں سے ہوگئی یعنی ان لوگوں سے ہوگئی جو عذاب میں باقی اور پیچھے رہ گئے یا ان گزرنے والوں کے ساتھ رہی جو عذاب میں ہلاک ہوگئے غابر بمعنی باقی بھی آتا ہے اور بمعنی ماضی بھی آتا ہے آیت میں دونوں معنی کی گنجائش ہے لہذا دونوں معنی کے اعتبار سے ترجمہ کردیا پھر سب باقی ماندوں کو ہم نے ہلاک کردیا جو ان کی بستی کے لئے خاص طور پر مقام عبرت ہے اور اے اہل مکہ جب تم اپنی تجارت کے لئے ملک شام جاتے ہو تو تحقیق تم صبح کے وقت اور رات کے وقت ان پر گزرتے ہو اور انکی تباہی اور بربادی کے آثار اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہو کیا دیکھ کر بھی نہیں سمجھتے کہ یہ بستیاں نبی کی مخالفت اور لواطت کی وجہ سے الٹی ہوئی ہیں ۔

وَإِنَّ يُونُسَ لَمِنَ الْمُرْسَلِينَ ﴿۱۳۹﴾ إِذْ أَبَقَ إِلَى الْفُلْكِ

اور تحقیق یونس بھی رسولوں میں ؛ جب بھاگ کر پہنچا اس

الْمَشْحُونِ ﴿۱۴۰﴾ فَسَاهَمَ فَكَانَ مِنَ الْمُدْحَضِينَ ﴿۱۴۱﴾ فَالْتَقَمَهُ

بھری کشتی پر پھر قرعہ ڈلوایا تو ہو گیا الزام کھایا پھر لقمہ کیا

الْحُوتُ وَهُوَ مُلِيمٌ ﴿۱۴۲﴾ فَلَوْلَا أَنَّهُ كَانَ مِنَ الْمُسَبِّحِينَ ﴿۱۴۳﴾

اسکو مچھلی نے اور وہ الزام کھایا تھا پھر اگر نہ ہوتا کہ وہ تھا یاد کرتا پاک ذات کو

لَلَبِثَ فِي بَطْنِهِ إِلَى يَوْمِ يُبْعَثُونَ ﴿۱۴۴﴾ فَنَبَذْنَاهُ بِالْعَرَاءِ

تو رہتا اسکے پیٹ میں جس دن تک مردے جیویں پھر ڈال دیا ہم نے اسکو چٹیل میدان میں

وَهُوَ سَقِيمٌ ﴿۱۴۵﴾ وَأَنْبَتْنَا عَلَيْهِ شَجَرَةً مِنْ يَقْطِينٍ ﴿۱۴۶﴾

اور وہ بیمار تھا اور اگایا ہم نے اس پر ایک درخت بیل کا

وَاَرْسَلْنٰهُ اِلٰى مِائَةِ اَلْفٍ اَوْ يَزِيْدُوْنَ ﴿١٤٧﴾ فَاٰمَنُوْا

اور بھیجا اس کو لاکھ آدمیوں پر یا اس سے زیادہ پھر وہ یقین لائے

فَمَتَّعْنٰهُمْ اِلٰى حِيْنٍ ﴿١٤٨﴾

پھر ہم نے انکو برتنے دیا ایک وقت تک

قصۂ ششم یونس علیہ السلام

قال اللہ تعالیٰ وَاِنَّ يُوْنُسَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ... الیٰ ... فَمَتَّعْنٰهُمْ اِلٰى حِيْنٍ ؕ

یہ چھٹا قصہ یونس بن متی علیہ السلام کا ہے جو اس سورت کا آخری قصہ ہے کہ جو اپنی قوم کی ایذا پر صبر نہ کر سکے اور اپنی قوم کو چھوڑ کر نکل گئے اور یہی یونس ذوالنون بھی ہیں جنہوں نے بحکم خداوندی اپنی قوم سے ایمان نہ لانے پر عذاب کا وعدہ کیا تھا جب وہ ایمان نہ لائے اور برابر کفر اور تکذیب پر ڈٹے رہے تو سمجھ گئے کہ ان کا بھی وہی انجام ہوگا جو سرکشوں اور نافرمانوں کا ہوا کرتا ہے یہ سمجھ گئے کہ عنقریب عذاب آنے والا ہے تو بغیر انتظار وحی کے اور بغیر حکم خداوندی کے یونس علیہ السلام اپنی قوم کے درمیان سے اول شب میں نکل گئے اور دریا کے کنارہ پہنچے وہاں ایک کشتی مل گئی اس پر سوار ہو گئے حضرت یونس جب اس کشتی میں سوار ہو گئے تو وہ کشتی یکایک رک گئی جس کا ظاہری کوئی سبب نہ تھا ہوا وغیرہ بھی درست تھی تو ملاح اپنے عقیدہ کے مطابق بولے کہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہاں کوئی غلام اپنے مالک سے بھاگا ہوا ہے اور یہ کشتی کا قاعدہ ہے کہ جب اس میں کوئی بھاگا ہوا ہوتا ہے تو وہ چلتی نہیں پھر انہوں نے قرعہ ڈالا کہ جس کا نام قرعہ میں نکلے گا اسکو کشتی سے نکال کر دریا میں ڈال دیں گے تاکہ کشتی غرق ہونے سے بچ جائے تین مرتبہ لوگوں کے ناموں پر قرعہ ڈالا ہر مرتبہ قرعہ یونس علیہ السلام کے نام کا نکلا یہ قصہ سورۂ یونس اور سورۂ انبیاء میں مفصل گذر چکا ہے اور یہاں اجمالاً ذکر فرماتے ہیں اور اے نبی آپ لوگوں سے اس وقت کا حال ذکر کریں جب یونس اپنی قوم سے بھاگ کر بھری ہوئی کشتی کی طرف پہنچے جو لوگوں سے اور مال و متاع سے بھری ہوئی تھی جب وہ کشتی چلی اور دریا کے بیچ میں پہنچی تو ٹھہر گئی تو ملاح بولے کہ اس کشتی میں کوئی بھاگا ہوا غلام سوار ہے اس لئے یہ کشتی نہیں چلتی اس لئے اسکو کشتی سے علیحدہ کر کے دریا میں ڈال دیا جائے لوگوں کی رائے یہ ہوئی کہ قرعہ ڈالا جائے پس یونس علیہ السلام بھی قرعہ میں انکے ساتھ شریک ہوئے تو وہ خود ہی الزام کھانیوالوں میں سے ہو گئے یعنی قرعہ میں دو تین دفعہ انہی کا نام نکلا اور وہی مغلوب ہو گئے اور ملزم ٹھہرے مطلب یہ ہے کہ قرعہ یونس علیہ السلام کے نام پر نکلا یہ دیکھ کر یونس علیہ السلام نے خود ہی اپنے آپ کو دریا میں ڈال دیا کیونکہ

کنارہ قریب ہو اور میں تیر کر دریا کے کنارہ پہنچ جاؤں ورنہ اگر میری جان گئی بھی تو باقی لوگ تو بچ جائیں گے
پس جب یونس علیہ السلام نے اپنے آپ کو دریا میں ڈال دیا تو اللہ کے حکم سے فوراً ایک مچھلی نے انکو لقمہ بنا کر
نگل لیا اور اپنے پیٹ میں انکو محفوظ کر لیا تاکہ انکو کوئی گزند نہ پہنچے اور وہ خود اپنے آپ کو ملامت کر رہے
تھے کہ تو بغیر حکم الٰہی کے انتظار کئے ہوئے کیسے بستی سے نکل پڑا اور بغیر حکم خداوندی کیسے ہجرت کے لئے
نکل کھڑا ہوا اور یہ انکی خطا اجتہادی تھی جس پر وہ مستحق ملامت ہوئے حضرات انبیاء کا درجہ سب سے اعلیٰ اور
ارفع ہے اسلئے انکی خطاء اجتہادی اور سہو ونسیان پر بھی مواخذہ اور ملامت ہوتی ہے۔ حسنات الابرار
سیئات المقربین یعنی ابرار کے مرتبہ میں جو امور حسنات ہیں وہ مقربین کے درجہ میں سیئات ہیں۔

پس یونس علیہ السلام اپنے آپ کو دریا میں ڈالنے کے لئے اٹھے تو دیکھا کہ ایک مچھلی منہ کھولے
حضرت یونس کی طرف دیکھ رہی ہے یہ دیکھ کر یونس علیہ السلام نے فوراً اپنے آپ کو دریا میں ڈال
دیا مچھلی نے فوراً انکو نگل لیا اور مچھلی کی طرف اللہ کی وحی آئی کہ میں نے یونس کو تیرے لئے رزق نہیں بنایا
بلکہ تیرے پیٹ کو اسکی حفاظت کا ایک محل اور ظرف بنایا ہے دیکھو تفسیر قرطبی ص۱۲۳ ج ۱۵ مطلب
یہ تھا کہ اے مچھلی یہ یونس تیرا رزق نہیں بلکہ تیرے پاس ہماری امانت ہے جسکی حفاظت تجھ پر واجب ہے۔

اور ایک روایت میں ہے کہ عالم غیب سے مچھلی کو آواز آئی اے مچھلی ہم نے یونس کو تیرے لئے رزق
نہیں بنایا بلکہ تجھ کو انکے لئے مکان حفاظت اور مسجد بنایا تفسیر قرطبی ص۱۲۳ ج ۱۵

چنانچہ یونس علیہ السلام کو مچھلی کے پیٹ میں پہنچنے کے کچھ بعد جب افاقہ ہوا اور سمجھے کہ میں زندہ ہوں
تو کھڑے ہو کر نماز بھی پڑھنے لگے تفسیر ابن کثیر ص۲۱ ج ۴ علامہ آلوسی فرماتے ہیں کہ ہم نے دریا میں بڑی بڑی مچھلیاں
مشاہدہ کی ہیں جن میں آدمی سہولت سے کھڑا ہو سکتا ہے (روح المعانی)

پس اگر یونس خدا کی تسبیح کرنے والوں میں سے نہ ہوتے تو قیامت تک مچھلی کے پیٹ میں زندہ
ٹھہرے رہتے اور وہاں سے نکلنا نصیب نہ ہوتا لیکن تسبیح کی برکت سے انکو جلدی رہائی حاصل ہوئی شکم ماہی
میں انکی تسبیح یہ تھی لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ سُبْحَانَكَ إِنِّي كُنْتُ مِنَ الظَّالِمِينَ مگر تسبیح کی برکت سے
جلدی رہائی پائی اور یہی تسبیح شکم ماہی میں انکی غذا تھی جیسا کہ فتنۂ دجال کے وقت جب قحط پڑے
گا تو اس وقت مومن کی غذا تسبیح و ذکر الٰہی ہو گی بجائے رزق کے تسبیح اور ذکر الٰہی انکو غذا کا کام دیگی
اور پیٹ میں زندہ رہنا کوئی امر محال نہیں آخر بہت سے آدمیوں اور جانوروں کے بچے پیٹ میں زندہ رہتے
ہیں تو ایک آدمی کا ایک بہت بڑی مچھلی کے پیٹ میں زندہ رہنا کیا مشکل ہے

تو بغیر اذن حکم خداوندی ہجرت کرنے پر تنبیہ تھی اب آگے اپنے الطاف و عنایات کو ذکر فرماتے ہیں
کہ اسکے بعد ہم نے یونس کے ساتھ کیا معاملہ کیا اور کس طرح گرفت اور سرزنش سے انکی حفاظت کا انتظام کیا پس تین دن

۱؎ اختلاف اقوال کی طرف اشارہ ہے دیکھو تفسیر ابن کثیر ص۱۹ ج ۴

جب آثار عذاب کے دیکھے کہ آسمان پر ایک تباہ ہیبت ناک اور سیاہ بادل نمودار ہوا ہے تو سب بچوں اور عورتوں کو حتیٰ کہ مویشی اور جانوروں کو بھی ساتھ لے کر جنگل کو نکل گئے اور سچے دل سے خدا تعالیٰ کی طرف رجوع ہوئے اور عرض کیا کہ اے اللہ ہم یونسؑ پر ایمان لاتے ہیں اور تضرع و بکا سے آوازیں بلند ہوئیں اللہ تعالیٰ نے ان پر رحم فرمایا اور جو آثار عذاب کے نمودار ہو گئے تھے وہ سب اٹھا لئے۔ ادھر یونس علیہ السلام جب مچھلی کے پیٹ سے نکل آنے کے بعد تندرست ہو گئے تو چونکہ بستی سے یونس علیہ السلام بغیر اجازت خداوندی ہجرت کر گئے اور جلد از جلد صریح وہاں سے نکل گئے تھے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے پھر اسی بستی کی طرف واپسی کا حکم ہوا کہ وہ بستی والے ایمان لے آئے ہیں اور اب انکا حال درست ہو گیا ہے پس یونس علیہ السلام اسی بستی کی طرف واپس ہوئے جنکی تعداد ایک لاکھ سے زائد تھی قولہٗ وَاَرْسَلْنٰهُ اِلٰى مِائَةِ اَلْفٍ اَوْ يَزِيْدُوْنَ میں ارسال سے کسی دوسری قوم کی طرف رسول بنا کر بھیجنا مراد نہیں جیسا کہ بعض مفسرین کو یہ وہم ہو گیا ہے بلکہ اس ارسال سے وہی پہلی بستی اور پہلی ہی امت کی طرف دوبارہ واپسی مراد ہے اور فَاٰمَنُوْا سے تفصیلی ایمان مراد ہے کیونکہ یونس علیہ السلام کے نکل جانے کے بعد انکی گریہ وزاری اور اجمالی ایمان کی وجہ سے ان سے عذاب ٹل گیا تھا اب یونس علیہ السلام دوبارہ ان میں تشریف لے گئے تو ان لوگوں نے دوبارہ ایمان کی تجدید کی اور تفصیلی ایمان سے بہرہ ور ہوئے تفصیل کے لیے دیکھو روح المعانی۔ مچھلی کے پیٹ سے نکلنے کے بعد اسی قوم کی طرف جانے کا حکم ہوا جنکی طرف پہلی مرتبہ بھیجے گئے تھے اور ان سے ناراض ہو کر چلے گئے اور جہاں سے نکل گئے تھے تاکہ اس قوم کو برکات کی خصوصیت میں اجمالی طور پر ایمان لا چکی ہے واپسی کے بعد انکو ایمان اور شریعت سکھائیں اس ارسال سے کسی جدید قوم کی طرف جدید بعثت مراد نہیں۔

فَاسْتَفْتِهِمْ اَلِرَبِّكَ الْبَنَاتُ وَلَهُمُ الْبَنُوْنَ ﴿١٤٩﴾

اب ان سے پوچھ کیا تیرے رب کے ہاں بیٹیاں اور ان کے ہاں بیٹے

اَمْ خَلَقْنَا الْمَلٰٓئِكَةَ اِنَاثًا وَّهُمْ

یا ہم نے بنایا فرشتوں کو عورت اور وہ

شٰهِدُوْنَ ﴿١٥٠﴾ اَلَآ اِنَّهُمْ مِّنْ اِفْكِهِمْ لَيَقُوْلُوْنَ ﴿١٥١﴾ وَلَدَ

دیکھتے تھے سنتا ہے وہ اپنا جھوٹ بنایا کہتے ہیں کہ اللہ

اللّٰهُ وَاِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ﴿١٥٢﴾ اَصْطَفَى الْبَنَاتِ عَلَى الْبَنِيْنَ ﴿١٥٣﴾

کی اولاد اور وہ بے شک جھوٹے ہیں کیا پسند کیا بیٹیاں بیٹوں سے

مَا لَكُمْ كَيْفَ تَحْكُمُونَ ﴿١٥٤﴾ أَفَلَا تَذَكَّرُونَ ﴿١٥٥﴾ أَمْ

کیا ہوا ہے تم کو کیا انصاف کرتے ہو کیا تم دھیان نہیں کرتے ہو یا

لَكُمْ سُلْطَانٌ مُبِينٌ ﴿١٥٦﴾ فَأْتُوا بِكِتَابِكُمْ إِنْ كُنْتُمْ

تم پاس ہے کوئی سند کھلی تو لاؤ اپنی کتاب اگر ہو تم

صَادِقِينَ ﴿١٥٧﴾ وَجَعَلُوا بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْجِنَّةِ نَسَبًا

سچے اور ٹھہرایا ہے اس میں اور جنوں میں ناتا

وَلَقَدْ عَلِمَتِ الْجِنَّةُ إِنَّهُمْ لَمُحْضَرُونَ ﴿١٥٨﴾ سُبْحَانَ

اور جنوں کو معلوم ہے کہ وہ پکڑے آئیں گے اللہ نرالا ہے

اللَّهِ عَمَّا يَصِفُونَ ﴿١٥٩﴾ إِلَّا عِبَادَ اللَّهِ الْمُخْلَصِينَ ﴿١٦٠﴾ فَإِنَّكُمْ

ان باتوں سے جو بتاتے ہیں مگر جو بندے ہیں اللہ کے چنے سو تم

وَمَا تَعْبُدُونَ ﴿١٦١﴾ مَا أَنْتُمْ عَلَيْهِ بِفَاتِنِينَ ﴿١٦٢﴾ إِلَّا مَنْ

اور جن کو تم پوجتے ہو اس کے ہاتھ سے بہکا نہیں سکتے مگر اسی کو

هُوَ صَالِ الْجَحِيمِ ﴿١٦٣﴾ وَمَا مِنَّا إِلَّا لَهُ مَقَامٌ مَعْلُومٌ ﴿١٦٤﴾

جو پہنچنے والا ہے آگ میں اور ہم میں جو ہے اس کا ایک ٹھکانا ہے مقرر

وَإِنَّا لَنَحْنُ الصَّافُّونَ ﴿١٦٥﴾ وَإِنَّا لَنَحْنُ الْمُسَبِّحُونَ ﴿١٦٦﴾

اور ہم جو ہیں ہم ہی ہیں قطار باندھنے والے اور ہم جو ہیں ہم ہی ہیں پاکی بولنے والے

وَإِنْ كَانُوا لَيَقُولُونَ ﴿١٦٧﴾ لَوْ أَنَّ عِنْدَنَا ذِكْرًا مِنَ

اور یہ تو کہتے تھے اگر ہم پاس کوئی نصیحت ہوتی پہلے

الْأَوَّلِينَ ﴿١٦٨﴾ لَكُنَّا عِبَادَ اللَّهِ الْمُخْلَصِينَ ﴿١٦٩﴾ فَكَفَرُوا

لوگوں کی تو ہم ہوتے بندے اللہ کے چنے سو اس سے منکر

فَسَوْفَ يَعْلَمُونَ ﴿۱۷۰﴾ وَلَقَدْ سَبَقَتْ كَلِمَتُنَا لِعِبَادِنَا
سو آگے جان لیں گے — اور پہلے ہو چکا ہمارا حکم اپنے بندوں کے حق میں

الْمُرْسَلِينَ ﴿۱۷۱﴾ إِنَّهُمْ لَهُمُ الْمَنصُورُونَ ﴿۱۷۲﴾ وَإِنَّ جُندَنَا
جو رسول ہیں — بے شک انہی کو مدد ملتی ہے — اور ہمارا لشکر جو ہے

لَهُمُ الْغَالِبُونَ ﴿۱۷۳﴾ فَتَوَلَّ عَنْهُمْ حَتَّىٰ حِينٍ ﴿۱۷۴﴾ وَأَبْصِرْهُمْ
بیشک وہی زبر ہے — سو تو ان سے پھر جا ایک وقت تک — اور ان کو دیکھتا رہ

فَسَوْفَ يُبْصِرُونَ ﴿۱۷۵﴾ أَفَبِعَذَابِنَا يَسْتَعْجِلُونَ ﴿۱۷۶﴾ فَإِذَا
سو آگے دیکھ لیں گے — کیا ہماری آفت کو جلد مانگتے ہیں — پھر جب

نَزَلَ بِسَاحَتِهِمْ فَسَاءَ صَبَاحُ الْمُنذَرِينَ ﴿۱۷۷﴾ وَتَوَلَّ
آ اترے گی ان کے میدان میں — تو بری — صبح ہوگی ڈرائے گیوں کی — اور پھر آ

عَنْهُمْ حَتَّىٰ حِينٍ ﴿۱۷۸﴾ وَأَبْصِرْ فَسَوْفَ يُبْصِرُونَ ﴿۱۷۹﴾
ان سے ایک وقت تک — اور دیکھتا رہ اب آگے دیکھ لیں گے

مشرکین کی بعض جہالتوں اور حماقتوں کی تردید اور اس پر تہدید اور وعید

قال اللہ تعالیٰ فَاسْتَفْتِهِمْ أَلِرَبِّكَ الْبَنَاتُ وَلَهُمُ الْبَنُونَ ... الیٰ ... وَأَبْصِرْ فَسَوْفَ يُبْصِرُونَ

(ربط) شروع سورت میں دلائل توحید کا ذکر تھا اس کے بعد انبیاء کرام کے واقعات ذکر کیے جو اللہ کے بندے مخلصین تھے اور توحید کے داعی تھے اب پھر اصل مقصود کی طرف رجوع کرتے ہیں اور بطور نتیجہ شرک اور کفر کا ابطال فرماتے ہیں اور مشرکین کے بعض عقائد باطلہ اور عمل کی اور ان کی بعض جہالتوں اور ضلالتوں کی تشریح اور تجہیل فرما کر انکی تردید کرتے ہیں اور بتلاتے ہیں کہ یہ لوگ فقط شرک کی گمراہی میں مبتلا نہیں بلکہ اس کے علاوہ قسم قسم کی جہالتوں اور گمراہیوں میں بھی مبتلا ہیں مثلاً خدا تعالیٰ کے تجسیم کے قائل ہیں اور اس کو صاحب اولاد مانتے ہیں اور ظاہر ہے کہ ولادت ان اجسام کا خاصہ ہے جن میں کون و فساد جاری ہوتا ہے نیز یہ کہ توالد و تناسل بقاء نوع کے لیے ہوتا ہے کہ افراد اگرچہ فنا ہو جائیں مگر نوع باقی رہے اور اس تشریح سے مقصود

ان کی تفضیح اور تقبیح ہے تاکہ علانیہ طور پر مشرکین کی جہالتیں اور حماقتیں ظاہر اور عیاں ہو جائیں مشرکین عرب کے چند قبائل کا یہ خیال تھا کہ فرشتے اللہ کی بیٹیاں ہیں جنوں کو خدا تعالیٰ کا سسرالی رشتہ دار سمجھتے تھے ان آیات میں مشرکین کی ان دونوں کی قباحت اور حماقت ظاہر فرمائی کہ یہ مشرکین اللہ تعالیٰ کیلئے بیٹیاں تجویز کرتے ہیں اور اپنے لیے بیٹے پسند کرتے ہیں خدا تعالیٰ کیلئے وہ چیز تجویز کرتے ہیں جو انکو ناپسند ہے اور بری لگتی ہے گویا کہ اپنے نفس کو خدا پر ترجیح دیتے ہیں کہ خدا کے لیے خسیس اور کمتر چیز تجویز کرتے ہیں اور اپنے لیے عمدہ اور بہتر چیز اپنی حماقت سے فرشتوں کو دختران خدا بتلاتے ہیں اور خدا کے لیے اولاد ٹھہراتے ہیں اور بلا دلیل خدا کی اولاد کو مونث ٹھہراتے ہیں اور فرشتوں کی بھی توہین کرتے ہیں اور مشرکین کا فرشتوں کی بابت یہ کہنا کہ وہ عورتیں ہیں یہ بات تو مشاہدہ ہی سے معلوم ہو سکتی ہے ایسی بات محض عقل سے معلوم نہیں ہو سکتی ایسی بات کے اثبات کے لیے مشاہدہ چاہیے اور ظاہر ہے کہ وہ بالبداہت مفقود ہے اسلئے کہ یہ لوگ فرشتوں کی پیدائش کے وقت موجود اور حاضر تھے تو پھر انکو کیسے معلوم ہوا کہ فرشتے عورتیں ہیں ان کی یہ بات بالکل جھوٹ اور من گھڑت ہے جس پر کسی قسم کی کوئی دلیل نہیں۔

پھر اخیر میں اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کی حالت بیان فرمائی کہ فرشتے اس کذب و افتراء سے بالکل بری ہیں جو مشرکین انکی طرف منسوب کرتے ہیں کما قال تعالیٰ حکایۃ عنہم وَمَا مِنَّآ اِلَّا لَهٗ مَقَامٌ مَّعْلُوْمٌ وَّاِنَّا لَنَحْنُ الصَّآفُّوْنَ وَاِنَّا لَنَحْنُ الْمُسَبِّحُوْنَ۔

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کے حال کی حکایت فرمائی اور انکی عبادت اور بندگی کی خبر دی کہ وہ دن رات صف بستہ ہو کر تسبیح و تحمید کرتے ہیں اور اللہ کی تنزیہ و تقدیس کرتے ہیں اور اپنی عبدیت کا اقرار کرتے ہیں تو پھر فرشتے خدا اور معبود کیسے ہو سکتے ہیں فرشتے تو اپنی عبدیت کے مقر اور معترف ہیں اسی طرح حضرت عیسیٰ اور حضرت عزیر خدا تعالیٰ کے برگزیدہ بندے تھے معاذ اللہ خدا تعالیٰ کے بیٹے نہ تھے فرشتوں کی طرح خدا کے رسول بھی دن رات اللہ کی عبادت میں لگے رہتے ہیں پھر مکذبین رسالت کی تہدید کے لیے یہ خبر دی کہ انبیاء و مرسلین کا انجام ہمیشہ نیک ہوتا ہے ان سے اللہ کا وعدہ فتح و نصرت کا ہوتا ہے کفار مکہ کو چاہیے کہ جلدی نہ کریں وہ اپنی مخالفت اور تکذیب کا انجام عنقریب دیکھ لیں گے وَاَبْصِرْهُمْ فَسَوْفَ يُبْصِرُوْنَ حالات چاہے کتنا ہی پلٹا کھاتے رہیں بالآخر غلبہ حق کا ہو گا یہ کفار ہمارے نبی کی مخالفت کر کے کچھ نہیں کر سکتے ہمارا وعدہ ہو چکا ہے کہ غلبہ ہمارے رسول ہی کا ہو گا پھر مشرکین کے اقوال کی تردید کے بعد سورت کو انبیاء کرام کے سلام اور اپنی تنزیہ و تقدیس پر ختم کیا کہ اللہ تعالیٰ ان تمام باتوں سے پاک اور منزہ ہے جو مشرکین حق تعالیٰ کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ سُبْحٰنَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ وَسَلٰمٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ۔

شروع سورت میں فَاسْتَفْتِهِمْ اَهُمْ اَشَدُّ خَلْقًا میں منکرین حشر سے سوال توبیخ کا ذکر تھا اب اخیر سورت فَاسْتَفْتِهِمْ اَلِرَبِّكَ الْبَنَاتُ وَلَهُمُ الْبَنُوْنَ میں منکرین توحید سے سوال تبکیت کا ذکر ہے

پس مشرکین نے کیسی بے حیائی اور گستاخی سے جنوں کا خدائے پاک سے رشتہ ملایا حالانکہ سب اللہ کی پیدا کی ہوئی مخلوق ہیں اس لئے فرماتے ہیں کہ بعض مشرکوں نے یہ بھی کہہ دیا کہ خدا تعالیٰ کے درمیان اور جنوں کے درمیان نسبی رشتہ اور ناتہ ٹھہرا رکھا ہے حالانکہ جنوں کو خوب معلوم ہے کہ خدا تعالیٰ سے ان کا کوئی رشتہ اور ناتہ نہیں سب اللہ کے بندے ہیں قیامت کے دن حساب و کتاب کیلئے ضرور حاضر کئے جائیں گے یا یہ کہو کہ قیامت جو کہ اللہ تعالیٰ سے جنوں کا رشتہ مصاہرت ثابت کیا اور مصاہرت فرع زوجیت کی ہے اور اللہ ان سب باتوں سے پاک اور منزہ ہے اللہ تعالیٰ کا کسی سے سسرالی رشتہ نہیں لعنت ہو اللہ کی ان گستاخوں پر جو جنوں سے اللہ کی مصاہرت کے قائل ہوئے فرشتوں کو خدا کی اولاد قرار دیا اور جنوں کو خدا تعالیٰ کی سسرال قرار دیا۔

وابن عباسؓ سے مروی ہے کہ دشمنان خدا یعنی مجوس یہ کہتے ہیں کہ یزدان اور اہرمن یعنی اللہ تعالیٰ اور ابلیس دونوں بھائی بھائی ہیں تعالی اللہ عن ذلک علواً کبیرا۔ تفسیر ابن کثیر ص ۲۲ ج ۴ معاذ اللہ ان نادانوں نے خدا تعالیٰ اور شیطان کو بھائی بھائی قرار دیا بعض قبائل عرب اس بات کے معتقد تھے کہ شیطان خدا تعالیٰ کا بھائی ہے اس لئے کہ خدا تو نور اور خیر محض ہے جس کو یزدان کہتے ہیں اور شیطان ظلمت اور شر محض ہے جس کو اہرمن کہتے ہیں اور مجوس کا بھی یہی مذہب ہے اس اعتبار سے خدا تعالیٰ اور شیطان کے درمیان جو از قسم جن ہے رشتہ اور قرابت ثابت کرتے ہیں حق تعالیٰ نے اس آیت میں اس عقیدہ فاسدہ کا رد فرمایا کہ یہ لوگ کیسے عقل کے دشمن ہیں کہ اس قسم کی بیہودہ باتیں کرتے ہیں اور جنوں سے خدا تعالیٰ کا دامادی اور سسرالی رشتہ ثابت کرتے ہیں لا حول ولا قوۃ الا باللہ اللہ پاک ہے ان باتوں سے جو یہ بناتے ہیں مگر اللہ کے خاص بندے کہ وہ ایسی باتیں نہیں بناتے اب آگے کلام کی طرف متوجہ ہو کر فرماتے ہیں سو اے مشرکو! تم اور تمہارے جتنے معبود ہیں سب مل کر بھی کسی کو خدا کی عبادت سے برگشتہ اور گمراہ نہیں کر سکتے مگر جس کے لئے علم الٰہی میں مقدر ہو چکا ہے کہ وہ دوزخ میں جانے والا ہے وہ ہدایت اور ضلالت تمہارے اختیار میں نہیں۔

اب آگے فرشتوں کی بندگی کا حال خود انکی زبان سے نقل کرتے ہیں تاکہ ان کا بندہ محض ہونا ثابت ہو جائے اور مشرکین کے خیال کا رد ہو جائے چنانچہ فرماتے ہیں کہ اور یہ فرشتے خود یہ کہتے ہیں کہ نہیں ہے ہم میں سے کوئی مگر اس کے لئے ایک جگہ اور ایک حد مقرر ہے کہ ہم نہ اس سے آگے بڑھ سکتے ہیں اور نہ پیچھے ہٹ سکتے ہیں جس کام کی انجام دہی کے لئے ہم کو مقرر کر دیا ہے اس میں ہم اپنی رائے سے ذرہ برابر تغیر و تبدل نہیں کر سکتے اور دوم یہ کہ ہم ہی ہیں بارگاہ خداوندی میں صف بستہ کھڑے رہنے والے کوئی اللہ کی بندگی کے لئے کھڑا ہے اور کوئی کسی حکم کے انتظار میں کھڑا ہے تو جب ہمارا یہ حال ہے تو ہم کیسے خدا کی بیٹیاں اور اسکا جز ہو سکتے ہیں اور بغیر حکم الٰہی کے از خود کسی کو کیا نفع نقصان پہنچا سکتے ہیں اور سوم یہ کہ تحقیق ہم ہی ہر وقت اللہ کی تسبیح اور پاکی بیان کرنے والے ہیں۔ پس جو لوگ ہماری الوہیت اور معبودیت اور خدا سے ہماری جزئیت

يَقُوْمُ الْاَشْهَادُ اور تحقیق ہمارا لشکر ہی دشمنوں پر غالب رہے گا خدا کے لشکر سے انبیاء و مرسلین کے متبعین
اور اہل حق مراد ہیں کہ بلا اسباب ظاہری کے انکو کافروں پر غلبہ حاصل ہوگا پس اے نبی کریم آپ ان سے
ایک وقت معین تک منہ پھیر لیجئے اور انکو دیکھتے رہیئے جو کہتے اور کرتے ہیں وہ کرنے دیجئے پس یہ لوگ
بھی عنقریب دیکھ لیں گے کہ کس طرح اسلام کو کفر پر غلبہ حاصل ہوتا ہے اور یہ لوگ اپنی ذلت و خواری کو بھی
دیکھ لیں گے پس کیا یہ لوگ بطور تمسخر ہمارے عذاب کو جلدی مانگتے ہیں اور اسکی جلدی مچا رہے ہیں اور
بیباکی اور دلیری سے کہتے ہیں کہ وہ عذاب کب آئے گا پس خوب سمجھ لیں کہ جب وہ عذاب ان کے مکانوں
کے صحنوں میں آکر اترے گا تو ان لوگوں کی صبح بہت بری ہوگی جن کو اس عذاب سے ڈرایا جاتا تھا اور وہ
اسکی پرواہ نہ کرتے تھے اور اے نبی آپ ان سے ایک خاص وقت تک اعراض کرتے رہیئے اور دیکھتے
رہیئے کہ کس طرح اللہ کی مدد آتی ہے پس یہ لوگ بھی اپنا نتیجہ اور انجام دیکھ لیں گے ان آیات میں اسلامی
فتوحات بدر وغیرہ کی طرف اشارہ ہے اور یہ آیت فتح اسلام کی پیشین گوئی ہے اور کفار کی تہدید ہے کہ
یہ دشمنان اسلام عنقریب اپنی خواری کو دیکھ لیں گے حضرت شاہ ولی اللہ قدس اللہ سرہ
ازالۃ الخفاء میں آیت بالا یعنی وَلَقَدْ سَبَقَتْ كَلِمَتُنَا لِعِبَادِنَا الْمُرْسَلِيْنَ اِنَّهُمْ لَهُمُ الْمَنْصُوْرُوْنَ
وَاِنَّ جُنْدَنَا لَهُمُ الْغٰلِبُوْنَ کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں یعنی روز اول میں ہمارا وعدہ اپنے
برگزیدہ بندوں انبیاء و مرسلین سے متحقق ہو چکا ہے کہ تحقیق دشمن کے مقابلہ میں وہ ضرور مظفر و منصور ہوں گے
اور بلاشبہ جو ہمارا لشکر ہے وہی غالب ہونے والا ہے اس آیت میں مرسلین سے وہ رسل مراد ہیں جو کفار سے جہاد و قتال کیلئے مبعوث اور
مامور ہوئے اور لشکر سے ان کے اصحاب اور تابعین مراد ہیں جنکے دل میں داعیہ نصرت رسل اور
اعلاء کلمۃ اللہ ڈالا گیا خواہ مرسلین کی موجودگی میں ہو اور خواہ انکے وصال کے بعد جیسے صحابہ کرام کہ وہ اللہ کا لشکر
تھے اور حق تعالیٰ نے جو وعدہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اور آپ کے متبعین سے مظفر و منصور ہوجانے
کا فرمایا تھا وہ دنیا نے بچشم خود دیکھ لیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے ایک خاص
گروہ کے دل میں داعیہ اعلاء کلمۃ اللہ ڈالا گیا اور وہ مظفر و منصور بھی ہوئے تو بالبداہت معلوم ہوگیا کہ صحابہ
کرام جند اللہ کا مصداق تھے جو اس وعدہ سے مشرف اور ممتاز ہوئے اور آپکے وصال کے بعد خلفاء راشدین
کے ہاتھ پر جو فتوحات ظاہر ہوئیں وہ اسی سابقہ وعدہ نصرت و غلبہ کی تکمیل تھی (ازالۃ الخفاء)

سُبْحٰنَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ﴿۱۸۰﴾ وَسَلٰمٌ

پاک ذات ہے تیرے رب کی عزت کا صاحب پاک ہے ان باتوں سے جو کرتے ہیں اور سلام

عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۱۸۱﴾ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۸۲﴾

ہے رسولوں پر اور سب خوبی اللہ کو جو رب ہے سارے جہان کا

ت

خاتمہ سورت بر تنزیہ وتحمید رب العالمین
وتنویہ شان حضرات مرسلین صلوات اللہ وسلامہ علیہم اجمعین

سُبْحٰنَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ۚ وَسَلٰمٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ ۚ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اب ان مضامین کے بعد اس سورت کو اللہ تعالیٰ اپنی تنزیہ وتحمید پر اور مرسلین کے سلام پر ختم فرماتے ہیں جو مضمون توحید اور مضمون رسالت کا خلاصہ اور لب لباب ہے چنانچہ فرماتے ہیں اے نبی تیرا پروردگار جو خداوند عزت وغلبہ ہے وہ ان تمام باتوں سے پاک ہے جو مشرکین اسکی بابت کرتے ہیں پس خدا تعالیٰ کو ان تمام قبیح باتوں سے منزہ جانو جو مشرکین اسکی شان میں کہتے ہیں وہ عزیز غالب ہے وہ جب چاہے ان جلد بازوں کو پکڑ سکتا ہے جو عذاب میں جلدی مچا رہے ہیں اور وہ منزہ ہے اس سے کہ وہ اپنے وعدہ نصرت کو پورا نہ کرے۔

اور سلام ہے اللہ کا دنیا اور آخرت میں اسکے رسولوں پر کہ سلامتی انکے اتباع میں ہے جن کے ذریعہ خدا تک پہنچنے کا راستہ معلوم ہوا پس انکے اتباع کو فرض اور لازم جانو کیونکہ انبیاء کرام تمہارے اور خدا تعالیٰ کے درمیان واسطہ ہیں بغیر ان کا دامن پکڑے خدا تک پہنچنا ناممکن ہے اور سب طرح کی تعریف ہے اللہ کیلئے جو رب ہے سارے جہانوں کا یعنی قابل ستائش اور بندگی صرف وہی ذات ہے جو سارے جہانوں کا مربی ہے بندوں کو چاہیئے کہ ہر نعمت کو اسی کی طرف سے جانیں اور اس کا شکر کریں خاص کر اس بات کا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل ورحمت سے بندوں کی ہدایت کے لیے پیغمبروں کو بھیجا تاکہ اللہ کے احکام ان تک پہنچائیں اور حمد ہے اس خدا کی جس نے اپنے دوستوں کی مدد کی اور کافروں کو ہلاک اور برباد کیا سبحان اللہ کیا خاتمہ ہے کہ تین کلموں میں اجمالی طور پر تمام اصول دین کی طرف اشارہ فرما دیا پہلے کلمہ میں مشرکین اور کفار کے خیالات سے اللہ کی تنزیہ بیان فرمائی کہ اللہ تعالیٰ ہر اس چیز سے پاک اور منزہ ہے جو شان الوہیت کے مناسب نہیں اور تحمید سے توحید کی طرف اشارہ فرمایا اور بتلایا کہ اللہ تعالیٰ تمام صفات کمال کے ساتھ موصوف ہے جو اسکی شان کے لائق ہیں پہلے جملہ میں صفات سلبیہ کو بیان کیا اور وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ میں صفات ثبوتیہ کو بیان کیا اور وَسَلٰمٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ سے پیغمبروں کی عظمت شان کو بیان کیا تاکہ ان پر ایمان لائیں اور انکے اتباع کو ہدایت اور سعادت کا ذریعہ جانیں اور انکے اتباع کی برکت سے آخرت کے عذاب سے نجات پاویں۔

غرض یہ کہ ان تین آخری کلمات میں تمام اصول دین کی طرف اشارہ ہو گیا امام ابن ابی حاتمؒ نے اپنی سند سے امام شعبی تابعی کبیرؒ سے مرسلاً روایت کیا ہے کہ جس شخص کو یہ بات پسند ہو اور اچھی معلوم ہوتی ہو

[illegible]

تصدیق نامہ

مکتبہ المعارف دار العلوم حسینیہ شہداد پور کی مطبوعہ تفسیر
معارف القرآن مصنفہ حضرت مولانا محمد ادریس صاحب کاندھلوی
رحمۃ اللہ علیہ کی جلد ششم مشتمل بر پارہ ۲۰، ۲۱، ۲۲، ۲۳
تا اختتام سورۂ صافات کے متن قرآن کریم کو بغور پڑھا۔
تصدیق کی جاتی ہے کہ اس کے متن قرآن کریم
میں کوئی کمی بیشی یا اعراب کی غلطی نہیں ہے۔

واللہ اعلم

[illegible] شہداد پور

۲۱ محرم ۱۴۲۶ھ